إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ

مقالات السنّۃ

علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری حفظہ اللہ



مکتبہ دار السلف ٹنڈو آدم سندھ

کتاب

مقالات السنہ

علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

اشاعت ________ جولائی 2025

ناشر و ملنے کا پتہ

مکتبۃ دار السلف

محلہ آسن داس، جمن شاہ روڈ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ۔ سندھ

+92-302-3353215, 0303-3058908

فہرست

مقدمہ

دشمنان اسلام کی شروع دن سے کوشش رہی ہے کہ کسی طرح دین اسلام کی بنیادیں ڈھا دی جائیں، کھلے میدان میں اُتر کر مسلمانوں کا مقابلہ ان کے بس میں نہیں تھا، لہٰذا محبت اہل بیت کے لبادے میں انہوں نے اپنے ناپاک عزائم کو تکمیل دینے کی کوشش کی۔ ان کے سازشی ذہن کا اولین نشانہ اصحاب رسول ٹھہرے، جو کہ دین کے راوی ہیں، سازش یہ تھی کہ کسی طرح ان کی شخصیت کو مجروح بنا دیا جائے، ان کا دامن ظلم و جبر سے داغ دار کر دیا جائے، تا کہ اسلام پر لوگوں کا اعتماد اُٹھ جائے۔

اگلے مرحلے میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنا شروع کر دیا، شعار اسلام تبدیل کر دیئے، یہاں تک کہ قرآن کے محفوظ ہونے پر سوالیہ نشان لگا دیا گیا اور اس میں تحریف کا عقیدہ قائم کر لیا، اصحاب رسول کے متعلق اخلاقیات سے گری زبان استعمال کی اور اہل بیت کی شان میں غلو پر مبنی فضائل و مناقب گھڑ لیے، خود ساختہ عقائد و نظریات کو سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا۔

مگر محافظین اسلام نے ان کی دال نہ گلنے دی، ہر دور میں ان کی سازشیں ناکام بنائیں، ان کے جعلی روپ سے پردہ ہٹا کر اصلی چہرہ مسلمانوں کے سامنے واضح کیا۔

زیر نظر کتاب میں اصول محدثین کی روشنی میں ایسے ہی بعض خود ساختہ نظریات کی حقیقت آشکار کی گئی ہے، ہم نے صرف دلیل پر تبصرہ کیا ہے، جب دلیل کی بنیاد نہ ہو، تو اس

پر کھڑی کی گئی عمارت خود بہ خود زمین بوس ہو جاتی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے مخلوق کی ہدایت کا سامان کرے، آمین!

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

0300-5482125

شیعہ اور تحریف قرآن

شیعہ کے نزدیک قرآن مجید ایک محرف ومغیر کتاب ہے، ان کے ہاں بالاتفاق قرآن کریم میں نقص واقع ہوا ہے، البتہ زیادتی کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ مرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی (۱۳۲۰ھ) نے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" کتاب لکھی۔

❁ شیعہ عالم محمد بن محمد بن نعمان المفید (۴۱۳ھ) نے لکھا ہے:

اِتَّفَقُوا أَنَّ أَئِمَّةَ الضَّلَالِ خَالَفُوا فِي كَثِيرٍ مِنْ تَأْلِيفِ الْقُرْآنِ وَعَدَلُوا فِيهِ عَنْ مُوجِبِ التَّنْزِيلِ وَسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَأَجْمَعَتِ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَالزَّيْدِيَّةُ وَالْمُرْجِئَةُ، وَأَصْحَابُ الْحَدِيثِ عَلٰى خِلَافِ الْإِمَامِيَّةِ فِي جَمِيعِ مَا عَدَدْنَاهُ.

امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ گمراہی کے سرغنوں (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ) نے قرآن کو جمع کرنے میں (حقیقی قرآن کی) بہت زیادہ مخالفت کی ہے۔ اور اس کام میں انہوں نے قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تقاضوں سے پہلو تہی اختیار کی ہے۔...... جبکہ معتزلہ، خوارج، زیدیہ، مرجیہ اور محدثین مذکورہ تمام عقائد میں امامیہ شیعہ

کے خلاف ہیں۔''

(أوائل المَقالات، ص 49)

نیز لکھا ہے:

إِنَّ الْأَخْبَارَ جَاءَ تْ مُسْتَفِيضَةً عَنْ أَئِمَّةِ الْهُدٰى مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاخْتِلَافِ الْقُرْآنِ وَمَا أَحْدَثَهُ بَعْضُ الظَّالِمِينَ فِيهِ مِنَ الْحَذْفِ وَالنُّقْصَانِ .

''آل محمد ﷺ میں ائمہ ہدیٰ سے متواتر روایات ہیں کہ قرآن کریم تبدیل ہو چکا ہے اور اس میں بعض ظالموں نے بعض آیات کو حذف کر دیا اور قرآن میں نقص واقع کر دیا ہے۔''

(أوائل المَقالات، ص 91)

چار شیعہ علما، ابن بابویہ قمی (م: ۳۸۱ھ)، شریف مرتضیٰ (م: ۴۳۶)، طوسی (۴۶۰ھ) اور طبرسی (م: ۵۴۸ھ/۵۶۱ھ) نے قرآن کو غیر مبدل اور غیر محرف کہا، تو نوری طبرسی نے لکھا:

لَمْ يُعْرَفْ مِنَ الْقُدَمَاءِ مُوَافِقٌ لَّهُمْ .

''متقدمین شیعہ علما میں سے کوئی بھی ان چاروں کی موافقت نہیں کرتا۔''

(فَصل الخِطاب، ص 33)

شیعہ مفسر ہاشم بن سلیمان بہرانی (۱۱۰۷ھ) نے لکھا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ الْحَقَّ الَّذِي لَا مَحِيصَ عَنْهُ بِحَسَبِ الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ

الْـآتِيَةِ وَغَيْرِهَا أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ الَّذِي فِي أَيْدِينَا قَدْ وَقَعَ فِيهِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ مِنَ التَّغْيِيرَاتِ وَأَسْقَطَ الَّذِينَ جَمَعُوهُ بَعْدَهُ كَثِيرًا مِّنَ الْكَلِمَاتِ وَالْـآيَاتِ.

''جان لیجئے کہ متواتر روایات اور دیگر دلائل کی رو سے حق بات کہ جس کا انکار ممکن نہیں یہ ہے کہ قرآن، جو ہمارے ہاتھوں میں ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ (کی وفات) کے بعد تغیر وتبدل ہو چکا ہے، جنھوں نے اس قرآن کو جمع کیا، انہوں نے قرآن میں موجود بہت سے کلمات اور آیات کو نکال دیا ہے۔''

(مقدمة تفسير البُرهان في تفسير القرآن، ص 36)

❀ نیز لکھا ہے:

عِنْدِي فِي وُضُوحِ صِحَّةِ هٰذَا الْقَوْلِ بَعْدَ تَتَبُّعِ الْأَخْبَارِ وَتَفَحُّصِ الْـآثَارِ بِحَيْثُ يُمْكِنُ الْحُكْمُ بِكَوْنِهٖ مِنْ ضُرُورِيَّاتِ مَذْهَبِ التَّشَيُّعِ وَأَنَّهٗ مِنْ أَكْبَرِ مَقَاصِدِ الْخِلَافَةِ.

''روایات کا تتبع اور آثار کا دقیق مطالعہ کرنے کے بعد میرے نزدیک تحریف قرآن کا عقیدہ اتنا واضح ہے کہ اسے مذہب شیعہ کی ضروریات (بنیادی عقائد، جنہیں بچہ بچہ جانتا ہے) میں شامل کرنا ممکن ہے، نیز (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی) خلافت کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد قرآن کی تحریف کرنا تھا۔''

(مقدمة تفسير البُرهان في تفسير القرآن، ص 49)

مرزا حسین بن محمد تقی طبرسی نے تحریف قرآن کی بنیاد یہ ذکر کی ہے:

اَلَّذِينَ بَاشَرُوا هٰذَا الْأَمْرَ الْجَسِيمَ هُمْ أَصْحَابُ الصَّحِيفَةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَاسْتَعَانُوا بِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ .

''تحریف قرآن مدونین قرآن، ابوبکر، عمر، عثمان، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص کا کارنامہ ہے، اس پر مدد زید بن ثابت سے لی گئی۔''

(فَصل الخِطاب في إثبات تحريف كتاب رَبِّ الأرباب)

نیز لکھا ہے:

إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى غَيَّرُوا وَحَرَّفُوا كِتَابَ نَبِيِّهِمْ بَعْدَهٗ، وَهٰذِهِ الْأُمَّةُ أَيْضًا لَا بُدَّ وَأَنْ يُّغَيِّرُوا الْقُرْآنَ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، لِأَنَّ كُلَّ مَا وَقَعَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا بُدَّ وَأَنْ يَقَعَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى مَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ .

''یہود ونصاریٰ نے اپنے نبی کے بعد اپنی (منزل) کتاب کو تبدیل کر دیا، اس اُمت نے بھی نبی کریم ﷺ کے بعد یقینی طور پر قرآن کریم کو تبدیل کرنا ہے (یا کر دیا ہے)، کیونکہ جو کچھ بنی اسرائیل میں پیش آیا، وہ اس اُمت میں بھی پیش آئے گا، جیسا کہ صادق مصدوق ﷺ نے خبر دی ہے۔''

(فَصل الخطاب، ص 251)

❁ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

لَا يَخْفٰى أَنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ صَرِيحَةٌ فِي نَقْصِ الْقُرْآنِ وَتَغْيِيرِهٖ، وَعِنْدِي أَنَّ الْأَخْبَارَ فِي هٰذَا الْبَابِ مُتَوَاتِرَةٌ مَعْنًى، وَطَرْحُ جَمِيعِهَا يُوجِبُ رَفْعَ الْاِعْتِمَادِ عَلَيْهَا رَأْسًا.

''بہت ساری صحیح صریح روایات قرآن کریم میں نقص اور تغیر پر دلالت کرتی ہیں، میری تحقیق میں یہ روایات تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں، قرآن کو غیر محرف ماننا ان تمام روایات پر بداعتمادی ہوگی۔''

(مرآة العُقول للمجلسي نقلًا عن فصل الخطاب : 353)

❁ شیعہ عالم نعمت اللہ بن عبداللہ جزائری (۱۱۱۲ھ) نے کہا ہے:

إِنَّ الْأَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى هٰذَا تَزِيدُ عَلٰى أَلْفَيْ حَدِيثٍ وَادَّعٰى اسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيدِ، وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ، وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ ......

''عقیدہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے، (شیعہ علما کی) ایک بڑی جماعت نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسے (شیعہ کے) شیخ مفید، محقق داماد، علامہ ملا باقر مجلسی ہیں۔''

(فَصل الخطاب لحسين بن محمد النّوري الطّبرسي، ص 248)

❁ ''فصل الخطاب'' میں تقریباً تیس کبار شیعہ علما کے نام ہیں، جنہوں نے تحریف قرآن کی صراحت کر رکھی ہے، ان میں اسحاق الکاتب ہے، بقول شیعہ اس نے

مہدی کو دیکھا ہے، اسی طرح انیس الطائفہ بعض یا اکثر شیعہ اسے معصوم کہتے ہیں، ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی کا بھی ذکر ہے، جو شیعوں اور مہدی کے درمیان تیسرا سفیر ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ ہمارے جمہور علما کا مذہب ہے۔

❀ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ (۱۴۰۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ مُتَقَدِّمِي الشِّيْعَةِ وَمُتَأَخِّرِيهِمْ تَقْرِيْبًا جَمِيْعُهُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ مُحَرَّفٌ، مُغَيَّرٌ فِيْهِ، مَحْذُوْفٌ عَنْهُ.

''خلاصہ کلام یہ کہ متقدم اور متاخر تقریباً تمام شیعہ قرآن کے تحریف اور تبدیل شدہ اور محذوف ہونے پر متفق ہیں۔''

(الشّيعة والسّنة، ص 122، طبع دارالانصار)

معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب میں عقیدہ تحریف قرآن پر متواتر روایات ہیں، اس لیے امامیہ شیعہ کا اس عقیدہ کے برحق ہونے پر اتفاق ہے، بلکہ یہ عقیدہ ان کے ہاں ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہے کہ جسے اپنانا ہر شیعہ کے لیے ضروری ہے۔

❀ شیعہ مفسر قمی نے لکھا ہے:

اَلْقُرْآنُ مِنْهُ نَاسِخٌ وَمِنْهُ مَنْسُوخٌ...... وَمِنْهُ تَقْدِيمٌ، وَمِنْهُ تَأْخِيرٌ ...... وَمِنْهُ حَرْفٌ مَكَانَ حَرْفٍ، وَمِنْهُ عَلٰى خِلَافِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ.

''قرآن میں ناسخ اور منسوخ ہے۔ ......قرآن میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ ......قرآن میں بعض حروف تبدیل کر دیے گئے ہیں، بعض آیات ایسی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات کے خلاف ہیں۔''

(تفسیر القُمّي :37/1)

۞ شیعہ عالم، محمد بن حسن صفار نے عنوان قائم کیا ہے:

بَابٌ فِي الْأَئِمَّةِ أَنَّ عِنْدَهُمْ بِجَمِيعِ الْقُرْآنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ .

''اس کا بیان کہ ائمہ کے پاس وہ سارا قرآن کریم موجود رہا ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔''

(بصائر الدّرجات، ص 318)

۞ شیعہ ابوالقاسم علی بن احمد کوفی نے لکھا ہے:

مِنْ بِدَعِهٖ أَنَّهٗ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ مَا تَهَيَّأَ لَهٗ مِنَ الْقُرْآنِ صَرَخَ مُنَادِيهِ فِي الْمَدِينَةِ : مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِنَا بِهٖ، ثُمَّ قَالَ : لَا نَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُ شَيْئًا إِلَّا بِشَاهِدَيْ عَدْلٍ، وَإِنَّمَا أَرَادَ هٰذَا الْحَالَ لِأَنْ لَّا يَقْبَلُوا مَا أَلَّفَهٗ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ كَانَ أَلَّفَ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ جَمِيعَ الْقُرْآنِ بِتَمَامِهٖ وَكَمَالِهٖ مِنِ ابْتِدَائِهٖ إِلٰى خَاتَمَتِهٖ عَلٰى نَسْقِ تَنْزِيلِهٖ، فَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ ذٰلِكَ خَوْفًا أَنْ يَظْهَرَ فِيهِ مَا يُفْسِدُ عَلَيْهِمْ أَمْرَهُمْ فَذٰلِكَ قَالُوا : لَا نَقْبَلُ الْقُرْآنَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِشَاهِدَيْ عَدْلٍ .

''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی (نعوذ باللہ!) ایک بدعت یہ تھی کہ انہوں نے جب ممکنہ قرآن جمع کرنے کا ارادہ کیا، تو ان کے ایک شخص نے مدینہ میں منادی کی:

''جس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ ہو، وہ لے آئے۔'' پھر کہا: ''ہم کسی سے بھی دو گواہوں کے بغیر قرآن کا کوئی حصہ نہیں لیں گے۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ شرط لگانے کا مقصد یہ تھا کہ صحابہ امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) علیہ السلام کا لکھا ہوا قرآن قبول نہ کریں، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت پورے کا پورا قرآن ابتدا سے انتہا تک اسی طرح لکھا ہوا تھا، جس طرح نازل ہوا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا قرآن اس خوف سے قبول نہ کیا گیا، کہ اس میں وہ آیات تھیں، جن سے صحابہ کے منصوبوں کا رد ہوتا ہے، اسی وجہ نے انہوں نے کہا: ہم کسی سے بھی قرآن نہیں لیں گے، مگر دو عادل گواہوں کے ساتھ۔''

(الاستغاثة في بِدَعِ الثّلاثة، ص 46)

❀ الحر عاملی نے تفسیر عیاشی کی تین روایات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ وَأَمْثَالُهَا دَالَّةٌ عَلٰى أَنَّ النَّصَّ عَلَى الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكَذَا التَّصْرِيحُ بِأَسْمَائِهِمْ وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ بِأَنَّ الْقُرْآنَ نَقَصَ مِنْهُ كَثِيرٌ وَسَقَطَ مِنْهُ آيَاتٌ لَمْ تُكْتَبْ.

''یہ اور ان جیسی احادیث دلیل ہیں کہ نص ائمہ علیہ السلام پر ہے، اسی طرح ان کے ناموں کی صراحت بھی ہے۔ متواتر روایات ہیں کہ قرآن کا بہت سا حصہ کم ہو گیا ہے اور اس کی کئی ایسی آیات ضائع ہو گئیں، جو لکھی ہوئی نہیں تھیں۔''

(إثبات الهداة: 3/43)

❀ شیعہ عالم فیض کاشانی نے لکھا ہے:

اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمَعِ هٰذِهِ الْأَخْبَارِ وَغَيْرِهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيقِ أَهْلِ الْبَيْتِ أَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي بَيْنَ أَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهٖ كَمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، بَلْ مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ وَمِنْهُ مَا هُوَ مُغَيَّرٌ مُحَرَّفٌ، وَأَنَّهٗ قَدْ حُذِفَ مِنْهُ أَشْيَاءُ كَثِيرَةٌ مِنْهَا اسْمُ عَلِيٍّ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ، وَمِنْهَا لَفْظَةُ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ غَيْرَ مَرَّةٍ، وَمِنْهَا أَسْمَاءُ الْمُنَافِقِينَ فِي مَوَاضِعِهَا، وَمِنْهَا غَيْرُ ذٰلِكَ، وَأَنَّهٗ لَيْسَ أَيْضًا عَلَى التَّرْتِيبِ الْمَرْضِيِّ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ....

’’یہ احادیث اور اہل بیت سے منقول دیگر روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے، یہ وہ مکمل قرآن نہیں، جو محمد کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا، بلکہ اس میں بہت سی آیات ایسی ہیں، جو منزل کلام الٰہی کے خلاف ہیں، قرآن کے بعض حصے میں تغیر و تبدل اور تحریف ہو چکی ہے، نیز اس کے بہت سے حصے کو حذف کر دیا گیا ہے، جن میں بہت سے مقامات پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی تھا، اسی طرح بہت سے مقامات پر آل محمد علیہم السلام کا نام تھا، کئی جگہ پر منافقوں کے نام تھے اور اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں موجود تھیں۔ موجود قرآن کی وہ ترتیب نہیں ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کے ہاں پسندیدہ

ترتیب ہے۔‘‘

(الصّافي في تفسير القرآن :75/1)

متقدمین اہل سنت کی تحقیق:

امام ابوبکر محمد بن قاسم انباری رحمہ اللہ (۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’شیعہ قرآن کریم میں کمی پیشی کے قائل ہیں۔‘‘

(تفسير القُرطبي :81/1)

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) نے شیعہ کا عقیدہ نقل کیا ہے:

إِنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَقَصَ مِنْهُ .

’’قرآن میں نقص واقع ہو چکا ہے۔‘‘

(مَقالات الإسلاميّين :119/1)

علامہ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ أُصُولَ أَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ السَّلَفِ وَأَكْفَرُوا مَنْ زَعَمَ مِنَ الرَّافِضَةِ أَنْ لَّا حُجَّةَ الْيَوْمَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ لِدَعْوَاهُ فِيهَا أَنَّ الصَّحَابَةَ غَيَّرُوا بَعْضَ الْقُرْآنِ وَحَرَّفُوا بَعْضَهُ .

’’اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ احکام شریعت کے اُصول قرآن، سنت اور اجماع سلف ہیں۔ اہل سنت والجماعت نے ان روافض کی تکفیر کی ہے، جن کا کہنا ہے کہ اس وقت قرآن کریم اور سنت سے حجت پکڑنا جائز نہیں، اس

کی بنیاد ان کا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کے بعض حصے میں تغیر وتبدل اور تحریف کردی ہے۔''

(الفَرْق بين الفِرَق، ص 315)

جبکہ عقیدہ تحریف قرآن ایک کفریہ عقیدہ ہے۔ اہل سنت والجماعت اس عقیدہ کو بالاجماع صریح کفر وارتداد قرار دیتے ہیں۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ قَوْلِ الْإِمَامِيَّةِ كُلِّهَا قَدِيْمًا وَحَدِيثًا أَنَّ الْقُرْآنَ مُبَدَّلٌ زِيدَ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ وَنَقَصَ مِنْهُ كَثِيْرٌ وَبُدِّلَ مِنْهُ كَثِيْرٌ.

''امامیہ کے قدیم اور جدید علما کا کہنا ہے کہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے، اس میں ایسی آیات کا اضافہ کیا گیا ہے جو اس میں نہیں تھیں، اس میں بہ کثرت کمی اور تبدیلی واقع ہوئی ہے۔''

(الفَصْل في المِلَل والأهواء والنِّحَل: 4/139)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ بِأَنَّ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ تَبْدِيلًا كُفْرٌ صَرِيحٌ وَتَكْذِيبٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''یہ عقیدہ رکھنا کہ دو گتوں کے درمیان موجود مصحف میں تبدیلی کردی گئی ہے، صریح کفر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔''

(الفِصَل في المِلَل والأهواء والنِّحل: 4/139)

❁ مزید فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنَ الْفِرَقِ الْمُنْتَمِيَةِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْخَوَارِجِ وَالْمُرْجِئَةِ وَالزَّيْدِيَّةِ فِي وُجُوبِ الْأَخْذِ بِمَا فِي الْقُرْآنِ وَأَنَّهُ هُوَ الْمَتْلُوُّ عِنْدَنَا نَفْسُهُ وَإِنَّمَا خَالَفَ فِي ذٰلِكَ قَوْمٌ مِنْ غُلَاةِ الرَّوَافِضِ هُمْ كُفَّارٌ بِذٰلِكَ مُشْرِكُونَ عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ.

''جو فرقے بھی اسلام کی طرف منسوب ہیں، مثلاً اہل سنت، معتزلہ، خوارج، مرجئہ اور زیدیہ، ان میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کریم کی آیات سے دلیل پکڑی جائے گی، نیز یہ وہی (حقیقی) قرآن ہے، جس کی ہمارے ہاں تلاوت کی جاتی ہے۔ اس بارے میں غالی روافض نے مخالفت کی ہے، یہ گروہ اس کا انکار کرتے ہیں، یہ لوگ تمام مسلمانوں کے نزدیک مشرک ہیں۔''

(الإحكام في أصول الأحكام: 96/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ مِنْهُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ نُقِصَ مِنْهُ آيَاتٌ وَكُتِمَتْ أَوْ زَعَمَ أَنَّ لَهُ تَأْوِيلَاتٍ بَاطِنَةً تُسْقِطُ الْأَعْمَالَ الْمَشْرُوعَةَ وَنَحْوَ ذٰلِكَ وَهٰؤُلَاءِ يُسَمَّوْنَ الْقَرَامِطَةَ وَالْبَاطِنِيَّةَ وَمِنْهُمُ التَّنَاسُخِيَّةُ وَهٰؤُلَاءِ لَا خِلَافَ فِي كُفْرِهِمْ.

''ان (روافض) کا دعویٰ ہے کہ قرآن کی بعض آیات کم کر دی گئی ہیں اور چھپا

لی گئی ہیں یا یہ دعویٰ کیا کہ قرآنی آیات کی باطنی تفاسیر ہیں، جن سے مشروع اعمال ساقط ہو جاتے ہیں اور اس طرح کے دیگر نظریات رکھتے ہیں، انہیں قرامطہ اور باطنیہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان میں سے تناسخیہ (عقیدہ تناسخ کے قائلین) بھی ہیں، ان سب کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الصّارم المَسلول، ص 586)

✿ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ حَرْفًا مِمَّا فِي مُصْحَفِ عُثْمَانَ أَوْ زَادَ فِيهِ أَوْ نَقَصَ فَقَدْ كَفَرَ.

''جس نے مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا، یا یہ عقیدہ بنایا کہ اس میں زیادتی یا کمی ہوئی ہے، تو وہ کافر ہے۔''

(شَمّ العوارض في ذَمّ الرّوافض، ص 85، الأثمار الجَنية في أسماء الحنفية : 211/1، مَناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة 501/2)

فائدہ:

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَمَا يُعْرَفُ أَنَّهٗ كَتَبَ بِخَطِّهٖ هٰذِهِ الْمَصَاحِفَ، وَإِنَّمَا كَتَبَهَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي أَيَّامِهٖ، رُبَّمَا وَغَيْرُهٗ، فَنُسِبَتْ إِلٰى عُثْمَانَ لِأَنَّهَا بِأَمْرِهٖ وَإِشَارَتِهٖ، ثُمَّ قُرِئَتْ عَلَى الصَّحَابَةِ بَيْنَ يَدَيْ عُثْمَانَ، ثُمَّ نَفَذَتْ إِلَى الْآفَاقِ، رَضِيَ

اللّٰہُ عَنْہُ .

’’سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت نہیں کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے مصاحف تحریر کیے ہوں، بلکہ وہ مصاحف سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تحریر کیے، کبھی کبھار کوئی اور صحابی بھی تحریر کرتے تھے، تو اس تحریر کی نسبت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ہوگئی، کیونکہ یہ کام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم اور ایما پر ہوا تھا، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مصاحف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پڑھے گئے، اس کے بعد انہیں مختلف علاقوں کی طرف پھیلا دیا گیا۔ رضی اللہ عنہ۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر: 34/1)

تحریف قرآن کا عقیدہ کفریہ عقیدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانا بالا جماع کفر ہے۔ مسلمانوں میں کوئی بھی تحریف قرآن کا قائل نہیں، البتہ روافض قرآن کریم میں لفظی تحریف کے قائل ہیں۔

جب شیعہ کے نزدیک قرآن کریم محرف کتاب ہے، تو وہ اس قرآن سے استدلال کیوں کرتے ہیں، مختلف آیات کی معنوی تحریف کر کے اپنے باطل اعتقادات پر استدلال واستخراج کیوں کرتے ہیں؟

شیعہ علما، جو قرآن کو محرف نہیں مانتے:

جو شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن اصلی ہے، اس میں تحریف وتبدل نہیں ہوا، وہ تقیہ کرتے ہوئے ایسا کہتے ہیں یا بطور مدارت تا کہ لوگ ان کے بارے میں اچھی رائے رکھیں یا ان کی

مراد وہ قرآن ہوتا ہے، جو ان کے امام مہدی کے پاس غار میں موجود ہے، اس لیے موجودہ قرآن پر اکتفا کرتے ہیں کہ جب مہدی آئے گا، تو اصلی قرآن لے لیں گے، اس لیے ان کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں، اس سلسلہ میں چند ایک امور توجہ طلب ہیں؛

① قرآن کو تو اصلی کہتے ہیں، مگر جامعین قرآن (ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) کے ایمان کے قائل نہیں۔

② تحریف قرآن پر لگ بھگ دو ہزار روایات ان کی کتابوں میں موجود ہیں، یہ حضرات ان روایات کا کوئی جواب نہیں دیتے، نہ ان کا انکار کرتے ہیں، نہ انہیں ضعیف کہتے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے اصلی قرآن کا دعوی کیا حیثیت رکھتا ہے؟

③ تحریف قرآن کے قائلین کی تکفیر نہیں کرتے۔

④ دعوی تو قرآن کے اصلی ہونے کا ہے، مگر ان میں سے بعض نے اپنی کتابوں میں تحریف قرآن پر دلائل ذکر کیے ہیں۔

⑤ اگر وہ یقیناً قرآن کو اصل مانتے ہیں، تو فصل الخطاب کے مصنف کی تکفیر کیوں نہیں کرتے؟

⑥ اہل سنت کے نزدیک قرآن میں نسخ ہوا ہے، روافض منسوخ آیات پیش کر کے اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قرآن کہاں ہے؟ اور مسلمانوں پر قرآن کے حوالے سے شبہات ڈالتے ہیں۔

⑦ کئی روافض قراءتوں کے اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن کریم کے تواتر کو مشکوک بناتے ہیں، جبکہ قرآن کی تمام ثابت قرائتیں برحق ہیں۔

قرآن کریم متواتر ہے:

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ نَقْلَ الْمُسْلِمِينَ لِكُلِّ مَا ذَكَرْنَا يَنْقَسِمُ أَقْسَامًا سِتَّةً؛ أَوَّلُهَا شَيْءٌ يَنْقُلُهُ أَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ عَنْ أَمْثَالِهِمْ جِيْلًا جِيْلًا لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ مُؤْمِنٌ وَلَا كَافِرٌ مُنْصِفٌ غَيْرُ مَعَانِدٍ لِلْمَشَاهِدِ وَهُوَ الْقُرْآنُ الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ فِي شَرْقِ الْأَرْضِ وَغَرْبِهَا لَا يَشُكُّونَ وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِي أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَتٰى بِهٖ وَأَخْبَرَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحٰى بِهٖ إِلَيْهِ وَأَنَّ مَنِ اتَّبَعَهُ أَخَذَهُ عَنْهُ كَذٰلِكَ ثُمَّ أَخَذَ عَنْ أُولٰئِكَ حَتّٰى بَلَغَ إِلَيْنَا ....

’’مسلمانوں کی نقل کردہ شریعت کی چھ اقسام ہیں: ① ایسی شے، جسے مشرق ومغرب والے اپنے جیسوں سے نسل درنسل نقل کرتے ہیں، جس میں کوئی مؤمن یا ایسا کافر اختلاف نہیں کرتا، جو منصف مزاج ہو اور غیر معاند ہو۔ اس طرح کی نقل میں قرآن کریم شامل ہے، جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور مشرق ومغرب میں موجود ہے، اس میں لوگوں کو کوئی شک یا اختلاف نہیں کہ محمد بن عبداللہ بن مطلب ﷺ یہ قرآن لے کر آئے اور آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ قرآن وحی کیا ہے، نبی کریم ﷺ کے متبعین

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرآن حاصل کیا، پھر بعد والوں نے ان (صحابہ) سے لیا، یہاں تک کہ ہوتا ہوتا ہم تک پہنچ گیا......"

(الفِصل في المِلَل والأهواء والنِّحل : 2/67-68)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَمَّا تَبَيَّنَ بِالْبَرَاهِينِ وَالْمُعْجِزَاتِ أَنَّ الْقُرْآنَ هُوَ عَهْدُ اللّٰهِ إِلَيْنَا وَالَّذِي أَلْزَمَنَا الْإِقْرَارُ بِهٖ وَالْعَمَلُ بِمَا فِيهِ وَصَحَّ بِنَقْلِ الْكَافَّةِ الَّذِي لَا مَجَالَ لِلشَّكِّ فِيهِ أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ هُوَ الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَشْهُورَةِ فِي الْآفَاقِ كُلِّهَا وَجَبَ الْاِنْقِيَادُ لِمَا فِيهِ فَكَانَ هُوَ الْأَصْلُ الْمَرْجُوعُ إِلَيْهِ لِأَنَّنَا وَجَدْنَا فِيهِ ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ فَمَا فِي الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ فَوَاجِبٌ الْوُقُوفُ عِنْدَهٗ ...... وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنَ الْفِرَقِ الْمُنْتَمِيَةِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْخَوَارِجِ وَالْمُرْجِئَةِ وَالزَّيْدِيَةِ فِي وُجُوبِ الْأَخْذِ بِمَا فِي الْقُرْآنِ وَأَنَّهٗ هُوَ الْمَتْلُوُّ عِنْدَنَا نَفْسُهٗ وَإِنَّمَا خَالَفَ فِي ذٰلِكَ قَوْمٌ مِنْ غُلَاةِ الرَّوَافِضِ هُمْ كُفَّارٌ بِذٰلِكَ مُشْرِكُونَ عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ.

''جب یہ بات دلائل ومعجزات سے ثابت ہو چکی کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ہم سے عہد ہے اور یہ کہ اللہ نے ہمیں اس پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا پابند بنایا ہے اور اس نقل کے ذریعے جس میں امت کے تمام افراد شریک ہیں، قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ قرآن وہی ہے، جو ان مشہور مصاحف میں لکھا ہوا موجود ہے، جو تمام اطراف اور اکناف عالم میں معروف ومحفوظ ہیں، تو لازم ہے کہ اس قرآن میں جو کچھ ہے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، چنانچہ یہی وہ اصل ہے جس کی طرف ہر چیز کو لوٹایا جائے گا، کیونکہ ہم نے اس قرآن کریم میں یہ پایا ہے:﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ، مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ، ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾(الأنعام: ٣٨) ''زمین پر چلنے والا کوئی جاندار یا اپنے پروں سے اُڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں، جو تمہاری ہی طرح ایک مخلوق نہ ہو، ہم نے کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ سب اپنے رب کے پاس جمع کیے جائیں گے۔'' چنانچہ قرآن میں جو بھی حکم آیا یا ممانعت آئی ہے، اس پر رک جانا واجب ہے اور اس بات میں اہل سنت، معتزلہ، خوارج، مرجئہ، زیدیہ اور دیگر تمام مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کے احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا لازم ہے اور یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے، وہی بعینہ متلو قرآن ہے۔ صرف روافض کے بعض غالی گروہوں نے اس بارے میں

مخالفت کی ہے، جو کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک اس نظریہ کی بنا پر کافر اور مشرک قرار پاتے ہیں۔“

(الإحكام في أصول الأحكام :1/95-96)

۞ قوام السنۃ اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَفُقَهَائُهُمْ أَنَّهُ الَّذِي تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِهٖ، وَسَمِعَهٗ جِبْرِيلُ مِنَ اللّٰهِ، وَأَدّٰى جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَحَدّٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ دَلَالَةً عَلٰى صِدْقِ نُبُوَّتِهٖ وَمُعْجِزَةً، وَأَدَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حَسْبَ مَا سَمِعَهٗ مِنْ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَنَقَلَهُ السَّلَفُ إِلَى الْخَلَفِ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ.

”علمائے اہل سنت اور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ قرآن وہی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے خود کلام کیا اور جسے جبریل علیہ السلام نے اللہ سے سنا، پھر جبریل علیہ السلام نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو چیلنج کیا اور اللہ عزوجل نے اسی قرآن کریم کو نبی کی صداقت اور نبوت کی دلیل بنایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کو اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچایا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے سنا تھا اور پھر سلف امت نے اسے بعد والوں تک، نسل درنسل، ہر صدی میں اسی طرح نقل کیا۔“

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة :1/400)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ، سُوَرُهٗ وَآيَاتُهٗ، فَمُتَوَاتِرٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مَحْفُوْظٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُبَدِّلَهٗ، وَلَا يَزِيْدَ فِيْهِ آيَةً، وَلَا جُمْلَةً مُّسْتَقِلَّةً، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَمْدًا، لَانْسَلَخَ مِنَ الدِّيْنِ.

''قرآن عظیم کی سورتیں اور آیات متواتر ہیں، وللہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے، کوئی اس میں تبدیلی یا زیادتی نہیں کرسکتا، نہ کوئی جملہ بڑھا سکتا ہے، اگر کوئی ایسا جان بوجھ کر کرے گا، تو وہ دین سے نکل جائے گا (یعنی مرتد ہو جائے گا)۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 10/171)

۞ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحِدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ.

''یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں ایک حرف بھی بڑھایا جائے نہ کم کیا جائے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

(إکمال المُعلِم :1/119)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوِ الْمُصْحَفِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ سَبَّهُمَا أَوْ جَحَدَهٗ أَوْ حَرْفًا مِّنْهُ أَوْ آيَةً أَوْ كَذَّبَ بِهٖ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ كَذَّبَ بِشَيْءٍ مِّمَّا صُرِّحَ بِهٖ فِيهِ مِنْ حُكْمٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ أَثْبَتَ مَا نَفَاهُ أَوْ نَفٰى مَا أَثْبَتَهٗ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْهُ بِذٰلِكَ أَوْ شَكَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِجْمَاعٍ.

''جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا مصحف یا اس کے ایک حصے کا استخفاف کیا، یا ان کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ کہا، یا قرآن یا اس کے کسی حصے یا آیت کا انکار کیا، یا اس کی یا کچھ حصہ کی تکذیب کی، یا اس میں موجود کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس بات کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا اس کی نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفٰی : 304/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ الْقُرْآنَ الْمَتْلُوَّ فِي جَمِيعِ أَقْطَارِ الْأَرْضِ، الْمَكْتُوبَ فِي الْمُصْحَفِ بِأَيْدِي الْمُسْلِمِينَ، مِمَّا جَمَعَهُ الدَّفَّتَانِ، مِنْ أَوَّلِ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ إِلٰى آخِرِ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾، أَنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ، وَوَحْيُهُ

الْمُنَزَّلُ عَلٰى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَأَنَّ جَمِيعَ مَا فِيهِ حَقٌّ، وَأَنَّ مَنْ نَقَصَ مِنْهُ حَرْفًا قَاصِدًا لِذٰلِكَ، أَوْ بَدَّلَهُ بِحَرْفٍ آخَرَ مَكَانَهُ، أَوْ زَادَ فِيهِ حَرْفًا مِّمَّا لَمْ يَشْتَمِلْ عَلَيْهِ الْمُصْحَفُ الَّذِي وَقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلَيْهِ، وَأُجْمِعَ عَلٰى أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ، عَامِدًا لِكُلِّ هٰذَا، أَنَّهُ كَافِرٌ.

’’یقیناً مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ قرآن مجید جو تمام دنیا کے خطوں میں تلاوت کیا جاتا ہے اور جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود مصاحف میں لکھا ہوا ہے، جو دو جلدوں میں جمع کیا گیا ہے، جس کی ابتدا سورت فاتحہ اور انتہا سورت ناس ہے، یہ سب اللہ کا کلام اور اس کی وہی نازل کردہ وحی ہے، جو نبی محمد کریم ﷺ پر اتاری گئی۔ اس میں جو کچھ بھی ہے، وہ سب حق ہے۔ جو کوئی جان بوجھ کر اس میں سے ایک حرف بھی کم کرے، یا کسی دوسرے حرف سے اس کی جگہ بدل دے یا ایسا حرف بڑھائے، جو اُس اجماعی مصحف میں شامل نہیں اور جس کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ قرآن کا حصہ نہیں ہے، تو جو شخص ایسا جان بوجھ کر کرے گا، وہ کافر ہے۔‘‘

(الشّفا: 647/2)

❀ علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ هُوَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَنَقَلَ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ كَوَافٌّ عَنْ كَوَافٍّ.

''قرآن وہ کتاب ہے، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اسے ہر دور کے لوگوں نے ایک دوسرے سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔''

(الإفصاح عن مَعاني الصِّحاح : 49/3)

۞ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

لَا يَتَوَهَّمُ مُتَوَهِّمٌ مِنْ هٰذَا وَشِبْهِهٖ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ ضَاعَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَإِنَّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ؛ بِدَلِيلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّكرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ وَبِأَنَّ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمُ انْعَقَدَ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي تَعَبَّدْنَا بِتِلَاوَتِهٖ وَبِأَحْكَامِهٖ هُوَ مَا ثَبَتَ بَيْنَ دَفَّتَيِ الْمُصْحَفِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَّلَا نُقْصَانٍ، كَمَا قَرَّرْنَاهُ فِي أُصُولِ الْفِقْهِ.

''کوئی شخص اس روایت یا اس جیسی روایات سے وہم کا شکار مت ہو کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ ضائع ہو گیا ہے، کیونکہ یہ نظریہ ہی باطل ہے۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّكرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' نیز صحابہ کرام اور بعد والوں کا اس پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے کہ جس قرآن کریم کی تلاوت اور احکام کے ساتھ ہم عبادت کرتے ہیں، وہ مصحف کے ان دوگتوں کے درمیان ثابت ہے، اس میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوئی، جیسا کہ ہم نے اصول الفقہ میں ثابت کر دیا ہے۔''

(المُفهم : 94/3)

❀ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْأُمَّةَ فِي كِتَابِهِمْ هٰذَا الْمُنَزَّلِ عَلٰى نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا لَمْ يَكُنْ لِأُمَّةٍ مِنَ الْأُمَمِ فِي كُتُبِهَا الْمُنَزَّلَةِ، فَإِنَّهُ تَعَالٰى تَكَفَّلَ بِحِفْظِهٖ دُونَ سَائِرِ الْكُتُبِ، وَلَمْ يَكِلْ حِفْظَهُ إِلَيْنَا، قَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحجر : ٩)، وَذٰلِكَ إِعْظَامٌ لِأَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَحَدّٰى بِسُورَةٍ مِّنْهُ أَفْصَحَ الْعَرَبِ لِسَانًا وَأَعْظَمَهُمْ عِنَادًا وَعُتُوًّا وَإِنْكَارًا فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلٰى أَنْ يَأْتُوا بِآيَةٍ مِّثْلِهٖ، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُتْلٰى آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنْ نَيِّفٍ وَثَمَانِمِائَةِ سَنَةٍ مَعَ كَثْرَةِ الْمُلْحِدِينَ وَأَعْدَاءِ الدِّينِ، وَلَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ مُعَارَضَةَ شَيْءٍ مِنْهُ، وَأَيُّ دَلَالَةٍ أَعْظَمُ عَلٰى صِدْقِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا؟ وَأَيْضًا فَإِنَّ عُلَمَاءَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَمْ تَزَلْ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ وَإِلٰى آخِرِ وَقْتٍ يَسْتَنْبِطُونَ مِنْهُ مِنَ الْأَدِلَّةِ وَالْحُجَجِ وَالْبَرَاهِينِ وَالْحِكَمِ وَغَيْرِهَا مَا لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهِ مُتَقَدِّمٌ وَلَا يَنْحَصِرُ لِمُتَأَخِّرٍ، بَلْ هُوَ الْبَحْرُ الْعَظِيمُ

الَّذِي لَا قَرَارَ لَهُ يَنْتَهِي إِلَيْهِ، وَلَا غَايَةَ لِآخِرِهِ يُوقَفُ عَلَيْهِ، وَمِنْ ثَمَّ لَمْ تَحْتَجْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ إِلٰى نَبِيٍّ بَعْدَ نَبِيِّهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانَتِ الْأُمَمُ قَبْلَ ذٰلِكَ لَمْ يَخْلُ زَمَانٌ مِنْ أَزْمِنَتِهِمْ عَنْ أَنْبِيَاءَ يُحَكِّمُونَ أَحْكَامَ كِتَابِهِمْ وَيَهْدُونَهُمْ إِلٰى مَا يَنْفَعُهُمْ فِي عَاجِلِهِمْ وَمَآبِهِمْ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾(المائدة : ٤٤)، فَوَكَلَ حِفْظَ التَّوْرَاةِ إِلَيْهِمْ، فَلِهٰذَا دَخَلَهَا بَعْدَ أَنْبِيَائِهِمُ التَّحْرِيفُ وَالتَّبْدِيلُ .

وَلَمَّا تَكَفَّلَ تَعَالٰى بِحِفْظِهِ خَصَّ بِهِ مَنْ شَاءَ مِنْ بَرِيَّتِهِ، وَأَوْرَثَهُ مَنِ اصْطَفَاهُ مِنْ خَلِيقَتِهِ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾(فاطر : ٣٢) ...... ثُمَّ إِنَّ الْاعْتِمَادَ فِي نَقْلِ الْقُرْآنِ عَلٰى حِفْظِ الْقُلُوبِ وَالصُّدُورِ لَا عَلٰى حِفْظِ الْمَصَاحِفِ وَالْكُتُبِ، وَهٰذِهِ أَشْرَفُ خَصِيصَةٍ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ .

''اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس قرآن کریم کے ذریعے خاص کیا ہے، جو ان کے نبی ﷺ پر نازل کی گئی، ایسی خصوصیت کے ساتھ جو اس سے پہلے کی کسی

امت کو ان کی نازل شدہ کتابوں میں حاصل نہ تھی۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، تمام دیگر کتابوں کے برعکس۔ اس کی حفاظت کو ہم پر نہیں چھوڑا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحِجر : ۹) ''بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (حفاظت کی یہ ذمہ داری) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے عظیم معجزہ کی تعظیم وتوقیر کے لیے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک سورت کے ساتھ فصاحت میں سب سے آگے اور عناد وانکار میں سب سے سخت عربوں کو چیلنج کیا، مگر وہ اس کی کسی ایک آیت جیسی آیت بھی لانے پر قادر نہ ہو سکے۔

پھر قرآن کریم کو آٹھ سو سے زائد سال سے دن رات پڑھا جا رہا ہے، باوجود اس کے کہ ملحدین اور دین کے دشمن بہت زیادہ ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی اس کی کسی چیز کی معارضت کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ نیز اس امت کے علماء زمانہ قدیم سے لے کر آج تک اس قرآنِ کریم سے ایسی دلائل، حجتیں، براہین، حکمتیں اور فوائد اخذ کرتے چلے آئے ہیں، جو نہ پہلے کسی کو معلوم ہوئے اور نہ بعد والوں کے لیے شمار میں آ سکتے ہیں، بلکہ یہ قرآن ایک عظیم سمندر ہے، جس کی کوئی تہہ نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی انتہا ہے، جس تک پہنچا جا سکے۔ اسی وجہ سے اس امت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت پیش

نہیں آئی، جبکہ سابقہ امتوں میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی زمانہ ان کے انبیا سے خالی ہو، جو ان کے لیے ان کی کتابوں کے مطابق فیصلے کرتے اور انہیں ان چیزوں کی طرف رہنمائی دیتے، جو ان کے دین و دنیا میں مفید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾(المائدة : ٤٤) ''ہم نے تورات نازل کی، جس میں ہدایت اور نور تھا، جس کے مطابق انبیاء جو فرمانبردار تھے، یہودیوں کے درمیان فیصلہ کرتے، نیز اہل علم اور احبار بھی فیصلہ کرتے، کیونکہ ان سے اللہ کی کتاب کی حفاظت کا وعدہ لیا گیا تھا۔''

چنانچہ تورات کی حفاظت کا ذمہ ان انبیا اور علما پر ڈالا گیا، اسی لیے ان کے انبیا کے بعد اس میں تحریف و تبدیلی در آئی، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی، تو اس نے اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا اس خصوصیت سے نوازا اور جنہیں چاہا اپنی کتاب کا وارث بنایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (فاطر : ٣٢) ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے ان بندوں کو بنایا، جنہیں ہم نے چن لیا۔''

پھر یہ بات بھی ہے کہ قرآن کی نقل و حفاظت کا اصل دارومدار دلوں اور سینوں میں محفوظ ہونے پر ہے، نہ کہ صرف مصاحف و کتابوں میں محفوظ ہونے پر اور

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لیے سب سے عظیم خصوصیت ہے۔''

(النّشر في القراء ات العشر، ص 12-14)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَيْضًا مِنْ أَكْبَرِ مَنَاقِبِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّ الشَّيْخَيْنِ سَبَقَاهُ إِلٰى حِفْظِ الْقُرْآنِ أَنْ يَذْهَبَ مِنْهُ شَيْءٌ وَهُوَ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى قِرَاءَةٍ وَاحِدَةٍ؛ لِئَلَّا يَخْتَلِفُوا فِي الْقُرْآنِ، وَوَافَقَهُ عَلٰى ذٰلِكَ جَمِيعُ الصَّحَابَةِ، ...... حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَوْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ عُثْمَانُ لَفَعَلْتُهُ أَنَا، فَاتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِ الدِّينِ، وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الَّذِينَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي» .

''یہ (قرآن کریم کو ایک قراءت پر جمع کرنا) بھی امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بڑے فضائل میں سے ہے، کیونکہ شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) ان سے پہلے قرآن کی حفاظت میں سبقت لے چکے تھے کہ اس میں سے کچھ ضائع نہ ہو۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک ہی قراءت پر جمع کر دیا، تاکہ قرآن کے بارے میں اختلاف نہ کریں۔ اس کام پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے موافقت کی۔ ...... حتیٰ کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عثمان یہ

کام نہ کرتے، تو میں اسے ضرور کرتا۔ چنانچہ خلفائے اربعہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اس پر متفق تھے کہ یہ دین کی بہت بڑی مصلحت ہے اور یہی وہ خلفائے راشدین ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 28/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَفْعَالُ مِنْ أَكْبَرِ الْقُرُبَاتِ الَّتِي بَادَرَ إِلَيْهَا الْأَئِمَّةُ الرَّاشِدُونَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، حَفِظَا عَلَى النَّاسِ الْقُرْآنَ، جَمَعَاهُ لِئَلَّا يَذْهَبَ مِنْهُ شَيْءٌ، وَعُثْمَانُ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، جَمَعَ قِرَاءَاتِ النَّاسِ عَلٰى مُصْحَفٍ وَاحِدٍ وَوَضَعَهُ عَلَى الْعَرْضَةِ الْأَخِيرَةِ الَّتِي عَارَضَ بِهَا جِبْرِيلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ رَمَضَانَ مِنْ عُمْرِهٖ، عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَإِنَّهٗ عَارَضَهٗ بِهٖ عَامَئِذٍ مَرَّتَيْنِ؛ وَلِهٰذَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ ابْنَتِهٖ لَمَّا مَرِضَ: «وَمَا أَرٰى ذٰلِكَ إِلَّا لِاقْتِرَابِ أَجَلِي»، أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ .

''(جمع قرآن کے حوالہ سے) یہ تمام افعال بہت بڑی نیکیاں ہیں، جن کی طرف خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے سبقت کی، انہوں نے قرآن کو لوگوں کے لیے محفوظ کیا، اسے جمع کیا تا کہ قرآن کا کوئی حصہ

ضائع نہ ہو۔ جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی قراءت کو ایک مصحف پر جمع کیا، اور اس مصحف کو اس آخری قراءت کے مطابق ترتیب دیا، جس پر جبریل علیہ السلام نے رمضان کے آخری سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کیا تھا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا تھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مرض الوفات میں فرمایا: میں یہی لگتا ہے کہ میری موت قریب آ چکی ہے۔'' یہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر :33/1)

❁ علامہ ابو حامد مقدسی رحمہ اللہ (۸۸۸ھ) فرماتے ہیں:

يَظْهَرُ بِأَنَّ الشِّيعَةَ يَعْتَقِدُونَ بِتَحْرِيفِ الْقُرْآنِ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ، وَقَالَ فِيهِ : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر : ۹)، فَمَا كَانَ فِي حِمَايَةِ الْبَارِي تَعَالٰى، كَيْفَ يُمْكِنُ لِلْبَشَرِ تَحْرِيفُهُ وَتَنْقِيصُهُ؟ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ . والتَّارِيخُ أَيْضًا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ جُمِعَ أَوْ كُتِبَ مَرَّتَيْنِ؛ مَرَّةً فِي زَمَنِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَرَّةً فِي عَهْدِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهٰذَا أَيْضًا مَعْرُوفٌ بِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ مَوْجُودًا، بَلْ كَانَ رَأْسَ الْكُتَّابِ زَمَنَ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يَقَعْ بَيْنَ الصَّحَابَةِ اخْتِلَافٌ فِي أَمْرِ الْمَصَاحِفِ أَصْلًا .

''واضح ہوا کہ شیعہ قرآنِ کریم میں تحریف کے قائل ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر : ٩) ''بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' پس جو چیز اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگرانی میں ہو، اس میں بشر کے لیے تحریف یا کمی کرنا کیسے ممکن ہے؟ سبحان اللہ! یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

تاریخ بھی اس پر شاہد ہے کہ قرآن دو مرتبہ جمع یا لکھا گیا؛ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اور دوسری مرتبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں۔ یہ بھی معروف بات ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں کاتبوں کے سربراہ تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مصاحف کے معاملے میں ہرگز ہرگز کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا۔''

(رسالة في الرّد على الرّافضة، ص 99-100)

❁ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (١٢٧٠ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ أَنَّ كُلَّ خَبَرٍ ظَاهِرُهُ ضِيَاعُ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ إِمَّا مَوْضُوعٌ أَوْ مُؤَوَّلٌ.

''حق بات یہ ہے کہ ہر وہ روایت جس کے ظاہر سے قرآن کریم کا کچھ حصہ ضائع ہونا لازم آئے، وہ یا تو من گھڑت ہے یا اس کی تاویل کی جائے گی۔''

(روح المَعاني :140/11)

عقیدہ تحریف قرآن کفر ہے۔کوئی مسلمان عقیدہ تحریف قرآن کے بعد مسلمان نہیں رہتا، بلکہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے۔اس میں کمی پیشی نہیں ہو سکتی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحِجر : ٩)

''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا، ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

❀ امام اسماعیل بن یعقوب ابن جراب رحمہ اللہ (۳۴۵ھ) بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي : مَا بَالُ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ زِيدَ فِيهِمَا وَنَقُصَ مِنْهُمَا بِخِلَافِ الْقُرْآنِ؟ فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَكَّلَ حِفْظَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ إِلٰى أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقَالَ : ﴿بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾(المائدة : ٤٤) وَتَوَلّٰى حِفْظَ الْقُرْآنِ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحِجر : ٩).

''امام قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمہ اللہ (۲۸۲ھ) سے سوال ہوا: کیا وجہ ہے کہ تورات اور انجیل میں کمی پیشی ہوگئی، جبکہ قرآن میں ایسا نہیں ہوا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل کی حفاظت کی ذمہ داری اہل کتاب کو سونپی تھی، چنانچہ فرمایا:﴿بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾(المائدة : ٤٤) ''انہیں

کتاب اللہ کی حفاظت کرنے کا کہا گیا۔'' جبکہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے، فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحجر : ٩) ''بلاشبہ ہم نے ہی اس نصیحت کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

(مَشيخة أبي الطّاهر السِّلفي، ص 95، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّا لِلْقُرْآنِ لَحَافِظُونَ مِنْ أَنْ يُزَادَ فِيهِ بَاطِلٌ مَا لَيْسَ مِنْهُ، أَوْ يَنْقُصَ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْهُ مِنْ أَحْكَامِهِ وَحُدُودِهِ وَفَرَائِضِهِ.

''بلاشبہ ہم (اللہ تعالیٰ) قرآن کریم کی حفاظت کرنے والے ہیں، اس سے کہ اس میں کوئی باطل شے کا اضافہ کر دیا جائے، جو اس کا حصہ نہیں، یا اس کے احکام، حدود اور فرائض میں سے کسی شے کو کم کر دیا جائے۔''

(تفسير الطّبري : 18/14)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ يَعْنِي الْقُرْآنَ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ أَيْ : نَحْفَظُ الْقُرْآنَ مِنَ الشَّيَاطِينِ أَنْ يَزِيدُوا فِيهِ، أَوْ يَنْقُصُوا مِنْهُ، أَوْ يُبَدِّلُوا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾(فُصِّلَتْ : ٤٢) وَالْبَاطِلُ : هُوَ إِبْلِيسُ، لَا يَقْدِرُ أَنْ يَزِيدَ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ وَلَا أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْهُ.

''ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، یعنی ہم قرآن کریم کو شیاطین سے محفوظ کرلیں گے، تاکہ وہ اس میں کمی بیشی یا تبدیلی نہ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ (فُصِّلت : ٤٢) ''باطل اس کے پاس نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔'' یہاں باطل سے مراد ابلیس شیطان ہے، اس کو جرأت نہیں کہ وہ قرآن میں کچھ اضافہ یا کمی کرسکے۔''

(تفسیر البَغوي : 4/369-370)

۞ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

يَعْنِي وَإِنَّا نَحْفَظُ ذٰلِكَ الذِّكْرَ مِنَ التَّحْرِيفِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ .

''آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اس ذکر (قرآن) کو تحریف، زیادت اور کمی سے محفوظ رکھیں گے۔''

(تفسیر الرّازي : 19/123)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

قَرَّرَ تَعَالٰی أَنَّهٗ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ الذِّكْرَ، وَهُوَ الْقُرْآنُ، وَهُوَ الْحَافِظُ لَهٗ مِنَ التَّغْيِيرِ وَالتَّبْدِيلِ .

''اللہ تعالیٰ نے طے کردیا کہ اس نے ہی ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور وہ خود ہی اس کی تغیر وتبدل سے حفاظت کرنے والا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/527)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''ہر نبی کو جو بھی معجزہ دیا گیا، لوگ اسے دیکھ کر ایمان لاتے رہے، البتہ جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے، وہ (قرآن وحدیث کی) وحی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے، لہٰذا مجھے امید ہے کہ روز قیامت سب سے زیادہ متبعین میرے ہی ہوں گے۔''

(صحيح البخاري: 4981، صحيح مسلم: 152)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ انبیا کو عطا کردہ تمام معجزوں اور تمام کتابوں سے زیادہ فضیلت والا معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نبی کو معجزات عطا کیے گئے، جن پر لوگ ایمان لائے، یعنی یہ معجزات انبیائے کرام کی لائی ہوئی شریعت کی صداقت پر دلیل تھے، تو جس نے انبیا کا اتباع کیا، سو کیا۔ پھر جب انبیا فوت ہو گئے، تو ان کے بعد ان کا کوئی معجزہ باقی نہ رہا، سوائے اس کے کہ انبیا کے متبعین ان معجزات کو بیان کرتے تھے، جن کے وہ عینی شاہد تھے۔ جبکہ خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (قرآن کی صورت میں) وحی عطا کی تھی، جو لوگوں تک تواتر کے ساتھ منقول ہوئی۔ ہر زمانے میں وحی اسی طرح

رہی، جیسے نازل ہوئی تھی، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اُمید ہے کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔'' ایسا ہی ہوا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے متبعین دیگر انبیا کے متبعین سے زیادہ ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت عام ہے اور قیامت تک جاری وساری ہے، نیز آپ ﷺ کا معجزہ (قرآن) بھی قیامت تک جاری رہے گا۔''

(مقدمة تفسير ابن كثير: 20/1)

❁ سیّدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَال: الْعَقْلُ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

''کیا آپ کے پاس کوئی خاص تحریر ہے؟ فرمایا: نہیں، صرف کتاب اللہ کا فہم اور یہ صحیفہ ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔''

(صحيح البخاري: 111)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا سَأَلَهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنْ ذٰلِكَ لِأَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ الشِّيعَةِ كَانُوا يَزْعُمُونَ أَنَّ عِنْدَ أَهْلِ الْبَيْتِ لَا سِيَّمَا عَلِيًّا أَشْيَاءَ مِنَ

الْوَحْيِ خَصَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا لَمْ يُطْلِعْ غَيْرَهُمْ عَلَيْهَا.

''ابو جحیفہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس لیے پوچھا، کیونکہ شیعہ کے کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اہل بیت بالخصوص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد وحی کی کچھ ایسی باتیں ہیں، جن سے آگاہ کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو خاص کیا، کسی دوسرے کو ان پر آگاہ نہیں کیا۔''

(فتح الباري :204/1)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اقرار اور اعتراف کیا ہے کہ ہم اہل بیت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم اور اس کا فہم حاصل کیا ہے، جس طرح دیگر صحابہ نے حاصل کیا ہے، بطور خاص ہم اہل بیت کے پاس کچھ نہیں ہے، وہی علم ہے، جو ایک مسلمان کے پاس ہوتا ہے۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی اور قرآن کو مانتے ہوتے یا موجودہ قرآن کو ناقص یا محرف مانتے ہوتے، تو کبھی بھی یہ جواب نہ دیتے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جواب دلیل ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ قرآن کریم حق اور غیر محرف وغیر مبدل ہے۔ نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں وہی قرآن کریم تلاوت کیا کرتے تھے، جو ابو بکر و عمر اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کا جمع کردہ ہے۔

افسوس ان لوگوں پر جو صبح و شام سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دَم بھرتے ہیں، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قرآن کریم کے متعلق عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ایک ہی قرآن ہے، جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، جسے سیدنا

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس قرآن کے علاوہ کسی اور قرآن کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہی قرآن ہے، جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، مسلمان اس کو نماز میں پڑھتے رہے اور پڑھتے ہیں، اور پڑھتے رہیں گے۔ تمام اہل بیت خصوصاً سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما یہی قرآن پڑھتے تھے۔ جس کی ابتداء سورت فاتحہ سے ہوئی اور انتہا سورت ناس پر ہوئی۔ جس کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں، جو دوگتوں میں محفوظ ہے۔ اس قرآن کریم کے علاوہ کسی اور قرآن کا اعتقاد رکھنا کفر بواح ہے۔

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَصَحِّ الدَّلَائِلِ وَأَوْضَحِ الْحُجَجِ عَلٰى كُلِّ رَافِضِيٍّ مُخَالِفٍ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ لَمْ يَزَلْ يَقْرَأُ بِمَا فِي مُصْحَفِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ يُغَيِّرْ مِنْهُ حَرْفًا وَاحِدًا، وَلَا قَدَّمَ حَرْفًا عَلٰى حَرْفٍ وَّلَا أَخَّرَ، وَلَا زَادَ فِيهِ وَلَا نَقَصَ، وَلَا قَالَ : إِنَّ عُثْمَانَ فَعَلَ فِي هٰذَا الْمُصْحَفِ شَيْئًا لِي أَنْ أَفْعَلَ غَيْرَهٗ، مَا يُحْفَظُ عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهٰكَذَا وَلَدُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَزَالُوا يَقْرَؤُونَ بِمَا فِي مُصْحَفِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى فَارَقُوا الدُّنْيَا وَهٰكَذَا أَصْحَابُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَزَالُوا يُقْرِئُونَ الْمُسْلِمِينَ بِمَا فِي مُصْحَفِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

لَا يَجُوزُ لِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ غَيرَ هٰذَا مَنْ قَالَ غَيْرَ هٰذَا فَقَدْ كَذَبَ وَأَتٰى بِخِلَافِ مَا عَلَيْهِ أَهْلُ الْإِسْلَامِ.

''(قرآن کریم کے حق اور غیر مبدل وغیر محرف ہونے پر) سب سے صحیح اور واضح دلیل، جس میں ہر رافضی کا رد ہے، جو (عقیدہ قرآن میں) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مخالف ہے، وہ یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ (اپنے دور خلافت میں) ہمیشہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پڑھتے رہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس میں ایک حرف بھی نہیں بدلا، نہ ہی کسی حرف کو آگے پیچھے کیا، نہ مصحف عثمان میں زیادتی کی، نہ کمی، نہ یہ فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف میں کچھ ایسا کر دیا ہے، کہ مجھے کچھ اور کرنا چاہیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان باتوں میں سے کچھ بھی کرنا ثابت نہیں۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی ہمیشہ مصحف عثمان ہی کی تلاوت کرتے رہی، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی بھی مسلمانوں کو مصحف عثمان ہی پڑھاتے رہے۔ کسی کے لیے (قرآن کریم کے حوالہ سے) کوئی اور بات کہنا جائز نہیں۔ جس نے اس کے علاوہ کوئی بات کہی، وہ جھوٹا ہے اور اس نے اہل اسلام کے عقیدہ قرآن کے خلاف بات کی ہے۔''

(الشّريعة : 1785/4)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ضَمَّنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور دعا فرمائی: اللہ! اسے قرآن کا علم (حفظ وفہم) عطا فرما۔“

(صحيح البخاري : 75، صحيح مسلم : 2477)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں، آپ کا شمار علمائے اہل بیت میں ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بطور خاص آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے لگا کر قرآن کے علم وفہم کی دعا دی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر یہ دعا تب صادق آتی ہے، جب قرآن کریم کو کامل ومکمل اور غیر محرف وغیر مبدل تسلیم کیا جائے، کیونکہ جس قرآن کریم کی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیریں کی ہیں، یہ وہی قرآن ہے، جو مسلمانوں کے پاس دو گتوں میں محفوظ ہے، نہ کہ کسی اور قرآن کی۔

اس حدیث میں ان لوگوں کو رد ہے، جو قرآن کریم کو محرف ومبدل مانتے ہیں، ساتھ ساتھ ان کے اس دعوے کی قلعی کھل جاتی ہے کہ ہم اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر وہ دعویٔ محبت میں سچے ہیں، تو اس قرآن کریم کو کیوں نہیں مانتے، جس کی تفسیریں ایک عالم اہل بیت اور خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ نے کیں ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللّٰهِ، مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ: أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ بَدَّلُوا مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ وَغَيَّرُوا، فَكَتَبُوا

بِأَيْدِيهِمُ الْكُتُبَ، قَالُوا : هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِذٰلِكَ ثَمَنًا قَلِيلًا، أَوَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَ كُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ؟ فَلَا وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْنَا رَجُلًا مِّنْهُمْ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ .

''مسلمانو! آپ اہل کتاب سے کیونکر کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کرتے ہیں، جبکہ آپ کی کتاب، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی ﷺ پر اتاری ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں سب سے قریبی زمانہ کی ہے، بالکل خالص ہے، اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خبر دی ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتابوں میں تغیر وتبدل کیا ہے، وہ اپنے ہی ہاتھوں سے تحریر کر کے کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، ایسا وہ (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے۔ (مسلمانو!) کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم آجانے پر بھی آپ اہل کتاب سے سوال پوچھنے سے باز نہیں آتے؟ اللہ کی قسم! میں نے اہل کتاب کے کسی شخص کو نہیں دیکھا، کہ وہ آپ سے اس وحی (قرآن) کی بابت دریافت کرتا ہو، جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے۔''

(صحيح البخاري : 7423)

اہل بیت کے چشم و چراغ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے کہ جو قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے قائل ہیں، یقیناً سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد کا ہے کہ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں

قرآن جمع کر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کو محفوظ و مامون مانتے ہیں اور لوگوں کو اسی پر جمع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

روافض کو چاہیے کہ یا اہل بیت کا نام لینا چھوڑ دیں یا ان کے مطابق عقیدہ بنا لیں، کیونکہ اہل بیت میں سے کوئی بھی تحریف قرآن کا قائل نہیں، بلکہ سب کے سب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کو محفوظ مانتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت اہل بیت سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کے عقائد واعمال پر ایمان بھی رکھتے ہیں، انہی عقائد پر زندہ ہیں اور انہی پر فوت ہونے کی تمنا و آرزو رکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مذکورہ فرمان میں دیگر بھی کئی باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے، ان میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ہمیں دینی راہنمائی صرف اس وحی سے لینی چاہیے، جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے کہ جو تغیر و تبدل سے پاک ہے۔ یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے دینی راہنمائی لینا جائز نہیں، کیونکہ ان کتابوں میں یقینی طور پر تحریف ہو چکی ہے۔ اگر کوئی یہودی یا عیسائی اپنی کتابوں سے کوئی بات بیان کر دے، تو اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

① وہ بات شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہو گی، تو ایسی بات کی تصدیق کی جائے گی کہ یہ منزل من اللہ ہے، اس میں تحریف نہیں ہوئی۔

② وہ بات شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یکسر خلاف ہو گی یا انبیا کی بنیادی دعوت کے خلاف ہو گی۔ ایسی بات کی تکذیب ضروری ہے۔

③ وہ بات نہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہے نہ مخالف، بلکہ ایک زائد بات ہے۔ ایسی بات کی نہ تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب، کیونکہ اس بات کے کلام الٰہی

ہونے یا نہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور یہود و نصاریٰ نے اس میں تحریف نہ کی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بات یہود و نصاریٰ کی اپنی طرف سے داخل کی گئی ہو۔ لہٰذا ایسی بات پر خاموشی اختیار کی جائے گی۔

بہر حال مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب و سنت پر اکتفا کریں، جو چیز انسان کے لیے دنیا و آخرت میں مفید ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچادی ہے۔ اسے مزید راہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رکھی۔

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ہوتے ہوئے مزید دینی راہنمائی کے لیے تورات وانجیل کا مطالعہ کرنا جائز نہیں۔

❁ عبدالعزیز بن رفیع اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ لَهُ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ: أَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: مَا تَرَكَ إِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ: وَدَخَلْنَا عَلٰى مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: مَا تَرَكَ إِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ.

''میں اور شداد بن معقل رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوئے، شداد بن معقل رحمہ اللہ نے عرض کیا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اہل بیت کے لیے کوئی خاص) شے چھوڑی ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی چھوڑا ہے، جوان دو گتوں کے درمیان ہے۔ پھر

ہم (فرزند علی رضی اللہ عنہ) محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان سے بھی یہی سوال پوچھا، تو آپ رحمہ اللہ نے بھی فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی چھوڑا، جوان دوگتوں کے درمیان ہے۔''

(صحيح البخاري : 5019)

اس روایت میں بھی اہل بیت کے دوافراد کی مزید گواہیاں ہیں کہ سیدنا ابوبکر اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کا جمع کردہ قرآن غیر محرف وغیر مبدل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو یہی قرآن دے کر گئے تھے، جوان دوگتوں کے درمیان ہے۔ اگر اہل بیت کے نزدیک قرآن میں کمی یا زیادتی ہوئی ہوتی، تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے، انہوں نے قرآن کی حفاظت کی گواہی دی ہے۔ اہل سنت والجماعت اس گواہی پر کاربند ہیں، مگر روافض اہل بیت کا نام لینے کے باوجود ان کا عقیدہ لینے کو تیار نہیں۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ مَا فِي الْمُصْحَفِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهُ تَرَكَ الْقُرْآنَ مَجْمُوعًا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ لِأَنَّ ذٰلِكَ يُخَالِفُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ جَمْعِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ عُثْمَانَ وَهٰذِهِ التَّرْجَمَةُ لِلرَّدِّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ أَنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْقُرْآنِ ذَهَبَ لِذَهَابِ حَمَلَتِهِ وَهُوَ شَيْءٌ اخْتَلَقَهُ الرَّوَافِضُ لِتَصْحِيحِ دَعْوَاهُمْ أَنَّ التَّنْصِيصَ عَلٰى إِمَامَةِ عَلِيٍّ وَاسْتِحْقَاقِهِ الْخِلَافَةَ عِنْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ثَابِتًا فِي الْقُرْآنِ وَأَنَّ الصَّحَابَةَ كَتَمُوهُ وَهِيَ دَعْوٰى بَاطِلَةٌ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَكْتُمُوا مِثْلَ

أَنْتَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى وَغَيْرَهَا مِنَ الظَّوَاهِرِ الَّتِي قَدْ يَتَمَسَّكُ بِهَا مَنْ يَدَّعِي إِمَامَتَهُ كَمَا لَمْ يَكْتُمُوا مَا يُعَارِضُ ذٰلِكَ أَوْ يُخَصِّصُ عُمُومَهُ أَوْ يُقَيِّدُ مُطْلَقَهُ وَقَدْ تَلَطَّفَ الْمُصَنِّفُ فِي الِاسْتِدْلَالِ عَلَى الرَّافِضَةِ بِمَا أَخْرَجَهُ عَنْ أَحَدِ أَئِمَّتِهِمُ الَّذِينَ يَدَّعُونَ إِمَامَتَهُ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ وَهُوَ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَلَوْ كَانَ هُنَاكَ شَيْءٌ مَا يَتَعَلَّقُ بِأَبِيهِ لَكَانَ هُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِالْاِطِّلَاعِ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ بْنُ عَبَّاسٍ فَإِنَّهُ بْنُ عَمِّ عَلِيٍّ وَأَشَدُّ النَّاسِ لَهُ لُزُومًا وَّاطِّلَاعًا عَلٰى حَالِهِ .

''مطلب کہ جو کچھ اس قرآن میں موجود ہے، اس سے یہ مراد نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کو کتابی شکل میں چھوڑا، کیونکہ یہ ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن کے مخالف ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ ترجمۃ اللباب ان حضرات پر رد ہے کہ جو کہتے ہیں کہ قرآن کا کچھ حصہ بعض قرا کی موت سے ضائع ہو گیا، یہ دعویٰ روافض کی طرف سے کیا جاتا ہے، یوں اپنے اس دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلیفہ بلافصل ہونے کی نص قرآن میں موجود تھی، لیکن صحابہ کرام نے اسے چھپا دیا۔ یہ باطل دعویٰ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے حدیث: ''آپ کا میرے ہاں وہی مقام ہے، جو موسیٰ کے ہاں ہارون کا تھا۔'' اور اس جیسے دیگر دلائل نہیں چھپائے کہ جن سے خلافت علی رضی اللہ عنہ کے دعویدار دلیل لیتے ہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام نے امامت علی رضی اللہ عنہ کے معارض، اس کے عموم کو خاص اور مطلق کو مقید کرنے والے دلائل کو بھی نہیں چھپایا۔ مصنف (امام بخاری رحمہ اللہ) نے انتہائی باریک بینی کے ساتھ روافض پر رد کیا ہے کہ شیعہ کے ایک امام، علی بن ابی طالب کے بیٹے، محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کی۔ اگر کوئی ایسی بات موجود ہوتی، جو ان کے والد علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہوتی، تو محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ ضرور جانتے ہوتے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی جانتے ہوتے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی، سب سے زیادہ ان کے ساتھ رہنے والے اوران کے حالات سے باخبر رہنے والے تھے۔"

(فتح الباري : 9/69)

❀ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي، فَقَالَ : إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ، وَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ، وَإِنِّي لَأَرٰى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : قُلْتُ لِعُمَرَ : كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عُمَرُ : هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي، وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ، قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ : وَعُمَرُ

عِنْدَهٗ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، وَلَا نَتَّهِمُكَ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ، فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ، قُلْتُ : كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهٗ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللّٰهُ لَهٗ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهٗ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ، وَالْعُسُبِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، حَتّٰى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهٖ، ﴿لَقَدْ جَائَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ (التّوبة : ١٢٨) إِلٰى آخِرِهِمَا، وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ .

”جنگ یمامہ میں بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے) فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: جنگ یمامہ میں

مسلمانوں کی کثیر تعداد شہید ہوگئی ہے، خدشہ ہے کہ اگر مختلف مقامات پر اسی طرح قراء صحابہ شہید ہوتے رہے، تو قرآن مجید کا بہت حصہ ضائع ہو جائے گا، الا یہ کہ قرآن کو جمع کر لیا جائے، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرا دیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں، جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ خیر کا کام ہے۔ اس کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملے میں بات چیت کرتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مجھے شرح صدر عطا فرما دیا اور میری بھی رائے وہی ہوگئی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہیں خاموش بیٹھے ہوئے تھے، تاہم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: آپ جوان ہمت اور سمجھ دار ہیں، ہمیں آپ پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں، نیز آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے کاتب بھی رہے ہیں، لہٰذا آپ قرآن کریم کو (مختلف جگہوں سے) تلاش کریں اور ایک جگہ جمع کر دیں۔ اللہ کی قسم! اگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کوئی پہاڑ منتقل کرنے کا حکم دیتے، تو یہ میرے لیے اتنا مشکل نہ ہوتا، جتنا قرآن کریم کی جمع و ترتیب دینے کا حکم مشکل تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ دونوں ایسا کام کیوں کر رہے ہیں، جسے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ خیر کا کام ہے۔ پھر میں ان سے اس حوالہ سے بات چیت کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لیے شرح صدر عطا فرما دیا، جس طرح سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو شرح

صدر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور چمڑا، ہڈی اور کھجور کی شاخوں سے قرآن کریم جمع کرنا شروع کر دیا اور لوگوں کے حافظہ سے بھی مدد لی، حتی کہ سورت توبہ کی دو آیات سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملیں، وہ ان کے علاوہ کسی کے پاس (لکھی ہوئی) نہ تھیں اور وہ یہ ہیں: ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ (التّوبة : ١٢٨) ...... وہ اوراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا، وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا دیا، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رہے، وہ بھی رب تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، پھر وہ اوراق اُم المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے......۔"

(صحیح البخاري : 4679)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ الْبَيَانُ الْوَاضِحُ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَمَعُوا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ زَادُوا فِيهِ، أَوْ نَقَصُوا مِنْهُ شَيْئًا، وَالَّذِي حَمَلَهُمْ عَلٰى جَمْعِهٖ مَا جَاءَ بَيَانُهٗ فِي الْحَدِيثِ، وَهُوَ أَنَّهٗ كَانَ مُفَرَّقًا فِي الْعُسُبِ، وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، فَخَافُوا ذَهَابَ بَعْضِهٖ بِذَهَابِ حَفَظَتِهٖ، فَفَزِعُوا فِيهِ إِلٰى خَلِيفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَعَوْهُ إِلٰى جَمْعِهٖ، فَرَأٰى فِي ذٰلِكَ

رَأْيِهُمْ، فَأَمَرَ بِجَمْعِهِ فِي مَوْضِعٍ وَاحِدٍ، بِاتِّفَاقٍ مِنْ جَمِيعِهِمْ، فَكَتَبُوهُ كَمَا سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا شَيْئًا أَوْ أَخَّرُوا، أَوْ وَضَعُوا لَهُ تَرْتِيبًا لَمْ يَأْخُذُوهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَقِّنُ أَصْحَابَهُ، وَيُعَلِّمُهُمْ مَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْقُرْآنِ.

''اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو گتوں میں اسی قرآن کو جمع کیا، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں کوئی زیادت یا کمی نہیں کی۔ صحابہ نے قرآن کو ایک جلد میں جمع کیوں کیا، اس کی وجہ حدیث میں بیان ہو چکی ہے، وہ یہ کہ قرآن کریم کھجور کی پتیوں اور پتھروں پر لکھا ہوا تھا اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا، سو صحابہ کو خدشہ محسوس ہوا کہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے، لہٰذا صحابہ یہ خدشہ لے کر خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے قرآن جمع کرانے کی درخواست کی، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے پر غور کیا، پھر سبھی صحابہ کے اتفاق واجماع سے قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو اسی طرح لکھ دیا، جس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، اس میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں کیا، یا کوئی ایسی ترتیب اختیار نہیں کی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ نہ کی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو قرآن کریم لکھواتے

تھے اور انہیں اس کی تعلیم دیتے تھے۔''

(شرح السّنة : 521/4)

✿ علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ بِالدَّلِيلِ الصَّحِيحِ أَنَّ الصَّحَابَةَ إِنَّمَا جَمَعُوا الْقُرْآنَ بَيْنَ الدُّفَّيْنِ كَمَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ زَادُوا فِيهِ أَوْ نَقَصُوا مِنْهُ شَيْئًا ...... فَكَتَبُوا كَمَا سَمِعُوهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا أَوْ أَخَّرُوا شَيْئًا ...... فَإِنَّ الْقُرْآنَ مَكْتُوبٌ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي هُوَ فِي مَصَاحِفِنَا الْآنَ.

''صحیح دلیل سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو دو گتوں کے درمیان اسی طرح جمع کیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے، صحابہ نے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔......انہوں نے اسی طرح قرآن کریم کو لکھ دیا، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، اس کی ترتیب میں کوئی شے آگے پیچھے نہیں کی۔......کیونکہ قرآن کریم لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب سے لکھا ہوا ہے، جس طرح ہمارے پاس اب مصاحف میں لکھا ہے۔''

(تفسير الخازن: 9/1)

✿ امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِي نَذْهَبُ إِلَيْهِ فِي ذٰلِكَ الْقَوْلُ بِأَنَّ جَمِيعَ الْقُرْآنِ الَّذِي

أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَمَرَنَا بِإِثْبَاتِ رَسْمِهٖ، وَلَمْ يَنْسَخْهُ وَيَرْفَعْ تِلَاوَتَهٗ بَعْدَ نُزُولِهٖ، هُوَ هٰذَا الَّذِي بَيْنَ الدُّفَّتَيْنِ، الَّذِي حَوَاهُ مُصْحَفُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَأَنَّهٗ لَمْ يُنْقَصْ مِنْهُ شَيْءٌ، وَلَا زِيدَ فِيهِ .

''قرآن کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہ تمام آیات، جنہیں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اوران کے الفاظ کو ثابت رکھا اوران کی تلاوت کو منسوخ نہیں کیا، وہ ساری کی ساری آیات ان دو گتوں کے درمیان موجود ہیں، جو مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔اس میں کوئی کمی پیشی نہیں ہوئی۔''

(الانتصار :59/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَ بَعْضُ الرَّافِضَةُ أَنَّهٗ سَقَطَ مِنَ السُّوَرِ شَيْءٌ وَهِيَ مِنْ جُمْلَةِ دَعَاوِيهِمُ الْبَاطِلَةِ .

''بعض روافض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سورتوں سے بعض آیات ضائع ہو گئی ہیں، یہ روافض کے باطل دعاوی میں سے ہے۔''

(فتح الباري : 680/8)

۞ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْاِعْتِمَادَ فِي نَقْلِ الْقُرْآنِ عَلٰى حِفْظِ الْقُلُوبِ وَالصُّدُورِ لَا عَلٰى حِفْظِ الْمَصَاحِفِ وَالْكُتُبِ، وَهٰذِهٖ أَشْرَفُ خَصِيصَةٍ مِّنَ

اللّٰهِ تَعَالٰی لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ .

''قرآن کریم کے نقل میں اصل اعتماد حافظے پر ہے، نہ کہ کتابت پر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی بہترین خصوصیت ہے۔''

(النّشر في القراء ات العشر :6/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُونَ : إِنَّ الصَّحَابَةَ تَرَكُوا كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكْتُبُوهُ فِي الْمَصَاحِفِ، وَهُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ .

''روافض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے قرآن کریم کا بیشتر حصہ چھوڑ دیا تھا اور اسے مصاحف میں نہیں لکھا۔ یہ قول بالاجماع باطل ہے۔''

(البِناية في شرح الهداية : 261/5)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَيَّدْنَاهُ بِالْمَصَاحِفِ؛ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَالَغُوا فِي نَقْلِهِ وَتَجْرِيدِهِ عَمَّا سِوَاهُ، حَتّٰى كَرِهُوا التَّعَاشِيرَ وَالنُّقَطَ، كَيْلَا يَخْتَلِطَ بِغَيْرِهِ، فَنَعْلَمُ أَنَّ الْمَكْتُوبَ فِي الْمُصْحَفِ هُوَ الْقُرْآنُ، وَمَا خَرَجَ عَنْهُ فَلَيْسَ مِنْهُ، إِذْ يَسْتَحِيلُ فِي الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ، مَعَ تَوَفُّرِ الدَّوَاعِي عَلٰى حِفْظِ الْقُرْآنِ، أَنْ يُهْمَلَ بَعْضُهُ فَلَا يُنْقَلَ، أَوْ يُخْلَطَ بِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ.

''ہم نے قرآن (کی تعریف میں) مصاحف کی قید لگائی ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے نقل و ضبط اور اسے غیر چیزوں سے الگ رکھنے میں انتہائی اہتمام کیا، یہاں تک کہ انہوں نے تعاشیر (آیات کے درمیان علامتیں) اور نقطوں کو بھی ناپسند کیا، تاکہ قرآن کسی اور چیز کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ چنانچہ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ جو کچھ مصحف میں لکھا ہے، وہی قرآن ہے اور جو اس سے باہر ہے، وہ قرآن نہیں، کیونکہ عرف اور عادت کے لحاظ سے یہ محال ہے کہ جب قرآن کو محفوظ کرنے کے تمام اسباب موجود تھے، تو اس کا کوئی حصہ نظر انداز ہو جائے اور نقل نہ کیا جائے، یا اس میں کوئی غیر چیز شامل کر دی جائے۔''

(روضة النّاظر، ص 62-63)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مِنَ الْقُرْآنِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مُتَوَاتِرًا فِي أَصْلِهٖ وَأَجْزَائِهٖ وَأَمَّا فِي مَحَلِّهٖ وَوَضْعِهٖ وَتَرْتِيبِهٖ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَقِّقِي أَهْلِ السُّنَّةِ لِلْقَطْعِ بِأَنَّ الْعَادَةَ تَقْضِي بِالتَّوَاتُرِ فِي تَفَاصِيلِ مِثْلِهٖ لِأَنَّ هٰذَا الْمُعْجِزَ الْعَظِيمَ الَّذِي هُوَ أَصْلُ الدِّينِ الْقَوِيمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ مِمَّا تَتَوَفَّرُ الدَّوَاعِي عَلٰى نَقْلِ جُمَلِهٖ وَتَفَاصِيلِهٖ فَمَا نُقِلَ آحَادًا وَلَمْ يَتَوَاتَرْ يُقْطَعُ بِأَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ قَطْعًا.

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن میں جو کچھ ہے، اس کے تمام اجزا متواتر ہیں۔ قرآن (کی آیات وسور) کی ترتیب اور محل بھی محقق اہل سنت کے نزدیک قطعی الثبوت (یعنی متواتر) ہے، اس جیسی اہم چیز کی تفاصیل بھی عموما متواتر ہی ہوتی ہیں، کیونکہ شرعی ضرورت متقاضی ہے کہ یہ عظیم معجزہ، جو کہ دین قویم اور صراط مستقیم کی اَساس وبنیاد ہے، مکمل طور پر نقل کیا جائے، لہٰذا جو چیز خبر آحاد کے ساتھ نقل ہو اور متواتر نہ ہو، تو وہ قطعاً قرآن کا حصہ نہیں ہو سکتی۔''

(الاتّقان في علوم القرآن :266/1)

قرآن میں نسخ:

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَ قَوْمٌ مِّنَ الرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ النَّسْخَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَضَاهَوْا فِي ذٰلِكَ قَوْلَ الْيَهُودِ وَلَوْ أَمْعَنُوا النَّظَرَ لَعَلِمُوا أَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ بَابِ الْبَدَاءِ كَمَا زَعَمُوا وَلٰكِنَّهٗ مِنْ بَابِ الْمَوْتِ بَعْدَ الْحَيَاةِ وَالْكِبَرِ بَعْدَ الصِّغَرِ وَالْغِنٰى بَعْدَ الْفَقْرِ إِلٰى أَشْبَاهِ ذٰلِكَ مِنْ حِكْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ .

''روافض اور خوارج کے ایک گروہ نے قرآن میں نسخ کا انکار کیا ہے اور اس معاملہ میں انہوں نے یہود کی مشابہت اختیار کی ہے۔ اگر وہ دقت نظری سے کام لیتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ بدا کے باب سے نہیں ہے، جیسا کہ ان کا

خیال ہے۔ بلکہ یہ زندگی کے بعد موت، بچپن کے بعد جوانی اور غنی کے بعد فقر وغیرہ کی قبیل سے ہے، یہ اللہ کی حکمت ہے، وہ جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔"

(التّمهيد : 3/215)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ يَقْتَضِي أَنَّهُ كَانَ فِيهَا قُرْآنٌ ثُمَّ نُسِخَ لَفْظُهُ وَحُكْمُهُ أَيْضًا .

"یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ سورت احزاب میں قرآن کریم کی بعض ایسی آیات تھی، جن کی تلاوت اور حکم کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔"

(تفسير ابن كثير : 6/375)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنْ ذِكْرِ أَشْيَاءَ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْآنِ فَنُسِخَتْ تِلَاوَتُهَا وَبَقِيَ حُكْمُهَا أَوْ لَمْ يَبْقَ مِثْلُ حَدِيثِ عُمَرَ الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ وَحَدِيثِ أَنَسٍ فِي قِصَّةِ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ : فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِمْ قُرْآنًا بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا، وَحَدِيثِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ كَانَتِ الْأَحْزَابُ قَدْرَ الْبَقَرَةِ وَحَدِيثِ حُذَيْفَةَ : مَا يَقْرَؤُونَ رُبْعَهَا يَعْنِي بَرَاءَةَ وَكُلُّهَا أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ ...... لِأَنَّ جَمِيعَ ذٰلِكَ مِمَّا نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ایسے احکام کا ذکر ملتا ہے، جن میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں، بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا یا حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ مثال کے طور پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ والی حدیث: «الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» ’’شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں، تو انہیں قطعی طور پر رجم کردو۔‘‘ (اس آیت کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔) اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ جن میں ان (ستر) قاریوں کا قصہ بیان ہوا، جنہیں بئر معونہ کے پاس قتل کردیا گیا، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن نازل کردیا: ’’(قاریوں نے کہا:) ہمارے بارے میں ہماری قوم کو بتادو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کرچکے ہیں۔‘‘ اسی طرح سورت احزاب کے بارے میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ سورت احزاب کی طوالت سورت بقرہ کی طرح تھی (بعد میں کئی آیات کو منسوخ کردیا گیا)۔ اسی طرح سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ کہ لوگوں نے سورت توبہ کا چوتھائی حصہ بھی نہیں پڑھا (کہ اس کا تین چوتھائی حصہ منسوخ ہوچکا ہے)۔‘‘ یہ ساری کی ساری احادیث صحیح ہیں۔ ......ان سب آیات کی تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی منسوخ ہوچکی تھی۔‘‘

(فتح الباري: 65/9)

تحریف قرآن پر پیش کردہ دلائل کا جائزہ:

روافض ایک تو قرآن کریم کے محرف ومبدل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، جو کہ کفر ہے اور دوسرا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کہ جو اُمت کے بہترین لوگ ہیں، نے اس فعل بد کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ نظریہ بھی صریح کفر ہے۔

روافض جہاں تحریف قرآن کا بہتان سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ پر باندھتے ہیں، وہیں خود قرآن کریم میں معنوی تحریف کے مرتکب بھی ہیں۔

روافض عقیدہ تحریف قرآن پر بعض دلائل کا سہارا لیتے ہیں، ملاحظہ ہوں؛

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَقَدْ أُنْزِلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَعَاتُ الْكَبِيرِ عَشْرًا، فَكَانَتْ فِي وَرَقَةٍ تَحْتَ سَرِيرٍ فِي بَيْتِي، فَلَمَّا اشْتَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَاغَلْنَا بِأَمْرِهٖ، وَدَخَلَتْ دُوَيْبَةٌ لَّنَا فَأَكَلَتْهَا .

''آیت رجم اور آیت رضعات کبیر دس بار پینے سے ثابت ہوتی ہے، نازل ہوئی تھیں۔ یہ آیات میری چار پائی کے نیچے رکھی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار نے آلیا، ہم آپ کی طرف مشغول ہو گئے، تب ایک بکری آئی اور ان دو آیات کو کھا گئی۔

(مسند الإمام أحمد : 269/6، وسندهٗ حسنٌ)

بعض اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن کو بکری کھا گئی، لہٰذا قرآن محفوظ کیسے؟

تو جواباً عرض ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن دو آیات کا ذکر کیا ہے، ان کی تو تلاوت ہی منسوخ ہو چکی تھی، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۴۵۲) دس بار رضاعت اور صحیح بخاری (۶۸۳۰) میں آیت رجم کی منسوخیت کا ذکر ہے۔ یہ دو آیات ہی بکری نے کھائی ہیں۔

لہٰذا جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے، بکری نہ بھی کھاتی، تو بھی قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہونا تھا۔ تو اس کی بنیاد پر قرآن کو ناقص قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

② یہ آیات منسوخ نہ ہوتیں تب بھی بکری کے ایک آیت کھانے سے ایسا کچھ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ قرآن میں کمی آ گئی، کیوں کہ وہ قرآن نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے سینوں میں تو موجود تھا۔

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ﴾ (العنكبوت : ٤٩)

''یہ (قرآن کی) واضح آیات ہیں، جو اہل علم کے سینے میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیات کا انکار ظالم لوگ ہی کرتے ہیں۔''

اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذریعہ اہل علم کے سینوں کو قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن محفوظ ہے، بعض حضرات کا اسے غیر محفوظ باور کروانا سطحی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر : ٩)

''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا، ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

نوٹ:

ہماری بحث ان آیات سے ہے، جنہیں بکری نے کھایا، وہ دس رضعات والی آیات تھیں، پانچ رضعات والی آیت کی تلاوت بھی منسوخ ہے اور حکم باقی ہے، لیکن یہاں اس پر بحث نہیں، کیوں کہ اس کا تعلق نہ تو مذکورہ شبہ سے ہے، نہ ہی بکری کے کھانے سے۔ فافہم!

شیخ الطائفہ، طوسی شیعہ (۴۶۰ھ) نے اس روایت پر ردوقدح کیے بغیر لکھا ہے:

إِنَّ هٰذَا مِنْ بَابِ نَسْخِ التِّلَاوَةِ وَالْحُكْمِ مَعًا .

''اس (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا) کا تعلق تلاوت اور حکم دونوں کے منسوخ ہونے کے ساتھ ہے۔''

(التبیان: 13/1)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَّعْلُومَاتٍ يُّحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَّعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ .

''پہلے قرآنِ مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات (کے بہت قریب) تک قرآنِ کریم میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔''

(صحیح مسلم: 1452)

رضعات کے حوالہ سے دو طرح کا نسخ ہوا، پہلا یہ کہ آغاز میں قرآن کریم میں دس

رضعات کا ذکر تھا، انہیں منسوخ کر کے پانچ رضعات کر دیا گیا، پھر اس کی تلاوت بھی منسوخ کر دی گئی۔ اب دس رضعات والی آیت کی تلاوت بھی منسوخ ہے اور حکم بھی، جبکہ پانچ رضعات والی آیت کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ نَسْخِ التِّلَاوَةِ وَبَقَاءِ الْحُكْمِ مِثْلُ آيَةِ الرَّجْمِ، نُسِخَ لَفْظُهَا وَبَقِيَ حُكْمُهَا.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ (کسی آیت کی) تلاوت منسوخ ہو جائے اور اس کا حکم باقی رہے، جیسے آیت رجم، کہ اس کے الفاظ منسوخ ہو گئے اور حکم باقی رہا۔''

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي: 110/5)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک ان آیات کی تلاوت کی جاتی تھی، اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب کا وقت ہے، کہ ان کی تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر تک ہوتی رہی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے منسوخ ہو گئیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان آیات کے نسخ کا علم نہ ہوا ہو۔

اس حدیث سے عقیدہ تحریف قرآن پر دلیل نہیں لی جا سکتی۔

موجودہ قرآن کریم وہی کلام ہے، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، اس لیے کسی زمانہ میں بھی قرآن کریم مفقود یا محرف و مبدل

نہیں ہوا۔ ایسا ممکن ہے کہ قرآن کریم کے جمع ہونے سے پہلے بعض صحابہ کے پاس قرآن کریم کی کوئی سورت موجود نہ ہو، لیکن یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت یا سورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد کو یاد نہ ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض قرآن کریم کو زبانی بھی یاد کرتے تھے اور لکھتے بھی تھے، جبکہ بعض صحابہ فقط زبانی یاد کرتے تھے، انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔

عہد نبوی اور عہد صحابہ سے ہی قرآن کریم کی سورتوں اور آیات پر اجماع و اتفاق ہو چکا تھا۔ قرآن کریم میں اس وقت جتنی سورتیں یا آیات ہیں، ان میں سے کسی سورت یا آیت کی کسی صحابی یا تابعی سے کوئی نفی ثابت نہیں۔ اس حوالہ سے جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، یا تو وہ روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں یا ان روایات میں ظاہری الفاظ مراد نہیں، بلکہ ان کی سائغ تاویل موجود ہے۔

❁ عبدالاعلی بن عبداللہ بن عامر قرشی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا فُرِغَ مِنَ الْمُصْحَفِ أُتِيَ بِهِ عُثْمَانَ فَنَظَرَ فِيهِ فَقَالَ: قَدْ أَحْسَنْتُمْ، وَأَجْمَلْتُمْ، أَرٰى فِيهِ شَيْئًا مِّنْ لَحْنٍ سَتُقِيمُهُ الْعَرَبُ بِأَلْسِنَتِهَا.

''جب مصحف کو تیار کر لیا گیا، تو اسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بغور دیکھا، تو فرمایا: آپ لوگوں نے بہت اچھا کام کیا، البتہ میں اس میں کچھ غلطیاں دکھائی دے رہی ہیں، جنہیں عنقریب عرب اپنی زبانوں سے درست کر لیں گے۔''

(المَصاحف لابن أبي داود، ص 120)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالاعلیٰ بن عبداللہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/ ۱۲۹'' میں ذکر کیا ہے۔

② عبدالاعلیٰ کا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ یہ روایت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(المَصاحف لابن أبي داود، ص 122)

سند سخت ضعیف ہے۔

① بکر بن بکار ضعیف سیء الحفظ ہے۔

❀ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ سَيِّءُ الْحِفْظِ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ .

''اس کا حافظ خراب ہے اور یہ ضعیف الحدیث ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 70/3)

② بکر کے مشائخ نامعلوم اور مجہول ہیں۔

③ ابوعمر وخلید بن دعلج بالاتفاق ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(المَوضوعات : 294/2)

④ قتادہ کا عنعنہ ہے۔

⑤ قتادہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ یہی روایت یحییٰ بن یعمر سے مروی ہے۔

(المَصاحف لابن أبي داود، ص 122)

سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن فطیمہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/۴۱'' میں ذکر کیا ہے۔

② عمران بن داور قطان کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَثِيرُ الْوَهْمِ وَالْمُخَالَفَةِ .

''یہ بکثرت وہم کھاتا تھا اور (ثقات کی) مخالفت کرتا تھا۔''

(سوالات الحاكم: 445)

③ قتادہ کا عنعنہ ہے۔

④ یحییٰ بن یعمر کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ''منقطع'' کہا ہے۔

(التاريخ الكبير: 170/5)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَثَرُ لَا إِشْكَالَ فِيهِ وَبِهِ يَتَّضِحُ مَعْنٰى مَا تَقَدَّمَ فَكَأَنَّهُ عُرِضَ عَلَيْهِ عَقِبَ الْفَرَاغِ مِنْ كِتَابَتِهِ فَرَأَى فِيهِ شَيْئًا كُتِبَ

عَلٰى غَيْرِ لِسَانِ قُرَيْشٍ كَمَا وَقَعَ لَهُمْ فِي «التَّابُوةُ» وَ «التَّابُوتُ» فَوَعَدَ بِأَنَّهٗ سَيُقِيمُهٗ عَلٰى لِسَانِ قُرَيْشٍ ثُمَّ وَفٰى بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَرْضِ وَالتَّقْوِيمِ وَلَمْ يَتْرُكْ فِيهِ شَيْئًا، وَلَعَلَّ مَنْ رَوٰى تِلْكَ الْآثَارَ السَّابِقَةَ عَنْهُ حَرَّفَهَا وَلَمْ يُتْقِنِ اللَّفْظَ الَّذِي صَدَرَ عَنْ عُثْمَانَ فَلَزِمَ مِنْهُ مَا لَزِمَ مِنَ الْإِشْكَالِ فَهٰذَا أَقْوٰى مَا يُجَابُ عَنْ ذٰلِكَ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

''اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اس سے وہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جو پہلے ذکر کی گئی۔ گویا یہ مصحف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کتابت سے فراغت کے فوراً بعد پیش کیا گیا، تو انھوں نے اس میں کوئی ایسی چیز دیکھی، جو قریش کی زبان کے علاوہ کسی اور لہجے میں لکھی گئی تھی، جیسا کہ لفظ «التَّابُوةُ» اور «التَّابُوتُ» کے بارے میں انہیں پیش آیا۔ تو انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس کو قریشی لہجے کے مطابق درست کریں گے، پھر جب قرآنی نسخے کی قرأت اور جانچ کا وقت آیا، تو اس وعدے کو پورا کیا اور کوئی چیز باقی نہ چھوڑی۔

ممکن ہے کہ جن راویوں نے اس سے پہلے والی روایات نقل کی تھیں، انھوں نے الفاظ نقل کرنے میں اَدل بَدل کیا ہو یا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اصل الفاظ کو صحیح طریقے سے نقل نہ کیا ہو، جس کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا۔

پس یہی توجیہ اس مسئلے کا سب سے مضبوط جواب ہے۔ وللہ الحمد!''

(الإتقان: 324/2)

❁ زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

بَلَغَنَا أَنَّهُ كَانَ أُنْزِلَ قُرْآنٌ كَثِيرٌ، فَقُتِلَ عُلَمَاؤُهُ يَوْمَ الْيَمَامَةِ، الَّذِينَ كَانُوا قَدْ وَعَوْهُ فَلَمْ يُعْلَمْ بَعْدَهُمْ وَلَمْ يُكْتَبْ، فَلَمَّا جَمَعَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ الْقُرْآنَ وَلَمْ يُوجَدْ مَعَ أَحَدٍ بَعْدَهُمْ، وَذٰلِكَ فِيمَا بَلَغَنَا، حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ يَتَّبِعُوا الْقُرْآنَ فَجَمَعُوهُ فِي الصُّحُفِ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ خَشْيَةَ أَنْ يُقْتَلَ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمَوَاطِنِ مَعَهُمْ كَثِيرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ، فَيَذْهَبُوا بِمَا مَعَهُمْ مِنَ الْقُرْآنِ، وَلَا يُوجَدُ عِنْدَ أَحَدٍ بَعْدَهُمْ، فَوَفَّقَ اللّٰهُ عُثْمَانَ فَنَسَخَ تِلْكَ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْأَمْصَارِ، وَبَثَّهَا فِي الْمُسْلِمِينَ.

''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ (شروع میں) بہت سا قرآن نازل ہوا تھا، مگر یمامہ کی جنگ کے دن قرآن کے بہت سے حفاظ علما شہید کر دیے گئے، جو اس قرآن کو یاد کیے ہوئے تھے۔ پھر وہ آیات ان کے بعد کسی کو معلوم نہ ہو سکیں اور نہ لکھی گئی تھیں۔

پھر جب سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نے قرآن جمع کیا اور ان (شہداء) کے بعد وہ قرآن کسی کے پاس نہ ملا اور یہ بات ہمیں اسی طرح پہنچی تو اس چیز نے ان تینوں صحابہ کو مجبور کیا کہ قرآن کو محفوظ کرنے کا اہتمام کریں،

چنانچہ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن کو صحیفوں میں جمع کر دیا۔ اس کا سبب ان کا یہ خوف تھا کہ اگر مسلمانوں میں سے کچھ لوگ کسی جنگ یا موقع پر شہید ہو جائیں، جن کے پاس قرآن کا بڑا حصہ ہو، تو وہ حصہ بھی ضائع ہو جائے اور پھر بعد میں کسی کے پاس نہ ملے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو توفیق دی، تو انہوں نے ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کروایا اور انہیں تمام اسلامی علاقوں میں بھیجا اور مسلمانوں میں عام کر دیا۔''

(المَصاحف لابن أبي داود، ص 99)

روایت منقطع ہے۔ زہری رحمہ اللہ کو یہ بات کس نے پہنچائی؟ معلوم نہیں۔

❀ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ تَخَلَّفَ عَلِيٌّ فِي بَيْتِهِ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ: تَخَلَّفْتَ عَنْ بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ؟ فَقَالَ: إِنِّي آلَيْتُ بِيَمِينٍ حِينَ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلَّا أَرْتَدِيَ بِرِدَاءٍ إِلَّا إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ حَتّٰى أَجْمَعَ الْقُرْآنَ فَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَتَفَلَّتَ الْقُرْآنُ ثُمَّ خَرَجَ فَبَايَعَهُ.

''جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہی بیٹھے رہے، بیعت میں شریک نہ رہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، تو انہوں نے پوچھا: آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں

شریک کیوں نہ ہوئے؟ کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ہی قسم اٹھائی تھی کہ فرض نماز کے علاوہ کسی کام کے لیے میں رداء نہیں پہنوں گا (یعنی گھر سے باہر نہیں نکلوں گا)، تاآنکہ میں قرآن کو جمع کرلوں، کیونکہ مجھے قرآن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ (گھر سے) نکلے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔''

(مصنّف عبد الرزّاق: 9765)

سند ضعیف ہے۔

① عکرمہ رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور نہیں پایا۔

❀ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِكْرِمَةُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ مُرْسَلٌ.

''عکرمہ کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔''

(المَراسيل لابن أبي حاتم: 584)

② عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة: 30230، فضائل الخلفاء لأبي نعيم الأصبهاني: 193)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

قرآن کریم کو سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کیا گیا، جس میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت شامل تھی۔ اس کام کی ذمہ داری سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو دو گتوں میں جمع کیا، اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

اتفاق کرلیا۔ یہ کہنا کہ سب سے پہلے قرآن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا، بے دلیل بات ہے، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود معترف ہیں کہ قرآن کے پہلے جامع سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ، هُوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ .

''اللہ تعالیٰ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو دو گتوں کے درمیان جمع کروایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 35752، فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل : 280، المَصاحف لابن أبي داود، ص 48، أمالي ابن بشران : 158، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 12/9)

اصول الکافی للکلینی (۱/۲۲۷) میں بایں الفاظ عنوان قائم کیا گیا ہے:

بَابُ أَنَّهٗ لَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ كُلَّهٗ إِلَّا الْأَئِمَّةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ .

''مکمل قرآن کریم کو صرف اور صرف ائمہ علیہم السلام نے جمع کیا ہے۔''

اس باب میں مصنف نے چھ روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے پہلی پانچ روایات کو شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (مرآۃ العقول : ۳۲۱/۲) نے ضعیف قرار دیا ہے۔ چھٹی روایت کو ''حسن کالصحیح'' کہا ہے، مگر اس روایت میں جمع قرآن کا ذکر یا ثبوت نہیں۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى

تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾ (النّور : ٢٧) وَقَالَ : إِنَّمَا هِيَ خَطَأٌ مِّنَ الْكَاتِبِ : حَتّٰى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا .

''آیت کریمہ: ''تم اپنے علاوہ کسی کے گھر میں تب تک داخل مت ہوں، جب تک تم اجازت نہ مانگ لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔'' فرماتے ہیں: یہاں کاتب سے غلطی ہوئی ہے، درست الفاظ یوں تھے: «حَتّٰى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا» .

(تفسير الطّبري : 240/17، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی غلطی اور شاذ رائے ہے، احتمال ہے کہ پہلے قرأت یہ رہی ہو، جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما درست سمجھ رہے ہیں، بعد میں دوسری قرأت نازل ہو گئی، جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علم میں نہ آسکی اور انہوں نے اسے کاتب کی غلطی سمجھ لیا۔ بہر حال درست اور صحیح قرأت وہی ہے، جو متواتر اور اجماعی ہے۔

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقِرَاءَ ةُ الْعَامَّةُ ثَبَتَ نَقْلُهَا بِالتَّوَاتُرِ فَهِيَ أَوْلٰى، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ذَاكَ الْقِرَاءَ ةَ الْأُولٰى، ثُمَّ صَارَتِ الْقِرَاءَ ةُ عَلٰى مَا عَلَيْهِ الْعَامَّةُ وَنَحْنُ لَا نَزْعُمُ أَنَّ شَيْئًا مِمَّا وَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، أَوْ نُقِلَ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا أَنَّهٗ خَطَأٌ .

''مشہور قرأت کہ جو تواتر کے ساتھ منقول ہے، یہی اولیٰ ہے۔ احتمال ہے کہ یہ (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی قرأت) پہلے پہل کی ہو، بعد میں وہ قرأت

نازل ہوگئی ہو، جو عام اور مشہور ہے۔ ہم کسی اجماعی یا متواتر منقول قرأت کو (کاتب کی) خطا نہیں کہہ سکتے۔''

(شُعَب الإيمان، تحت الرقم : 8424)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ (النّساء : ١٦٢)، وَ ﴿إِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾، فَقَالَتْ : يَا ابْنَ أُخْتِي هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ، أَخْطَأُوا فِي الْكِتَابِ .

''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان آیات قرآنیہ کی (اعرابی) غلطی کے متعلق پوچھا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ﴾، ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ (النّساء : ١٦٢)، وَ﴿إِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ کاتبوں کو لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔''

(تفسير سعيد بن منصور : 769، وسندهٗ صحيحٌ)

ذکر کردہ آیات کے الفاظ میں مختلف لغات مروی ہیں، یہ سبھی لغتیں درست اور ثابت ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جن لغتوں کو کاتبین کی غلطی قرار دے رہی ہیں، وہ آپ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی خطا ہے، کیونکہ؛

① یہ لغات دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متواتر ثابت ہیں اور ہر دور میں مصحف قرآنی میں لکھی اور پڑھی جاتی رہی ہیں۔

④ مذکورہ الفاظ کا اعراب لغوی اعتبار سے درست اور صحیح ہے۔ ان الفاظ میں بعض قبائل کی لغت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ انہیں کاتبوں کی غلطی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اگر یہ کاتبوں کی غلطی ہوتا، تو سبھی مصاحف میں یہ اعراب ذکر نہ کیا جاتا۔ تمام مصاحف میں اس اعراب کا ہونا دلیل ہے کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع معصوم دلیل ہے۔

پھر اگر کسی کاتب سے غلطی ہوئی بھی ہوتی، تب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غلطی کی اصلاح کر دیتے، صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے اس اعراب کو قائم رکھا، جو کہ لغوی اعتبار سے بھی درست ہے، البتہ اس میں دیگر لغات بھی موجود ہیں اور ثابت ہیں۔ یہ سب کچھ دلیل ہے کہ ان اعراب کو لکھنے میں کسی کاتب نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔

ان آیات کا اعراب اگرچہ مشہور اعراب کے خلاف ہے، مگر یہ اعراب کسی بھی اعتبار سے غلط نہیں، تفصیل کے لیے تفسیر طبری (۳۹۷/۹) ملاحظہ فرمائیں۔

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف اعراب پر بات کی ہے، قرآن میں کمی یا زیادت کی بات نہیں کی۔ لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول تحریف قرآن کے قائلین کو چنداں مفید نہیں۔

✿ امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَأَوَّلَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا قَوْلَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ : «أَخْطَأُوا فِي الْكِتَابِ» أَيْ أَخْطَأُوا فِي اخْتِيَارِ الْأَوْلٰى مِنَ الْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ بِجَمْعِ النَّاسِ عَلَيْهِ ...... فَهٰذَا بَيِّنٌ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ .

''ہمارے بعض علما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: ''کاتبوں نے لکھنے میں غلطی کی۔'' کا یہ معنی کیا ہے کہ انہیں سات متفقہ لغتوں میں اولیٰ لغت اختیار کرنے

میں خطا ہوئی۔...... یہ بات بالکل واضح ہے، وباللہ التوفیق!۔''

(المُقنِع، ص 122)

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اجتہاد تھا کہ ان آیات کی لغت بھی درست ہے، مگر ان میں اولیٰ لغت دوسری ہے، جب مصحف کو ایک لغت پر جمع کیا جا رہا تھا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق کاتبین قرآن کو ان مقامات پر دوسری لغات کو اختیار کرنا چاہیے تھا۔ گویا سیدہ نے غلطی کی نسبت لکھنے کی طرف نہیں کی، بلکہ جائز لغتوں میں سے ایک لغت کو اختیار کرنے کی طرف کی ہے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا اجتہاد تھا، جو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابل ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نَزَلَتْ : ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾(البقرة : ١٨٤) مُتَتَابِعَاتٍ فَسَقَطَتْ «مُتَتَابِعَاتٌ» .

''آیت مبارکہ:﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾(البقرة : ١٨٤)میں «مُتَتَابِعَاتٍ» کے الفاظ بھی تھے، بعد میں یہ لفظ منسوخ ہو گئے۔''

(سنن الدارقطني : 2315)

سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

نیز یہاں سَقَطَتْ کا معنی نُسِخَتْ ہے۔ یہاں اسے تحریف قرآن پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا، اس سے مراد منسوخ ہونا ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 8234، مَعرفة السّنن والآثار : 8844)

❁ مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا ابو یونس مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا، وَقَالَتْ: إِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ (البقرة: ٢٣٨) فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾(البقرة: ٢٣٨) وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾(البقرة: ٢٣٨)، قَالَتْ عَائِشَةُ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ ان کے لیے مصحف لکھ دوں، ساتھ فرمایا: جب آیت کریمہ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ (البقرة: ٢٣٨) پر پہنچ جائیں، تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ جب میں لکھتے لکھتے اس آیت پر پہنچا، تو میں نے سیدہ کو آگاہ کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھے اس آیت میں ''وصلاۃ العصر'' کے الفاظ لکھوائے، نیز فرمایا: میں نے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں۔''

(صحیح مسلم: 629)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بجا فرمایا کہ انہوں نے یہ الفاظ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کی قراءت کرتے تھے، کیونکہ پہلے آیت کریمہ میں ''وصلاۃ العصر'' کے الفاظ نازل ہوئے تھے، بعد میں ''وصلاۃ العصر'' کے الفاظ منسوخ ہو گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس نسخ کا علم نہ ہو سکا، دیگر صحابہ کو نسخ کا علم ہوا، لہٰذا انہوں نے ان منسوخ

الفاظ کو قرآن کریم میں درج نہ کیا۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾(البقرة : ٢٣٨) وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَقَرَأْنَاهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نَسَخَهَا اللّٰهُ، فَنَزَلَتْ : ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة : ٢٣٨)، فَقَالَ رَجُلٌ : كَانَ جَالِسًا عِنْدَ شَقِيقٍ لَهٗ : هِيَ إِذَنْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَقَالَ الْبَرَاءِ : قَدْ أَخْبَرْتُكَ كَيْفَ نَزَلَتْ، وَكَيْفَ نَسَخَهَا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

”آیت کریمہ: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾(البقرة : ٢٣٨) میں ”وصلاۃ العصر“ کے الفاظ بھی نازل ہوئے، جسے ہم ایک عرصہ تک پڑھتے رہے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ منسوخ کر دیے اور ان الفاظ میں آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرة : ٢٣٨)، (راوی حدیث) شقیق بن عقبہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے ایک شخص نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: پھر تو صلاۃ الوسطیٰ سے مراد صلاۃ العصر ہوئی؟ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ آیت کیسے نازل ہوئی اور کیسے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا؟ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔“

(صحیح مسلم : 630)

❁ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے پوچھا:

كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللّٰهِ : ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾؟ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ : ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ قَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيهِ إِلٰى فِيَّ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورت اللیل کی قراءت کیسے کرتے ہیں؟ میں نے یوں قراءت کر کے بتایا: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے براہ راست اسی قراءت کے مطابق پڑھایا ہے۔''

(صحيح البخاري : 3742، صحيح مسلم : 824)

سورت اللیل کی آیت پہلے پہل اسی طرح نازل ہوئی تھی، جیسے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے رہے تھے، اسی لیے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سیکھا ہے۔

پھر اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو کر یوں نازل ہوا: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ جیسا کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے اور جامعین قرآن نے مصحف میں جمع کیا ہے، اسی قراءت پر صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کا اجماع ہوا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہما کو اس نسخ کا علم نہ ہو سکا اور وہ اسی پہلے والے قرأت پر قائم رہے۔

قراءت کے اس اختلاف سے عقیدہ تحریف قرآن کشید کرنا کسی طور درست نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ قَدْ أَخَذْتُ الْقُرْآنَ كُلَّهُ وَمَا يُدْرِيهِ مَا كُلُّهُ؟ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْآنٌ كَثِيرٌ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ.

''آپ میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے سارے کا سارا (نازل شدہ) قرآن سیکھ لیا ہے، اسے کیا معلوم کہ سارا قرآن کیا تھا؟ کیونکہ (منزل) قرآن کریم کا بڑا حصہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اسے کہنا چاہیے کہ میں نے (منزل) قرآن کا وہ حصہ سیکھ لیا ہے، جو (نسخ کے بعد) اب ظاہر ہے۔''

(سنن سعید: 140، فضائل القرآن لأبي عبید، ص 320، وسندہٗ صحیحٌ)

اس روایت کے ظاہر سے وہم ہوتا ہے کہ شاید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک (نعوذ باللہ) قرآن کریم کا کثیر حصہ ضائع ہو گیا ہے اور کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور وہم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی کئی آیات ایسی ہیں، جن کے الفاظ منسوخ ہو چکے ہیں۔ جو آیات منسوخ ہو گئیں، تو اب وہ مصحف میں مندرج نہیں، تو چونکہ وہ آیات اصلاً قرآن کریم کا حصہ تھیں، بعد میں انہیں اٹھا لیا گیا، اس وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمادیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس نے وہ تمام آیات بھی سیکھ لیں ہیں، جن کے الفاظ منسوخ ہو چکے ہیں، کیونکہ وہ بھی قرآن کا حصہ رہ چکی ہیں۔

اس اثر کو کسی بھی اعتبار سے نقص قرآن کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ اس سے مراد منسوخ آیات ہیں، نہ کہ وہ محکم آیات، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن کریم کا حصہ

رہیں ہیں۔فافہم وتدبر!

❁ زر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ : كَأَيِّنْ تَعُدُّ ـأَوْ كَأَيِّنْ تَقْرَأُـ سُورَةَ الْأَحْزَابِ؟ قُلْتُ : ثَلَاثٌ وَّسَبْعُونَ، آيَةً، قَالَ : أَقَطْ؟! لَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا لَتَعْدِلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، وَإِنَّ فِيهَا : «اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» .

''سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: آپ کے مطابق سورت احزاب کی کتنی آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا: تہتر (۷۳)۔فرمایا: بس؟! میں نے سورت احزاب مکمل دیکھی ہے، یہ سورت بقرہ کے برابر تھی اوراس میں یہ آیت بھی ہوا کرتی تھی: ''شادی شدہ مرداورشادی شدہ عورت جب زنا کریں، تو انہیں قطعی طور پر رجم کردو، یہ اللہ کی طرف سے ان کی سزا ہے اوراللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(سنن سعيد بن منصور : 1755، تكملة، زوائد عبد الله بن أحمد : 132/5، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۲۸) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۵۹/۴) نے ''صحیح الاسناد''اورحافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ شروع میں سورت احزاب کا حجم سورت بقرہ کے برابر تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی اس کی کئی آیات منسوخ ہو

گئیں، منسوخ ہونے کے بعد اب تہتر آیات باقی رہ گئیں ہیں۔ لہٰذا اس قول کا تعلق نسخ سے ہے۔ نسخ کا انکار یہود اور ان کے ہمنوا کرتے ہیں۔

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پہ قطعاً کشید نہیں کیا جا سکتا کہ سورت احزاب کی آیات میں تحریف کردی گئی اور انہیں قرآن سے نکال دیا گیا۔ اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے، تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

❁ زر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ : إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي مُصْحَفِهِ، فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي : أَنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لَهُ : ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، فَقُلْتُهَا، فَقَالَ : ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾، فَقُلْتُهَا، فَنَحْنُ نَقُولُ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو مصحف میں درج نہیں کرتے ہیں۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی: جبریل علیہ السلام نے مجھے فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ''(اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔'' تو میں نے اسی طرح پڑھ دیا۔ اسی طرح جبریل علیہ السلام نے کہا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ''(نبی! کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔'' تو میں نے اسی طرح پڑھ دیا۔ (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں:) ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں، جس طرح نبی کریم ﷺ نے پڑھا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 129/5، وسندهٗ حسنٌ)

بعض اس روایت کو پیش کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورت فلق اور سورت ناس کے کلام اللہ ہونے کے منکر تھے یا ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن کریم میں تغیر وتبدل ہو چکا ہے۔

حالانکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ سورت فلق اور سورت ناس منزل من اللہ نہیں۔ وہ انہیں وحی الٰہی ہی سمجھتے تھے اور کلام باری تعالیٰ ہی کہتے تھے۔ مگر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان سورتوں کو مصحف کا حصہ نہیں بنایا جائے گا، یہ صرف دَم ہیں، جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا۔

مطلب کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی سورت فلق اور سورت ناس کو منزل کلام ہی سمجھتے تھے، نیز ان سورتوں کو مخلوق کا کلام نہیں سمجھتے تھے۔

اب رہا مسئلہ کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سورتوں کو مصحف میں درج کیوں نہیں کرتے تھے؟ تو دراصل نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم کی کوئی بھی آیت یا سورت نازل ہوتی، تو نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرماتے کہ اس آیت یا سورت کو فلاں جگہ پر درج کر لیں اور مصحف کا حصہ بنا دیں۔ کاتبین وحی صحابہ رضی اللہ عنہم یہ فریضہ سرانجام دے دیتے تھے۔

جب سورت فلق اور سورت ناس نازل ہوئی، تو اس وقت بھی نبی کریم ﷺ نے انہیں قرآن کریم کا حصہ بنانے کا حکم دیا، مگر یہ حکم شاید سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ آسکا، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو مصحف میں درج نہ کیا۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ کا یہ بھی خیال تھا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں کبھی بھی نماز میں قرأت نہیں کیا، جبکہ ایسا نہیں ہے،

نبی کریم ﷺ نے ان سورتوں کی قرأت مختلف نمازوں میں کی ہے۔ صرف سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ ہو سکا، تو انہوں نے اجتہاداً ان سورتوں کو مصحف میں درج نہ کیا، جبکہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں مصحف میں درج کیا، کیونکہ انہیں نبی کریم ﷺ کا حکم بھی معلوم تھا اور نماز میں قرأت کرنے کا عمل بھی۔

اس لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کسی صحابی نے بھی ان کی تائید نہیں کی، بلکہ سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالاتفاق ان سورتوں کو مصحف کا حصہ قرار دیتے تھے۔

❀ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْكَلَامُ لَمْ يُتَابِعْ عَبْدَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَاةِ وَأُثْبِتَتَا فِي الْمُصْحَفِ.

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کسی بھی صحابی نے موافقت نہیں کی، جبکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سورتوں کو نماز میں تلاوت کیا اور انہیں مصحف میں ثابت رکھا گیا۔"

(مسند البزّار، تحت الرقم: 1586)

❀ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمُعَوِّذَتَانِ فَقَدْ ثَبَتَ نَقْلُهُمَا شَائِعًا مِّنَ الْقُرْآنِ كَسَائِرِ السُّوَرِ وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُنْكِرْ كَوْنَهُمَا مِنَ الْقُرْآنِ لٰكِنْ أَنْكَرَ إِثْبَاتَهُمَا فِي الْمُصْحَفِ.

''قرآن کریم میں معوذتین کو بھی اسی طرح تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا، جس طرح دیگر سورتوں کو کیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی ان سورتوں کے قرآن ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے فقط انہیں مصحف میں ثابت رکھنے کا انکار کیا ہے۔''

(المُستصفٰی، ص 115)

علامہ غزالی رحمہ اللہ کی یہ تاویل عمدہ ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ سمیت کئی اہل علم نے یہی تاویل بیان کی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ تَأْوِيلٌ حَسَنٌ . ''یہ عمدہ تاویل ہے۔''

(فتح الباري : 743/8)

❀ قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنَ سَلَفِ الْأُمَّةِ فِي كَوْنِ الْمُعَوَّذَتَيْنِ قُرْآنًا مُنَزَّلًا وَكَلَامًا لِّلّٰهِ تَعَالٰى، وَأَنَّ النَّقْلَ لَهُمَا وَالْعِلْمَ بِهِمَا جَارٍ مَجْرٰى نَقْلِ جَمِيعِ الْقُرْآنِ فِي الظُّهُورِ وَالْاِنْتِشَارِ وَارْتِفَاعِ الرَّيْبِ فِي ذٰلِكَ وَالنِّزَاعِ .

''بلاشبہ سلف اُمت کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ معوذتین منزل قرآن کریم اور کلام الٰہی ہیں، نیز ظہور، پھیلنے، شک اور اختلاف کے رفع ہونے میں معوذتین کی نقل اور ان کا علم (یقینی) بھی اسی طرح ہے، جس طرح

سارے قرآن کریم کی نقل ہے۔''

(الانتصار للقرآن: 330/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةَ وَسَائِرَ السُّوَرِ الْمَكْتُوبَةِ فِي الْمُصْحَفِ قُرْآنٌ وَأَنَّ مَنْ جَحَدَ شَيْئًا مِنْهُ كَفَرَ .

''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معوذتین، سورت فاتحہ اور دیگر تمام سورتیں، جو مصحف میں درج ہیں، سب قرآن کریم ہیں، نیز جس نے اس میں سے کسی کا انکار کیا، وہ کافر ہے۔''

(المَجموع: 396/3)

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفید خچر ہدیہ کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے، سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پڑھیے! عرض کیا: کیا؟ فرمایا: پڑھیں: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہرایا، میں نے پڑھ لیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوا کہ مجھے اس سے کوئی زیادہ خوشی نہیں ہوئی، تو فرمایا: لگتا ہے، آپ نے اس کی قدر و منزلت کو جانا ہی نہیں، حالانکہ میں نے قیام میں اس کی مثل کوئی سورت نہیں پڑھی۔''

(مسند الإمام أحمد: 149/4، سنن النّسائي: 5433، المُعجم الكبير للطّبراني: 337/17، مشكل الآثار للطّحاوي: 126، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہا تھا، آپ سوار تھے۔ میں نے آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے سورت ہود اور سورت یوسف پڑھا دیں، فرمایا: عقبہ! آپ سورت فلق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب اور بلیغ سورت نہیں پڑھ سکیں گے، اگر آپ کے لئے ممکن ہو ہو تو نماز میں اس سورت کا اہتمام کرلیا کریں۔''

(فضائل القرآن لأبي عبيد، ص271، مسند الإمام أحمد : 155/4، سنن النّسائي : 122/2، 223/8، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۹۵،۱۸۴۲) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۵۶۰/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ طُرُقٌ عَنْ عُقْبَةَ كَالْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ .

''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ احادیث تواتر کے قریب قریب ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 533/8)

❁ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے، چونکہ سواری کے جانور کم تھے۔ لوگ باری باری سوار ہوتے۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے اُترنے کی باری آئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے میرے قریب آئے اور میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھیں، میں نے پڑھ لیا، نبی

کریم ﷺ نے یہ سورت مکمل پڑھی۔ میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھ لی، اسی طرح ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھنے کے لیے فرمایا اور پوری سورت پڑھی میں نے بھی پڑھ لی، پھر فرمایا: نماز میں بھی یہ سورتیں پڑھ لیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد: 24/5، 79، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الدّر المنثور: 684/8)

سورت خلع اور سورت حفد؟:

قرآن میں کوئی سورت خلع اور حفد نہیں تھی۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ سے کوئی روایت ثابت نہیں۔

متواتر قرآن میں سورت خلع یا سورت حفد کا ذکر نہیں ملتا۔

❁ علامہ علی بن محمد سخاوی مصری رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَيْضًا مِمَّا أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى خِلَافِهٖ.

''یہ ان باتوں میں سے ہے، جن کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(جَمال القُراء، ص 95)

❁ امام ابو جعفر محمد بن سوار بن راشد رحمہ اللہ (۲۴۸ھ) کے مطابق سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورت خلع اور سورت حفد بھی تھی۔

(المُحتسب في تبيين وجوه شواذ القراء ات والإيضاح عنها لأبي الفتح عثمان بن جني: 17/1، الاتقان للسّيوطي: 223/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام حماد بن زید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَرَأْنَا فِي مُصْحَفِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ : «اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ ......

''ہم نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں یہ دعا پڑھی :«اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ ......»''

(الدُّرُّ المَنثور للسّيوطي : 695/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

أَوَّلُ ما نَقُولُ ما رُوِيَ عَنْ أُبَيٍّ بَعْدَ تَقْرِيرِنَا لِهٰذِهِ الدَّلَالَةِ عَلٰى أَنَّ دُعَاءَ الْقُنُوتِ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ فِي شَيْءٍ، أَنَّ أَحَدًا لَا يَقْدِرُ أَنْ يَرْوِيَ عَنْ أُبَيٍّ لَفْظَةً وَاحِدَةً فِي أَنَّ دُعَاءَ الْقُنُوتِ قُرْآنٌ نَزَلَ، وَإِنَّمَا رَوٰى قَوْمٌ عَنْهُ أَنَّهُ أَثْبَتَ دُعَاءَ الْقُنُوتِ فِي مُصْحَفِهٖ، وَإِذَا لَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ تَصْرِيحًا، وَلَا حُفِظَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ إِثْبَاتُهٗ لَهٗ فِي مُصْحَفِهٖ أَوْ رُقْعَةٍ مِّنْ مُصْحَفِهٖ يَدُلُّ دَلَالَةً قَاطِعَةً عَلٰى أَنَّهٗ يَعْتَقِدُ كَوْنَهٗ قُرْآنًا .

''سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایت نقل کی جاتی ہے، اس میں ہم سب سے پہلے یہی بات کہیں گے کہ جو ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ دعائے قنوت قرآن کا حصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ کوئی شخص بھی سیدنا ابی رضی اللہ عنہ سے یہ بات نہیں دکھا سکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی یہ کہا ہو کہ دعائے قنوت

منزل قرآن ہے۔ صرف بعض راویوں نے یہ روایت کیا ہے کہ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نے دعائے قنوت کو اپنے مصحف میں لکھا تھا۔ لیکن جب انہوں نے یہ بات صراحت سے نہیں کہی اور نہ یہ بات ان سے معلوم ہے اور نہ ہی ان کا اسے اپنے مصحف یا مصحف کے کسی ٹکڑے میں لکھ دینا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ دعائے قنوت کو قرآن سمجھتے تھے۔''

(الانتصار للقرآن الکریم : 269/2)

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ كَلَامَ الْقُنُوتِ الْمَرْوِيَّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَثْبَتَهُ فِي مُصْحَفِهِ لَمْ تَقُمْ حُجَّةٌ بِأَنَّهُ قُرْآنٌ مُنَزَّلٌ بَلْ هُوَ ضَرْبٌ مِنَ الدُّعَاءِ وَأَنَّهُ لَوْ كَانَ قُرْآنًا لَنُقِلَ نَقْلَ الْقُرْآنِ وَحَصَلَ الْعِلْمُ بِصِحَّتِهِ وَأَنَّهُ يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ مِنْهُ كَلَامٌ كَانَ قُرْآنًا مُنَزَّلًا ثُمَّ نُسِخَ وَأُبِيحَ الدُّعَاءُ بِهِ وَخُلِطَ بِكَلَامٍ لَيْسَ بِقُرْآنٍ وَلَمْ يَصِحَّ ذٰلِكَ عَنْهُ وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ أَثْبَتَهُ فِي مُصْحَفِهِ وَقَدْ ثَبَتَ فِي مُصْحَفِهِ مَا لَيْسَ بِقُرْآنٍ مِنْ دُعَاءٍ وَتَأْوِيلٍ.

''بے شک دعائے قنوت کے جو الفاظ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، اگرچہ انہوں نے انہیں اپنے مصحف میں لکھا، لیکن اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ نازل شدہ قرآن ہیں۔ بلکہ وہ محض دعا ہیں۔ اگر وہ قرآن ہوتے، تو انہیں قرآن کی طرح متواتر نقل کیا جاتا اور ان کی صحت کا علم یقینی طور پر حاصل

ہو جاتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں سے کچھ کلام وہ ہو جو پہلے قرآن کے طور پر نازل ہوا ہو، پھر بعد میں منسوخ ہو گیا ہو اور اس سے دعا کرنے کی اجازت دی گئی ہو اور وہ ایسے کلام کے ساتھ مل گیا ہو، جو قرآن نہیں ہے۔ لیکن یہ بات (کہ وہ تمام قنوت قرآن تھا) سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، بلکہ صرف یہ روایت ہے کہ انہوں نے اسے اپنے مصحف میں درج کیا تھا۔ یہ بات (بھی) ثابت ہے کہ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں کچھ ایسے کلمات بھی درج تھے، جو قرآن نہ تھے، جیسے دعائیں اور بعض تفاسیر۔''

(البُرهان في عُلوم القرآن: 2/127-128)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا سُوَرُهُ فَمِائَةٌ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ سُورَةٍ بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ .

''قرآن کی سورتیں ایک سو چودہ ہیں، اس پر تمام قابل اعتماد اہل علم کا اجماع ہے۔''

(الإتقان: 1/225)

فائدہ:

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ نَوْعَانِ؛ تَحْرِيفُ لَفْظِهِ وَتَحْرِيفُ مَعْنَاهُ، وَالنَّوْعَانِ مَأْخُوذَانِ مِنَ الْأَصْلِ عَنِ الْيَهُودِ فَهُمُ الرَّاسِخُونَ فِيهِمَا وَهُمْ شُيُوخُ الْمُحَرِّفِينَ وَسَلَفُهُمْ فَإِنَّهُمْ حَرَّفُوا كَثِيرًا مِّنْ أَلْفَاظِ التَّوْرَاةِ وَمَا غَلَبُوا عَنْ تَحْرِيفِ لَفْظِهِ حَرَّفُوا مَعْنَاهُ وَلِهٰذَا وُصِفُوا بِالتَّحْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ

دُونَ غَيْرِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ وَدَرَجَ عَلٰى آثَارِهِمُ الرَّافِضَةُ فَهُمْ أَشْبَهُ بِهِمْ مِنَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ وَالْجَهْمِيَّةُ فَإِنَّهُمْ سَلَكُوا فِي تَحْرِيفِ النُّصُوصِ الْوَارِدَةِ فِي الصِّفَاتِ مَسَالِكَ إِخْوَانِهِمْ مِنَ الْيَهُودِ وَلَمَّا لَمْ يَتَمَكَّنُوا مِنْ تَحْرِيفِ نُصُوصِ الْقُرْآنِ حَرَّفُوا مَعَانِيهِ وَسَطَوْا عَلَيْهَا وَفَتَحُوا بَابَ التَّأْوِيلِ لِكُلِّ مُلْحِدٍ يَكِيدُ الدِّينَ .

''تحریف کی دو قسمیں ہیں؛ ① لفظی تحریف ② معنوی تحریف۔ بنیادی طور پر یہ دونوں قسمیں یہودیوں سے ماخوذ ہیں۔ یہود ان دونوں قسم کی تحریفوں میں بڑے ماہر تھے۔ تحریف کرنے والوں کے استاذ اور اسلاف یہود ہی ہیں۔ اس لیے کہ یہود نے تورات کے بہت سے الفاظ میں تحریف کی ہے، جہاں وہ تحریف لفظی کرنے سے بے بس ہو گئے، تو انہوں نے وہاں تحریف معنوی سے کام لیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود ہی کو تحریف کے ساتھ متصف کیا ہے، کسی دوسری سابقہ اُمت کو نہیں۔ یہود کے نقشہ قدم پر روافض چلے، اس معاملہ میں روافض سب سے زیادہ یہود کے مشابہ ہیں، اسی طرح جہمیہ ہیں، کیونکہ صفات باری تعالیٰ پر مشتمل نصوص کی تحریف کرنے میں یہ اپنے یہودی بھائیوں کے نقشہ قدم پر چلے ہیں، اب چونکہ یہ قرآنی نصوص کی (لفظی) تحریف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے نصوص کے معانی میں تحریف کر دی، ان نصوص پر حملہ آور ہوئے اور ہر اس ملحد کے لیے تاویل کا دروازہ کھول دیا، جو دین کے متعلق سازشیں کرتا ہے۔''

(الصّواعق المُرسلة :216/1)

تنبیہ:

❀ سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ : إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ، رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ، وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُحْرَقَ .

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تین قریشیوں سے کہا: اگر تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن کے کسی حصہ کے بارے اختلاف ہوجائے، تو اسے قریش کی زبان میں لکھ دینا، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب صحیفوں سے نسخے تیار کر دیے گئے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا، اس کے علاوہ قرآن کے جتنے بھی صحائف تھے، سب کو جلانے کا حکم فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 4987)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم جلانا ثابت نہیں، یہ آپ رضی اللہ عنہ پر بعض

لوگوں کا اتہام ہے۔آپ رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو نہیں جلایا، بلکہ قرآن کے وہ نسخے جلائے، جو زائد تھے اور اُمت کو ایک مصحف پر جمع کر دیا، ایسا انہوں نے قرآن کی حفاظت وصیانت کے لیے کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف کو مختلف علاقوں میں نشر کیا، لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کو پھیلانے والے تھے، نہ کہ مٹانے والے۔

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) نقل کرتے ہیں:

أَمَّا تَعَلُّقُ الرَّوَافِضِ بِأَنَّ عُثْمَانَ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ فَإِنَّهٗ جَهْلٌ مِنْهُمْ وَعَمًى فَإِنَّ هٰذَا مِنْ فَضَائِلِهٖ وَعِلْمِهٖ فَإِنَّهٗ أَصْلَحَ وَلَمَّ الشَّعَثَ وَكَانَ ذٰلِكَ وَاجِبًا عَلَيْهِ وَلَوْ تَرَكَهٗ لَعَصٰى لِمَا فِيهِ مِنَ التَّضْيِيعِ وَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِكَ ...... أَمَّا قَوْلُهُمْ إِنَّهٗ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ ...... أَنَّهٗ أَحْرَقَ مَصَاحِفَ قَدْ أُودِعَتْ مَا لَا يُحِلُّ قِرَاءَ تُهٗ، وَفِي الْجُمْلَةِ إِنَّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ غَيْرُ مُعَانِدٍ وَلَا طَاعِنٍ فِي التَّنْزِيلِ وَلَمْ يَحْرِقْ إِلَّا مَا يَجِبُ إِحْرَاقُهٗ وَلِهٰذَا لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ ذٰلِكَ .

”روافض کا یہ اعتراض کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا تھا، ان کی جہالت اور اندھا پن ہے، کیونکہ یہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور علم میں سے ہے کہ انہوں نے مصلحت سے کام لیا اور بکھرے ہوئے (لوگوں) کو جمع کیا، ایسا کرنا ان پر واجب تھا، اگر وہ نہ کرتے، تو گناہ گار ٹھہرتے، کیونکہ اس میں قرآن کا ضیاع ہے اور وہ ایسا ہرگز نہ ہونے دیتے۔...... روافض کا یہ کہنا

کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا۔...... (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ان نسخوں کو جلایا، جن کو پڑھنا درست نہ تھا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عادل خلیفہ تھے، قرآن کریم کے دشمن یا اس پر طعن کرنے والے نہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے انہی نسخوں کو جلایا، جن کو جلانا واجب تھا، اسی لیے کسی نے عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر انکار نہیں کیا۔''

(البُرهان في علوم القرآن:1/240)

❁ علامہ زرقانی رحمہ اللہ (۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعَقَدَ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ عَلٰى أَنَّ تَرْتِيبَ آيَاتِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ عَلٰى هٰذَا النَّمْطِ الَّذِي نَرَاهُ الْيَوْمَ بِالْمُصَاحِفِ كَانَ بِتَوْقِيفٍ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَنَّهٗ لَا مَجَالَ لِلرَّأْيِ وَالْاِجْتِهَادِ فِيهِ، بَلْ كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ بِالْآيَاتِ عَلَى الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُرْشِدُهٗ إِلٰى مَوْضِعِ كُلِّ آيَةٍ مِنْ سُورَتِهَا، ثُمَّ يَقْرَؤُهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَصْحَابِهٖ وَيَأْمُرُ كُتَّابَ الْوَحْيِ بِكِتَابَتِهَا مُعَيِّنًا لَهُمُ السُّورَةَ الَّتِي تَكُونُ فِيهَا الْآيَةُ وَمَوْضِعَ الْآيَةِ مِنْ هٰذِهِ السُّورَةِ، وَكَانَ يَتْلُوهُ عَلَيْهِمْ مِرَارًا وَتَكْرَارًا فِي صَلَاتِهٖ وَعِظَاتِهٖ وَفِي حُكْمِهٖ وَأَحْكَامِهٖ، وَكَانَ يُعَارِضُ بِهٖ جِبْرِيلُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً وَعَارَضَهٗ بِهٖ فِي الْعَامِ الْأَخِيرِ مَرَّتَيْنِ، كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ عَلٰى

التَّرْتِيبِ الْمَعْرُوفِ لَنَا فِي الْمَصَاحِفِ، وَكَذٰلِكَ كَانَ كُلُّ مَنْ حَفِظَ الْقُرْآنَ أَوْ شَيْئًا مِنْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ حَفِظَهُ مُرَتَّبَ الْآيَاتِ عَلٰى هٰذَا النَّمْطِ، وَشَاعَ ذٰلِكَ وَذَاعَ وَمَلَأَ الْبِقَاعَ وَالْأَسْمَاعَ يَتَدَارَسُونَهُ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَيَقْرَؤُونَهُ فِي صَلَاتِهِمْ وَيَأْخُذُهُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ وَيَسْمَعُهُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ بِالتَّرْتِيبِ الْقَائِمِ الْآنَ، فَلَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ يَدٌ وَلَا تَصَرُّفٌ فِي تَرْتِيبِ شَيْءٍ مِنْ آيَاتِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، بَلِ الْجَمْعُ الَّذِي كَانَ عَلٰى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ لَمْ يَتَجَاوَزْ نَقْلَ الْقُرْآنِ مِنَ الْعَسَبِ وَاللِخَافِ وَغَيْرِهَا فِي صُحُفٍ وَالْجَمْعُ الَّذِي كَانَ عَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَ لَمْ يَتَجَاوَزْ نَقْلَهُ مِنَ الصُّحُفِ فِي مَصَاحِفَ، وَكِلَا هٰذَيْنِ كَانَ وَفْقَ التَّرْتِيبِ الْمَحْفُوظِ الْمُسْتَفِيضِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَجَلَّ، اِنْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى ذٰلِكَ تَامًّا لَا رَيْبَ فِيهِ.

''اُمت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی ترتیب، جس طرح ہم آج مصاحف میں دیکھ رہے ہیں، یہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہے اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے لی ہے، نیز (اجماع ہے کہ) اس میں اجتہاد یا رائے کی گنجائش نہیں، بلکہ جبریل علیہ السلام آیات لے کر رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتے تھے اور آپ ﷺ کو سورت میں ہر آیت کی جگہ کی بھی نشاندہی

کرتے تھے، پھر نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ آیت پڑھ کر سناتے اور کاتبین وحی آیت لکھنے کا حکم دیتے، تو انہیں بتاتے کہ یہ آیت کس سورت کی ہے اور اسے سورت میں جس جگہ لکھنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کئی مرتبہ نماز پڑھاتے ہوئے، وعظ کرتے ہوئے اور فیصلے کرتے ہوئے قرآن کریم صحابہ پر تلاوت کرتے تھے، جبریل علیہ السلام ہر سال نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کا دور کرتے اور آخری سال دو مرتبہ دور دیا، ان سب موقعوں پر اسی ترتیب سے تلاوت کرتے تھے، جو ترتیب ہمارے پاس مصحف میں موجود ہے۔ اسی طرح جن صحابہ نے مکمل قرآن یا قرآن کا کچھ حصہ حفظ کیا، انہوں نے بھی اسی ترتیب کے مطابق حفظ کیا، یہ ترتیب شائع اور معروف ہوگئی۔ ہر علاقے کے لوگوں نے قرآن کو ایک دوسرے سے سیکھا، نمازوں میں پڑھا، ایک دوسرے سے پڑھا اور ایک دوسرے سے سنا، یہ سب اسی ترتیب سے تھا، جو ترتیب آج قائم ہے، آیات کی ترتیب میں کسی صحابہ یا خلیفہ راشد کا کوئی عمل دخل اور تصرف نہیں تھا۔ عہد صدیقی میں جو قرآن کو جمع کیا گیا، وہ صرف لکڑیوں اور پتھروں وغیرہ سے صحیفوں میں نقل کیا گیا اور جو عہد عثمانی میں قرآن کو جمع کیا گیا، وہ فقط صحیفوں سے نقل تھا۔ دونوں مرتبہ اسی ترتیب سے جمع کیا گیا، جو ترتیب رسول اللہ ﷺ سے متواتر تھی اور جسے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے لیا تھا۔ اس پر بھرپور اجماع منعقد ہو چکا ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔‘‘

(مَناهِل العِرفان :1/346-347)

مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا:

روافض کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بواسطہ جبرائیل علیہ السلام وحی آتی رہی۔ اس وحی پر فرشتہ مامور تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کتابت کی۔ اس وحی کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا، جس کا نام مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا یا لوح فاطمہ رضی اللہ عنہا یا کتاب فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تعزیت کی گئی، نبی کریم ﷺ کی وفات کے غم کو کم کیا گیا۔ اس میں تا قیامت رونما ہونے والے حالات و واقعات کا ذکر ہے۔

شیعہ کتب میں مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ثبوت موجود ہے۔ اس بارے میں مروی روایات کی شیعہ علما نے تصدیق و توثیق کی ہے۔ ہمارے مطابق یہ ابوبصیر وغیرہ کی گھڑنتلیں ہیں، لیکن ابوبصیر شیعہ کی کتب جرح و تعدیل میں ثقہ و معتبر ہے۔

محمد بن یعقوب کلینی (۳۱۹ھ) نے الکافی (ص ۲۳۹) میں مصحف فاطمہ کے بارے میں جعفر صادق رحمہ اللہ سے تقریباً آٹھ روایات ذکر کی ہیں۔ یہی روایات محمد بن حسن صفار (۲۹۰ھ) کی بصائر الدرجات اور ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) کی بحار الانوار وغیرہ میں بھی مذکور ہیں۔ مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذکر سے شیعہ مذہب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ثابت ہوا کہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن کریم اصلی نہیں۔ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی کلام الٰہی کا نزول ہوتا رہا، لیکن شیعہ یہ بات تقیہ کرتے ہوئے عام بیان نہیں کرتے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ لوگ اہل بیت کی شان میں کس قدر غلو سے کام لیتے ہیں اور ان پر کیسے کیسے جھوٹ اور بہتان باندھتے ہیں؟

حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر کس نے دیا؟

شہادت حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

نواسہ رسول، گوشہ بتول، نوجوانانِ جنت کے سردار اور گلستانِ رسالت کے پھول، سیدنا وامامنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دیا گیا تھا۔

❀ عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَرَجُلٌ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ نَعُودُهُ، فَجَعَلَ يَقُولُ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ: سَلْنِي قَبْلَ أَنْ لَا تَسْأَلَنِي، قَالَ: مَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ شَيْئًا، يُعَافِيكَ اللّٰهُ، قَالَ: فَقَامَ فَدَخَلَ الْكَنِيفَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا، ثُمَّ قَالَ: مَا خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ حَتّٰى لَفَظْتُ طَائِفَةً مِنْ كَبِدِي أُقَلِّبُهَا بِهٰذَا الْعُودِ، وَلَقَدْ سُقِيتُ السُّمَّ مِرَارًا مَا شَيْءٌ أَشَدُّ مِنْ هٰذِهِ الْمَرَّةِ، قَالَ: فَغَدَوْنَا عَلَيْهِ مِنَ الْغَدِ فَإِذَا هُوَ فِي السُّوقِ، قَالَ: وَجَاءَ الْحُسَيْنُ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ: يَا أَخِي، مَنْ صَاحِبُكَ؟ قَالَ: تُرِيدُ قَتْلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَئِنْ كَانَ الَّذِي أَظُنُّ، اللّٰهُ أَشَدُّ نِقْمَةً، وَإِنْ كَانَ بَرِيئًا فَمَا أُحِبُّ أَنْ يُقْتَلَ بَرِيءٌ.

''میں ایک شخص کے ساتھ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کو آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس

آدمی سے فرمانے لگے: سوال کیجئے، یوں نہ ہو کہ پھر موقع نہ ملے، اس نے کہا: میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بیت الخلا چلے گئے۔ بیت الخلا سے نکل کر ہمارے پاس آئے، فرمایا: میں نے آپ کے پاس آنے سے پہلے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا (پاخانے کے ذریعہ) پھینک دیا ہے۔ میں اسے اس لکڑی کے ساتھ اُلٹ پلٹ کر رہا تھا۔ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا، لیکن اس دفعہ سے سخت کبھی نہیں پلایا گیا، راوی کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس اگلے دن آئے تو آپ رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، سرہانے بیٹھ گئے اور کہا: بھائی جان! آپ کو زہر کس نے دیا؟ فرمایا: اس کے قتل کا ارادہ ہے؟ جی ہاں! فرمایا: اگر وہ شخص وہی ہے، جو میں سمجھتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والے ہیں اور اگر وہ بری ہے، تو میں ایک بری آدمی کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 93/15، 94، كتاب المحتضرين لابن أبي الدنيا : 132، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 174/3، الاستيعاب لابن عبد البر : 115/3، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 282/13، وسندهٗ حسنٌ)

کیا زہر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا؟:

یہ اتہام کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے زہر دیا، بے حقیقت اور بے ثبوت ہے۔ اس شبہے پر قائم کئے جانے والے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

❁ قَالَ ابْنُ عَبْدُ الْبَرِّ : ذَكَرَ أَبُو زَيْدٍ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ قَالَا : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ : دَخَلَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْحَسَنِ، فَقَالَ : يَا أَخِي إِنِّي سُقِيتُ السُّمَّ ثَلَاثَ مِرَارٍ، لَمْ أُسْقَ مِثْلَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ إِنِّي لَأَضَعُ كَبِدِي، فَقَالَ الْحُسَيْنُ : مَنْ سَقَاكَ يَا أَخِي؟ قَالَ : مَا سُؤَالُكَ عَنْ هٰذَا؟ أَتُرِيدُ أَنْ تُقَاتِلَهُمْ، أَكِلُهُمْ إِلَى اللّٰهِ، فَلَمَّا مَاتَ وَرَدَ الْبَرِيْدُ بِمَوْتِهٖ عَلٰى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ : يَا عَجَبًا مِنَ الْحَسَنِ، شَرِبَ شُرْبَةً مِنْ عَسَلٍ بِمَاءِ رُومَةَ، فَقَضٰى نَحْبَهٗ .

’’سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی! مجھے تین بار زہر پلایا گیا ہے، لیکن اس مرتبہ کی طرح کبھی نہیں پلایا گیا، میرا جگر نکلتا جا رہا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی جان! آپ کو کس نے زہر پلایا؟ فرمایا: اس سوال کا کیا مطلب؟ کیا آپ ان سے لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی موت کا پیغام پہنچا، تو آپ کہنے لگے: افسوس کہ حسن نے رومہ کنوئیں کے پانی کے ساتھ شہد کا ایک جام پیا اور فوت ہو گئے۔‘‘

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب: 115/1)

سند سخت ضعیف ہے؛

① محمد بن سلیم ابو ہلال راسبی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

جارحین:

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ احْتُمِلَ حَدِيْثُهٗ إِلَّا أَنَّهٗ يُخَالَفُ فِي حَدِيثِ قَتَادَةَ، وَهُوَ مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ عَنْ قَتَادَةَ.

''اس کی حدیث بیان کی گئی ہے، لیکن قتادہ سے بیان کرنے میں (ثقات کی طرف سے) اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ قتادہ سے اس کی حدیثیں مضطرب ہیں۔'' (الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/7)

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ابو ہلال راسبی کی قتادہ سے روایت کیسی ہے؟ فرمایا:

''اس میں ضعف ہے، البتہ راوی کچھ اچھا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 274/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَحَلُّهُ الصِّدْقُ، لَمْ يَكُنْ بِذَاكَ الْمَتِينِ.

''سچا تھا، لیکن حافظہ مضبوط نہ تھا۔'' (الجرح والتّعديل : 274/7)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ لِأَبِي هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ كُلُّ ذٰلِكَ، أَوْ

عَامَّتُهَا غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ .

''ابو ہلال کی یہ احادیث قتادہ عن انس کی سند سے ہیں۔ یہ سب یا اکثر غیر محفوظ ہیں۔''(الکامل : 214/6، وفي نسخة : 2220/6)

ان تینوں ائمہ کرام کی جرح مفسر ہے۔ یہ روایت بھی ابو ہلال کی قتادہ سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضَعْفٌ . ''اس میں کمزوری ہے۔''

(الطّبقات الکبرٰی : 275/7)

❀ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِقَوِيٍّ . ''قوی نہیں ہے۔''(الضعفاء : 202)

❀ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيِّنٌ . ''کمزور راوی ہے۔''

(الجرح والتّعدیل لابن أبي حاتم : 274/7)

❀ امام یزید بن زریع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں۔

(الجرح والتّعدیل لابن أبي حاتم : 273/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

عَدَلْتُ عَنْ أَبِي هِلَالٍ عَمْدًا .

''میں جان بوجھ کر ابو ہلال سے دُور رہوں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ أَبُو هِلَالٍ شَيْخًا صَدُوقًا، إِلَّا أَنَّهٗ كَانَ يُخْطِئُ كَثِيرًا مِنْ غَيْرِ تعَمُّدٍ، حَتّٰى صَارَ يَرْفَعُ الْمَرَاسِيلَ، وَلَا يَعْلَمُ، وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يُحَدِّثُ مِنْ حِفْظِهٖ، فَوَقَعَ الْمَنَاكِيرُ فِي حَدِيثِهٖ مِنْ سُوءِ حِفْظِهٖ.

''ابو ہلال سچا شیخ تھا، لیکن اس سے بہت زیادہ غلطیاں بلا ارادہ سرزد ہو جاتی تھیں، یہاں تک کہ انجانے میں مرسل روایات مرفوعا بیان کرنے لگا۔ وہ اکثر اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا، لہٰذا حافظے کی خرابی کی وجہ سے منکر روایات اس کی حدیث میں داخل ہو گئیں۔''

(كتاب المجروحين : 2/295-296)

❀ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِحْتَمَلُوا حَدِيثَهٗ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ حَافِظٍ.

''محدثین نے اس کی حدیثیں لی ہیں، اگرچہ یہ حافظ نہیں تھا۔''

(مسند البزّار : 1796)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب الضعفاء (۲۸۲،۲۸۳،۳۲۴) میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ اسے الضعفاء الکبیر (۷۴/۴) میں لائے ہیں۔

معدلین:

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔

(سوالات الحاکم: 468)

یہ قول امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اپنے ہی قول کے معارض ہے، لہٰذا ساقط ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ ضعیف ہے۔''

(العلل: 40/4؛ نقلا عن موسوعة أقوال الدارقطني)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَمْ أَبُو هِلَالٍ؟ قَالَ : أَبُو هِلَالٍ أَشْبَهُ بِالْمُحَدِّثِينَ .

''سلام بن مسکین آپ کو زیادہ اچھے لگتے ہیں یا ابوہلال؟ فرمایا: ابوہلال محدثین کے زیادہ قریب ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 274/7)

یہ جمہور محدثین کی جرح کے معارض ومخالف قول ناقابل قبول ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ جَيِّدُ الرَّأْيِ فِي أَبِي هِلَالِ الرَّاسِبِيِّ .

''سلیمان بن حرب ابوہلال راسبی کے بارے اچھی رائے رکھتے تھے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 274/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِصَاحِبِ كِتَابٍ، لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ .

''اس کی کوئی کتاب نہ تھی۔اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 274/7، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ قول خود امام صاحب کے اپنے قول کے معارض ومخالف ہے، لہٰذا یہ نا قابل قبول ہے۔امام صاحب فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ لَهٗ كِتَابٌ، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ .

''اس کے پاس کوئی کتاب نہ تھی، یہ ضعیف الحدیث ہے۔''

(تاريخ ابن أبي خيثمة : 2205)

۞ امام ابوداود رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔

(تهذيب الكمال : 319/16)

یہ قول ثابت نہیں، ابوعبید آجری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

۞ امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ اس سے روایت لیتے تھے اور وہ اکثر ''ثقہ'' سے روایت لیتے تھے۔

امام ابن خزیمہ (۲۰۴۴)، امام ابوعوانہ (۴۰۱۳)، امام حاکم رحمہم اللہ (۳۳۳/۴) نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی ضمنی توثیق کی ہے۔

ثابت ہوا کہ ابوہلال راسبی بصری جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔خصوصاً جب قتادہ سے بیان کرے۔

② قتادہ بن دعامہ ''مدلس'' ہیں، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔اصول یہ ہے کہ جب ثقہ مدلس بخاری ومسلم کے علاوہ بصیغہ عن یا قال سے روایت بیان کرے، تو ضعیف

ہوتی ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَتَادَةُ إِذَا لَمْ يَقُلْ : سَمِعْتُ وَخُولِفَ فِي نَقْلِهٖ، وَلَا تَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ .

''قتادہ سماع کی تصریح نہ کریں اور روایت میں ثقات کی مخالفت کریں، تو ان سے حجت نہیں لی جا سکتی۔''

(التّمهيد : 307/3)

③ قتادہ بن دعامہ کا حسنین کریمین سے سماع ثابت نہیں، لہٰذا یہ قول منقطع ہے اور منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔

❁ وَقَالَ الْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ : دَسَّ مُعَاوِيَةُ إِلٰى ابْنَةِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرَةَ امْرَأَةِ الْحَسَنِ مِأَةَ أَلْفَ دِينَارٍ عَلٰى أَنْ تَسْقِيَهٗ شُرْبَةً بَعَثَ بِهَا إِلَيْهَا فَفَعَلَتْ .

''ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی، سہیل بن عمرہ کی بیٹی کو ایک لاکھ دینار کے عوض سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلانے پر اُکسایا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر اس کے پاس بھیجا، تو اس نے پلا دیا۔''(أنساب الأشراف للبلاذري : 59/3)

روایت موضوع (جھوٹ کا پلندا) ہے۔

① ہیثم بن عدی بالاتفاق کذاب اور متروک الحدیث ہے۔

② حافظ احمد بن یحییٰ بلاذری کی معتبر توثیق نہیں مل سکی۔

③ انساب الاشراف بے سند کتاب ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَنْسُوبِ إِلَيْهِ. ''یہ کتاب آپ کی طرف منسوب ہے۔''

(البداية والنّهاية : 14/646)

❁ قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ سَعْدٍ : نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ : نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَسَنٍ قَالَ : كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَجُلًا كَثِيرَ نِكَاحِ النِّسَاءِ، وَكُنَّ قَلَّ مَا يَحْظَيْنَ عِنْدَهُ، وَكَانَ قَلَّ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا إِلَّا أَحَبَّتْهُ وَضَنَّتْ بِهِ، فَيُقَالُ : إِنَّهُ كَانَ سُقِيَ، ثُمَّ أَفْلَتَ، ثُمَّ سُقِيَ فَأَفْلَتَ، ثُمَّ كَانَتِ الْآخِرَةُ تُوُفِّيَ فِيهَا، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، قَالَ الطَّبِيبُ، وَهُوَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ : هٰذَا رَجُلٌ قَدْ قَطَعَ السُّمُّ أَمْعَائَهُ، فَقَالَ الْحُسَيْنُ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! خَبِّرْنِي مَنْ سَقَاكَ السُّمَّ، قَالَ : وَلِمَ يَا أَخِي؟ قَالَ : أَقْتُلُهُ، وَاللّٰهِ قَبْلَ أَنْ أَدْفِنَكَ، أَوَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ؟ أَوَ يَكُونُ بِأَرْضٍ أَتَكَلَّفُ الشُّخُوصَ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ : يَا أَخِي! إِنَّمَا هٰذِهِ الدُّنْيَا لَيَالٍ فَانِيَةٌ دَعْهُ، حَتّٰى أَلْتَقِي أَنَا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ، فَأَبٰى أَنْ يُّسَمِّيَهُ، وَقَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ مَنْ يَّقُولُ : كَانَ مُعَاوِيَةُ قَدْ تَلَطَّفَ لِبَعْضِ خَدَمِهِ أَنْ يُّسْقِيَهُ سُمًّا.

''عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بہت

زیادہ شادیاں کیں۔ بیویاں آپ کے پاس کم ہی شرف باریابی حاصل کر پاتی تھیں، تقریباً سبھی بیویاں آپ سے محبت کرتیں، آپ پر حریص تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو زہر پلایا گیا، جس سے وہ جانبر ہو گئے۔ پھر زہر پلایا گیا، پھر صحت یاب ہو گئے۔ آخری دفعہ فوت ہو گئے، وفات کا وقت قریب آیا، تو طبیب نے کہا: ان کی انتڑیاں زہر نے کاٹ دی ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو محمد! آپ کو زہر کس نے پلایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں بھائی؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے قدرت پائی، تو آپ کو دفن کرنے سے پہلے اسے قتل کر دوں گا۔ کیا میں اس پر قدرت نہیں رکھتا؟ یا کیا وہ ایسی جگہ چلا گیا ہے، جہاں میرا پہنچنا مشکل ہے؟ اس پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھائی! یہ جہان فانی ہے۔ اسے چھوڑیں، میں اسے اللہ کے ہاں مل لوں گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کسی خادم کو زہر پلانے پر ورغلایا تھا۔“

(تاریخ ابن عساکر: 13/282-283، البدایة والنّهایة لابن کثیر: 8/43)

سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عمر واقدی کذاب ہے۔

② عبداللہ بن حسن ابو محمد مدنی کا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

③ عبداللہ بن جعفر زہری کا عبداللہ بن حسن سے سماع کا مسئلہ ہے۔

✿ ابو بکر بن حفص رحمہ اللہ سے مروی ہے:

تُوُفِّيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي أَيَّامِ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ عَشْرُ سِنِينَ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ سَقَاهُمَا سُمًّا.

''حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد کے دس سال گزرنے کے بعد فوت ہوئے۔لوگوں کا خیال تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو زہر پلایا تھا۔''

(مقاتل الطّالبين لأبي الفرج علي بن الحسين الأصبهاني، ص 20)

گھڑنتل ہے۔

① صاحب کتاب اموی شیعہ ہے۔اس کے شاگرد محمد بن ابی الفوارس کہتے ہیں:

كَانَ قَبْلَ أَنْ يَّمُوتَ اخْتَلَطَ.

''موت سے پہلے یہ بدحواس ہوگیا تھا۔''(تاريخ بغداد للخطيب: 398/11)

❀ ابومحمد حسن بن حسین نوبختی رافضی نے اسے ''اکذب الناس'' کہا ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب: 398/11، سندهٗ حسنٌ)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔رہا احمد بن علی ابوحسن بتی کا اسے ثقہ قرار دینا،تو اس کی اپنی توثیق نہیں ملتی،لہٰذا مجہول کی توثیق کا اعتبار نہیں۔

② احمد بن عبید اللہ بن عمار کے متعلق خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَتَشَيَّعُ.

''یہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔''(تاريخ بغداد: 252/4)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ شِيعِيًّا .   ''شیعہ تھا۔''

(المؤتلف والمختلف : 1752/4)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنْ رُؤُوسِ الشِّيعَةِ .

''شیعہ کے سرداروں میں سے تھا۔''(ميزان الاعتدال : 118/1)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔

③ عیسیٰ بن مہران کذاب رافضی ہے۔

۞ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ''کذاب'' تھا۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 290/6)

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ بِأَحَادِيثَ مَوضُوعَةٍ مَّنَاكِيرَ، مُحْتَرِقٌ فِي الرَّفْضِ .

''اس نے کئی من گھڑت اور منکر روایات بیان کی ہیں، کٹر رافضی تھا۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 260/5)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اَلضُّعْفُ بَيِّنٌ عَلٰى حَدِيثِهٖ .

''اس کی حدیث میں ضعف واضح ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 261/5)

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَجُلُ سَوْءٍ، وَمَذْهَبُ سَوْءٍ .

آدمی بھی بُرا تھا اور اس کا مذہب بھی بُرا تھا۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 418)

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عِيسَى بْنُ مِهْرَانَ الْمُسْتَعْطِفُ مِنْ شَيَاطِينِ الرَّافِضَةِ وَمَرَدَتِهِمْ، وَوَقَعَ إِلَيَّ كِتَابٌ مِّنْ تَصْنِيفِهِ فِي الطَّعْنِ عَلَى الصَّحَابَةِ وَتَضْلِيلِهِمْ وَإِكْفَارِهِمْ وَتَفْسِيقِهِمْ، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِي عِنْدَ نَظَرِي فِيهِ، وَعَظُمَ تَعَجُّبِي مِمَّا أَوْدَعَ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ . . .

''عیسیٰ بن مہران سرکش اور شیطان رافضی تھا۔ مجھے اس کی ایک کتاب ملی، جو صحابہ کرام پر طعن، ان کو گمراہ قرار دینے، ان کو فاسق کہنے اور ان کی تکفیر پر مبنی تھی۔ اللہ کی قسم! کتاب دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس میں بیان کردہ من گھڑت احادیث سے میں سخت متعجب ہوا۔''

(تاريخ بغداد : 167/11)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَافِضِيٌّ، كَذَّابٌ .

''یہ رافضی اور بہت بڑا جھوٹا تھا۔'' (ميزان الاعتدال : 324/3)

تنبیہ: لسان المیزان (۴/۴۰۷) میں اس کے حالات لکھتے ہوئے کسی ناسخ نے غلطی

سے وَلَحِقَهُ ابْنُ جَرِيرٍ (ابن جریر اسے ملے تھے) کی بجائے وَثَّقَهُ ابْنُ جَرِيرٍ (ابن جریر نے اسے ثقہ کہا ہے) لکھ دیا ہے۔

❀ عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كُنْتُ مَعَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فِي الدَّارِ، فَدَخَلَ الْحَسَنُ الْمَخْرَجَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: لَقَدْ سُقِيتُ السُّمَّ ـــ.

''میں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ گھر میں تھا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بیت الخلا گئے، پھر باہر آئے اور فرمایا: مجھے زہر پلایا گیا ہے......۔''

(مقاتل الطّالبين لأبي الفرج الأصبهاني الشيعي الأموي، ص: 20)

اس من گھڑت روایت کا معنی ومفہوم وہی ہے اور اس میں علتیں بھی بعینہ وہی ہیں، جو اس سے پہلے والی روایت میں ہیں۔

❀ ابن جعدبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَتْ جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ تَحْتَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ فَدَسَّ إِلَيْهَا يَزِيدُ أَنْ سُمِّي حَسَنًا حَتّٰى أَتَزَوَّجَكِ، فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ جَعْدَةُ إِلٰى يَزِيدَ تَسْأَلُهُ الْوَفَاءَ بِمَا وَعَدَهَا، فَقَالَ: إِنَّا وَاللّٰهِ لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ أَفَنَرْضَاكِ لِأَنْفُسِنَا.

''جعدہ بنت اشعث بن قیس سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھی۔ یزید نے اسے بہلایا کہ آپ حسن کو زہر دیں، میں آپ سے نکاح کرلوں گا۔ اس

نے ایسا کر دیا۔ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، تو جعدہ نے یزید سے اپنے وعدہ کو وفا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو حسن کے لیے پسند نہیں کیا تھا، اپنے لیے کیسے کر لیں؟''

(تاريخ ابن عساكر : 284/13، المنتظم لابن الجوزي : 226/5)

جھوٹا قصہ ہے۔

① اسے گھڑنے والا یزید بن عیاض بن جعدہ لیثی ہے۔ امام یحییٰ بن معین، امام علی ابن مدینی، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن عدی، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم رازی، امام ساجی، امام جوزجانی، امام عمرو بن علی فلاس وغیرہم رحمہم اللہ نے اسے ضعیف، منکر الحدیث اور متروک الحدیث کے الفاظ کے ساتھ مجروح کیا ہے۔

② یزید بن عیاض کا جعدہ بنت اشعث سے سماع ثابت کیا جائے۔

③ محمد بن خلف بن مرزبان کی متقدمین ائمہ میں سے کسی نے توثیق نہیں کی۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ أَخْبَارِيٌّ، لَيِّنٌ .

''یہ تاریخ دان اور کمزور راوی تھا۔'' (سوالات السّهمي : 104)

❀ عَنْ أُمِّ مُوسٰى أَنَّ جَعْدَةَ بِنْتَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ سَقَتِ الْحَسَنَ السُّمَّ، فَاشْتَكٰى مِنْهُ شَكَاةً، قَالَ : فَكَانَ يُوضَعُ تَحْتَهٗ طَسْتٌ وَتُرْفَعُ أُخْرٰى نَحْوًا مِّنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا .

''ام موسیٰ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے سیدنا

حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلایا۔ اس سے آپ سخت بیمار ہو گئے۔ آپ کے نیچے ایک برتن رکھا جاتا اور دوسرا اٹھایا جاتا۔ تقریباً چالیس دن تک یہ معاملہ رہا۔“

(الطّبقات لابن سعد : 338/1، ت السّلمي، البداية والنّهاية لابن كثير : 43/8، تاريخ ابن عساكر : 284/13)

سند ضعیف ہے، مغیرہ بن مقسم ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَعَدَمُ صِحَّتِهِ عَنْ أَبِيهِ مُعَاوِيَةَ بِطَرِيقِ الْأَوْلٰى وَالْأَحْرٰى.

”جب یہ واقعہ یزید کے بارے میں ثابت نہیں، تو یزید کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو بہ طریق اولیٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔“

(البداية والنّهاية : 43/8)

❀ ابو بکر عبداللہ بن حفص بن عمر بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ سَعْدًا وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَاتَا فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَيَرَوْنَ أَنَّهُ سَمَّهُ.

”سیدنا سعد اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں فوت ہوئے، لوگوں کا خیال تھا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔“

(المعجم الكبير للطّبراني : 2694)

سند منقطع ہے۔ ابو بکر عبداللہ بن حفص کا سیدنا سعد اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

❀ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے ابوبکر بن حفص کی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کو ''مرسل'' کہا ہے۔(المَراسيل لابن أبي حاتم، ص 92)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ حَفْصٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ سَعْدٍ.

''ابوبکر بن حفص نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(مَجمع الزّوائد: 244/6)

بشرط صحت روایت، جن لوگوں نے یہ خیال کیا، وہ یقیناً روافض ہوں گے۔

وہ روایات، جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا یزید کا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر پلانے کا ذکر ہے، ان کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا ہے۔ ان سندوں کے علاوہ اگر کسی کے پاس کوئی سند ہے، تو پیش کرے، تا کہ اس کا تجزیہ ہو سکے۔

سند دین ہے۔ بے سند اور ضعیف روایات پیش کرنا اور ان پر اپنے عقیدہ و عمل کی بنا ڈالنا اہل حق کا وطیرہ نہیں۔ نیز ضعیف اور بے سروپا روایات صحابہ کرام کے خلاف پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

یہ جھوٹی روایات شیعہ عقائد کے منافی بھی ہیں، کیونکہ ان کی معتبر کتب میں ہے:

إِنَّ الْأَئِمَّةَ يَعْلَمُوْنَ مَتٰى يَمُوْتُوْنَ، وَإِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ إِلَّا بِاخْتِيَارِهِمْ.

''ائمہ جانتے ہوتے ہیں کہ وہ کب فوت ہوں گے اور وہ اپنے اختیار اور مرضی ہی سے فوت ہوتے ہیں۔''

(أصول الكافي الكُلَيني: 258/1، الفصول المهمّة للحر العاملي، ص 155)

❀ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے:

لَمْ يَكُنْ إِمَامٌ إِلَّا مَاتَ مَقْتُوْلًا أَوْ مَسْمُوْمًا .

''ہر امام کو قتل کیا گیا یا زہر دیا گیا۔''(بحار الأنوار : 364/43)

جب عقیدہ ائمہ کے عالم الغیب ہونے کا ہے، تو سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو علم کیوں نہ ہو سکا کہ اس کھانے یا پینے میں زہر ہے؟

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قُلْنَا : هٰذَا مَحَالٌ مِنْ وَجْهَيْنِ : أَحَدُهُمَا أَنَّهٗ مَا كَانَ لِيَتَّقِي مِنَ الْحَسَنِ بَأْسًا وَقَدْ سَلَّمَ الْأَمْرَ، الثَّانِي أَنَّهٗ أَمْرٌ مُغِيبٌ لَّا يَعْلَمُهٗ إِلَّا اللّٰهُ فَكَيْفَ تَحْمِلُونَهٗ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ فِي زَمَانٍ مُّتَبَاعِدٍ لَمْ نَثِقْ فِيهِ بِنَقْلِ نَاقِلٍ، بَيْنَ أَيْدِي قَوْمٍ ذَوِي أَهْوَاءَ، وَفِي حَالِ فِتْنَةٍ وَّعَصْبِيَّةٍ، يَنْسِبُ كُلُّ وَاحِدٍ إِلٰى صَاحِبِهٖ مَا لَا يَنْبَغِي، فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا إِلَّا الصَّافِي، وَلَا يُسْمَعُ فِيهَا إِلَّا مِنَ الْعَدْلِ الْمُصَمِّمِ .

''ہمارا جواب ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینا دو وجہ سے محال ہے: ① سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا، کیونکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی انہیں امارت سونپ چکے تھے۔

② یہ غیبی معاملہ ہے، آپ بغیر دلیل کے اسے کسی پر کیسے ٹھونس سکتے ہیں؟ ایسے دگرگوں حالات میں کہ ہم ہر ناقل پر اعتبار بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ کئی لوگ خواہشات کے پجاری ہیں۔ فتنہ وفساد اور عصبیت کے عالم میں ہر کوئی اپنے

مخالف کے ذمہ ناجائز باتیں لگاتا رہتا ہے، لہٰذا ان میں سے صرف صحیح بات قبول ہوگی اور پختہ اور عادل راوی پر بھروسہ کیا جائے گا۔''

(العواصِم من القواصم، ص 214)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ : إِنَّ مُعَاوِيَةَ سَمَّ الْحَسَنَ ، فَهٰذَا مِمَّا ذَكَرَهٗ بَعْضُ النَّاسِ ، وَلَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ بِبَيِّنَةٍ شَرْعِيَّةٍ ، أَوْ إِقْرَارٍ مُعْتَبَرٍ ، وَلَا نَقْلٍ يُجْزَمُ بِهٖ ، وَهٰذَا مِمَّا لَا يُمْكِنُ الْعِلْمُ بِهٖ ، فَالْقَوْلُ بِهٖ قَوْلٌ بِلَا عِلْمٍ .

''یہ کہنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا، اس بارے میں کوئی واضح شرعی دلیل یا اقرار معتبر یا قابل اعتماد روایت موجود نہیں ہے، اس بارے میں علم ممکن نہیں ہے، لہٰذا یہ قول بلا علم ہے۔''

(مِنهاج السنّة النبويّة في نقض كلام الشّيعة والقدريّة : 469/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَمِثْلُ هٰذَا لَا يُحْكَمُ بِهٖ فِي الشَّرْعِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ ، فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ أَمْرٌ ظَاهِرٌ لَّا مَدْحٌ وَلَا ذَمٌّ .

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ باتفاق مسلمین شریعت میں اس طرح کے (ظنی وبلا دلیل) معاملے کا حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، مدح یا ذم کا کوئی ظاہری حکم بھی لاگو نہیں ہوگا۔'' (منهاج السنّة : 4/470-471)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قُلْتُ : هٰذَا شَيْءٌ لَّا يَصِحُّ فَمَنِ الَّذِي اطَّلَعَ عَلَيْهِ؟

''میں کہتا ہوں: اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے، پس کس کے پاس اس کا ثبوت ہے؟'' (تاریخ الإسلام: 4/469)

❀ مؤرخ ابن خلدون رحمہ اللہ (۸۰۸) فرماتے ہیں:

مَا يُنْقَلُ مِنْ أَنَّ مُعَاوِيَةَ دَسَّ إِلَيْهِمُ السُّمَّ مَعَ زَوْجِهٖ جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ فَهُوَ مِنْ أَحَادِيثِ الشِّيعَةِ وَحَاشَا لِمُعَاوِيَةَ مِنْ ذٰلِكَ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کا زہر کی سازش میں شامل ہونا، یہ تو شیعہ کے قصے کہانیاں ہیں، اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایسی تہمت سے پاک رکھے۔'' (تاریخ ابن خلدون: 2/527)

الحاصل:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دینا ثابت نہیں، یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا جھوٹ اور اتہام ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں جمیع روایات من گھڑت اور خود ساختہ ہیں۔

ابو طالب کا نام

نبی کریم ﷺ کے چچا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف بن عبد المطلب تھا۔شیعہ کہتے ہیں کہ آپ کا نام عمران تھا۔جو کہ دنیا کی بے حقیقت بات ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اِسْمُهٗ عِنْدَ الْجَمِيعِ عَبْدُ مَنَافٍ وَّشَذَّ مَنْ قَالَ: عِمْرَانُ، بَلْ هُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ نَقَلَهُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِي كِتَابِ الرَّدِّ عَلَى الرَّافِضِيِّ أَنَّ بَعْضَ الرَّوَافِضِ زَعَمَ أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ﴾(آل عمران: ۳۳)، أَنَّ آلَ عِمْرَانَ هُمْ آلُ أَبِي طَالِبٍ وَأَنَّ اسْمَ أَبِي طَالِبٍ عِمْرَانُ وَاشْتُهِرَ بِكُنْيَتِهٖ.

''اس بات پر اتفاق ہے کہ ابو طالب کا نام عبد مناف ہے۔جو کہتے ہیں کہ ان کا نام عمران ہے،ان کی بات شاذ، بلکہ باطل ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رافضی (ابن مطہر حلی) کے رد میں اپنی کتاب (منہاج السنۃ) میں لکھا ہے: بعض روافض کے نزدیک اللہ کے فرمان:﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ﴾(آل عمران: ۳۳) ''اللہ نے آدم،نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب فرمالیا ہے۔'' میں آل عمران سے مراد آل ابی

طالب ہیں اور ابو طالب کا نام عمران تھا، اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔''

(فتح الباري : 7/194)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : كَانَ اسْمُهُ عِمْرَانَ، وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(آلُ عِمْرَانَ : ٣٣)، وَهٰذَا الَّذِي فَعَلُوهُ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ الْافْتِرَاءِ وَالْبُهْتَانِ فَفِيهِ مِنَ التَّنَاقُضِ وَعَدَمِ حُصُولِ مَقْصُودِهِمْ مَا لَا يَخْفٰى .

''بعض روافض کہتے ہیں: ابو طالب کا نام عمران تھا کہ اللہ کے اس فرمان میں انہی کا ذکر ہے:﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(آلُ عِمْرَانَ : ٣٣)، ''اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو جہان والوں پر چن لیا ہے۔'' یہ اللہ پر افترا اور بہتان تو ہے ہی، اس استدلال میں بھی واضح تناقض ہے، یہ تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس من چاہی تفسیر سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔''

(مِنهاج السّنّة : 4/350)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ اسْمَ أَبِي طَالِبٍ عِمْرَانُ وَأَنَّهُ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحاً وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ

عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(آل عمران : ٣٣)، وَقَدْ أَخْطَأُوا فِي ذٰلِكَ خَطَأً كَثِيرًا وَّلَمْ يَتَأَمَّلُوا الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ يَّقُولُوا هٰذَا الْبُهْتَانَ مِنَ الْقَوْلِ فِي تَفْسِيرِهِمْ لَهٗ عَلٰى غَيْرِ مُرَادِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَإِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ بَعْدَ هٰذِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾(آل عمران : ٣٥)، فَذَكَرَ مِيلَادَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهٰذَا ظَاهِرٌ وَّلِلّٰهِ الْحَمْدُ، وَقَدْ كَانَ أَبُو طَالِبٍ كَثِيرَ الْمَحَبَّةِ الطَّبِيعِيَّةِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِهٖ إِلٰى أَنْ مَّاتَ عَلٰى دِينِهٖ كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ.

''روافض کہتے ہیں کہ ابو طالب کا نام عمران تھا اور اللہ کے اس فرمان میں انہیں کا ذکر ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(آلُ عِمْرَانَ : ٣٣) ''اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو لوگوں سے پسند فرما لیا ہے۔'' یہ ان کی فحش غلطی ہے۔ یہ لوگ بے فکر ہو کر تفسیر میں اللہ پر ایسی بہتان بازیاں کرتے ہیں کہ اللہ کی مراد ہی بدل دیتے ہیں، کیا تدبر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ (آیت نمبر:۳۳) کے بعد یہ فرمایا ہے: ﴿إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّراً﴾(آل عمران : ٣٥) ''جب

عمران کی اہلیہ نے کہا: میرے رب! میں نذر مانتی ہوں کہ اپنے ہونے والے بیٹے کو تیرے لیے وقف کردوں گی۔'' گوابو طالب کو نبی کریم ﷺ سے طبعی طور پر بہت لگاؤ تھا، لیکن آپ نے کلمہ نہیں پڑھا، کفر پر ہی فوت ہوئے، جیسا کہ صحیح بخاری (۱۳۶۰:، ۲۳۷۵، ۳۸۸۴، ۴۷۷۲) میں ہے۔''

(البداية والنّهاية :30/11)

❀❀❀❀❀❀❀

ابو طالب کا اسلام

قرآن وسنت کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونے کے مترادف ہے۔ فتنہ تکفیر (مسلمانوں کو کافر کہنا) غلو پر مبنی ایک عقیدہ ونظریہ ہے، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ واقعی انتہا پسندی ہے، لیکن یہ بات بھی زیر غور رہے کہ یہ ایک انتہا ہے، اسلام ایک معتدل دین ہے، لہٰذا اہل سنت والجماعت اپنے عقیدے ومنہج کے اعتبار سے ہمیشہ دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال ہی میں رہے ہیں۔ اب اس سلسلے میں دوسری انتہا کیا ہے؟ بدیہی طور پر فتنہ تکفیر کے برعکس دوسری انتہا یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو بھی مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، جس کے کفر پر قرآن وسنت اور اجماع امت جیسے ٹھوس دلائل موجود ہوں۔ آئندہ سطور میں اسی دوسری انتہا کے آئینہ دار ایک نظریہ ایمانِ ابو طالب کو موضوعِ بحث بنا کر قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے ذریعے اس کا بطلان کیا گیا ہے، نیز اس بارے میں اہل سنت والجماعت کے اتفاقی مؤقف کو قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت بھی کیا ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے اس مضمون کو پڑھا جائے، تو یقیناً ایک انتہا پسند سوچ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ہم ابو جہل اور ابو طالب کو ایک ہی صف میں کھڑا نہیں کرتے۔ ابو جہل کے کفر پر مرنے پہ ہم بالکل دل گرفتہ نہیں، کیونکہ اس نے اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا، البتہ ابو طالب یقیناً اسلام دوست تھے، اُن کے ایمان لائے بغیر فوت ہونے پر ہمیں بھی صدمہ ہے، لیکن اس سلسلہ میں ہم حق وانصاف کا

دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب مسلمان نہیں تھے۔ اس موقف پر قرآن وحدیث کے دلائل شاہد ہیں۔ ائمہ دین کی تصریحات اس پر مستزاد ہیں۔ اس کے باوجود ایک فرقہ ابو طالب کے ایمان پر مُصر ہے۔ بعض نے ایمانِ ابی طالب کے عنوان سے کتابیں لکھیں ہیں۔ مولانا عطاء محمد بندیالوی بریلوی صاحب نے ''تحقیقِ ایمانِ ابی طالب'' نامی رسالہ لکھا ہے۔ اس پر مفتی محمد خان قادری بریلوی کی تقریظ ہے۔

ابو طالب کے کفر کے ثبوت پر صریح احادیثِ رسول کو خبر واحد کہہ کر ٹھکرا دینا اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ سے انحراف ہے، نیز اس میں فرامین رسول کو قرآن کے مخالف قرار دینے کی سعیِ مذموم بھی کی گئی ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تُوَافِقُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي أَنَّهُ مَاتَ كَافِرًا، وَتُبَيِّنُ كَذِبَ مَنِ ادَّعٰى مِنَ الْجُهَّالِ الرَّافِضَةِ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُ مَاتَ مُؤْمِنًا.

''یہ صحیح احادیث ائمہ مسلمین کے اس اجماعی واتفاقی عقیدہ کے موافق ہیں کہ ابو طالب کی موت حالت کفر میں ہوئی، نیز یہ روایات جاہل روافض اور ان کے ہم نواؤں کے جھوٹے دعویٰ کی قلعی کھولتی ہیں، جو کہتے ہیں کہ ابو طالب حالت ایمان میں فوت ہوئے تھے۔''

(جامع المَسائل : 124/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يَقُولُهُ الْجُهَّالُ مِنَ الرَّافِضَةِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ آمَنَ وَيَحْتَجُّونَ بِمَا فِي «السِّيرَةِ» مِنَ الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ وَفِيهِ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيٍّ وَقْتَ الْمَوْتِ، وَلَوْ أَنَّ الْعَبَّاسَ ذَكَرَ أَنَّهُ آمَنَ لَمَا كَانَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمُّكَ الشَّيْخُ الضَّالُّ كَانَ يَنْفَعُكَ، فَهَلْ نَفَعْتَهُ بِشَيْءٍ؟ فَقَالَ: وَجَدْتُّهُ فِي غَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَشَفَعْتُ فِيهِ حَتّٰى صَارَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ فِي رِجْلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ، هٰذَا بَاطِلٌ مُخَالِفٌ لِمَا فِي الصَّحِيحِ وَغَيْرِهِ فَإِنَّهُ كَانَ آخِرَ شَيْءٍ قَالَهُ هُوَ: عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَنَّ الْعَبَّاسَ لَمْ يَشْهَدْ مَوْتَهُ مَعَ أَنَّ ذٰلِكَ لَوْ صَحَّ لَكَانَ أَبُو طَالِبٍ أَحَقَّ بِالشُّهْرَةِ مِنْ حَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعِلْمِ الْمُتَوَاتِرِ الْمُسْتَفِيضِ بَيْنَ الْأُمَّةِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ أَنَّهُ لَمْ يُذْكَرْ أَبُو طَالِبٍ وَلَا أَبَوَاهُ فِي جُمْلَةِ مَنْ يُذْكَرُ مِنْ أَهْلِهِ الْمُؤْمِنِينَ كَحَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانَ هٰذَا مِنْ أَبْيَنِ الْأَدِلَّةِ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ كَذِبٌ.

''رافضی اور دیگر جہلا کہتے ہیں کہ ابو طالب ایمان لے آئے تھے۔ اس سلسلہ

میں وہ کتب سیرت میں مذکور ایک ضعیف حدیث سے دلیل لیتے ہیں، جس کا مضمون یہ ہے کہ ابو طالب نے موت کے وقت (ایمان کے بارے میں) مخفی کلام کیا تھا، لیکن اگر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ابو طالب کے ایمان کا ذکر کیا ہوتا، تو وہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات نہ کہتے کہ آپ کا گمراہ چچا (اپنی زندگی میں) آپ کو نفع پہنچایا کرتا تھا، کیا آپ نے بھی اسے کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے انہیں آگ میں غوطے لیتے دیکھا، تو ان کی سفارش کی حتی کہ وہ جہنم کے بالائی طبقہ میں آ گئے۔ اب اُن کے پاؤں میں آگ کے دو جوتے ہیں، جن کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا، تو وہ جہنم کے نچلے گڑھے میں ہوتے۔'' (صحیح بخاری: ۶۵۶۴، صحیح مسلم: ۳۶۰، ۳۶۲) ایمان ابی طالب کا یہ نظریہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکورہ قصہ کے خلاف ہے۔ ابو طالب نے آخری کلام یہ کیا تھا کہ وہ عبد المطلب کے دین پر قائم ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تو ابو طالب کی موت کے وقت موجود نہ تھے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے، تو ایمان ابو طالب کی شہرت سیّدنا حمزہ اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ سلف سے خلف تک متواتر اور مشہور و معلوم بات ہے کہ ابو طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان لانے والے رشتہ داروں، مثلاً سیّدنا حمزہ، سیّدنا عباس، سیدنا علی، سیّدہ فاطمہ، سیّدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم میں ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ ایمان ابی طالب کے جھوٹ ہونے پر واضح دلیل ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی: 327/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

يَمْدَحُونَ أَبَا طَالِبٍ الَّذِي مَاتَ كَافِرًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ.

''روافض ابو طالب کی تعریف کرتے ہیں، جن کے حالت کفر میں فوت ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، نیز اس پر کئی صحیح احادیث دلیل ہیں۔''

(مِنهاج السنّة النّبوية : 351/4)

ایمان ابی طالب کی نفی پر دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(القصص : ٥٦)

''اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ ہدایت یافتگان سے بخوبی واقف ہے۔''

یہ آیت کریمہ بالاتفاق ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعَهُمْ عَلٰى هٰذَا.

''مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ زجاج (معانی القرآن واعرابہ: ۴/۱۴۹) وغیرہ نے بھی مفسرین کا

اجماع نقل کیا ہے۔‘‘(شرح مسلم :41/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ النَّقَلَةُ فِي أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ .

’’ناقلین کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔‘‘(فتح الباري : 506/8)

درج ذیل کتابوں میں ایمان ابی طالب کی نفی پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔

(زاد المَسير في علم التّفسير لابن الجوزي : 388/3، التّفسير الكبير للرّازي : 5/25، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : 297/16، مَدارك التّنزيل وحقائق التّأويل للنَّسفي : 649/2، غرائب القرآن ورغائب الفُرقان للنّيسابوري : 352/5، البَحر المديد في تفسير القرآن المجيد لأبي العباس الفاسي : 262/4، التّحرير والتّنوير لابن عاشور : 147/20)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «فَنَزَلَتْ : ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : ١١٣)، وَنَزَلَتْ : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾(القصص : ٥٦)» أَمَّا نُزُولُ هٰذِهِ الْآيَةِ الثَّانِيَةِ فَوَاضِحٌ فِي قِصَّةِ أَبِي طَالِبٍ وَأَمَّا نُزُولُ الَّتِي قَبْلَهَا فَفِيهِ نَظَرٌ وَيَظْهَرُ أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّ الْآيَةَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِالْاِسْتِغْفَارِ نَزَلَتْ بَعْدَ

أَبِي طَالِبٍ بِمُدَّةٍ وَهِيَ عَامَّةٌ فِي حَقِّهِ وَفِي حَقِّ غَيْرِهِ وَيُوَضِّحُ ذٰلِكَ مَا سَيَأْتِي فِي التَّفْسِيرِ بِلَفْظِ «فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ الْآيَةَ وَأَنْزَلَ فِي أَبِي طَالِبٍ: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ» وَلِأَحْمَدَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي قِصَّةِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ وَهٰذَا كُلُّهُ ظَاهِرٌ فِي أَنَّهُ مَاتَ عَلٰى غَيْرِ الْإِسْلَامِ.

''حدیث کے الفاظ: ''اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (التوبة: ١١٣)

''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔''

نیز یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص: ٥٦)

''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔'' ان میں سے جو دوسری آیت کا نزول ہے، وہ تو ابو طالب کے قصہ میں بالکل واضح ہے۔ رہا پہلی آیت کا ابو طالب کے بارے میں نازل ہونا، تو یہ بات محل نظر ہے، محسوس یہی ہوتا ہے کہ استغفار کے متعلقہ یہ آیت ابو طالب کی وفات کے ایک مدت بعد نازل ہوئی،

البتہ یہ آیت ابو طالب اور دیگر (کفار) سب کو شامل ہے۔اس کی وضاحت (بخاری ہی کے) کتاب التفسیر میں مذکور روایت سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: ''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ......﴾ ''نبی اور مومنوں کے لیے روانہیں ......۔'' اور ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل کی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔'' ابو طالب کے واقعہ کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے ابو حازم عن ابی ہریرۃ کے طریق سے نقل کیا ہے: ''تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

ان ساری روایات سے معلوم ہوا کہ ابو طالب کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔''

(فتح الباري: 7/195)

❁ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْآيَةُ عَلٰى هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا وَهُوَ الْمَعْرُوفُ مِنْ مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''اس معنی کے اعتبار سے یہ آیت دلیل ہے کہ ابو طالب حالت کفر میں فوت ہوئے، اہل سنت والجماعت کے مذہب میں یہی بات معروف ہے۔''

(روح المَعاني: 6/32)

❁ سیّدنا مسیّب بن حزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ، فَقَالَ : أَيْ عَمِّ، قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ، تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهِ، حَتّٰى قَالَ آخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ : عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ : ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : ١١٣)، وَنَزَلَتْ : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص : ٥٦).

”ابوطالب کی وفات کا وقت آیا، تو رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے اُن کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو دیکھا، تو فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیں، تاکہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے: ابوطالب! عبدالمطلب کے دین سے مُنحرف ہو جاؤ گے؟ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ مسلسل اپنی بات ابوطالب کو پیش کرتے رہے، حتی کہ ابوطالب نے اپنی آخری بات یوں کی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا

اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جب تک روکا نہ گیا، اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾(التوبة : ١١٣).

''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں قرآن نازل کرتے ہوئے اپنے رسول سے فرمایا:﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص : ٥٦)

''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

(صحيح البخاري : 3884، صحيح مسلم : 24)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حَتّٰى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ : هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبٰى أَنْ يَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .

''ابوطالب کا آخری کلمہ تھا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر فوت ہو رہا ہے، اس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 1360)

❁ امام ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(الإيمان، تحت الرقم : 37)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 56/5)

یہ حدیث صریح نص ہے کہ ابو طالب کافر تھے۔ وہ ملت عبد المطلب پر فوت ہوئے۔ انہوں نے مرتے وقت کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اُن کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اُن کے حق میں دُعا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا:

قُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ : لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ، يَقُولُونَ : إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ﴾(القصص : ٥٦) .

''آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں، میں روز قیامت اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔ اُنہوں نے جواب دیا: اگر مجھے قریش یہ طعنہ نہ دیتے کہ

موت کی گھبراہٹ نے اسے اس بات پر آمادہ کر دیا ہے، تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ ''یقیناً جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ جسے اللہ چاہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔''(صحيح مسلم: 25)

بعض کا یہ کہنا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سن ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے، جبکہ ابو طالب کی وفات ہجرت سے پہلے ہوئی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں تھے، وہ کیسے یہ واقعہ بیان کر سکتے ہیں؟

ہمارا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں مراسیل صحابہ حجت ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کسی صحابی سے سنی ہوگی یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔ صحابہ عادل ہیں، لہٰذا ان کی مراسیل قبول ہیں، اس پر طرہ یہ کہ دیگر صحابہ بھی یہ احادیث بیان کرتے ہیں، قرآن کریم ان کا مؤید ہے اور انہیں اجماع اُمت کی تائید حاصل ہے۔

❀ سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

''اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابو طالب کو کوئی فائدہ دیا؟ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا:

جی ہاں! (میں نے اُنہیں فائدہ پہنچایا ہے) وہ اب بالائی طبقے میں ہیں، اگر میں نہ ہوتا، تو جہنم کے نچلے حصہ میں ہوتے۔''

(صحیح البخاري : 3883، صحیح مسلم : 209)

❀ حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

ظَاهِرُ الْحَدِيثِ يَقْتَضِي أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ .

''حدیث کا ظاہر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ عبدالمطلب شرک پر فوت ہوئے۔''

(الرّوض الأنُف : 19/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا شَأْنُ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ، فَلَوْ كَانَ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ لَنَجَا مِنَ النَّارِ أَصْلًا، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ، وَالْأَخْبَارُ الْمُتَكَاثِرَةُ طَافِحَةٌ بِذٰلِكَ .

''یہ صورت حال تو اس شخص کی ہوتی ہے، جو کفر پر مرا ہو۔ اگر ابو طالب توحید پر فوت ہوتے، تو آگ سے مکمل طور پر نجات پا جاتے، اس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ اور روایات وارد ہیں۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة : 241/7)

❀ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ، فَقَالَ : لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي

ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ .

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ کے پاس آپ کے چچا (ابوطالب) کا ذکر کیا گیا، تو فرمایا: شاید کہ انہیں میری سفارش قیامت کے دن فائدہ دے اور اُنہیں جہنم کے بالائی طبقہ میں رکھا جائے، جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو، جس سے اُن کا دماغ کھولے گا۔“

(صحيح البخاري : 3885، صحيح مسلم : 210)

❁ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ، وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ .

”جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوں گے، جن کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہوگا۔“

(صحيح مسلم : 212)

❁ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَ أَبِي أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : إِنَّ عَمَّكَ قَدْ تُوُفِّيَ قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِهِ، قُلْتُ : إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا، قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِهِ وَلَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا حَتّٰى تَأْتِيَنِي، فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ .

”جب میرے والد فوت ہوئے، تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا اور عرض کی: آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا کر انہیں دفنا دیں۔ میں نے عرض کی: وہ تو شرک کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ فرمایا: جائیں اور انہیں دفنا دیں، لیکن جب تک میرے پاس واپس نہ آئیں، کوئی نیا کام نہ کریں۔ میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا۔''

(مُسند الطّيالسي : 120، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایک روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ مَاتَ فَمَنْ يُوَارِيهِ؟ قَالَ : اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ .

''آپ کے گمراہ چچا فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو کون دفنائے؟ فرمایا: جائیں اور اپنے والد کو دفنا دیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 97/1، سنن أبي داوٗد : 3214، سنن النّسائي : 190، 2008، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کما فی الاصابۃ لابن حجر: ۱۴/ ۱۱۴) اور امام ابن جارود رحمہ اللہ (۵۵۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

یہ حدیث نص قطعی ہے کہ ابو طالب مسلمان نہیں تھے۔

❁ سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا انتہائی واضح بیان ملاحظہ ہو:

كَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ

عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ .

''عَقِیل اور طالب دونوں ابو طالب کے وارث بنے تھے، لیکن (ابو طالب کے بیٹے) سیّدنا جعفر اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما نے اُن کی وراثت سے کچھ بھی نہیں لیا، کیونکہ وہ دونوں مسلمان اور عَقِیل اور طالب کافر تھے۔''

(صحيح البخاري : 1588، صحيح مسلم : 1614)

یہ بین دلیل ہے کہ ابو طالب کفر کی حالت میں فوت ہو گئے تھے۔ اسی لیے سیّدنا جعفر اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہما اُن کے وارث نہیں بنے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ .

''مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے، نہ کافر مسلمان کا۔''

(صحيح البخاري : 6764، صحيح مسلم : 1614)

❀ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ (۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ مَاتَ كَافِرًا .

''(سیدنا علی اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کی جائیداد نہیں ملی،) کیونکہ ابو طالب کافر فوت ہوئے۔''

(السّنة، ص 105)

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ : إِنَّهٗ أَسْلَمَ، وَلَا يَصِحُّ إِسْلَامُهٗ .

''کہا جاتا ہے کہ ابو طالب مسلمان ہو گئے تھے، لیکن یہ ثابت نہیں۔''

(تاريخ دِمَشق : 307/66)

ابوطالب کے ایمان لائے بغیر فوت ہونے پر رسول اللہ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ وہ یقیناً پوری زندگی اسلام دوست رہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے، لیکن اللہ کی مرضی کہ وہ اسلام کی دولت سے سرفراز نہ ہو پائے۔ لہٰذا ہم اُن کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھنے کے باوجود ان کے لئے دُعا گو نہیں ہو سکتے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) ابوطالب کے کفر پر فوت ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لَوْلَا مَا نَهَانَا اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ، لَاسْتَغْفَرْنَا لِأَبِي طَالِبٍ وَتَرَحَّمْنَا عَلَيْهِ .

''اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا، تو ہم ابوطالب کے لیے استغفار کرتے اور اُن کے لیے رحم کی دُعا بھی کرتے۔'' (السّيرة النّبويّة : 132/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ، خِلَافًا لِّفِرْقَةِ الشِّيعَةِ فِيهِ .

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبد المطلب جاہلیت پر فوت ہوئے، لیکن فرقہ شیعہ اختلاف کرتا ہے۔''

(البِداية والنهاية : 428/3)

ابوطالب ملت عبد المطلب پر تھے، جو کہ کافر ملت تھی۔

مزید فرمایا:

نَبَّهْنَا عَلٰی خَطَأِ الرَّافِضَةِ فِي دَعْوَاهُمْ أَنَّهٗ أَسْلَمَ، وَافْتِرَائِهِمْ ذٰلِكَ بِلَا دَلِیلٍ، وَعَلٰی مُخَالَفَتِهِمُ النُّصُوصَ الصَّحِیحَةَ الصَّرِیحَةَ.

''ہم نے روافض کی غلطی ثابت کر دی کہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ابو طالب اسلام لے آئے تھے، یہ دعویٰ جھوٹا اور بے دلیل ہے، انہوں نے صریح صحیح نصوص کی مخالفت کی ہے۔''

(البِدایة والنّهایة: 31/11)

مندرجہ ذیل اہل علم نے صراحت کی ہے کہ ابو طالب کفر پر فوت ہوئے تھے۔

① علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ)

(تفسیر القرآن: 46/1)

② علامہ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ)

(تفسیر البَغوي: 86/1)

③ علامہ رافعی قزوینی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ)

(شرح مُسند الشّافعي: 334/4)

④ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ)

(مَدارج السّالکین: 347/1)

⑤ علامہ کرمانی رحمہ اللہ (۷۸۶ھ)

(الکواکِب الدّراري: 137/1)

⑥ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ)

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح :663/2)

⑦ علامہ برماوی رحمہ اللہ (۸۳۱ھ)

(اللّامع الصّبيح :204/1)

⑧ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ)

(عُمدة القاري :200/1)

⑨ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ (۱۱۲۷ھ)

(روح البيان :45/1)

❁ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (۱۵۰ھ) سے منسوب ہے:

أَبُو طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا .

''ابوطالب حالت کفر میں فوت ہوئے۔''

(الفقه الأكبر، ص 255)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُؤْمِنْ بِهٖ .

''ابوطالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے۔''

(شرح الفقه الأكبر، ص 255)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا أُمِرَ بِهَا وَامْتَنَعَ وَتَأْبٰى عَنْهَا كَأَبِي طَالِبٍ فَهُوَ كَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ .

''جب کسی (کافر) کو کلمہ شہادت پڑھنے کا کہا جائے اور وہ پڑھنے سے انکار کر

دے، جیسا کہ ابو طالب نے کیا تھا، تو وہ بالا جماع کافر ہے۔‘‘

(شرح الشّفا : 11/2)

ایمانِ ابی طالب پر دلائل کا تحقیقی جائزہ:

ابو طالب کے ایمان پر پیش کیے جانے والے دلائل کا مختصر اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

❀ مشہور شیعہ طبرسی (۵۴۸ھ) نے لکھا ہے:

قَدْ ثَبَتَ إِجْمَاعُ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلٰى إِيْمَانِ أَبِي طَالِبٍ، وَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ .

’’اہل بیت علیہم السلام کا ابو طالب کے مومن ہونے پر اجماع ثابت ہے اور ان کا اجماع حجت ہے۔‘‘ (تفسیر مَجمع البیان : 31/4)

اس دعویٰ اجماع میں کوئی صداقت نہیں۔ اجماع تو کجا، اہل بیت کے ایک فرد سے بھی باسند صحیح ایمانِ ابی طالب ثابت نہیں۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَمَّا رَأَى حِرْصَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ، قَالَ : يَا ابْنَ أَخِي، وَاللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ السُّبَّةِ عَلَيْكَ وَعَلٰى بَنِي أَبِيكَ مِنْ بَعْدِي، وَأَنْ تَظُنَّ قُرَيْشٌ أَنِّي إِنَّمَا قُلْتُهَا جَزَعًا مِنَ الْمَوْتِ لَقُلْتُهَا، لَا أَقُولُهَا إِلَّا لِأَسُرَّكَ بِهَا، قَالَ : فَلَمَّا تَقَارَبَ

مِنْ أَبِي طَالِبٍ الْمَوْتُ قَالَ : نَظَرَ الْعَبَّاسُ إِلَيْهِ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ، قَالَ : فَأَصْغٰى إِلَيْهِ بِأُذُنِهٖ، قَالَ : فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي، وَاللّٰهِ لَقَدْ قَالَ أَخِي الْكَلِمَةَ الَّتِي أَمَرْتَهٗ أَنْ يَقُولَهَا، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَمْ أَسْمَعْ .

''جب ابوطالب نے اپنے (ایمان کے) بارے رسول اللہ ﷺ کی حرص دیکھی، تو کہا: بھتیجے! اللہ کی قسم، اگر مجھے اپنے بعد آپ اور آپ کے بھائیوں پر طعن وتشنیع کا خطرہ نہ ہوتا، نیز قریش یہ نہ سمجھتے کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے، تو میں کلمہ پڑھ لیتا۔ میں صرف آپ کو خوش کرنے کے لیے ایسا کروں گا۔ پھر جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا، تو عباس نے اُن کو ہونٹ ہلاتے دیکھا۔ اُنہوں نے اپنا کان لگایا اور (رسول اللہ ﷺ سے) کہا: بھتیجے! یقیناً میرے بھائی نے وہ بات کہہ دی ہے، جس کے کہنے کا آپ نے اُنہیں حکم دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔''

(السّيرة لابن هشام : 417/1، 418، المغازي ليونس بن بُكير ص : 238، دلائل النّبوة للبيهقي : 346/2)

سخت ضعیف ہے:

① حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِي بَعْضِ إِسْنَادِهٖ مَنْ يُّجْهَلُ، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَدُلُّ عَلٰى مَوْتِهٖ كَافِرًا .

''اس حدیث کی سند کا ایک راوی نامعلوم ہے۔ اس کے برعکس صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب حالت کفر میں فوت ہوئے۔''

(تاریخ دِمَشق : 333/66)

② حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ مُنْقَطِعٌ، وَلَمْ يَكُنْ أَسْلَمَ الْعَبَّاسُ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ وَحِينَ أَسْلَمَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَا فِي الْحَدِيثِ الثَّابِتِ الَّذِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ؟ فَإِنَّهٗ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ : نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ مُوسٰى، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

''یہ سند منقطع ہے۔ نیز ابوطالب کی وفات کے وقت تک تو سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے، تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کی حالت کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے وہ بات کی، جو صحیح حدیث میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ دیا ہے؟ وہ تو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصہ ہو جایا کرتے تھے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! وہ اب جہنم کے بالائی طبقہ میں ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا، تو وہ جہنم کے نچلے

گڑھے میں ہوتے۔ اسے بخاری نے موسیٰ اور مسلم نے محمد بن ابی بکر کی سند سے روایت کیا ہے۔''

(دَلائل النّبوة : 346/2)

③ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ، وَلَوْ كَانَ سَمِعَهُ الْعَبَّاسُ يَقُولُهَا لَمَا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ : هَلْ نَفَعْتَ عَمَّكَ بِشَيْءٍ، وَلَمَا قَالَ عَلِيٌّ بَعْدَ مَوْتِهٖ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔ اگر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا ہوتا، تو وہ کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے یہ نہ کہتے کہ کیا آپ نے اپنے چچا کو کوئی فائدہ دیا ہے؟ نیز سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اُن کی وفات کے بعد یہ نہ کہتے کہ اللہ کے رسول! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 149/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ ضَعِيفٌ لِأَنَّ فِيهِ مَجْهُولًا، وَأَيْضًا، فَكَانَ الْعَبَّاسُ ذٰلِكَ الْوَقْتَ عَلٰى جَاهِلِيَّتِهٖ، وَلِهٰذَا إِنْ صَحَّ الْحَدِيثُ لَمْ يَقْبَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِوَايَتَهٗ وَقَالَ لَهٗ : لَمْ أَسْمَعْ، وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهٗ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا

طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ، فَلَوْ كَانَ الْعَبَّاسُ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنْ إِسْلَامِ أَخِيهِ أَبِي طَالِبٍ لَمَا قَالَ هٰذَا، وَلَمَا سَكَتَ عِنْدَ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ، وَلَقَالَ : إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلٰكِنَّ الرَّافِضَةَ قَوْمٌ بُهْتٌ.

''سند ضعیف ہے، اس میں ایک مجہول راوی ہے۔ نیز اس وقت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں تھے، لہٰذا اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ روایت قبول ہی نہیں کی اور فرمایا: میں نے تو نہیں سنا، پھر یہ بات بھی بیان ہو چکی کہ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد کہا تھا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنے چچا کو کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ وہ تو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی خاطر دوسروں سے غصہ ہو جایا کرتے تھے۔ اگر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بھائی (ابو طالب) کے مسلمان ہونے کا علم ہوتا، تو وہ یہ بات نہ کہتے، نہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سننے کے بعد خاموش رہتے کہ ابو طالب جہنم کے بالائی طبقہ میں ہیں۔ وہ ضرور پکار اُٹھتے کہ میں نے تو اُنہیں لا الٰہ الا اللہ کہتے سنا ہے، لیکن کیا کریں کہ رافضی جھوٹے ہیں۔''

(تاریخ الإسلام : 2/151)

④ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي السَّنَدِ مُبْهَمًا لَا يُعْرَفُ حَالُهُ وَهُوَ قَوْلُهُ : «عَنْ بَعْضِ

أَهْلِهِ» وَهٰذَا إِبْهَامٌ فِي الْاِسْمِ وَالْحَالِ، وَمِثْلُهٗ يُتَوَقَّفُ فِيهِ لَوِ انْفَرَدَ وَالْخَبَرُ عِنْدِي مَا صَحَّ لِضُعْفٍ فِي سَنَدِهٖ.

''سند میں ایک مبہم راوی ہے، جس کے حالات معلوم نہیں ہو سکے، جو راوی کے گھر کا کوئی فرد ہے، اس کے نام اور حالات دونوں میں ابہام ہے۔ اس جیسے راوی کی روایت اگر منفرد ہو، تو اس میں توقف کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت سند کے ضعیف ہونے کی بنا پر ثابت نہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 3/123، 125)

⑤ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَنْ لَمْ يُسَمَّ وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَوْ كَانَ طَرِيقُهٗ صَحِيحًا لَعَارَضَهٗ هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي هُوَ أَصَحُّ مِنْهُ فَضْلًا عَنْ أَنَّهٗ لَا يَصِحُّ.

''یہ روایت ایسی سند سے مروی ہے، جس میں ایک راوی کا نام ہی بیان نہیں کیا گیا۔ اس حدیث کی سند اگر صحیح بھی ہو، تو بھی یہ اپنے سے زیادہ صحیح حدیث کے معارض ہے۔ اس کا غیر ثابت ہونا مستزاد ہے۔''

(فتح الباري : 7/184)

⑥ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي سَنَدِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مُبْهَمٌ لَا يُعْرَفُ حَالُهٗ، وَهٰذَا إِبْهَامٌ فِي الْاِسْمِ وَالْحَالِ، وَمِثْلُهٗ يُتَوَقَّفُ فِيْهِ لَوِ انْفَرَدَ.

''اس حدیث کی سند میں ایک مبہم راوی ہے، جس کے حالات معلوم نہیں ہو

سکے۔ نام اور حالات دونوں مجہول ہیں۔ اس جیسے راوی کی روایت اگر منفرد ہو، تو اس میں توقف کیا جاتا ہے۔''

(شرح سنن أبي داوٗد : 172/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

ذَهَبَ بَعْضُ الشِّيعَةِ إِلٰى أَنَّهٗ مَاتَ مُسْلِمًا، وَالَّذِي صَحَّ فِي الْبُخَارِيِّ يُخَالِفُهٗ.

''بعض شیعہ کا کہنا ہے کہ ابو طالب مسلمان ہو کر فوت ہوئے، جبکہ صحیح بخاری کی حدیث اس کے مخالف ہے۔''

(البِناية شرح الهداية : 238/3)

کفر ابی طالب پر قرآنی صراحت اور بہت سی صحیح احادیث کو ترک کر کے ایک ضعیف روایت کو بنیاد بنا کر ان کے ایمان و اسلام کو ثابت کرنا انصاف نہیں۔

❀ اسحاق بن عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قَالَ الْعَبَّاسُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتَرْجُو لِأَبِي طَالِبٍ؟ قَالَ : كُلَّ الْخَيْرِ أَرْجُو مِنْ رَبِّي.

''سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ ابو طالب کے لیے کوئی اُمید رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنے ربّ سے ان کے لیے ہر خیر کی اُمید رکھتا ہوں۔''

(الطّبقات الکبرٰی لابن سعد : 124/1، تاریخ ابن عساکر : 336/66)

روایت ضعیف ہے۔ اسحاق بن عبداللہ بن حارث تابعی ہیں اور بلا واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت بیان کر رہے ہیں، لہٰذا مرسل ہونے کی وجہ سے منقطع اور ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ حِبَّانَ فِي ثِقَاتِ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ، وَمُقْتَضَاهُ عِنْدَهُ أَنَّ رِوَايَتَهُ عَنِ الصَّحَابَةِ مُرْسَلَةٌ .

''امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ تبع تابعین میں ذکر کیا ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی صحابہ کرام سے روایت مرسل ہوتی ہے۔''(تهذيب التّهذيب :210/1)

اس بنیاد پر یہ روایت ''معضل''یعنی دوہری منقطع ہو جائے گی۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) کا یہ فیصلہ بھی سنتے جائیں:

وَقَفْتُ عَلٰى جُزْءٍ جَمَعَهُ بَعْضُ أَهْلِ الرَّفْضِ أَكْثَرَ فِيهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْوَاهِيَةِ الدَّالَّةِ عَلٰى إِسْلَامِ أَبِي طَالِبٍ وَلَا يَثْبُتُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ .

''مجھے ایک ایسا جزء ملا، جسے کسی رافضی نے جمع کیا ہے۔اس میں بہت سی ایسی کمزور روایات ہیں، جو ابوطالب کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(فتح الباري : 148/7)

❀ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سَمِعْتُ أَبَا طَالِبٍ يَقُولُ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : أَنَّ رَبَّهُ بَعَثَهُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَأَنْ يُعْبَدَ اللّٰهُ وَحْدَهُ، وَلَا يُعْبَدَ مَعَهُ غَيْرُهُ، وَمُحَمَّدٌ عِنْدِي الصَّادِقُ الْأَمِينُ .

''میں نے ابو طالب سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے محمد ﷺ نے بیان کیا کہ رب تعالیٰ نے انہیں یہ پیغام دے کر مبعوث کیا کہ صلہ رحمی کی جائے، صرف اللہ کی عبادت کی جائے، نیز کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ محمد کریم ﷺ میرے نزدیک صادق اور امین ہیں۔''

(كَنز الفوائد للكراجكي : 16/4، بِحار الأنوار للمَجلسي : 116/35)

جھوٹ ہے۔

① ابو حسن طاہر بن موسیٰ بن جعفر بن محمد حسینی کی توثیق نہیں۔

② ابو القاسم میمون بن حمزہ حسینی علوی کی معتبر توثیق نہیں۔

③ مزاحم بن عبد الوارث بصری کی توثیق نہیں۔

④ ابو بکر احمد بن عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن ایوب جوہری کی توثیق نہیں۔

⑤ علی بن عبد اللہ جرشی کی توثیق نہیں ملی۔

⑥ اسحاق بن عیسیٰ بن علی بن عبد اللہ کی توثیق نہیں۔

⑦ جعفر بن عبد الواحد بن جعفر ''کذاب و وضاع'' ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو طالب کی میت کو دیکھ کر فرمایا:

وَصَلَتْكَ رَحِمٌ، جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا يَا عَمِّ .

”آپ کو صلہ رحمی کا اجر ملے گا، اے چچا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 259/15، تاریخ ابن عساکر : 250/59)

روایت منکر ہے۔

① احمد بن نصر بن عبد اللہ، ذارع متہم ہے۔

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ نُكْرَةٌ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ بِثِقَةٍ.

”اس کی حدیث میں ایسی نکارت پائی جاتی ہے، جو اس کے غیر ثقہ ہونے کا پتہ دیتی ہے۔“ (تاریخ بغداد : 412/6)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَّهَمٌ، يَأْتِي بِالطَّامَّاتِ، فَلْيُحْذَرْ مِنْهُ.

”یہ متہم ہے، منکر روایات بیان کرتا ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔“

(تاریخ الإسلام : 237/8)

② سعید بن معاذ ابلی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❁ الکامل لابن عدی (۴۲۲/۱)، فوائد تمام (۳۲۵)، جزء ابی العباس العصمی (۳۴) اور العلل لابن الجوزی (۴۲۲/۲) والی سند بھی ضعیف ہے۔ ابراہیم بن عبد الرحمٰن خوارزمی ضعیف ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(سنن الدارقطني : 202/2)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ عَنْ كُلِّ مَنْ رَوٰى لَيْسَتْ بِمُسْتَقِيمَةٍ .

''یہ جس سے بھی روایت کرے، اس کی احادیث مستقیم نہیں ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 422/1)

❁ فوائد تمام (۳۲۶) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔

محمد بن ہارون بن شعیب، ابوعلی دمشقی متہم ہے۔

❁ اس روایت کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 45/1)

❁ ابوالیمان ہوزنی رحمہ اللہ نے یہی روایت مرسل بیان کی ہے۔

(المراسيل لأبي داود : 425)

مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ یہی روایت مکحول شامی رحمہ اللہ نے بھی مرسل بیان کی ہے۔

(مصنّف عبد الرزاق : 9930)

سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) اسلام ابی طالب پر پیش کی جانے والی تمام روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَسَانِيدُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ وَاهِيَةٌ .

''ان احادیث کی سندیں ضعیف ہیں۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة : 199/7)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ شَفَعْتُ لِأَبِي وَأُمِّي وَعَمِّي أَبُو طَالِبٍ وَأَخٍ لِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ .

''جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں اپنے والد، اپنی والدہ، اپنے چچا ابو طالب اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے اپنے ایک بھائی کے لیے شفاعت کروں گا۔''

(فوائد تمّام : 1095)

سند باطل ہے۔ ولید بن سلمہ متروک ووضاع ہے۔

❀ امام ابو القاسم تمام رحمہ اللہ نے اسے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(فوائد تمّام، تحت الرقم : 1095)

ایک قرآنی دلیل :

شیعہ لوگ ابو طالب کی نجات کے بارے میں ایک دلیل قرآنِ کریم کی اس آیت کو بناتے ہیں :

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(الأعراف : ٥٧)

''جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کی نصرت وتائید کی اور آپ پر نازل ہونے والے نور کی پیروی کی، وہی کامیاب ہیں۔''

یہ کہنا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت کی، آپ کے لیے دشمنی مول لے رکھی تھی، لہٰذا وہ فلاح پا گئے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں :

هٰذَا مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ، وَإِنَّا نُسَلِّمُ أَنَّهٗ نَصَرَهٗ وَبَالَغَ فِي ذٰلِكَ، لٰكِنَّهٗ لَمْ يَتَّبِعِ النُّوْرَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهٗ، وَهُوَ الْكِتَابُ الْعَزِيْزُ الدَّاعِي إِلَى التَّوْحِيْدِ، وَلَا يَحْصُلُ الْفَلَاحُ إِلَّا بِحُصُوْلِ مَا رَتَّبَ عَلَيْهِ مِنَ الصِّفَاتِ كُلِّهَا.

''یہ ان کا مبلغ علم ہے! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے نبی ﷺ کی نصرت وتائید کی تھی اور بہت زیادہ کی تھی، لیکن انہوں نے اس نور کی پیروی تو نہیں کی، جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا۔ یہ نور وہ کتاب عزیز (قرآنِ کریم) ہے، جو توحید کی طرف دعوت دیتا ہے۔ کامیابی تو تب ہی حاصل ہوگی، جب اس کے لیے بیان کی گئی تمام صفات حاصل ہوں۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة : 241/7)

تنبیہ: جناب عطاء محمد بندیالوی بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''محققین اہل سنت کے نزدیک حضرت عبدالمطلب موحد تھے، تو عبدالمطلب کے ملت پر ہونا توحید کا اقرار ہے۔''

(تحقیق ایمان ابوطالب، ص:42)

اگر اہل سنت سے مراد اس دَور کے شرک و بدعت میں ڈوبے ہوئے نام نہاد اہل سنت ہیں، تو عجب نہیں، لیکن اگر سلف صالحین کے منہج پر چلنے والے اصلی اہل سنت والجماعت مراد ہیں، تو یہ انتہائی جہالت اور الزام تراشی ہے، کیونکہ عبدالمطلب کا دین، دینِ محمد ﷺ کے سراسر خلاف تھا۔ عبدالمطلب مسلمان نہیں تھے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ كَافِرًا .

''اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ عبدالمطلب کفر پر فوت ہوا۔''

(المَوضوعات :283/1)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

جَدُّ أَبِيهَا : عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ هَاشِمٍ وَكَيْفَ لَا يَكُونُ أَبَوَاهُ وَجَدُّهُ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فِي الْآخِرَةِ، وَكَانُوا يَعْبُدُونَ الْوَثَنَ حَتّٰى مَاتُوا، وَلَمْ يَدِينُوا دِينَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ وَأَمْرُهُمْ لَا يَقْدَحُ فِي نَسَبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ لِأَنَّ أَنْكِحَةَ الْكُفَّارِ صَحِيحَةٌ، أَلَا تَرَاهُمْ يُسْلِمُونَ مَعَ زَوْجَاتِهِمْ فَلَا يَلْزَمُهُمْ تَجْدِيدُ الْعَقْدِ، وَلَا مُفَارَقَتُهُنَّ إِذَا كَانَ مِثْلُهُ يَجُوزُ فِي الْإِسْلَامِ .

''سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔ یہ لوگ مرتے دَم تک بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ انہوں نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دین قبول نہیں کیا تھا۔ البتہ ان کا یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کوئی عیب کا باعث نہیں، کیونکہ کفار کے کیے گئے نکاح درست ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کفار جب اپنی بیویوں سمیت مسلمان ہوتے ہیں، تو ان کو نیا نکاح یا اپنی بیویوں سے جُدائی اختیار نہیں کرنی پڑتی، کیونکہ اسلام میں اس طرح کی صورت جائز ہے۔''

(دلائل النّبوۃ :1/192-193)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے دادا عبد المطلب جاہلیت کے دین پر تھے اور اسی پر وفات ہوئی تھی۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔شیعہ اس کے بالکل برعکس کہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنْ دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ خِلَافًا لِّفِرْقَةِ الشِّيعَةِ فِيهِ وَفِي ابْنِهٖ أَبِي طَالِبٍ .

”مقصود یہ ہے کہ عبدالمطلب اُسی دین جاہلیت پر فوت ہوئے، جس پر وہ قائم تھے۔شیعہ کا اُن کے بارے میں اور اُن کے بیٹے ابو طالب کے بارے میں نظریہ اس کے برعکس ہے۔“(السّیرۃ النّبویّۃ :1/238، 239)

مزید فرماتے ہیں:

صَانَهٗ فِي ابْتِدَاءِ الرِّسَالَةِ بِعَمِّهٖ أَبِي طَالِبٍ إِذْ كَانَ رَئِيسًا مُطَاعًا كَبِيرًا فِي قُرَيْشٍ، وَخَلَقَ اللّٰهُ فِي قَلْبِهٖ مَحَبَّةً طَبِيعِيَّةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَرْعِيَّةً، وَلَوْ كَانَ أَسْلَمَ لَاجْتَرَأَ عَلَيْهِ كُفَّارُهَا وَكِبَارُهَا، وَلٰكِنْ لَمَّا كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ قَدْرٌ مُشْتَرَكٌ فِي الْكُفْرِ هَابُوهُ وَاحْتَرَمُوهُ، فَلَمَّا مَاتَ عَمُّهٗ أَبُو طَالِبٍ، نَالَ مِنْهُ الْمُشْرِكُونَ أَذًى يَسِيرًا .

”رسالت کے ابتدائی دور میں قریش کی بارسوخ شخصیت، سردار اور آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی بدولت حفاظت ہوتی رہی، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے

آپ کی محبت ڈال دی، یہ محبت طبعی تھی، شرعی نہیں تھی۔ وہ اسلام قبول کر لیتے، تو قریش ابو طالب کے ساتھ سخت گیری کا معاملہ کرتے، لیکن ابو طالب شرک وکفر میں کفار مکہ سے قدرے مشترک تھے، اس لیے وہ ان کے احترام اور رعب کی وجہ سے جرأت نہ کر سکے، جب ابو طالب فوت ہو گئے، تو مشرکین نے آپ ﷺ کو کچھ نہ کچھ اذیتیں پہنچانا شروع کر دیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 2/589-590)

❀ نیز جناب عطاء محمد بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''اگر حضرت ابو طالب کے ایمان سے انکار کیا جائے، تو لازم آئے گا کہ کافر کو مومن سے نرم عذاب ہو اور یہ خلاف عدل اور خلاف اجماع ہے۔''

(تحقیق ایمان ابو طالب، ص:44)

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو کہ عدل کے عین موافق ہے، نبی اکرم ﷺ کا ابو طالب کے حق میں سفارش کرنا ثابت ہو گیا ہے۔ آپ کی شفاعت کی وجہ سے اُن کا عذاب ہلکا ہے۔ یہ واحد شخص ہیں، جو ایمان نہ لانے کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حقدار ہوئے ہیں، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ احادیث میں ابو طالب کی استثنا ثابت ہو گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ اگر میں نہ ہوتا، تو ابو طالب جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوتے۔ معاملہ عدل کے منافی تو تب ہوتا جب گناہ یا جرم سے زیادہ سزا دی جاتی۔ اس کے برعکس اگر اللہ تعالیٰ کسی کے عذاب کو اپنے نبی کی شفاعت کی وجہ سے ہلکا کرتا ہے، تو یہ اُس کا فضل وکرم ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ کافروں کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ ابوطالب مومن تھے، اسی لیے اُن کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ابوطالب فوت ہوتے وقت ایمان لائے تھے، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے، تو پھر اُن کو عذاب دینا ہی قرآن وسنت کی تعلیمات اور عدل کے تقاضوں کے منافی ہے، کیونکہ جو ایمان کی حالت میں مرتا ہے، اُسی حالت میں اُٹھایا جاتا ہے۔ جب قرآن وسنت میں اُن کے لیے عذاب ثابت ہو گیا ہے، تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ رہی بات عذاب میں تخفیف کی، تو اس کا معنی یہ ہے کہ ابو طالب کا عذاب بعد میں ہلکا نہیں ہوا، بلکہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی بنا پر شروع سے ہی ہلکا رکھا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کافروں کے عذاب کے ہلکا نہ کیے جانے والا اُصول عام ہے، جبکہ ابوطالب کے عذاب کو ہلکا کیے جانے والا واقعہ خاص ہے۔ جب عام اور خاص میں تعارض ہو، تو اُصول کے مطابق خاص کو مقدم اور عام سے مستثنیٰ خیال کیا جاتا ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ حَسَنَاتِ أَبِي طَالِبٍ صَارَتْ بِمَوْتِهٖ، عَلٰى كُفْرِهٖ هَبَاءً مَّنْثُورًا.

”جب ابو طالب کفر پر فوت ہوئے، تو ان کی نیکیاں (جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیں تھیں،) رائیگاں ہو گئیں۔“

(شُعَب الإيمان: 443/1)

رہی عطاء محمد صاحب کی یہ بات: ”اگر حضرت ابوطالب کے ایمان سے انکار کیا جائے، تو لازم آئے گا کہ کافر کو مومن سے نرم عذاب ہو۔“ تو یہ بندیالوی صاحب کی علمی غفلت ہے، کیونکہ یہ بات تو قرآن وسنت کی روشنی میں طے ہے کہ اگر کسی شخص کے دل

میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوا، تو وہ آخر کار جہنم سے آزادی پا جائے گا، لیکن کفار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ جب بات ایسے ہے، تو کسی مومن کو اگر عارضی طور پر بہت سخت عذاب بھی ہو، تو یہ کسی کافر کے ہمیشہ ہمیشہ کے ہلکے عذاب سے یقیناً کم ہوگا۔

انصاف پسند قارئین ضرور حقیقت کو سمجھ گئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قبول حق کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

شعب ابی طالب:

نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب آپ ﷺ کے سرگرم حمایتی تھے۔ ہر موقع پر آپ کی نصرت کرتے تھے، لیکن شعب ابی طالب میں مسلمانوں کا تین سال تک محصور رہنا ثابت نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ قریش مکہ نے مسلمانوں سے بائیکاٹ کر دیا تھا، بعض مسلمان بھوک کے مارے درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوئے۔

فائدہ:

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی پرورش آپ کے چچا ابو طالب نے کی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی پرورش آپ کے چچا ابو طالب نے نہیں کی۔ اس پر روافض نے چند روایات گھڑ کر عام کر دی ہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کا دودھ پیا تھا؟

جواب: روافض کی کتاب اصول کافی (۱/ ۶۵۸) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کا دودھ پیا تھا۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسے ابو بصیر یحییٰ بن ابی قاسم، علی بن ابی حمزہ وغیرہ نے گھڑا ہے۔

کیا عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک پر مکا مار کر حمل ساقط کرنے کی داستان جھوٹی ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں اس کا ذکر تک نہیں، البتہ ''کتاب سلیم بن قیس'' میں مذکور ہے۔ اس واقعہ سے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت سے دشمنی رکھتے تھے۔

جبکہ سلیم بن قیس ہلالی سے منسوب کتاب جو ''کتاب السقیفۃ'' کے نام سے موسوم ہے، جھوٹی ہے۔ اس میں مذکور باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

① صاحب کتاب سلیم بن قیس ''مجہول'' ہے۔ اہل سنت اور متقدمین شیعہ کی کتب رجال میں اس کی توثیق مذکور نہیں۔ متاخرین شیعہ کی توثیق کا اعتبار نہیں!

❀ شیعہ عالم ابن الغضائری نے لکھا ہے:

كَانَ أَصْحَابُنَا يَقُولُونَ : إِنَّ سُلَيْمًا لَّا يُعْرَفُ، وَلَا ذُكِرَ فِي خَبَرٍ، وَّالْكِتَابُ مَوْضُوعٌ لَا مِرْيَةَ فِيهِ، وَعَلٰى ذٰلِكَ عَلَامَاتٌ فِيهِ تَدُلُّ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ، مِنْهَا مَا ذُكِرَ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعَظَ أَبَاهُ عِنْدَ مَوْتِهٖ، وَمِنْهَا أَنَّ الْأَئِمَّةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ

''ہمارے اصحاب کہتے تھے: سلیم ''مجہول'' ہے، اس کا کسی حدیث میں ذکر تک نہیں ملتا، اس کی کتاب موضوع (جھوٹی) اور ناقابل التفات ہے۔ اس

یں کچھ ایسی باتیں ہیں، جو اس کے جھوٹا ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ مثلاً محمد بن ابو بکر نے اپنے والد کو بہ وقت وفات وعظ و نصیحت کی، ائمہ تیرہ ہیں، وغیرہ۔''

(الرّجال : 1/5)

② کتاب کا راوی ابان بن ابی عیاش ''ضعیف و متروک'' ہے۔

✿ ابن الغضائری نے لکھا ہے:

ضَعِيفٌ، لَّا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ، وَيَنْسُبُ أَصْحَابُنَا وَضْعَ كِتَابِ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ إِلَيْهِ.

''ضعیف اور نا قابل التفات ہے۔ ہمارے اصحاب کے مطابق ''کتاب سلیم بن قیس'' اسی کی گھڑنتل ہے۔'' (الرّجال : 1/4)

شیعہ کتب رجال میں ابان بن ابی عیاش کی توثیق ثابت نہیں، جبکہ اس کتاب کا دارو مدار اسی پر ہے۔

تنبیہ: ابوالعباس احمد بن علی نجاشی (۴۶۰ھ) نے اس کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

...... حَمَّادُ بْنُ عِيسٰى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ الْيَمَانِيِّ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ. (رجال النّجاشي : 1/5)

دراصل اس سند میں ابراہیم بن عمر یمانی اور سلیم بن قیس کے مابین ابان بن ابی عیاش کا واسطہ گر گیا ہے۔ ابراہیم بن عمر کا سلیم بن قیس سے روایت کرنا تعجب خیز ہے!

دوسرے یہ کہ ابراہیم بن عمر شیعہ کتب رجال کے مطابق مختلف فیہ ہے۔ نجاشی نے ''ثقہ'' کہا ہے جبکہ ابن الغضائری نے ''ضعیف''۔

تیسری اہم بات یہ کہ اس سند میں محمد بن علی صیر فی ''ضعیف وکذاب'' ہے۔

❀ شیعہ عالم سید خوئی نے لکھا ہے:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا طَرِيقَ لَنَا إِلٰى كِتَابِ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْمَرْوِيِّ بِطَرِيقِ حَمَّادِ بْنِ عِيسٰى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ عَنْهُ، وَذٰلِكَ فَإِنَّ فِي الطَّرِيقِ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ الصَّيْرَفِيَّ أَبَا سَمِينَةَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ كَذَّابٌ .

''درست یہی ہے کہ ہمارے پاس حماد بن عیسی عن ابراہیم بن عمر عن قیس سند سے مروی ''کتاب سلیم بن قیس'' کا کوئی ثبوت نہیں، کیوں کہ اس سند میں محمد بن علی صیر فی ابوسمینہ ''ضعیف وکذاب'' ہے۔''

(مُعجم رجال الحديث : 235/9)

❀ نجاشی نے محمد بن علی صیر فی ابوسمینہ کے بارے میں لکھا ہے:

ضَعِيفٌ جِدًّا، فَاسِدُ الْاِعْتِقَادِ، لَا يُعْتَمَدُ فِي شَيْءٍ، وَكَانَ وَرَدَ «قُمْ» وَقَدِ اشْتُهِرَ بِالْكَذِبِ بِالْكُوفَةِ .

''سخت ضعیف اور برے عقیدے والا ہے، کسی بھی معاملہ میں معتبر نہیں۔ ''قم'' میں آیا تھا اور کوفہ میں جھوٹا مشہور تھا۔'' (الرجال :234/1)

ثابت ہوا کہ کتاب سلیم بن قیس جھوٹی ہے۔ اس کی ایک ہی سند ہے۔

③ کتاب جھوٹی ہے۔

❀ ابن الغضائری نے لکھا ہے:

فِي الْكِتَابِ مَنَاكِيرُ مُشْتَهَرَةٌ، وَمَا أَظُنُّهُ إِلَّا مَوْضُوعًا .

''اس کتاب میں کئی مشہور منکر باتیں ہیں، میرے مطابق یہ جھوٹی ہے۔''

(الرّجال : 4/8)

❁ شیعہ عالم ابن داؤد حلی (۷۰۷ھ) نے اس کتاب کو ''موضوع (جھوٹی)'' قرار دیا ہے۔ (رجال ابن داود، ص 242)

❁ شیخ مفید شیعہ نے لکھا ہے:

إِنَّ هٰذَا الْكِتَابَ غَيْرُ مَوْثُوقٍ بِهٖ، وَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ عَلٰى أَكْثَرِهٖ، وَقَدْ حَصَلَ فِيهِ تَخْلِيطٌ وَّتَدْلِيسٌ، فَيَنْبَغِي لِلْمُتَدَيِّنِ أَنْ يَجْتَنِبَ الْعَمَلَ بِكُلِّ مَا فِيهِ .

''یہ نا قابل اعتماد کتاب ہے۔ اس کے بیشتر حصے پر عمل جائز نہیں، اس میں تخلیط وتدلیس ہوئی ہے، لہٰذا ایک دین دار اس پر عمل سے مجتنب رہے۔''

(تصحیح العقائد، ص 72)

④ سلیم بن قیس ہلالی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : إِنَّهُمْ بَعَجُوا بَطْنَ فَاطِمَةَ حَتّٰى أُسْقِطَتْ، وَهَدَمُوا سَقْفَ بَيْتِهَا عَلٰى مَنْ فِيهِ، وَأَمْثَالُ هٰذِهِ الْأَكَاذِيبِ الَّتِي يَعْلَمُ مَنْ لَهٗ أَدْنٰى عِلْمٍ وَمَعْرِفَةٍ أَنَّهَا كَذِبٌ، فَهُمْ دَائِمًا يَعْمِدُونَ إِلَى الْأُمُورِ الْمَعْلُومَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ يُنْكِرُونَهَا، وَإِلَى

الْأُمُورِ الْمَعْدُومَةِ الَّتِي لَا حَقِيقَةَ لَهَا يُثْبِتُونَهَا، فَلَهُمْ أَوْفَرُ نَصِيبٍ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ : ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ﴾(الْعَنْكَبُوتُ : ٦٨) فَهُمْ يَفْتَرُونَ الْكَذِبَ وَيُكَذِّبُونَ بِالْحَقِّ.

"بعض روافض کہتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بطن شق کر کے حمل ضائع کر دیا تھا اور گھر کی چھت گرا دی تھی۔ یہ اور ان جیسی دیگر کذب بیانیوں کا بطلان معمولی علم اور سوجھ بوجھ رکھنے والے پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ روافض کا وطیرہ ہے کہ وہ متواتر و معلوم چیزوں کا بڑی آسانی سے انکار کر جاتے ہیں اور معدوم اور بے حقیقت چیزوں کو بانگ دہل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ﴾ (الْعَنْكَبُوتُ : ٦٨) "بھلا اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے، جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو ٹھکرا دے؟" یہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور حق کے انکاری ہیں۔"

(مِنهاج السّنة النّبوية : 4/493)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں مُکّا مار کر حمل ساقط کرنے کا کوئی ثبوت نہیں اور جس کتاب سے یہ روایت پیش کی جاتی ہے، اس کا اپنا وجود محتاج دلیل ہے۔

غمِ حسین

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام کی تاریخ آلام ومصائب سے لبریز ہے، مسلمانانِ امت نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی شہادت اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کی شہادتوں اور وفاتوں کا غم ابھی بھولے نہیں تھے کہ دس محرم الحرام ۶۱ ھ کو نواسۂ رسول، گوشہ بتول، نوجوانانِ جنت کے سردار، گلستانِ رسالت کے پھول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مظلومانہ شہادت کے غم سے دوچار ہونا پڑا۔

مصیبت و پریشانی میں غمناک ہونا اور اشک غم بہانا فطری امر ہے۔ بے صبری، جزع فزع، نوحہ وبین اور سینہ کوبی باتفاق مسلمین حرام اور ممنوع ہے۔ مصائب وآلام پر صبر واستقلال کا مظاہرہ کرنے والوں کی قرآنِ مقدس یوں مدح سرائی کرتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرة: ۲/۱۵۵۔۱۵۷)

''(اے نبی!) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں، وہ لوگ کہ جو مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ''ہم اللہ کے عاجز و درماندہ بندے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' کہتے ہیں، انہی پر رب کریم کی

مغفرت ورحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔‘‘

بے صبری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں؛

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ .

’’وہ ہم میں سے نہیں، جس نے رخسار پیٹے، گریباں پھاڑا اور جاہلی عصبیت کو ہوا دینے والی آواز بلند کی۔‘‘

(صحيح البخاري : 1294، صحيح مسلم : 103)

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَرِيءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ .

’’رسول اللہ ﷺ بوقت مصیبت چیخنے چلانے، سر منڈانے اور گریبان چاک کرنے والیوں سے بری ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 1296، صحيح مسلم : 104)

❀ سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’میری امت کے (بعض) لوگ جاہلیت کے چار کام نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب میں فخر، نسب میں طعن وعیب، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، نوحہ کرنے والی عورت توبہ کے بغیر مر جائے، روز قیامت اسے اٹھایا جائے گا، تو اس پر گندھک کی قمیص اور خارش کی چادر ہوگی۔‘‘

(صحيح مسلم : 934)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم

صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ : مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَّرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ .

''دو قسم کی آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، خوشی کے وقت گانا بجانا اور مصیبت کے وقت نوحہ خوانی۔''

(مسند البزّار : 7513، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَآتِمُ، فَمَمْنُوعَةٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ .

''ماتم کے ممنوع ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(الحوادث والبِدَع، ص 175)

جوں ہی محرم کا چاند نظر آتا ہے، ایک فرقہ بے شمار بدعات، خرافات، ہفوات، ترہات ومنکرات کا ارتکاب کرتا ہے، جیسا کہ ماتم زنی، سینہ کوبی، نوحہ، بین، مرثیہ خوانی کے لیے مجالس ومحافل کا انعقاد، عزاداری، تعزیہ (قبر حسین رضی اللہ عنہ کی شبیہ)، تابوت (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے جنازے کی شبیہ)، تعزیہ اٹھانا (تعزیہ کو امام باڑہ یا تعزیہ خانہ سے گشت کرانے یا دفن کے لیے لے جانا)، تعزیہ کی زیارت، طلب حاجات کے لیے اس کے ساتھ عرضیاں باندھنا، اسے جھک کر سلام کرنا، اس کے سامنے رکوع اور سجدہ کرنا، چومنا چاٹنا، اس پر منت منوتی کے چڑھاوے چڑھانا، بچوں کو اس کے ساتھ بطورِ قیدی باندھنا، کاغذ کی روٹی کتر کر باندھنا، اس کی تزیین وآرائش کرنا، علم عباس نکالنا، آگ پر ماتم کرنا، زنجیروں، ٹوکوں اور

تلواروں سے خود کو لہولہان کرنا، سر پیٹنا، چہرہ پیٹنا، سر پر راکھ ڈالنا، گریبان چاک کرنا، ننگے پاؤں چلنا، پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا، کالا لباس پہننا، سر پر چھلے مارنا، ذوالجناح (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ) نکالنا، اس پر سواری نہ کرنا، بچوں کو اس کے نیچے سے گزارنا، چھ محرم کو علی اصغر کا جھولا نکالنا، سات محرم کو قاسم بن حسن کی مہندی نکالنا، علم عباس، تعزیہ اور ذوالجناح کو سجدہ کرنا، جسے سجدۂ تعظیمی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی نیاز دینا، سلسبیل لگانا، بعض علاقوں میں جلوس کے ساتھ ڈھول، شرنا اور دیگر آلات لہو ولعب لے جانا، مرد و زن کا اختلاط، دسویں محرم کو شامِ غریباں، جھوٹے قصے کہانیاں، بے سند اور من گھڑت روایات کا بیان، قرآن وحدیث کی مخالفت، اللہ اور اس کے رسولوں کی شان میں تنقیص، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض کا اظہار اور ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا انکار اور ان پر تنقید، بعض اہل بیت کی شان میں غلو اور بعض کی شان میں تقصیر، قرآن وحدیث کی باطل تاویلات، اہل سنت والجماعت کی توہین اور ان پر الزام تراشی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر کذب وافترا وغیرہ۔ یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں:

﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ فَرَءَاهُ حَسَنًا فَإِنَّ ٱللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ﴾ (فاطر : ٨)

''جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگا ہے، (کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں؟)، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔''

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۞ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

(الکہف : ۱۸/۱۰۳ـ۱۰۴)

''اے نبی! کہہ دیجیے آپ کو اعمال میں خسارا پانے والوں کی خبر نہ دیں؟ (یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ہی ختم ہوگئی، حالاں کے وہ اپنے تئیں اچھا کر رہے تھے۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

صَارَ الشَّيْطَانُ بِسَبَبِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحْدِثُ لِلنَّاسِ بِدْعَتَيْنِ، بِدْعَةَ الْحُزْنِ وَالنَّوْحِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، مِنَ اللَّطْمِ وَالصُّرَاخِ وَالْبُكَاءِ وَالْعَطَشِ وَإِنْشَاءِ الْمَرَاثِي، وَمَا يُفْضِي إِلٰى ذٰلِكَ مِنْ سَبِّ السَّلَفِ وَلَعْنِهِمْ وَإِدْخَالِ مَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ مَعَ ذَوِي الذُّنُوبِ حَتّٰى يُسَبَّ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ، وَتُقْرَأُ أَخْبَارُ مَصْرَعِهِ الَّتِي كَثِيرٌ فِيهَا كَذِبٌ، وَكَانَ قَصْدُ مَنْ سَنَّ ذٰلِكَ فَتْحَ بَابِ الْفِتْنَةِ وَالْفُرْقَةِ بَيْنَ الْأُمَّةِ، فَإِنَّ هٰذَا لَيْسَ وَاجِبًا وَلَا مُسْتَحَبًّا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ إِحْدَاثُ الْجَزَعِ وَالنِّيَاحَةِ لِلْمَصَائِبِ الْقَدِيمَةِ مِنْ أَعْظَمِ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ.

''شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شیطان لوگوں میں دو طرح کی بدعات پھیلا رہا ہے، ایک دس محرم کے دن غم و نوحہ کی بدعت، یعنی جسم پیٹنا، چیخ و پکار، رونا، پیاسے رہنا، مرثیہ پڑھنا اور اسی طرح کے دیگر اعمال مثلاً سلف صالحین کو گالم گلوچ، ان پر لعن طعن، انہیں شریک جرم باور کرانا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جھوٹے افسانے بیان کرنا۔ یہ کام شروع کرنے والے کا مقصد فتنہ گری اور امت میں تفرقہ پروری تھا۔ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کام نہ واجب ہیں اور نہ مستحب، بلکہ بیتے مصائب پر جزع وفزع اور نوحہ گری اللہ ورسول کے حرام کردہ بڑے گناہوں میں سے ہیں۔''

(منہاج السّنۃ: 2/322-323)

جس طرح یہودی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور نصرانی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کے دعویدار ہیں، لیکن ان کی تعلیمات سے مکمل انحراف برتتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کے مدعی، مگر ان کی تعلیمات اور سیرت و کردار سے یکسر منحرف ہیں، ان کی کتابیں ان کے فضائل و مناقب سے خالی ہیں، مقام افسوس تو یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اہل بیت سے دلی محبت رکھتے ہیں، اس کا اظہار بھی کرتے ہیں، قرآن و حدیث نے ان کا جو مرتبہ و مقام متعین کیا ہے، اسے بلا غلو و تقصیر قبول کرتے ہیں، ان کی کتابیں اہل بیت کے فضائل و مناقب سے بھری پڑی ہیں، اس کے باوجود بعض لوگ اہل سنت سے بغض و عداوت رکھتے ہیں، آخر کیوں؟

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت برحق ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم کے بیان کے مطابق آپ کو اہل کوفہ نے شہید کیا۔ اس وقت کوفہ میں دشمنان صحابہ کے دو بڑے گروہ خوارج اور روافض موجود تھے، جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی جنگ کی اور ان کو شہید کیا۔

بعض لوگ یہ باور کراتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید بن معاویہ رحمہ اللہ نے قتل کیا، یہ بے ثبوت اور بے حقیقت بات ہے۔ یہ دراصل قاتلین حسین رضی اللہ عنہ نے سازش کی کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا خون یزید کے ہاتھوں میں تلاش کیا جائے۔ اس سے ان کو بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ اہل بیت کی دشمنی سے بری ہو گئے۔ اسی کو بنیاد بنا کر امت مسلمہ میں پھوٹ ڈال دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ تاثر دیا کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ میں ان کا ہاتھ ہے، خصوصا وہ صحابہ کرام، جنہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یزید کو قاتل حسین رضی اللہ عنہ قرار دے کر مسلمانوں کی حمایت اور مدارت حاصل کر لی۔ اس کی بنیاد جھوٹ پر تھی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ہرگز ہرگز خروج نہیں کیا، بلکہ آپ کی شہادت مظلومانہ شہادت ہے۔ یہ روافض کی گھڑی ہوئی روایات کا اثر ہے کہ ہمارے حضرات بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو خروج کے پس منظر میں دیکھنے لگتے ہیں، حالاں کہ کوئی صحیح یا حسن سند اس پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ کا کربلا میں کسی سے کوئی معرکہ ہوا ہو، جنگ ہوئی ہو، تیر چلے ہوں، پانی بند ہوا ہو، خواتین کی بے حرمتی ہوئی ہو، بچوں کو نوکِ نیزہ پر چڑھایا گیا ہو، یا آپ نے کوئی فوجیں تیار کی ہوں۔ اسلام کی ثقہ تاریخ میں ایسی باتوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا، حتی کہ دور صحابہ میں بھی ایسی کسی بات کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ سب جھوٹ ہے، جو روافض نے اسلامی تاریخ میں داخل کرنے کی سازش کی ہے۔

صرف اتنا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بے خبری میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کی شہادت باسعادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دے دی تھی۔ ہر مسلمان آپ کی شہادت پر دکھی ہے۔ ہمیں آپ کی شہادت پر وہی انداز اختیار کرنا چاہیے، جو اس وقت صحابہ، اہل بیت رسول اور دیگر مسلمانوں نے اختیار کیا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ جس نے جگر گوشہ رسول کو شہید کیا یا آپ کی شہادت میں معاونت کی یا آپ کی شہادت پر راضی ہوا، اس پر اللہ، فرشتوں اور ساری کائنات کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے نوافل اور فرائض قبول نہ کرے۔

❀ شہر بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ جَاءَ نَعْيُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، لَعَنَتْ أَهْلَ الْعِرَاقِ فَقَالَتْ: قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ، غَرُّوهُ وَذَلُّوهُ، لَعَنَهُمُ اللّٰهُ.

''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی، تو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اہل عراق پر لعنت فرمائی اور فرمایا: اللہ انہیں ہلاک کرے، جنہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر پھانس لیا، اللہ کی لعنت ہو ان (عراقیوں) پر۔''

(مسند الإمام أحمد: 298/6، وسندهٗ حسنٌ)

معلوم ہوا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ نے دھوکہ دے کر بلایا تھا، ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ بے خبری میں آپ رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ شہادت سے دوچار کر دیا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بنیاد پر اہل اسلام سے الگ فرقہ بنا لینا اور کئی ایک ضروریات دین کا انکار کر دینا درست نہیں۔ جو کچھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر کیا جاتا ہے، یہ اسلام کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش اور مجرمانہ سازش ہے۔

ماتم کی شرعی حیثیت:

ماتم جاہلی رسم ہے۔ باتفاق علما بدعت اور حرام ہے۔ اسلام کے اصولوں سے غم کم ہوتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ غیر اسلامی طریقے غم میں اضافہ کرتے ہیں۔

کتنے انبیا علیہم السلام مظلومانہ شہادت سے دوچار ہوئے، بلکہ اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز ہے، تو کیا ہر ایک پر ماتم روا سمجھا جائے گا؟ پھر تو کوئی دن ماتم سے خالی نہ ہوگا!

بعض لوگ حسینی ماتم کرتے ہیں، جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بڑی شہادت ہے، ان پر ماتم کیوں نہیں؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی شہید ہیں۔ ان کا ماتم کوئی نہیں کرتا۔ بے شک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت برحق ہے، انسانی تاریخ کا اندوہ ناک واقعہ ہے، ہر مسلمان کو اس سے دکھ پہنچا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کا ماتم کریں۔ اہل بیت میں سے کسی نے کسی کی شہادت پر ماتم نہیں کیا۔

بعض لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ماتم قرآن سے ثابت ہے، ان سے سوال ہے، کیا علمائے اہل بیت اور علمائے امت نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ ہمارے مطابق نہ صرف پڑھا، بلکہ فہم بھی حاصل کیا، اس پر عمل کیا، اس کی تبلیغ کی۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں کہ ماتم جائز ہے، چہ جائیکہ وہ قرآن سے اس کا ثبوت فراہم کرتے۔ اسلاف امت کے

خلاف کوئی بھی موقف غیر مسموع ہے۔اس پر سہا گہ یہ کہ علمائے امت نے ماتم کو حرام قرار دیا ہے۔ان کے اتفاق واجماع پر اللہ کا ہاتھ ہے۔وہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ہر ایک اہل بیت کے حقوق کا پاسدار تھا، ان سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا، ان کا ادب واحترام واجب سمجھتا تھا۔

❁ علامہ ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَآتِمُ؛ فَمَمْنُوعَةٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ.

''ماتم کے ممنوع ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(الحوادث والبِدَع، ص 175)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اتِّخَاذُ أَمْثَالِ أَيَّامِ الْمَصَائِبِ مَآتِمَ فَهٰذَا لَيْسَ فِي دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ إِلٰى دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ أَقْرَبُ.

''مصیبت کے ایام کو ماتم کے دن بنالینا، مسلمانوں کا دین نہیں، بلکہ یہ جاہلیت کے زیادہ قریب ہے۔'' (اقتضاء الصّراط المستقیم: 131/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ حَمَاقَتِهِمْ إِقَامَةُ الْمَأْتَمِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلٰى مَنْ قَدْ قُتِلَ مِنْ سِنِينَ عَدِيدَةٍ، وَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْمَقْتُولَ، وَغَيْرَهٗ مِنَ الْمَوْتٰى إِذَا فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ بِهِمْ عَقِبَ مَوْتِهِمْ كَانَ ذٰلِكَ مِمَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ، وَرَسُولُهٗ.

''ان کی ایک حماقت ماتم قائم کرنا ہے، اور ان لوگوں پر نوحہ کرنا، جو کئی برس پہلے وفات پا چکے تھے۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ مقتول ہو یا کوئی دوسری میت ہو، ان کی موت کے بعد اس طرح کے کام، اللہ و رسول نے حرام قرار دیئے ہیں۔''

(مِنھاج السّنة :52/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا اتِّخَاذُ الْمَآتِمِ فِي الْمَصَائِبِ وَاتِّخَاذُ أَوْقَاتِهَا مَآتِمَ، فَلَيْسَ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ، وَهُوَ أَمْرٌ لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَحَدٌ مِّنَ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ، وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَلَا مِنْ قَادَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَلَا غَيْرِهِمْ، وَقَدْ شَهِدَ مَقْتَلَ عَلِيٍّ أَهْلُ بَيْتِهٖ، وَشَهِدَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ مَنْ شَهِدَهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، وَقَدْ مَرَّتْ عَلٰى ذٰلِكَ سِنُونَ كَثِيرَةٌ، وَهُمْ مُتَمَسِّكُونَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُحْدِثُونَ مَأْتَمًا، وَلَا نِيَاحَةً، بَلْ يَصْبِرُونَ وَيَسْتَرْجِعُونَ كَمَا أَمَرَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ، أَوْ يَفْعَلُونَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ مِنَ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ عِنْدَ قُرْبِ الْمُصِيبَةِ.

''مصیبت کے اوقات کو ماتم کے دن بنا لینا، اسلام نہیں ہے۔ یہ ایسا کام ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، نہ سابقون الاولون میں سے کسی نے کیا، نہ

تابعین نے، نہ سربراہان اہل بیت نے اور نہ کسی اور نے۔ حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کے اہل بیت موجود تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بھی ان کے اہل بیت موجود تھے، اس پر کئی برس گزر گئے، مگر ان کے اہل بیت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھامے رکھا، انہوں نے ماتم ایجاد نہیں کیا، نہ نوحہ ایجاد کیا۔ بلکہ وہ صبر کرتے تھے، اور اللہ و رسول کے حکم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کیا کرتے تھے۔ یا روتے بھی تو مصیبت کے ابتدائی لمحات میں، غمگین بھی ہوتے، لیکن جائز طریقے کے ساتھ۔''

(حقوق أهل البيت، ص 46)

❁ نیز فرماتے ہیں:

صَارَتْ طَائِفَةٌ جَاهِلَةٌ ظَالِمَةٌ؛ إِمَّا مُلْحِدَةٌ مُنَافِقَةٌ، وَإِمَّا ضَالَّةٌ غَاوِيَةٌ، تُظْهِرُ مُوَالَاتَهُ، وَمُوَالَاةَ أَهْلِ بَيْتِهِ تَتَّخِذُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَوْمَ مَأْتَمٍ.

''ایک جاہل ظالم جماعت ہے، جو یا تو ملحد منافق ہے یا گمراہ بد بخت۔ یہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، انہوں نے یوم عاشوراء کو ''یوم ماتم'' بنا لیا ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ: 200/1، مجموع الفتاویٰ: 307/25)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ غَيْرُ صَوْمِهِ، وَإِنَّمَا الرَّوَافِضُ لَمَّا ابْتَدَعُوا إِقَامَةَ الْمَأْتَمِ وَإِظْهَارَ الْحُزْنِ

يَوْمَ عَاشُورَاءَ لِكَوْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ فِيهِ .

''عاشوراء کے دن سوائے روزے کے رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں، یہ روافض ہیں، جنہوں نے عاشورا کے دن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ماتم اور اظہار غم کی بدعت ایجاد کی۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهداية : 930/2، فتاویٰ شامی:2/418)

❁ کبار علمائے عرب کا فتویٰ ہے:

اَلْأَصْلُ فِيهَا أَنَّهَا عَادَةٌ فِرْعُونِيَّةٌ كَانَتْ لَدَى الْفَرَاعِنَةِ قَبْلَ الْإِسْلَامِ ثُمَّ انْتَشَرَتْ عَنْهُمْ وَسَرَتْ فِي غَيْرِهِمْ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُنْكَرَةٌ لَّا أَصْلَ لَهُ فِي الْإِسْلَامِ يَرُدُّهَا مَا ثَبَتَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .

''اصلا یہ فرعونوں کی عادت رہی ہے، اسلام سے قبل فرعونوں کے یہاں ایسے کام ہوا کرتے تھے، پھر ان سے آگے غیروں تک پھیل گئی۔ یہ منکر بدعت ہے، اس کی اسلام میں کوئی اصل موجود نہیں۔ رسول ﷺ کا فرمان اس کا رد کرتا ہے، جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نیا کام کیا، تو وہ مردود و باطل ہے۔''

(فتاویٰ إسلامية : 312/1)

دنیا میں سب سے پہلا ماتم حسین تین سو باون ہجری (۳۵۲ھ) کو بغداد میں ہوا، اس سے پہلے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم نہیں کیا گیا۔ یہ کیسا دین ہے کہ جس سے تین سو سال تک مسلمان ناواقف رہے۔

اہل سنت والجماعت جب ماتم پر رد کرتے ہیں، تو بعض الناس بطور دلیل یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَفِي دَوْلَتِي، لَمْ أَظْلِمْ فِيهِ أَحَدًا، فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ، وَهُوَ فِي حِجْرِي، ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلٰى وِسَادَةٍ وَّقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَأَضْرِبُ وَجْهِي .

''رسولِ کریم ﷺ کی وفات میرے گھر میں میرے سینے پر ہوئی، اس حوالہ سے میں نے کسی (زوجہ محترمہ) کی حق تلفی نہیں کی (نبی ﷺ برضا میرے گھر میں تشریف لائے) رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، تو آپ میری گود میں تھے، میں نے آپ کا سر مبارک سرہانے پر رکھا اور ناسمجھی وکم عمری کے باعث عورتوں کے ساتھ سینہ اور منہ پیٹنے لگی۔''

(مُسند الإمام أحمد : 274/6، وسندہٗ حسنٌ)

ان کا یہ اقدام لاعلمی کی بنا پر تھا، جن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں، اسی لیے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے اپنی ناسمجھی اور کم عمری کا نتیجہ خیال کر رہی ہیں، ویسے بھی صحابہ کرام کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

(التّوبة : ١٠٠، المُجادلة : ٢٢، البَيِّنَة : ٨)

''اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔''

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

(آل عمران : ١٥٢)

''اللہ نے آپ سے درگزر کیا ہے، اللہ مؤمنوں پر فضل کرنے والا ہے۔''

یاد رہے کہ ائمہ اہل سنت قرآن واحادیث کے دلائل سے بخوبی واقف تھے، ان کے معانی ومفاہیم کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ وہ تمام آیات واحادیث جو بعض حضرات ماتم کے جواز پر پیش کرتے ہیں، ائمہ متقدمین کو ان کا بخوبی علم تھا، لیکن اس کے باوجود ماتم کو حرام کہتے ہیں۔ اگر ان آیات واحادیث سے ماتم کا جواز ثابت ہوتا، تو اسلاف امت ضرور ثابت کرتے۔ ان کا ثابت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث سے ماتم ثابت نہیں۔ اس کے باوجود اگر آج کوئی کتاب وسنت سے ماتم کا جواز ثابت کرے، تو وہ تاویل یا تحریف ہے، حق نہیں۔ نیز وہ زبان حال سے یہ باور کروا رہا ہے کہ اسلاف امت ایسے عقیدہ وعمل سے ناواقف رہ گئے، جس پر یہ بعد والا مطلع ہو گیا۔ جو کہ واضح الحاد ہے۔

ائمہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ وعمل کے خلاف کوئی دلیل نہیں سنی جائے گی، کیونکہ حق وہی ہے، جسے ائمہ اہل سنت نے اختیار کیا۔ ان کا ہر عقیدہ وعمل کتاب وسنت کے دلائل پر قائم ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

امیر مہدی

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ مہدی کا نام محمد بن عبد اللہ ہو گا۔ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، قربِ قیامت پیدا ہوں گے اور وہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کے پھریرے لہرائیں گے۔

ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ مہدی کے بارے میں مروی احادیث متواتر اور صحیح ہیں۔ اہل علم کی تحقیق ملاحظہ ہو:

① حافظ عقیلی رحمہ اللہ (۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْمَهْدِيِّ أَحَادِيْثُ جِيَادٌ .

''مہدی کے بارے میں عمدہ احادیث ہیں۔''

(الضّعفاء الکبیر: 254/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

فِي الْمَهْدِيِّ أَحَادِيثُ صَالِحَةُ الْأَسَانِيدِ .

''مہدی کے بارے احادیث کی سندیں ثابت ہیں۔''

(الضّعفاء الکبیر: 75/2)

② علامہ ابو الحسین محمد بن حسین الآبری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَاسْتَفَاضَتْ بِكَثْرَةِ رُوَاتِهَا عَنِ الْمُصْطَفٰى

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَهْدِيِّ وَأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے متواتر ومشہور روایات مروی ہیں کہ مہدی ظاہر ہوں گے اور وہ نبی کریم ﷺ کے خاندان سے ہوں گے۔''

(مَناقب الشّافعي للآبري، ص 95، تهذيب التّهذيب لابن حَجَر : 144/9، فتح الباري لابن حَجَر : 493/6)

③ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيْثُ قَبْلَهُ فِي التَّنْصِيْصِ عَلٰى خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ أَصَحُّ إِسْنَادًا وَفِيْهَا بَيَانُ كَوْنِهِ مِنْ عِتْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''مہدی کی آمد کے بارے میں مروی گزشتہ احادیث کی سندیں صحیح ہیں۔ان میں وضاحت ہے کہ مہدی خانوادہ نبوت سے ہوں گے۔''

(البَعث والنُّشور، ص 136)

④ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ خُرُوجَ الْمَهْدِيِّ حَقٌّ لَّا شَكَّ فِيهِ وَلَا رَيْبَ، وَأَنَّ خُرُوجَهُ يَكُونُ قَبْلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَقَبْلَ نُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ مہدی کا آنا برحق ہے،جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، نیز اجماع ہے کہ مہدی کا آنا دجال کے خروج اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے

نزول سے پہلے ہوگا۔“

(المَسالك في شرح مؤطأ الإمام مالك : 321/7)

⑤ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَلٰى أَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ عِتْرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَجُوزُ حَمْلُهُ عَلٰى عِيسٰى .

”صحیح متواتر احادیث میں ہے کہ مہدی جناب رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہوں گے، لہٰذا مہدی کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قرار دینا درست نہیں۔“

(تفسير القُرطُبي : 122/8)

⑥ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يُحْتَجُّ بِهَا عَلٰى خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ .

”خروج مہدی کی احادیث صحیح ہیں۔“(مِنهاج السنّة : 95/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ الْمَهْدِيِّ مَعْرُوفَةٌ .

”مہدی کے بارے احادیث مشہور ومعروف ہیں۔“

(مِنهاج السنّة : 95/4)

⑦ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ صِحَاحٌ وَحِسَانٌ وَغَرَائِبُ وَمَوْضُوعَةٌ .

”یہ احادیث چار قسم کی ہیں؛ صحیح، حسن، غریب اور موضوع۔“

(المَنار المُنيف، ص 148)

⑧ علامہ سمہودی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ مَجْمُوعِ مَا ثَبَتَ مِنَ الْأَخْبَارِ أَنَّهٗ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ .

''تمام ثابت احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر مہدی رحمہ اللہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔''

(التّنوير للصّنعاني : 494/10)

⑨ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا ظُهُورُ الْمَهْدِيِّ فِي آخِرِ الزَّمَانِ وَأَنَّه يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا، وَأَنَّهٗ مِنْ عِتْرَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ، مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَثَابِتٌ، وَقَدْ وَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ عَنْ سَيِّدِ الْأَخْيَارِ .

''آخری زمانے میں مہدی کا ظاہر ہونا، زمین کو عدل وانصاف کے ساتھ بھر دینا، جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، ان کا اہل بیت سے ہونا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہونا ثابت ہے، اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری احادیث مروی ہیں۔''

(مِنَحُ الرَّوض الأزهر على الفقه الأكبر، ص 344)

⑩ علامہ محمد برزنجی رحمہ اللہ (۱۱۰۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ أَحَادِيثَ وُجُودِ الْمَهْدِيِّ وَخُرُوجِهٖ آخِرَ

الزَّمَانِ، وَأَنَّهُ مِنْ عِتْرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بَلَغَتْ حَدَّ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ، فَلَا مَعْنٰى لِإِنْكَارِهَا.

''آپ جان چکے ہیں کہ مہدی کے وجود، ان کی قیامت کے قریب آمد اور خاندان نبوت، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہونے کے متعلق احادیث معنوی طور پر متواتر ہیں، جس کا انکار ممکن نہیں۔''

(الإشاعة في أشراط السّاعة، ص 236)

⑪ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ ثُبُوتًا لَّا مِرْيَةَ فِيهِ خُرُوجُ الْمَهْدِيِّ وَتَوَاتَرَ ذٰلِكَ.

''بلاشبہ مہدی کی آمد کا ثبوت یقینی ہے اور تواتر سے ثابت ہے۔''

(التّنوير شرح الجامع الصّغير: 72/2، 446/6، 31/9، 494/10)

⑫ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ الَّتِي وَرَدَتْ بِهَا الْأَخْبَارُ وَتَوَاتَرَتْ فِي مَضْمُونِهَا الْآثَارُ.

''مہدی قیامت کی نشانی ہے، اس بارے احادیث متواتر ہیں۔''

(لَوامِع الأنوار البهيّة: 70/2)

⑬ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِي الْمَهْدِيِّ الْمُنْتَظَرِ مُتَوَاتِرَةٌ.

''مہدی منتظر کے بارے میں وارد احادیث متواتر ہیں۔''

(عَون المَعبود شرح سنن أبي داود للعَظيم آبادي :308/11)

⑭ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

أَلْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي الْمَهْدِيِّ عَلَى اخْتِلَافِ رِوَايَتِهَا كَثِيرَةٌ جِدًّا، تَبْلُغُ حَدَّ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ.

''مہدی کے متعلق وارد احادیث میں اختلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، جو معنوی طور پر حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔''

(الإذاعة لما كان وما يكون بين يَدَيِ السّاعة، ص 112)

⑮ علامہ کتانی رحمہ اللہ (۱۳۴۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْأَحَادِيْثَ الْوَارِدَةَ فِي الْمَهْدِيِّ الْمُنْتَظَرِ مُتَوَاتِرَةٌ.

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہدی منتظر کے بارے وارد احادیث متواتر ہیں۔''

(نَظْم المُتناثر من الحديث المُتَواتر، ص 47)

⑯ علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَاسْتَفَاضَتْ بِكَثْرَةِ رِوَايَتِهَا عَنِ الْمُخْتَارِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَجِيْءِ الْمَهْدِيِّ، وَأَنَّهٗ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ.

''متواتر احادیث ہیں کہ مہدی کی آمد ہوگی اور وہ اہل بیت سے ہوں گے۔''

(الجواب المُقنع المحرّر، ص 30)

یہ تو علمائے کرام اور ائمہ دین کے نزدیک مہدی کے متعلق وارد احادیث کا حال تھا۔

اب ان میں سے چند احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَّطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ رَجُلًا مِّنِّي، أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِي .

''اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی ہوا (اور مہدی نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ اسی دن کو لمبا کر دے گا، حتی کہ میری نسل سے یا میرے اہل بیت سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا، جس کا نام میرے نام پر اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 377/1، 430، سنن أبي داوٗد : 4282، سنن التّرمذي : 2230، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(العِلَل المُتناهية : 378/2)

عاصم بن ابی نجود حسن الحدیث ہے، ائمہ نے اس کی توثیق کی ہے، بے شک آخر عمر میں ان کا حافظہ ذرا کمزور ہو گیا تھا، مگر یہ ساقط الحدیث نہیں ہوئے، البتہ بعض روایات حافظہ میں کمزوری کی وجہ سے منکر اور مضطرب ہوئی ہیں، بعض میں اوہام داخل ہو گئے تھے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَاصِمٌ ثَبْتاً فِي الْقِرَاءَةِ، صَدُوْقاً فِي الْحَدِيْثِ .

''عاصم بن بہدلہ قراءت میں ثبت تھے اور حدیث میں صدوق۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 260/5)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا فِي الْقِرَاءَةِ فَثَبْتٌ إِمَامٌ، وَأَمَّا فِي الْحَدِيثِ فَحَسَنُ الْحَدِيثِ .

''عاصم بن بہدلہ قراءت میں ثبت امام تھے اور فن حدیث میں حسن الحدیث تھے۔''

(تاریخ الإسلام : 435/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِمَامٌ فِي الْقِرَاءَةِ صَدُوقٌ فِي الْحَدِيثِ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي حِفْظِهٖ .

''عاصم قراءت کے امام ہیں، حدیث میں صدوق ہیں، بعض نے ان کے حافظہ پر کلام کیا ہے۔''

(مُوافقة الخُبر الخَبر : 304/2)

عاصم بن بہدلہ کی مذکورہ حدیث ثابت ہے، عاصم سے نیچے سند متواتر ہے۔ عاصم سے یہ روایت سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، زائدہ بن قدامہ، فطر بن خلیفہ، ابو بکر بن عیاش، حماد بن سلمہ، اعمش، عمر بن عبید طنافسی اور عمرو بن ابی قیس رازی جیسے ثقہ ائمہ حدیث نے نقل کی ہے۔

❀ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... حَدِيثُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَشُعْبَةَ، وَزَائِدَةَ، وَغَيْرِهِمْ مِنْ

أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ بَهْدَلَةَ ....

''عاصم بن بہدلہ سے یہ روایت سفیان ثوری، شعبہ، زائد بن قدامہ اور دیگر ائمہ مسلمین نے نقل کی ہے۔''

(المُستدرك على الصّحيحين : 442/4)

کبار ائمہ کا عاصم بن بہدلہ سے روایت لینا دلیل ہے کہ عاصم نے اس روایت میں خطا نہیں کی۔ نیز علل حدیث کے ماہرین نے اس حدیث پر نقد بھی نہیں کیا، بلکہ مسلمانوں نے اس حدیث کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ اس مطابق مہدی کے بارے میں عقیدہ بنایا۔

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ.

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس طائفہ (گروہ) کے امیر (مہدی) کہیں گے: آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے، آپ فرمائیں گے: نہیں، آپ لوگ ایک دوسرے کے امیر و امام ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر اعزاز و اکرام ہے۔''

(صحیح مسلم : 156)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمُ الْمَهْدِيُّ : تَعَالَ صَلِّ بِنَا فَيَقُولُ : لَا إِنَّ بَعْضَهُمْ أَمِيرُ بَعْضٍ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ .

”عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے، تو مسلمانوں کے امیر مہدی کہیں گے: آئیے، ہمیں نماز پڑھائیے، تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: نہیں، امت محمدیہ کے لوگ ہی اس کے امیر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اعزاز بخشا ہے۔“

(المَنار المُنیف لابن القیّم، ص 147، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ . ”یہ سند جید (حسن) ہے۔“

(المَنار المُنیف، ص 148)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَتَكُونُ فِتْنَةٌ يُحَصَّلُ النَّاسُ مِنْهَا كَمَا يُحَصَّلُ الذَّهَبُ فِي الْمَعْدِنِ، فَلَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ، وَسُبُّوا ظَلَمَتَهُمْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْأَبْدَالَ، وَسَيُرْسِلُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ سَيْبًا مِنَ السَّمَاءِ فَيُغْرِقُهُمْ حَتّٰى لَوْ قَاتَلَتْهُمُ الثَّعَالِبُ غَلَبَتْهُمْ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ عِنْدَ ذٰلِكَ رَجُلًا مِنْ عِتْرَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا إِنْ قَلُّوا، وَخَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا إِنْ كَثُرُوا، أَمَارَتُهُمْ أَوْ عَلَامَتُهُمْ

أَمِتْ أَمِتْ عَلٰى ثَلَاثِ رَايَاتٍ يُقَاتِلُهُمْ أَهْلُ سَبْعِ رَايَاتٍ لَيْسَ مِنْ صَاحِبِ رَايَةٍ إِلَّا وَهُوَ يَطْمَعُ بِالْمُلْكِ، فَيَقْتَتِلُونَ وَيُهْزَمُونَ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْهَاشِمِيُّ فَيَرُدُّ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ أُلْفَتَهُمْ وَنِعْمَتَهُمْ، فَيَكُونُونَ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ.

''عنقریب فتنہ نمودار ہوگا۔ لوگ اس سے ایسے کندن بن کر نکلیں گے، جیسے سونا بھٹی میں کندن بنتا ہے۔ تمام اہل شام کو برا بھلا مت کہیں، ہاں ان میں سے ظالموں کو برا بھلا کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اہل شام میں ابدال (نیک لوگ) بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے بارش نازل کرے گا اور ان کو غرق کر دے گا۔ اگر لومڑیوں جیسے بزدل لوگ بھی ان سے لڑیں، تو وہ بھی غالب آ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں سے ایک شخص کو کم از کم بارہ ہزار اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار لوگوں میں بھیجے گا۔ ان کا جنگی شعار أَمِتْ أَمِتْ ہوگا۔ ان کے پاس تین جھنڈے ہوں گے۔ ان سے لڑنے والوں کے پاس سات جھنڈے ہوں گے۔ ساتوں ہی بادشاہت کی طمع رکھتے ہوں گے۔ وہ لڑیں گے اور شکست کھائیں گے، پھر ہاشمی (مہدی) غالب آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو مانوسیت اور آسودگی عطا فرما دے گا۔ وہ دجال کے نکلنے تک یونہی رہیں گے۔''

(المُستدرك للحاكم: 4/596، ح: 8658، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمَهْدِيِّ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هَيْهَاتَ، ثُمَّ عَقَدَ بِيَدِهِ سَبْعًا، فَقَالَ : ذَاكَ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ : اللّٰهَ اللّٰهَ قُتِلَ، فَيَجْمَعُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ قَوْمًا قُزُعًا كَقَزَعِ السَّحَابِ، يُؤَلِّفُ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَا يَسْتَوْحِشُونَ إِلٰى أَحَدٍ، وَلَا يَفْرَحُونَ بِأَحَدٍ، يَدْخُلُ فِيهِمْ عَلٰى عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ، لَمْ يَسْبِقْهُمُ الْأَوَّلُونَ وَلَا يُدْرِكُهُمُ الْآخِرُونَ، وَعَلٰى عَدَدِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ، قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ : قَالَ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ : أَتُرِيدُهٗ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : إِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ هٰذَيْنِ الْخَشَبَتَيْنِ، قُلْتُ : لَا جَرَمَ وَاللّٰهِ لَا أَرِيمُهُمَا حَتّٰى أَمُوتَ، فَمَاتَ بِهَا يَعْنِي مَكَّةَ .

''(ایک دفعہ) ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، آپ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے مہدی کے بارے میں سوال کیا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہریے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے سات کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ آخری زمانہ میں ہوگا، جب ایک شخص پکارے گا: اے اللہ! (پاکیزہ جان کو) قتل کر دیا گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ (مہدی کے خروج کے وقت) کئی متفرق جماعتوں کو مہدی کے لیے اکٹھا کر دے گا، جیسے بادل اکھٹے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں

محبت ومودت پیدا کردے گا، جو نہ کسی سے وحشت زدہ ہوں گے اور نہ کسی کی اندھا دھند محبت کا شکار ہوں گے۔ اس جماعت میں اتنی تعداد میں لوگ جمع ہوں گے، جتنی تعداد (۳۱۳) اصحاب بدر کی تھی، ان کی فضیلت کو نہ پہلے والے حاصل کر سکیں گے اور نہ بعد والوں کے حصہ میں آئے گی، نیز ان کی تعداد اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر ہوگی، جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر عبور کی تھی۔ ابو طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (مجھ سے) محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا آپ مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، تو محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: مہدی کا خروج (خانہ کعبہ میں موجود) ان دوستونوں کے درمیان سے ہوگا۔ میں (ابو طفیل رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! میں موت تک ان ستونوں کے پاس رہوں گا، ان سے جدا نہ ہوں گا۔ (راوی کہتے ہیں:) سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی وفات مکہ میں ہی ہوئی۔''

(المُستدرك للحاكم: 8659، وسندهٗ حسنٌ)

امام غائب:

مہدی کے مقابلہ میں بعض نے ''امام غائب'' بنا رکھا ہے۔ وہ ان کا ''مہدیٔ منتظر'' ہے۔ اس کا نام محمد بن حسن عسکری رکھا ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَهْدِيُّ الَّذِي يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ وَهُوَ أَحَدُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالْأَئِمَّةِ الْمَهْدِيِّينَ وَلَيْسَ بِالْمُنْتَظَرِ الَّذِي تَزْعُمُ

الرَّوَافِضُ وَتَرْتَجِي ظُهُوْرَهٗ مِنْ سِرْدَابٍ فِي سَامُرَّاءَ فَإِنَّ ذَاكَ مَا لَا حَقِيقَةَ لَهٗ وَلَا عَيْنَ وَلَا أَثَرَ.

''اس سے مراد وہ مہدی ہیں، جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ وہ ایک خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ امام ہوں گے۔ ان سے مراد وہ مہدیٔ منتظر نہیں جس کے بارے میں رافضی دعویٰ کرتے ہیں اور سامراء کے ایک مورچے سے اس کے ظہور کے منتظر ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ اس کے بارے میں کوئی روایت واثر ہی موجود ہے۔''

(النّهاية في الفِتَن والمَلاحِم :49/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ وَيَكُوْنُ ظُهُوْرُهٗ مِنْ بِلَادِ الْمَشْرِقِ لَا مِنْ سِرْدَابِ سَامُرَّاءَ كَمَا تَزْعُمُهٗ جَهَلَةُ الرَّافِضَةِ مِنْ أَنَّهٗ مَوْجُوْدٌ فِيْهِ الْآنَ وَهُمْ يَنْتَظِرُونَ خُرُوجَهٗ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، فَإِنَّ هٰذَا نَوْعٌ مِنَ الْهَذَيَانِ وَقِسْطٍ كَثِيرٍ مِنَ الْخِذْلَانِ وَهَوَسٌ شَدِيدٌ مِنَ الشَّيْطَانِ إِذْ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ وَلَا بُرْهَانَ لَا مِنْ كِتَابٍ وَلَا مِنْ سُنَّةٍ وَلَا مِنْ مَعْقُوْلٍ صَحِيْحٍ وَلَا اسْتِحْسَانٍ.

''مہدی نکلیں گے۔ ان کا ظہور مشرق کے علاقے سے ہوگا، نہ کہ سامراء کے مورچے سے، جاہل رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ مہدی اس غار میں موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں ان کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ ایک قسم کی بے وقوفی،

بہت بڑی رسوائی اور شیطان کی طرف سے شدید ہوس ہے، کیونکہ اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں، قرآن سے نہ سنت رسول سے، عقل سے اور نہ استحسان (قیاس) سے۔"

(النّهاية في الفِتَن والمَلاحِم :1/55)

❁ مزید فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِ اثْنَي عَشَرَ خَلِيفَةً عَادِلًا وَلَيْسُوا هُمْ بِأَئِمَّةِ الشِّيعَةِ الْاِثْنَي عَشَرَ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنْ أُولٰئِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ مِنْ قُرَيْشٍ، يَلُونَ فَيَعْدِلُونَ، وَقَدْ وَقَعَتِ الْبِشَارَةُ بِهِمْ فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مُتَتَابِعِينَ، بَلْ يَكُونُ وُجُودُهُمْ فِي الْأُمَّةِ مُتَتَابِعًا وَمُتَفَرِّقًا، وَقَدْ وُجِدَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلَى الْوَلَاءِ، وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَهُمْ فَتْرَةٌ، ثُمَّ وُجِدَ مِنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَدْ يُوجَدُ مِنْهُمْ مَن بَقِيَ فِي وَقْتٍ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يُطَابِقُ اسْمُهُ اسْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْيَتُهُ كُنْيَتَهُ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا.

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ عادل خلیفہ ضرور ہوں گے۔ ان سے مراد شیعوں کے بارہ امام نہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر کے پاس کوئی حکومت تھی ہی نہیں، جبکہ جن بارہ خلفا کا حدیث میں ذکر ہے، وہ قریش سے ہوں گے، جو حاکم بن کر عدل کریں گے۔ ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں بھی بشارت موجود ہے۔ پھر ان کا پے در پے آنا ضروری نہیں، بلکہ امت میں ان کا وجود پے در پے بھی ہوگا اور وقفے وقفے سے بھی۔ ان میں سے چار پے در پے آئے۔ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے بعد وقفہ ہوا اور پھر جتنے اللہ نے چاہے آئے، ان میں سے جتنے باقی ہیں، وہ اللہ کے علم میں وقت مقررہ پر ضرور آئیں گے۔ انہی میں سے مہدی ہوں گے، جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور کنیت آپ کی کنیت پر ہوگی۔ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/568-569، تحت سورۃ النّور : 55)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ان بارہ خلیفوں کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انہی میں سے مہدی ہوں گے، جن کے بارے میں احادیث ہیں کہ ان کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے مطابق (محمد) اور ان کے والد کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام کے مطابق (عبداللہ) ہوگا۔ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ مہدی سے مراد وہ امام منتظر نہیں، جس کے بارے میں

رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اب موجود ہے اور سامراء کے مورچے سے اس کا ظہور ہوگا۔ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس کا قطعاً کوئی وجود ہے، بلکہ یہ گندی ذہنیت کی ہوس اور کمزور خیالات کا وہم ہے۔ ان بارہ خلفا سے مراد وہ بارہ امام نہیں، جن کا اثنا عشری رافضی اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ تورات میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے بارہ عظیم لوگ پیدا کرے گا۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں، جن کا ذکر سیدنا ابن مسعود اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ یہودیت سے توبہ کر کے اسلام لانے والے بعض جاہل لوگوں سے جب کوئی شیعہ ملتا ہے، تو وہ ان کو دھوکا دیتا ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت اور بے وقوفی کی بنا پر شیعہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث کے بارے میں کم علم ہوتے ہیں اور ان کو ایسی تلقین کرنے والے بھی۔''

(تفسیر ابن کثیر : 504/3، تحت سورة المائدة : 12)

❁ مزید فرماتے ہیں:

''جن بارہ اماموں کے بارے میں روایات منقول ہیں، وہ سارے قریشی ہوں گے، ان سے مراد وہ بارہ نہیں، جن کی امامت کا دعویٰ رافضی کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی ہے، نیز ان کے گمان کے مطابق آخری مہدی منتظر ہوگا، جو سامراء کے پہاڑوں میں روپوش ہے، جس کا کوئی وجود اور نام ونشان نہیں

ہے، بلکہ حدیث میں جن بارہ ائمہ کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد خلفائے اربعہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اورسیدنا علی رضی اللہ عنہم نیز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں، ائمہ اہل سنت کا بارہ اماموں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

(البِداية والنّهاية : 278/6)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّافِضَةُ الْإِمَامِيَّةُ : فَلَهُمْ قَوْلٌ رَابِعٌ : وَهُوَ أَنَّ الْمَهْدِيَّ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيُّ الْمُنْتَظَرُ مِنْ وَلَدِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَا مِنْ وَلَدِ الْحَسَنِ الْحَاضِرُ فِي الْأَمْصَارِ الْغَائِبُ عَنِ الْأَبْصَارِ الَّذِي يُورِثُ الْعَصَا وَيَخْتِمُ الْفَضَا دَخَلَ سِرْدَابَ سَامَرَّاءَ طِفْلًا صَغِيرًا مِنْ أَكْثَرَ مِنْ خَمْسِ مِئَةٍ سَنَةٍ فَلَمْ تَرَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَيْنٌ وَلَمْ يُحَسَّ فِيهِ بِخَبَرٍ وَلَا أَثَرٍ وَهُمْ يَنْتَظِرُونَهُ كُلَّ يَوْمٍ يَقِفُونَ بِالْخَيْلِ عَلٰى بَابِ السِّرْدَابِ وَيَصِيحُونَ بِهٖ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْهِمْ أُخْرُجْ يَا مَوْلَانَا لَاحتج يَا مَوْلَانَا ثُمَّ يَرْجِعُونَ بِالْخَيْبَةِ وَالْحِرْمَانِ فَهٰذَا دَأْبُهُمْ وَدَأْبُهُ .

وَلَقَدْ أَحْسَنَ مَنْ قَالَ :

مَا آنَ لِلسِّرْدَابِ أَنْ يَلِدَ الَّـذِي كَلَّمْتُمُوهُ بِجَهْلِكُمْ مَّا آنَـا

فَعَلٰى عُقُولِكُمُ الْعَفَاءُ، فَإِنَّكُمْ ثَلَّثْتُمُ الْعَنْقَاءَ وَالْغِيْلَانَا

وَلَقَدْ أَصْبَحَ هٰؤُلَاءِ عَارًا عَلٰى بَنِي آدَمَ وَضُحْكَةً يَسْخَرُ مِنْهَا كُلُّ عَاقِلٍ.

''امامی رافضیوں کی چوتھی بات یہ ہے کہ مہدی کا نام محمد بن حسن عسکری ہے، جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ وہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل سے ہے، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل سے نہیں۔ وہ آبادیوں میں موجود ہے، لیکن آنکھوں سے اوجھل ہے۔ عصا کا وارث ہے، خلا کو پُر کرے گا، وہ چھوٹا سا تھا، جب سامراء کے مورچے میں داخل ہوا تھا۔ یہ پانچ سو سال (اور اب سے کوئی بارہ سو سال) پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد نہ کسی آنکھ نے اسے دیکھا، نہ اس کے بارے میں کوئی خبر ملی، نہ کوئی نشان ملا۔ امامی شیعہ ہر روز گھوڑے لے کر مورچے کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتے ہیں اور اسے آوازیں لگاتے ہیں کہ اے ہمارے مولیٰ تو نکل، اے ہمارے مولا تو نکل۔ پھر وہ ناکامی و نامرادی کے ساتھ واپس لوٹ جاتے ہیں۔ یہ ان کی اور ان کے امام منتظر کی روداد ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَا آنَ لِلسِّرْدَابِ أَنْ يَّلِدَ الَّذِي كَلَّمْتُمُوهُ بِجَهْلِكُمْ مَّا آنَا

فَعَلٰى عُقُولِكُمُ الْعَفَاءُ، فَإِنَّكُمْ ثَلَّثْتُمُ الْعَنْقَاءَ وَالْغِيْلَانَا

ابھی وقت نہیں آیا، ابھی وقت نہیں آیا کہ مورچے سے وہ شخص نمودار ہو، جس سے تم اپنی جہالت کی بنا پر باتیں کرتے ہو۔ تمہاری عقلوں پر مٹی پڑ گئی ہے اور

تم عنقاء اور غیلان (عربوں کے ہاں دو وہمی و خیالی چیزوں) کو تین کر رہے ہو۔ یہ لوگ بنی آدم کے لیے باعث عار ہیں، کوئی صاحب عقل و بینش ان کی بیوقوفی پر ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

(المَنار المُنیف، ص 153)

عنقاء وہ پرندہ ہے، جس کا نام لیا جاتا ہے، لیکن وجود نہیں ملتا۔ اسی طرح غیلان چڑیل کو کہتے ہیں، جس کا نام تو ہے، لیکن وجود کوئی نہیں، اسی طرح شیعوں کے مہدی اور امام غائب کا نام ہی ہے، وجود کوئی نہیں۔

❀ علامہ زبیدی رحمہ اللہ (۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلسِّرْدَابِيَّةُ؛ قَوْمٌ مِنْ غُلَاةِ الرَّافِضَةِ يَنْتَظِرُونَ خُرُوجَ الْمَهْدِيِّ مِنَ السِّرْدَابِ الَّذِي بِالرَّيِّ، فَيُحْضِرُونَ لِذٰلِكَ فَرَسًا مُسْرَجًا مُلْجَمًا فِي كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ بَعْدَ الصَّلَاةِ قَائِلِينَ : يَا إِمَامُ، بِاسْمِ اللّٰهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

''سردابیہ وہ غالی رافضی ہیں، جو انتظار کر رہے ہیں کہ مہدی علاقہ ''رے'' میں ایک غار سے نکلے گا، وہ ہر جمعہ نماز کے بعد اس کے لیے ایک زین اور لگام والا گھوڑا لے کر حاضر ہوتے ہیں اور تین مرتبہ کہتے ہیں: اے امام! اللہ کے نام سے (باہر تشریف لائیے!)''

(تاج العُروس : 3/57)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَّبَعَثَ اللّٰهُ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَمْلَأُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا .

''اگر زمانے کا ایک دن بھی باقی رہ گیا (اور مہدی نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو ضرور بھیجے گا، جو ظلم سے بھری زمین کو عدل سے بھر دے گا۔''

(مسند الإمام أحمد: 90/1، سنن أبي داوٗد: 4283، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَيَضْرِبَهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوا إِلَى الْحَقِّ ....

''قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک امت محمدیہ پر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص حاکم نہ بن جائے، جو ان سے لڑتا رہے گا، تا آنکہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔''

(المَطالب العالية لابن حجَر: 4486، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ، وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ .

''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا، جب عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔''

(صحيح البخاري: 3449، صحيح مسلم: 155)

❁ الاسماء والصفات للبیہقی (٨٩٥) میں الفاظ ہیں:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے، لیکن بخاری و مسلم میں مِنَ السَّمَاءِ کے الفاظ موجود نہیں، بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زائد آ گئے ہیں اور اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ ایک ہی روایت کے متن میں ایک جگہ اختصار اور دوسری جگہ تفصیل بیان کر دی جاتی ہے، یہ طریق محدثین میں شائع ہے، اس کی سند بخاری و مسلم والی ہی ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَمْتَلِئَ الْأَرْضُ ظُلْماً وَّعُدْوَاناً، قَالَ: ثُمَّ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ عِتْرَتِي، أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَمْلَؤُهَا قِسْطاً وَّعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَّعُدْوَاناً.

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک زمین ظلم وزیادتی کے ساتھ بھر نہ جائے۔ پھر میری نسل یا میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا، جو زمین کو اسی طرح عدل و انصاف کے ساتھ بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم و زیادتی کے ساتھ بھری ہوئی تھی۔“

(مُسند الإمام أحمد: 36/3، وسندهُ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٨٢٣) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک: ٥٥٧/٤) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ ایک روایت میں ہے:

يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ . ''مہدی سات سال حکومت کریں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 17/3، صحيح ابن حِبّان : 6826، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ خُلَفَائِكُمْ خَلِيفَةٌ يَحْثُو الْمَالَ حَثْيًا، لَا يَعُدُّهٗ عَدَدًا .

''تمہارے خلفا میں سے ایک خلیفہ (مہدی) ہو گا، جو (رعایا پر) بے دریغ مال خرچ کرے گا اور مال کو شمار نہیں کرے گا۔''

(صحيح مسلم : 2914)

❁ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَهْدِيَّ لَا يَخْرُجُ حَتّٰى تُقْتَلَ النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ فَإِذَا قُتِلَتِ النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ غَضِبَ عَلَيْهِمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ فَأَتَى النَّاسَ الْمَهْدِيُّ فَزَفُّوهُ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوسُ إِلٰى زَوْجِهَا لَيْلَةَ عُرْسِهَا وَهُوَ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا وَتُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا وَتُمْطِرُ السَّمَاءُ مَطَرَهَا وَتَنْعَمُ أُمَّتِي فِي وِلَايَتِهٖ نِعْمَةً لَمْ تَنْعَمْهَا قَطُّ .

''مہدی اسی وقت نکلے گے، جب ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ جب اسے قتل کر دیا جائے گا، تو زمین و آسمان والے سیخ پا ہو جائیں گے۔ لوگ مہدی کے پاس آئیں گے اور ان کی طرف ایسے لپکیں گے، جیسے

پہلی رات دلہا دلہن کی طرف لپکتا ہے۔ مہدی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، زمین سے انگوریاں پھوٹیں گی اور آسمان سے بارشیں برسیں گی۔ آپ کی حکومت میں لوگ اس قدر فراوانی نعمت حاصل کر لیں گے کہ پہلے کبھی حاصل نہ کی ہوگی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 198/15، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّودَ خَرَجَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوهَا وَلَوْ حَبْوًا، فَإِنَّ فِيهَا خَلِيفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ .

''جب آپ خراسان کی جانب سے سیاہ رنگ کے جھنڈے نکلتے دیکھیں، تو ان میں شامل ہو جائیں، اگرچہ گھٹنوں کے بل ہی آنا پڑے، کیونکہ اس میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔''

(المُستدرك على الصّحيحين للحاكم : 502/4، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ أَنْتُمْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِالْمَهْدِيِّ .

''اہل کوفہ! مہدی کی وجہ سے آپ سب سے زیادہ خوش بخت ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32454، وسندهٗ حسنٌ)

مہدی خراسان کی طرف سے آئے گا، جو کوفہ کے قریب علاقہ ہے، اسی وجہ سے اہل کوفہ کو خوش خبری دی گئی ہے۔

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَهْدِيُّ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهُوَ الَّذِي يَؤُمُّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ .

''مہدی اس امت میں سے ہوں گے اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو امامت کروائیں گے۔''

((مصنّف ابن أبي شيبة : 197/15، وسندهٗ صحيحٌ)

ان تمام احادیث کے خلاف رافضیوں کا کہنا ہے کہ مہدی کا نام محمد بن حسن عسکری ہے۔ وہ اسے پکارتے ہوئے کہتے ہیں:

يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ، الْغَوْثَ الْغَوْثَ، أَدْرِكْنِي أَدْرِكْنِي أَدْرِكْنِي .

روافض اپنے مہدی کو نام سے پکارنا جائز نہیں سمجھتے، **بلکہ اسے مختلف القابات سے** پکارتے ہیں، وہ اسے الْمَهْدِيُّ، الْقَائِمُ، الْمُنْتَظَرُ، صَاحِبُ الزَّمَانِ، صَاحِبُ الْأَمْرِ وَالْحَاجَةِ وَالْخَاتَمِ اور صَاحِبُ الدَّارِ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اسے **قمہ** بھی کہا جاتا ہے۔

(رَوضة الكافي للكُلَيني، ص 195)

ان کے نزدیک مہدی کا نام لینا جائز نہیں۔

❀ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے:

لَا يَحِلُّ ذِكْرُهٗ بِاسْمِهٖ .

''مہدی کا نام لے کر اس کا ذکر کرنا جائز نہیں۔''

(أصول الكافي : 333/1، الإرشاد، ص 394، إكمال الدّين لابن بابوَيه، ص 608)

جو شیعہ مہدی کا نام لے وہ کافر ہو جاتا ہے، کہتے ہیں:

صَاحِبُ هٰذَا الْأَمْرِ، لَا يُسَمِّيْهِ بِاسْمِهِ إِلَّا كَافِرٌ.

''صاحب ہذاالامر کا نام کافر ہی لیتا ہے۔''

(أصول الكافي :333/1)

اگر کہیں مہدی کا نام لکھنا پڑے، تو شیعہ اس کا نام حروف مقطعات کے ساتھ لکھتے ہیں، مثلاً م ح م د۔ (محمد) (أصول الكافي :329/1)

شیعہ اپنے مہدی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ۲۵۵ھ میں اس کی ولادت ہوئی اور ۲۶۰ھ میں وہ غائب ہوگیا۔ کہتے ہیں:

يَشْهَدُ الْمَوْسِمَ، فَيَرَاهُمْ، وَلَا يَرَوْنَهٗ.

''مہدی حج کے لیے آتا ہے اور لوگوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے، لیکن وہ اسے نہیں۔''

(أصول الكافي :337/1-338۔ الغيبة للنعماني، ص 116)

❀ فیض کاشانی شیعہ (۱۰۹۱ھ) نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے:

لَوْ قَامَ قَائِمُنَا رَدَّ الْحُمَيْرَاءَ عَائِشَةَ حَتّٰى يَجْلِدَهَا الْحَدَّ.

''اگر ہمارا مہدیٔ منتظر آ گیا، تو وہ حمیراء عائشہ کو قبر سے واپس نکال کر اس پر حد قائم کرے گا۔''

(التّفسير الصّافي : 359/3، نور اليقين للمجلسي : ص 347)

نعوذ باللہ! کتنے خبیث اور بدباطن ہیں یہ لوگ، جو نبیٔ طاہر ومطہر ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر بھی کیچڑ اچھالنے سے باز نہیں آتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں بیان کر دی، لیکن یہ لوگ ان پر حد قائم کرنے کا سوچتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ (النحل : ١٠٥)

''جھوٹ وہی گھڑتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور یہی جھوٹے ہیں۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِمْ أَحَدٌ يَعْرِفُهٗ لَا بِعَيْنِهٖ، وَلَا صِفَتِهٖ لٰكِنْ يَقُولُونَ : إِنَّ هٰذَا الشَّخْصَ الَّذِي لَمْ يَرَهٗ أَحَدٌ، وَلَمْ يُسْمَعْ لَهٗ خَبَرٌ هُوَ إِمَامُ زَمَانِهِمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ هٰذَا لَيْسَ هُوَ مَعْرِفَةً بِالْإِمَامِ.

''ان میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہیں، نہ اسے کسی نے دیکھا ہے، نہ اس کی کوئی صفت کسی کو معلوم ہے، بلکہ کہتے ہیں کہ وہ ایسا شخص ہے، جسے کسی نے دیکھا نہیں، نہ اس کی کوئی خبر سنی ہے۔ وہ ان کا امامِ زمان ہے حالانکہ معلوم ہے کہ یہ امام کی پہچان نہیں ہے۔''

(مِنهاج السّنة النّبويّة :1/114)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''مجموعی طور پر رافضیوں کی جہالت کی کوئی انتہا نہیں، اے اللہ! ہمیں سیدنا محمد اور آپ کی آل کی محبت میں موت عطا فرما، روافض کا جو عقیدہ امام منتظر کے بارے میں ہے، یہ نظریہ مسلمان سیدنا علی رضی اللہ عنہ، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق رکھیں، تب بھی جائز نہیں ہے، نہ یہ عقیدہ رکھنا جائز ہے، نبی کریم

نے فرمایا: میرا مقام اس طرح مت بڑھانا، جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے مقام میں غلو کیا تھا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، چنانچہ آپ یہی کہنا: اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہوں۔ رافضی امام منتظر اور ان کے آبا و اجداد کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس، اول و آخر، ما کان (جو پہلے ہو چکا ہے) اور ما یکون (جو بعد میں ہونے والا ہے) کا علم ہے، اس میں وہ کبھی غلطی نہیں کرتے، وہ غلطی اور سہو سے معصوم ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا سوال کرتے ہیں، نیز ہم جھوٹی دلیلوں اور سچائی کی تردید سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ شیعہ کا وطیرہ ہے۔''

(تاریخ الإسلام: 398/6)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ رافضی انتہائی کذب بیانی سے کام لیتے ہیں، وہ لوگ ایسی احادیث و مقالات اور ایسے مذاہب و حکایات نقل کرتے ہیں اگر ان سے مطالبہ کیا جائے کہ کس نے اس کو ذکر یا نقل کیا ہے، تو ان کے پاس بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں، جس کی طرف رجوع کریں، نہ ہی وہ کسی نقل کرنے میں معروف و صدوق عالم کا نام لے سکیں گے، بلکہ زیادہ سے زیادہ جس پر وہ اعتماد کرتے ہیں وہ یہ کہہ دیں گے کہ اس پر جماعت ''حقہ'' کا اجماع ہے، حالانکہ وہ جماعت حقہ کے مخالف ہیں، ان کے نزدیک جو جماعت حقہ ہے، اس کے علاوہ وہ تمام اُمت کو کافر کہتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں ان کی جماعت اس لئے حق پر ہے کیونکہ ان میں امام معصوم ہے،

رافضی امامیہ اثنا عشرہ کے نزدیک امام معصوم وہ ہے جو ان کے خیال میں اپنے باپ کی وفات کے بعد ۲۶۰ھ میں رات کی تاریکی میں سرنگ میں داخل ہو گیا تھا، وہ آج تک غائب ہے، اس کے حالات کسی کو معلوم نہیں، کسی آنکھ نے اسے دیکھا نہ اس کے پاؤں کے نشانات۔

اہل بیت کے انساب کے ماہرین علما فرماتے ہیں کہ حسن بن علی عسکری کی نسل میں سے پیچھے کوئی نہ ہے (ان کی نسل آگے نہیں چلی) اس بات میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ نہیں کہ تمام اہل عقل وخرد اس طرح کے قول اور امامت و معصومیت کے دعویٰ کو انتہائی احمقانہ اور بے وقوفانہ قرار دیتے ہیں، یہ ایک ایسا دعویٰ اور قول ہے جسے بے وقوف ترین، جاہل مطلق اور پَر لے درجہ کے گمراہ شخص کے علاوہ کوئی انسان اپنی ذات کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ ہمارا مقصد یہاں صرف جہلا اور گمراہ لوگوں کے مقولات و منقولات کی جنس بیان کرنا ہے، یہ رافضی، جاہل اور گمراہ کہتے ہیں کہ امام منتظر مختلف اقوال کی روشنی میں اپنے باپ حسن بن علی عسکری کی وفات کے وقت دو یا تین یا پانچ سال کی عمر میں تھا، قرآن مجید، احادیث متواتر اور اجماع امت کے دلائل کی روشنی میں طے شدہ بات ہے کہ اس قدر چھوٹے بچے کی ذاتی پرورش اور مال کی حفاظت کیلئے کسی دوسرے شخص کی ولایت ونگرانی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ بچہ بذات خود کسی دوسرے کے تحت حضانت وکفالت کا مستحق ہے، اس کی ذات اور مال کی کڑی نگرانی اور نگاہ رکھنے والا ہونا ضروری ہے، سات سال تک تو بچے کو نماز کا حکم بھی نہیں دیا جاتا، جب وہ دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے، تو اس کو اس عمل کے کرنے کیلئے تادیباً سزا دی جائے، اس قدر چھوٹا بچہ کیسے امام معصوم بن سکتا ہے؟، نیز تمام دینی معلومات حاصل کر سکتا ہے اور اس پر ایمان لائے

بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا ہے؟

پھر اس امام منتظر کا وجود، اس کی امامت اور معصومیت کو تسلیم کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر واجب ہے کہ وہ ایسے شخص کی اطاعت کریں جو ان کے اندر موجود ہو، وہ ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے کا حکم دے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے منع کردہ اُمور سے منع کرے، جب لوگوں نے اس کو دیکھا ہی نہیں، اس کی کلام سنی ہی نہیں اور لوگوں کے پاس اس کے حکم کردہ احکامات اور منع کردہ امور معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں لوگوں کو اس کی اطاعت کا مکلّف ٹھہرانا جائز نہیں ہے، جب اس نے ان کو کسی چیز کا حکم نہیں دیا، جو انہوں نے سنا ہو اور معلوم کیا ہوا، جو شخص حکم نہیں دیتا، اس کی اطاعت عقلی و ذاتی طور پر ممتنع ہے، اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس نے حکم دیا ہے، لیکن لوگوں تک اس کا حکم پہنچا نہیں، نہ ہی لوگ اس کے حکم کا علم حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو وہ لوگ عاجز ہیں، اس کے حکم کی اطاعت کیلئے اس حکم کے علم پر قدرت رکھنا شرط ہے، کیونکہ وہ ''تکلیف مالا یطاق'' کے منع ہونے کے مؤقف میں سخت ہیں کیونکہ وہ تقدیر اور صفات باری تعالیٰ میں معتزلہ کے ہم مذہب ہیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ وہ امام منتظر ان لوگوں کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے امام منتظر کو ظاہر ہونے سے ڈرا رکھا ہے تو ان کو یہ جواب دیا جائے گا: تم اپنا یہ مؤقف ثابت کرو کہ امام منتظر کے دشمنوں نے تو اس کو نمودار ہونے سے ڈرایا ہے مگر اس کے مریدوں اور محبت کرنے والے لوگوں کا کیا گناہ ہے، ان کو اس پر ایمان لانے کا کیا فائدہ! وہ ان کو کوئی چیز بھی نہیں سکھاتا اور کسی چیز کا حکم بھی نہیں دیتا، جبکہ اس پر اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینا واجب ہے تو

اس کیلئے تقریباً چار صد پچاس سال کا لمبا عرصہ غائب رہنا کیسے جائز ہے، کونسی چیز نے اسے اس قدر غائب رہنے کا جواز فراہم کر رکھا ہے، جبکہ اس کے آباؤ اجداد سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم، علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد اور حسن بن علی عسکری رحمۃ اللہ علیہم اپنی وفات سے پہلے عوام الناس میں موجود رہے۔

درج بالا سطور میں ذکر کردہ ائمہ کرام لوگوں میں موجود رہے، لوگوں کے اجتماعات میں شرکت کی، لوگوں نے سیّدنا علی، سیّدنا حسن، سیّدنا حسین رضی اللہ عنہم، علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہم سے اکتساب علم کیا جو کہ علما کے نزدیک مشہور ہے، باقی لوگوں کی معروف سیرتیں اور واضح حالات ہیں تو امام منتظر کی آخر کیا مجبوری ہے کہ اس نے چار سو سال سے زائد کا طویل عرصہ اپنے لئے جائز قرار دیا حالانکہ وہ اُمت کے امام ہیں، بلکہ شیعہ حضرات کے خیال میں وہ ان کا رہنما، داعی الی اللہ اور معصوم امام ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ مومن نہیں ہے، اگر وہ کہیں کہ بوجہ خوف امام منتظر ظاہر نہیں ہوتا، تو ان کو جواب دیا جائے گا: علمائے اُمت کے درمیان بلا اختلاف یہ مؤقف واضح ہے کہ امام منتظر کے آباؤ اجداد پر دشمنوں کا خوف شدید ترین تھا، بعض کو جیل بھیجا گیا اور بعض کو شہید کر دیا گیا، حالانکہ خوف تو اس وقت ہوتا جب کسی سے لڑائی ہو لیکن اگر وہ اپنے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلے، لوگوں کے ساتھ مجلس کرے اور لوگوں کو علم سے نوازے تو اس وقت کسی قسم کا خوف لاحق نہیں ہوگا۔

ان کی گمراہیوں کا سلسلہ طویل ہے، یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ لوگ ان گمراہیوں کو حقیقت تصور کرتے ہوئے کہتے ہیں: جب جماعت حقہ

میں دو اقوال پر اختلاف ہو جائے، ایک قول کا قائل معلوم ہو اور دوسرے قول کا قائل معلوم نہ ہو تو وہ قول حق پر ہوگا جس کا قائل معلوم نہیں، میں نے ان کے شیوخ کی کتب میں ایسے ہی پایا ہے، اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ قول جس کا قائل معلوم نہیں، اس کے قائلین میں امام معصوم ہے، یہ موقف انتہائی جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے۔

اس باب میں جتنی وہ حکایات وروایات نقل کرتے ہیں وہ تمام اسی طرح (من گھڑت) ہیں، وہ احادیث، حکایات اور سیرتیں نقل کرتے ہیں، جب آپ ان سے ان کی اسناد کا مطالبہ کریں گے تو کسی معروف بالصدق کی نشاندہی نہیں کریں گے، بلکہ ان میں سے کسی ایک کے متعلق خیال کرنا پڑے گا کہ اس نے اپنے جیسے کسی سے سنا ہے یا کسی ایسی کتاب میں پڑھا ہے جس میں اس کی صحیح سند نہیں ہے، اگر انہوں نے کسی سے سنا بھی ہے، تو وہ مشہور جھوٹوں اور بہتان طرازوں میں سے ہوگا، ان سے کبھی بھی تصور نہ کیا جائے کہ وہ اہل سنت کے کسی معروف آدمی سے نقل کریں گے، بلکہ وہ مجہول اور مشہور جھوٹے آدمی سے نقل کرنے کے عادی ہیں۔'' (مجموع الفتاوٰی: 27/451-455)

تنبیہ:

بعض روایات سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی رحمہ اللہ ایک ہی شخصیت کا نام ہے اور اسی وہم کو بنیاد بنا کر بعض لوگ نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار کو سچا قرار دینے کی کوشش میں غلطاں رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایسا ثابت ہو جاتا، تب بھی کسی جھوٹے کا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا تھا، چہ جائیکہ ایسی صورت میں اس کا دعوی ثابت کرنے

کی کوشش کی جائے کہ خود یہ تصور ہی پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکتا ہو، اس موضوع کی تمام روایات ضعیف، موضوع اور من گھڑت ہیں، ملاحظہ کیجئے:

❀ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلٰى مِلَّتِهٖ مَاتَ، إِمَامًا مَّهْدِيًّا، وَّحَكَمًا عَدْلًا، فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ.

''سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے نازل ہوں گے اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر نازل ہوں گے، امام، مہدی اور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے، نیز دجال کو قتل کریں گے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 4580)

سند ضعیف ہے، یونس بن عبید اور حسن بصری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.

''مہدی سوائے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے کوئی نہیں۔''

(سنن ابن ماجه: 4039، المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 8363)

سند جھوٹی ہے:

① محمد بن خالد جندی مجہول ہے۔

❀ اسے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(البَعث والنُّشور للبَيْهقي، ص 135-136)

الطیوریات لابی الطاہر السِّلفی (291)، تہذیب الکمال للمزی (149/25) میں ہے

کہ امام یحییٰ بن معین نے اسے ''ثقہ'' کہا ہے، یہ قول ثابت نہیں، اس کے راوی احمد بن محمد بن مؤمل ابوبکر صوری کی توثیق نہیں مل سکی۔

② ابان بن صالح خطا ہے، دراصل یہ ابان بن ابی عیاش ہے، جو متروک وکذاب ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔

(البَعث والنُّشور، ص 135-136)

③ حسن بصری رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

اسی طرح ائمہ حدیث وسنت نے اس روایت کو قبول نہیں کیا، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد امام نسائی رحمہ اللہ کا قول لائے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ . ''یہ حدیث منکر ہے۔''

(العِلَل المُتناهية : 862/2)

حافظ بیہقی (بیان الخطأ : 299) اور حافظ ذہبی رحمہما اللہ (میزان الاعتدال : 535/3) نے اسے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

❀ علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے ''موضوع'' (من گھڑت) کہا ہے۔

(الفوائد المجموعة للشّوكاني، ص 510)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(مِنهاج السّنّة النّبوية : 167/2، 168)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

''یہ حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔''

(مرقاة المفاتيح : 3448/8)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ : الْمَهْدِيُّ هُوَ عِيسٰى فَقَطْ وَهُوَ غَيْرُ صَحِيحٍ لِأَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَلٰى أَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ عِتْرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَجُوزُ حَمْلُهُ عَلٰى عِيسٰى، وَالْحَدِيثُ الَّذِي وَرَدَ فِي أَنَّهُ (لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسٰى) غَيْرُ صَحِيحٍ .

''یہ جو کہا جاتا ہے کہ مہدی صرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں، تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ صحیح احادیث تواتر کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت سے ہوں گے، ان کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر محمول کرنا جائز نہیں اور جس حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ تو وہ ثابت نہیں ہے۔''

(تفسير القرطبي : 122/8)

روافض اہل بیت کے دشمن ہیں، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں، وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں کا انکار کرتے ہیں، اسی طرح محمد بن عبداللہ، مہدی، جو کہ اہل بیت میں سے ہوں گے، کا انکار کرتے ہیں، اس کی جگہ اپنا مہدی محمد بن حسن عسکری متعارف کرواتے ہیں۔

سیاہ جھنڈے اور امیر مہدی:

امیر مہدی رحمہ اللہ کا خروج برحق ہے، اس پر کئی صحیح احادیث دلالت کناں ہیں، مگر جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں والا لشکر نمودار ہوگا اور ان

میں امیر مہدی رحمہ اللہ بھی ہوں گے، تو وہ روایات اُصول محدثین کی روشنی میں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں، ان کے احوال ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَتِ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ خُرَاسَانَ فَأْتُوهَا، فَإِنَّ فِيهَا خَلِيفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَ.

''جب خراسان سے سیاہ جھنڈوں آئیں، تو ان سے مل جانا، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

(المَوضوعات لابن الجوزي : 288/2)

سند ضعیف ہے۔

① ابوالفتح ازدی متکلم فیہ ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ كَثِيرٌ مِّنْ حُفَّاظِ زَمَانِهٖ.

''اس کے دور کے کثیر حفاظ حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 419/15)

② حنان بن سدیر صیرفی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۸/ ۲۱۹'' میں ذکر کیا ہے۔

③ عمرو بن قیس ملائی کا حسن بصری رحمہ اللہ سے سماع معلوم نہیں۔

④ حسن بصری مدلس ہیں، ان کا عبیدہ بن عمرو سے سماع معلوم نہیں۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(الضُّعفاء الكبير للعُقَيْلي : 380/4)

یہ سند ضعیف ہے۔

① یزید بن ابی زیاد ضعیف و مدلس ہے۔

② ابراہیم نخعی مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ اس حدیث کے بارے میں امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ''یہ سند کچھ نہیں ہے۔''

(الضعفاء الكبير للعُقَيْلي : 379/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ''یہ سند کچھ نہیں ہے۔''

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 379/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُودٌ لَا يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتّٰى تُنْصَبَ بِإِيلِيَاءَ .

''خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلے گے، انہیں کوئی شے روک نہیں سکے گی، یہاں تک کہ وہ جھنڈے ایلیاء مقام پر نصب کر دیے جائیں گے۔''

(سنن التّرمذي : 2269)

سند ضعیف ہے۔

① رشدین بن سعد ضعیف ہے۔

② زہری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّودَ قَدْ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ، فَأْتُوهَا؛ فَإِنَّ فِيهَا خَلِيفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ .

''جب آپ دیکھیں کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے آ رہے ہیں، تو ان سے مل جانا، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 277/5)

سند ضعیف ہے۔

① شریک قاضی سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مدلس ہے۔

② علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

جن روایات میں ان دونوں کی متابعت ہوئی ہے، وہ سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

③ ابو قلابہ کا سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ دونوں کے درمیان ابو اسماء عمرو بن مرثد کا واسطہ ہے، جیسا کہ دیگر طرق میں آیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال : 128/3)

فائدہ:

یہ روایت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے۔

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّودَ خَرَجَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوهَا وَلَوْ حَبْوًا، فَإِنَّ فِيهَا خَلِيفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ.

''جب آپ دیکھیں کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے آرہے ہیں، تو ان سے مل جانا، خواہ گھٹنوں کے بل جانا پڑے، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

(المُستدرك للحاكم: 8531، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے، ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَتِ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَإِنَّ أَوَّلَهَا فِتْنَةٌ وَأَوْسَطَهَا هَرْجٌ، وَآخِرَهَا ضَلَالَةٌ.

''جب مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے آئیں گے، تو ان میں پہلے جھنڈے فتنہ ہوں گے، درمیانے جھنڈے ''ہرج'' (قتل وغارت) ہوں گے اور آخر والے جھنڈے گمراہی ہوں گے۔'' (تاریخ بغداد للخطیب: 203/4)

جھوٹی سند ہے۔

① داود بن عبد الجبار متروک و کذاب ہے۔

② ابو شراعہ مجہول ہے۔

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(تاریخ بغداد: 203/4)

باغِ فدک

تَشَیُّع کی بنیادیں غلو پر اٹھائی گئی ہیں، جیسا کہ مشہور شیعہ عالم محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار (۲۶، ۲۶۷) میں باب قائم کیا ہے:

بَابُ تَعْظِيمِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ.

''ائمہ معصومین کو انبیائے کرام اور تمام مخلوق پر عظمت حاصل ہے۔''

ان کے نزدیک ائمہ معصومین تمام انبیا و مخلوقات سے افضل ہیں، اس ضمن میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں، جو لوگ انبیائے کرام جیسی مقدس ہستیوں کی گستاخی کے درپے ہوں، ان سے صحابہ کرام کے بارے میں کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

اُمت کے سب سے بہتر اور افضل انسان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول پر طعن و تشنیع کرنا تو گویا ان کا مذہبی فریضہ ہے۔ یہ لوگ خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غاصب اور ظالم قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ مدینہ، خیبر اور فدک کا مال اور زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھی اور اہل بیت میں تقسیم ہونی چاہیے تھی، وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو کیوں نہ دی؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر بھی ان کو نہیں دی گئی۔

حالانکہ بدیہی بات ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دعوی محض اس لئے تھا کہ ان تک حدیث نہیں پہنچی تھی، اس دعویٰ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اہل بیت کا کوئی فرد شریک

نہیں ہوا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دلیل کے ساتھ قائل کرنے کی کوشش کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت میں سے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حوالے سے غاصب یا ظالم نہیں کہا۔ وہ کہہ بھی کیسے سکتے تھے؟ وہ مال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غصب کیا، نہ اپنی ذات پر خرچ کیا، بلکہ خلیفہ ہونے کے ناطے بطور امانت رکھا۔ اس کا محصول اہل بیت پر خرچ کیا جاتا تھا، ان کے بعد پھر یہی مال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان کے بعد سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا۔

سوال یہ ہے کہ وہ مال سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اہل بیت میں تقسیم کیوں نہ کیا؟ جو جواب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق دیا جائے گا، وہی جواب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق سمجھا جائے۔ کیا اس بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غاصب قرار دیا جا سکتا ہے؟

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّوَافِضُ فَلَيْسَ قَوْلُهُمْ مِمَّا يُشْتَغَلُ بِهِ، وَلَا يُحْكٰى مِثْلُهُ، لِمَا فِيهِ مِنَ الطَّعْنِ عَلَى السَّلَفِ، وَالْمُخَالَفَةِ لِسَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ ...... وَكَيْفَ يَسُوغُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَظُنَّ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْعَ فَاطِمَةَ مِيرَاثَهَا مِنْ أَبِيهَا، وَهُوَ يَعْلَمُ بِنَقْلِ الْكَافَّةِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُعْطِي الْأَحْمَرَ وَالْأَسْوَدَ حُقُوقَهُمْ، وَلَمْ يَسْتَأْثِرْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ لِنَفْسِهِ، وَلَا لِبَنِيهِ، وَلَا لِأَحَدٍ مِّنْ عَشِيرَتِهٖ بِشَيْءٍ، وَإِنَّمَا أَجْرَاهُ مَجْرَى الصَّدَقَةِ، أَلَيْسَ يَسْتَحِيلُ فِي الْعُقُولِ أَنْ يَّمْنَعَ فَاطِمَةَ، وَيَرُدَّهٗ عَلٰى سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ؟

''روافض کا موقف قابل التفات ہے، نہ قابل نقل، کیوں کہ اس میں سلف صالحین پر طعن اور سبیل مومنین کی مخالفت ہے۔ کسی مسلمان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمان کرے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے والد محترم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت روک دی تھی؟ حالاں کہ وہ اس متواتر حقیقت سے واقف ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر سیاہ وسفید کے حقوق ادا کرتے تھے۔ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے اپنی ذات، اولاد اور اپنے عزیز واقارب کسی کے لئے کچھ نہیں لیا۔ انہوں نے بیت المال میں آنے والا تمام مال صدقہ کی حیثیت سے خرچ کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مال روک لیں اور اسے باقی مسلمانوں پر خرچ کر دیں؟۔''

(التّمهيد : 8/161-172)

✿ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

''امت کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی زرہ، عصا مبارک، تلوار، پیالہ، انگوٹھی اور جوتا کسی کی ملکیت نہیں تھی۔ یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام نے فرمان نبوی ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔'' سے یہی سمجھا تھا کہ یہ چھوٹی بڑی تمام اشیا کو شامل ہے۔ یہ اجماع معصوم ہے، کیونکہ کسی نص کے فہم میں صحابہ کی پوری جماعت سے خطا نہیں ہوسکتی۔ یہ شیعہ پر رد ہے، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے محروم کر دیا تھا۔''

(شرح ابن بطّال : 265/5، التّوضيح لابن المُلقّن : 411/18)

❁ سیدنا سعد بن تیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا لِلْخَلِيفَةِ مِنْ بَعْدِكَ؟ قَالَ : مِثْلُ الَّذِي لِي مَا عَدَلَ فِي الْحُكْمِ، وَأَقْسَطَ فِي الْقِسْطِ، وَرَحِمَ ذَا الرَّحِمِ .

''عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! آپ کے بعد خلیفہ کا کیا حق ہے، فرمایا: جو میرا حق ہے، وہی خلیفہ کا، جب تک وہ عدل وانصاف کرے اور صلہ رحمی کرتا رہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 45/6، شُعب الإيمان للبيهقي : 6971، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، تَطْلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهٖ .

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کرنے لگیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ جب نبی کو مال دیتا ہے، تو نبی کے بعد وہ مال خلیفہ کے قبضہ میں ہوتا ہے۔''

(سنن أبي داود : 2973، وسندهٗ حسنٌ)

باغِ فدک اور احادیثِ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام :

❀ متواتر حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ .

''ہماری میراث نہیں ہوتی۔ ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6727، صحيح مسلم : 1761، عن أبي هريرة)

یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے کئی صحابہ نے سنی ہے۔

① سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3093)

② عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

③ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

④ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑤ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑥ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑦ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑧ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

(مُوافَقة الخُبر الخَبر : 2/179)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ، عَلَيْهَا السَّلَامُ، أَرْسَلَتْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ، يَعْنِي مَالَ اللّٰهِ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَّزِيدُوا عَلَى الْمَأْكَلِ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ! لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَذَكَرَ

قَرَابَتَهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مالِ فے کی صورت میں عطا کی تھی، باغ فدک اور خیبر کے خُمس کا بھی مطالبہ کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ہماری میراث نہیں ہوتی، ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے، ہاں! آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات اس سے پورے کیے جائیں، مگر انہیں حق نہیں ہوگا کہ کھانے، پینے کے علاوہ کسی مصرف میں لائیں۔ اللہ کی قسم! میں دور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات صدقہ میں تبدیلی نہیں کروں گا، بلکہ ان معمولات کو اسی طرح جاری رکھوں گا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ کے اقراری ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل بیت کی قرابت داری اور ان کے حقوق کا ذکر کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک مجھے اپنے عزیز و اقارب سے زیادہ عزیز ہے۔''

(صحيح البخاري: 3711، 3712، صحيح مسلم: 1758)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

[صَدَقَةً] بِالنَّصْبِ عَلَى الْحَالِ، وَهِيَ دَعْوٰى مِنْ بَعْضِ الرَّافِضَةِ، فَادَّعٰى أَنَّ الصَّوَابَ فِي قِرَاءَ ةِ هٰذَا الْحَدِيثِ هٰكَذَا، وَالَّذِي تَوَارَدَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثِ [لَا نُورَثُ]، بِالنُّونِ وَ[صَدَقَةٌ] بِالرَّفْعِ، وَأَنَّ لِلْكَلَامِ جُمْلَتَيْنِ، وَ[مَا تَرَكْنَا] فِي مَوْضِعِ الرَّفْعِ بِالْابْتِدَاءِ، وَ [صَدَقَةٌ] خَبَرُهٗ، وَيُؤَيِّدُهٗ وُرُودُهٗ فِي بَعْضِ طُرُقِ الصَّحِيحِ [مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ]، وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ الْمُحَدِّثِينَ عَلٰى بَعْضِ الْإِمَامِيَّةِ، بِأَنَّ أَبَا بَكْرٍ اِحْتَجَّ بِهٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فِيمَا الْتَمَسَتْ مِنْهُ مِنَ الَّذِي خَلَفَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَرَاضِي، وَهُمَا مِنْ أَفْصَحِ الْفُصَحَاءِ، وَأَعْلَمِهِمْ بِمَدْلُولَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا يَقْرَؤُهُ الرَّافِضِيُّ لَمْ يَكُنْ فِيمَا احْتَجَّ بِهٖ أَبُو بَكْرٍ حُجَّةٌ، وَلَا كَانَ جَوَابُهٗ مُطَابِقًا لِّسُؤَالِهَا، وَهٰذَا وَاضِحٌ لِّمَنْ أَنْصَفَ.

”بعض روافض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کی قرأت میں لفظ[صَدَقَةً] کا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہونا ہی صحیح ہے، لیکن جس پر جدید اور قدیم محدثین کا اتفاق ہے، وہ[لَا نُورَثُ] نون کے ساتھ ہے،[صَدَقَةٌ] مرفوع ہے۔ کلام کے دو جملے ہیں؛ ایک [مَا تَرَكْنَا] مبتدا ہونے کے لحاظ سے محلاً

مرفوع ہے،[صَدَقَةٌ] اس کی خبر ہے۔صحیح بخاری کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس میں الفاظ یہ ہیں :[مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ''ہم (انبیا) نے جو مال چھوڑا ہے، وہ صدقہ ہی ہے۔'' محدثین نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ کے مطالبہ پر جوابی گفتگو امامیہ کے خلاف دلیل بنائی ہے۔ یہ دونوں ہستیاں فصاحت میں سب سے بڑھ کر تھیں اور الفاظِ حدیث کے مطالب و مفاہیم بہتر جاننے والی تھیں۔ اگر ان الفاظ کی قرأت وہی ہے، جو روافض بتاتے ہیں، تو یہ دلیل مانی جاتی، نہ ان کا جواب سوال کے مطابق قرار پاتا۔ یہ بات انصاف پسند طبیعت پر واضح ہے۔''

(فتح الباري : 202/6)

✿ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الرِّوَايَةُ صَرِيحَةٌ فِي الرَّدِّ عَلٰى بَعْضِ جَهَلَةِ الشِّيعَةِ، حَيْثُ قَالَ فِي الرِّوَايَةِ الَّتِي سُقْنَاهَا مِنْ مُّسْلِمٍ : «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» أَنَّهٗ بِالنَّصْبِ عَلٰى أَنَّ مَا نَافِيَةٌ، وَهُوَ غَلَطٌ قَبِيحٌ، بَلْ هُوَ بِالرَّفْعِ، وَمَا مَوْصُولَةٌ، وَرِوَايَتُنَا صَرِيحَةٌ فِي ذٰلِكَ، لِقَوْلِهٖ فِيهَا : فَهُوَ صَدَقَةٌ .

''یہ روایت شیعہ جہال کا واضح ردّ ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی روایت «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» میں «صَدَقَةً» منصوب ہے اور ما نافیہ ہے۔ (انبیا کا متروکہ مال صدقہ نہیں)، لیکن یہ ان کی قبیح غلطی ہے، «صَدَقَةٌ» مرفوع ہے اور «مَا» موصولہ ہے۔ اس ضمن میں وہ روایت قول فیصل ہے، جس کے الفاظ

ہیں: «مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ» ”انبیا کا متروکہ مال صدقہ ہی ہوتا ہے۔“

(طَرح التّثریب: 242/6)

علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

[مَا تَرَكْنَا] فِي مَوْضِعِ الرَّفْعِ بِالْاِبْتِدَاءِ، وَ [صَدَقَةٌ] خَبَرُهُ، وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُ الرَّافِضَةِ أَنَّ [لَا نُورَثُ] بِالْيَاءِ التَّحْتَانِيَّةِ، وَ [صَدَقَةً] بِالنَّصْبِ عَلَى الْحَالِ، وَ [مَا تَرَكْنَاهُ] فِي مَحَلِّ رَفْعٍ عَلَى النِّيَابَةِ، وَالتَّقْدِير: لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالَ كَوْنِهٖ صَدَقَةً، وَهٰذَا خِلَافُ مَا جَاءَ تْ بِهِ الرِّوَايَةُ، وَنَقَلَهُ الْحُفَّاظُ، وَمَا ذٰلِكَ بِأَوَّلِ تَحْرِيفٍ مِّنْ أَهْلِ تِلْكَ النِّحْلَةِ، وَيُوَضِّحُ بُطْلَانَهٗ مَا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمَذْكُورِ بِلَفْظِ [فَهُوَ صَدَقَةٌ]، وَقَوْلُهٗ: لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا.

”«مَا تَرَكْنَا» مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور «صَدَقَةٌ» اس کی خبر۔ بعض رافضیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ «لَا نُورَثُ» دراصل «لَا يُورَثُ» ہے۔ «صَدَقَةً» حال ہے، اس لئے منصوب ہے۔ «مَا تَرَكْنَا» نائب فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: «لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالَ كَوْنِهٖ صَدَقَةً» ”ہمارا متروکہ صدقہ میراث نہیں ہوتا۔“ یہ تاویل ان صحیح احادیث کے خلاف ہے، جنہیں حفاظ محدثین نے نقل کیا ہے۔ یہ اس فرقہ

کی کوئی پہلی تحریف نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث اس بات کا واضح طور پر ردّ کرتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: «فَهُوَ صَدَقَةٌ» ''ہم جو چھوڑیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔'' نیز ارشاد ہے: «لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا» ''میرے ورثا ایک دینار بھی تقسیم نہ کریں۔''

(تُحفة الأحوذي: 193/5)

کہا جاتا ہے کہ مرتضیٰ موسوی شیعہ اور ابو علی حسین بن خضر قاضی کے مابین مسئلہ ''میراث الانبیا'' پر مناظرہ ہوا تھا۔ ہم اس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے، البتہ اس میں روافض کے استدلال کا رد ہوتا ہے، اسے بطور فائدہ ذکر کیا جاتا ہے:

إِنَّ أَبَا عَلِيٍّ تَمَسَّكَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَاعْتَرَضَ عَلَيْهِ الْمُرْتَضَى الْمُوسَوِيُّ، وَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ إِعْرَابَ صَدَقَةٍ بِالرَّفْعِ أَوِ النَّصْبِ؟ إِنْ قُلْتَ بِالرَّفْعِ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ، وَإِنْ قُلْتَ بِالنَّصْبِ فَهُوَ حُجَّتِي، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، يَعْنِي لَمْ نَتْرُكْهُ صَدَقَةً، فَدَخَلَ أَبُو عَلِيٍّ وَقَالَ: فِيمَا ذَهَبْتَ إِلَيْهِ إِبْطَالُ فَائِدَةِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّ أَحَدًا لَّا يَخْفٰى عَلَيْهِ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا مَاتَ يَرِثُهٗ قَرِيبُهٗ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَا يَكُونُ صَدَقَةً وَّلَا يَقَعُ فِيهِ الْإِشْكَالُ، فَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَا تَرَكَهُ صَدَقَةٌ بِخِلَافِ سَائِرِ النَّاسِ .

''ابوعلی قاضی نے اس حدیث کو دلیل بنایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہماری میراث نہیں ہوتی، ہم (انبیا) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اس پر مرتضٰی موسوی شیعہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ اس حدیث کا اعراب کیسے پڑھتے ہیں؟ لفظ «صَدَقَة» مرفوع ہے یا منصوب؟ مرفوع ہے، تو آپ کی بات درست نہیں، منصوب ہے، تو یہ میری دلیل بنتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»، ''ہم صدقہ نہیں چھوڑتے۔'' ابوعلی قاضی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: حدیث کا جو معنی آپ لے رہے ہیں، اس سے حدیث کا مقصد ہی باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے، تو قریبی رشتہ دار ہی اس کے وارث بنتے ہیں، وہ مال صدقہ نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اس خصوصی بیان کا مقصد ہی یہ ہے کہ عام لوگوں کے برعکس نبی اکرم ﷺ کا متروکہ مال صدقہ ہے۔''

(الأنساب للسّمعاني : 310/9)

ہر کسی کو معلوم ہے کہ امتیوں کا چھوڑا ہوا مال ورثا میں تقسیم ہوتا ہے، صدقہ نہیں ہوتا۔ اگر نبی کریم ﷺ کی وراثت کا بھی یہی معاملہ تھا، تو اس خصوصی بیان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وراثت انبیا کا معاملہ خاص تھا اور وہ یہ کہ ان کی وراثت نہیں ہوتی، وہ جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مفہوم ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر یہ حقیقت تسلیم کر لی تھی۔ یہ بات ہماری ذکر

کردہ حدیث نمبر ② میں بیان ہو چکی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَئُونَةِ عَامِلِي، فَهُوَ صَدَقَةٌ.

''میرے ورثا میرا چھوڑا ہوا مال تقسیم نہ کریں۔ میری ازواج کے نان ونفقہ اور اس کے منتظم کی مزدوری سے بچا ہوا مال صدقہ ہے۔''

(صحيح البخاري: 2776، صحيح مسلم: 1760)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَّقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ، وَفَدَكَ، وَصَدَقَتَهُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبٰى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ، وَقَالَ : لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ إِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ، فَإِنِّي أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ أَمْرِهٖ أَنْ أَزِيغَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلٰى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ، فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ، وَقَالَ : هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهٖ، وَأَمْرُهُمَا إِلٰى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ، قَالَ : فَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ إِلَى الْيَوْمِ .

''رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے جہان فانی سے رخصت ہونے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے ترکہ کا مطالبہ کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر غصے کا اظہار کیا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ترک کردی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے خیبر، فدک اور مدینہ کے صدقہ کی وراثت کا بھی مطالبہ کیا تھا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ کسی بھی عمل کو چھوڑنے کو تیار نہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو چھوڑا، تو حق سے

منحرف ہو جاؤں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ میں جو صدقہ تھا، وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا، البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روک لی اور فرمایا: یہ دونوں اشیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ ہیں، ان وقتی حقوق و حادثات کے لیے یہ جائداد خلیفہ وقت کے پاس رہے گی۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس جائداد کا انتظام آج تک چلا آرہا ہے۔''

(صحیح البخاري: 3093، 3092، صحیح مسلم: 1759)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَأَبٰى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَّدْفَعَ إِلٰى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ، فَهَجَرَتْهُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ .

''نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور نبی کریم ﷺ کی چھوڑی ہوئی جائیداد فدک، مدینہ میں کچھ مال اور خیبر کے خمس سے میراث کا مطالبہ کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے، البتہ آلِ محمد ﷺ اس مال سے کھاتے رہیں گے۔'' اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ جس حال میں چھوڑ گئے ہیں، میں اس میں تغیر نہیں کروں گا، وہ اب بھی اسی طرح رہے گا۔ اس کی تقسیم میں وہی طرز عمل اختیار کروں گا، جو نبی کریم ﷺ کا حیات مبارکہ میں تھا۔ الغرض! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے معذرت کر لی۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ملاقات ترک کر دی۔ اس کے بعد وفات تک ان سے گفتگو نہیں کی۔''

(صحيح البخاري : 4240، صحيح مسلم : 1759)

یہ زہری کا قول ہے۔ زہری کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع و لقا نہیں۔ کسی صحیح روایت سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ثابت نہیں۔

تنبیہ:

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ فَاطِمَةَ جَاءَ تْ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَا : سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنِّي لَا أُورَثُ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ! لَا أُكَلِّمُكُمَا أَبَدًا، فَمَاتَتْ وَلَا تُكَلِّمُهُمَا .

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں، تاکہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کریں۔ دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا: ''میری کوئی وراثت نہیں ہو گی۔'' اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ دونوں سے گفتگو نہیں کروں گی۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فوت ہونے تک ان سے بات نہیں کی۔''

(مسند الإمام أحمد : 13/1، سنن الترمذي : 1609)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا جَاءَ تْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ : مَنْ يَّرِثُكَ؟ قَالَ : أَهْلِي وَوَلَدِي، قَالَتْ : فَمَا لِي لَا أَرِثُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّا لَا نُورَثُ، وَلٰكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهٗ، وَأُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ .

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: آپ کا وارث کون ہوگا؟ جواب دیا: میرے بیوی بچے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: پھر کیا وجہ ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث نہیں بن رہی۔ اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔'' پھر کہا: میں ان سب کی کفالت کرتا رہوں گا، جن کی کفالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور میں ان سب کو خرچ فراہم کروں گا، جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فراہم کرتے تھے۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي : 302/6)

یہ دونوں روایات مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں، اس روایت کو موصول بیان کرنا خطا ہے۔ اس روایت کو صرف عبد الوہاب بن عطاء اور حماد بن سلمہ نے موصول بیان کیا، جبکہ دوسرے اکثر حفاظ نے اس روایت کو ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کی مرسل بیان کیا ہے۔ اکثر کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِیحُ مِنْ هٰذَا الْحَدِیثِ الْمُرْسَلُ، لِکَثْرَةِ مَنْ رَوَاهُ مِنَ الْحُفَّاظِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو مُرْسَلًا .

''اس حدیث کا مرسل ہونا ہی صحیح ہے، کیونکہ محمد بن عمرو سے اکثر حفاظ نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔''

(عِلَل الدّارقطني :219/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كَوْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُورَثُ، ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ الْمَقْطُوعِ بِهَا وَبِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، وَكُلٌّ مِّنْهُمَا دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ، فَلَا يُعَارَضُ ذٰلِكَ بِمَا يُظَنُّ أَنَّهٗ عُمُومٌ، وَإِنْ كَانَ عُمُومًا فَهُوَ مَخْصُوصٌ، لِأَنَّ ذٰلِكَ لَوْ كَانَ دَلِيلًا لَّمَا كَانَ إِلَّا ظَنِّيًّا، فَلَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيَّ، إِذِ الظَّنِّيُّ لَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيَّ، وَذٰلِكَ أَنَّ هٰذَا الْخَبَرَ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِي أَوْقَاتٍ وَّمَجَالِسَ، وَلَيْسَ فِيهِمْ مَّنْ يُّنْكِرُهٗ، بَلْ كُلُّهُمْ تَلَقَّاهُ بِالْقَبُولِ وَالتَّصْدِيقِ، وَلِهٰذَا لَمْ يُصِرَّ أَحَدٌ مِّنْ أَزْوَاجِهٖ عَلَى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، وَلَا أَصَرَّ الْعَمُّ عَلٰى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، بَلْ مَنْ طَلَبَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَأُخْبِرَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجَعَ عَنْ طَلَبِهٖ، وَاسْتَمَرَّ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ إِلٰى عَلِيٍّ، فَلَمْ يُغَيِّرْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَلَا قَسَّمَ لَهٗ تَرِكَةً.

”صحیح سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی بھی وارث نہیں بن سکتا، یہ دونوں قطعی دلیلیں ہیں، لہٰذا اپنے ظن پر مبنی عموم سے ان دلائل کا معارضہ درست نہیں۔ اگر عموم درست مان لیا جائے، تو بھی اس میں تخصیص سے کوئی مانع نہیں۔ بہر صورت یہ دلیل ظنی ہوگی، جو قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی، کیونکہ ظنی دلیل قطعی کی معارض نہیں ہو سکتی۔ ہماری دلیل کے قطعی ہونے

کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انبیا کی وراثت کے تقسیم نہ ہونے والی حدیث مختلف اوقات ومجالس میں کئی صحابہ کرام نے روایت کی، مگر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے قبول کیا اور سچ جانا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے میراث نبوی کے مطالبہ پر اصرار نہیں کیا، نہ ہی آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ پر اصرار کیا۔ اگر کسی نے مطالبہ کیا بھی اور اسے نبی ﷺ کا فرمان سنایا گیا، تو وہ مطالبہ سے فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک تمام خلفائے راشدین کے عہد میں یہ حالت برقرار رہی، کسی نے کوئی تبدیلی کی، نہ آپ ﷺ کا ترکہ تقسیم کیا۔''

(مِنھاج السنّۃ : 220/4)

بعض حضرات اس مسئلہ میں خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تنقیص شان میں مصروف عمل ہیں، حالاں کہ انہوں نے واضح حدیث پیش کی کہ یہ اہل بیت کا حق ہے اسے اہل بیت پر خرچ کیا جائے گا اور خرچ کرتے بھی رہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث کا مطالبہ اس بنا پر تھا کہ انہیں حدیث کا علم نہیں تھا، جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کی، تو وہ خاموش ہو گئیں، حدیث سننے کے بعد کبھی میراث کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئیں۔ اس بنیاد پر اہل بیت عظام میں سے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ، يَسْأَلْنَهٗ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : أَلَا تَتَّقِينَ اللّٰهَ؟ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، [يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ] إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ، فَانْتَهٰى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ، قَالَ : فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا .

''ازواج رسول ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو بھیجا، درخواست کی کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے جو مال بطورِ فئے ملا تھا، انہیں اس سے آٹھواں حصہ دیا جائے، میں نے انہیں روکا، کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں، نبی ﷺ نے اپنے متعلق فرمایا نہیں تھا کہ ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں، صدقہ ہوتا ہے؟ البتہ آلِ محمد ﷺ کو اس جائیداد سے تا حیات بقدرِ ضرورت ملتا رہے گا۔'' میں نے یہ حدیث امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سنائی، تو انہوں نے ارادہ بدل لیا۔ راوی حدیث عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس صدقے کا انتظام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی رہا۔ انہوں

نے عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے احکام میں شریک نہیں کیا، اس کا انتظام خود کیا۔ اس کے بعد یہ صدقہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے زیر انتظام آیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آیا، پھر علی بن حسین رحمہ اللہ اور حسن بن حسن رحمہ اللہ کی نگرانی میں رہا۔ وہ اسے استعمال کرتے تھے۔ پھر یہ مال زید بن حسن رحمہ اللہ کے پاس آ گیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ ہو گیا تھا۔''

(صحيح البخاري: 4034)

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَوَى الطَّبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ: أَرَأَيْتَ عَلِيًّا حِينَ وَلِيَ الْعِرَاقَ، وَمَا كَانَ بِيَدِهٖ مِنْ سُلْطَانِهٖ، كَيْفَ صَنَعَ فِي سَهْمِ ذِي الْقُرْبٰى؟ قَالَ: سَلَكَ بِهٖ، وَاللّٰهِ! طَرِيقَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ.

''ابو اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے پوچھا: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ عراق کے حکمران بنے اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ آئی، تو انہوں نے اہل بیت کے حصے کس طرح تقسیم کیے؟ امام باقر رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ہی کے نقش قدم پر چلے۔''

(شرح صحيح البخاري: 265/5، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا لَّمَّا وَلِيَ الْخِلَافَةَ لَمْ يُغَيِّرْهَا عَمَّا عُمِلَ فِيهَا فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِتَمَلُّكِهَا، وَلَا لِقِسْمَةِ شَيْءٍ مِّنْهَا، بَلْ كَانَ يَصْرِفُهَا فِي الْوُجُوهِ الَّتِي كَانَ مَنْ قَبْلَهُ يَصْرِفُهَا فِيهَا، ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ حَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، ثُمَّ بِيَدِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ تَوَلَّاهَا بَنُو الْعَبَّاسِ عَلٰى مَا ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهٖ، وَهٰؤُلَاءِ كُبَرَاءُ أَهْلِ الْبَيْتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهُمْ مُّعْتَمَدُ الشِّيعَةِ وَأَئِمَّتُهُمْ، لَمْ يُرْوَ عَنْ وَّاحِدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهٗ تَمَلَّكَهَا، وَلَا وَرِثَهَا، وَلَا وُرِّثَتْ عَنْهُ، فَلَوْ كَانَ مَا يَقُولُهُ الشِّيعَةُ حَقًّا لَّأَخَذَهَا عَلِيٌّ، أَوْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، لَمَّا ظَفِرُوا بِهَا، وَلَمْ، فَلَا .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا، تو سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جاری کسی نظام میں تبدیلی نہیں کی، اس کی ملکیت میں کوئی تعرض نہیں کیا، نہ ہی اس کی جائیداد تقسیم کی، بلکہ جو املاک پہلے سے چلے آ رہے تھے، انہی میں خرچ کیا۔ اس کے بعد خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ منتقل ہوئی، پھر ترتیب وار حسین بن علی رضی اللہ عنہما، علی بن

حسین رحمہ اللہ، حسین بن حسن رحمہ اللہ، زید بن حسن رحمہ اللہ، عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ اور آلِ عباس کے ہاتھ میں رہی، جیسا کہ ابوبکر برقانی رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ یہ سب اہل بیت کے بزرگ حکمران ہیں، یہ شیعہ اور ائمہ شیعہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتمد ہیں، ان میں کسی ایک سے بھی روایت نہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ اپنی وراثت یا ملکیت سمجھا ہو، لہٰذا اگر شیعہ کا دعویٰ سچ ہے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا ان کے اہلِ بیت میں سے کسی کو اپنا حق ضرور لینا چاہیے تھا، کیونکہ اب حکومت انہیں کے ہاتھ تھی، اگر ایسا نہیں کیا، تو غصب کا دعویٰ درست نہیں۔''

(المُفهِم: 564/3)

❀ سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ: فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلٰى سَرِيرٍ مُّفْضِيًا إِلٰى رُمَالِهِ، مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي: يَا مَالُ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِّنْ قَوْمِكَ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ، فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ بِهٰذَا غَيْرِي! قَالَ: خُذْهُ يَا مَالُ! قَالَ: فَجَاءَ يَرْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ فَقَالَ عُمَرُ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ الْقَوْمُ : أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ : يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لِذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ : اتَّئِدَا، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا : نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، فَقَالَ : أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، قَالَا : نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ، لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ : ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ﴾(الحشر : ٧)، مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا، قَالَ : فَقَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللّٰهِ! مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ

الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ : أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا : نَعَمْ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا، بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ، أَتَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا : نَعَمْ، قَالَ : فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلِيتُهَا، ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهٰذَا، وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَقُلْتُمَا : ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلٰى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذٰلِكَ، قَالَ : أَكَذٰلِكَ؟ قَالَا : نَعَمْ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ

بَيْنَكُمَا، وَلَا وَاللّٰهِ! لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ.

''دن چڑھے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میری طرف قاصد بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے ملاقات ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کھجور کی چھال سے تیار کردہ ایک چارپائی پر چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: آپ کے خاندان سے کچھ افراد آئے ہیں، میں نے ان کے لئے کچھ مال رکھا ہے، لے جائیں اور ان میں تقسیم کر دیں۔ عرض کیا: یہ ذمہ داری کسی اور کو سونپ دیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مالک! اسے پکڑیے۔ اسی دوران ان کا دربان یرفا آیا اور عرض کیا: امیر المومنین! آپ کی خدمت میں سیدنا عثمان، سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف، سیدنا زبیر اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم حاضر ہونا چاہتے ہیں؟ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ سب تشریف لائے۔ یرفا دوبارہ آیا اور عرض کیا: آپ کی خدمت میں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی اجازت دی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے، خائن، گناہگار اور دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آنے والوں نے بھی عرض کیا کہ آپ ان کا فیصلہ فرما دیں تاکہ دونوں سکھ کا سانس لیں۔ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو انہوں نے ہی بھیجا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ذرا نرمی اختیار کیجیے، پھر فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا آپ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان جانتے ہیں: ہماری (انبیا کی) وراثت نہیں ہوتی، جو ہم چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟ سب نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی وسیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان آپ کے علم میں ہے: ''ہماری (انبیا کی) وراثت نہیں ہوتی، ہمارا چھوڑا ہوا مال صدقہ ہوتا ہے۔'' انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں آپ کو مالِ فَے کی تفصیل بتاتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بعض معاملات میں خصوصیت عطا فرمائی ہے، جو کسی اور کو حاصل نہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ﴾ (الحشر : ۷) ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بستیوں سے جو مال دلوایا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔''

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلی آیت بھی آپ نے تلاوت کی تھی یا نہیں، مجھے یاد نہیں۔ نبی ﷺ نے بنونضیر کے مال آپس میں تقسیم فرما دیے۔ آپ ﷺ نے کوئی مال اپنے لیے خاص نہیں کیا، اللہ کی قسم! خود کو ترجیح نہیں دی۔ آپ کو ہی دیا اور آپ ہی پر خرچ کیا، یہاں تک کہ مال بچ گیا۔ نبی

کریم ﷺ اس سے گھر کے سالانہ اخراجات پورے فرما کر باقی ماندہ بیت المال میں جمع فرما دیتے تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آنے والوں سے فرمایا: آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس دنیا سے بلا لیا۔ ان کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔آپ ان کے پاس آئے اور ایک (عباس رضی اللہ عنہ) اپنے بھتیجے کی اور یہ دوسرا (علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ کے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت لینے ان کے پاس گئے۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہماری (انبیا کی) وراثت نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہو جاتا ہے''، لیکن آپ دونوں نے انہیں جھوٹا، گناہ گار، دھوکے باز اور خائن سمجھا، حالانکہ اللہ جانتا ہے، وہ اس معاملے میں سچے، مخلص اور برحق تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ان کے بعد میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین بنا۔آپ نے مجھے بھی جھوٹا، گناہ گار، دھوکے باز اور خائن سمجھا، حالانکہ اللہ جانتا ہے، میں اس میں سچا، مخلص اور برحق ہوں۔ یہ مال میرے تصرف میں آ گیا۔ پھر آپ میرے پاس آئے۔ آپ کا ایک ہی دعویٰ تھا۔آپ دونوں نے مجھ سے اس مال کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا: اگر آپ چاہو، تو میں یہ مال آپ کو اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ آپ

مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد و پیمان دیں کہ اس مال کا تصرف اسی طریقے کے مطابق کریں گے، جو نبی کریم ﷺ اس کے بارے میں اختیار کرتے تھے۔ آپ نے اسی شرط پر وہ مال لے لیا۔ کیا بات ایسے ہی ہے؟ دونوں کہنے لگے: جی ہاں! اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب آپ مجھ سے اپنے مابین فیصلہ کروانے آ گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے مابین قیامت تک اس سے ہٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ ہاں! اگر آپ اس مال کے انتظام سے عاجز آ چکے ہیں، تو اسے واپس کر دیں، (میں اس کا انتظام خود کر لوں گا)۔''

(صحيح البخاري : 3094، صحيح مسلم : 1757، واللّفظ لهٗ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُ عُمَرَ : جِئْتُمَانِي تُكَلِّمَانِي، وَكَلَّمْتُكُمَا فِي وَاحِدَةٍ، جِئْتَ يَا عَبَّاسُ تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَجَاءَ نِي هٰذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهٖ مِنْ أَبِيهَا، فِيهِ إِشْكَالٌ مَعَ إِعْلَامِ أَبِي بَكْرٍ لَّهُمْ قَبْلَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، وَجَوَابُهٗ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ إِنَّمَا طَلَبَ الْقِيَامَ وَحْدَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ، وَيَحْتَجُّ هٰذَا بِقُرْبِهٖ بِالْعُمُومَةِ، وَذٰلِكَ بِقُرْبِ امْرَأَتِهٖ بِالْنُبُوَّةِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهُمَا طَلَبَا مَا عَلِمَا مَنْعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنَعَهُمَا مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، وَبَيَّنَ لَهُمَا دَلِيلَ الْمَنْعِ، وَاعْتَرَفَا لَهٗ بِذٰلِكَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، دونوں کا ایک ہی دعویٰ تھا۔ عباس! آپ مجھ سے اپنے بھتیجے کے ترکہ سے حصہ مانگتے تھے اور یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ان کے والد گرامی کی وراثت سے۔ اس سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں پہلے ہی یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''ہمارا (انبیا کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔'' سنا دیا تھا، تو دوبارہ کیوں آئے؟ جواب یہ ہے کہ سیدنا علی وعباس رضی اللہ عنہما (وراثت مانگنے نہیں، بلکہ) اس پر نگرانی کا مطالبہ کرنے آئے تھے، ہر ایک کا مطالبہ تھا کہ مال فے کا نگران اسے بنایا جائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہونے کی نسبت جتا رہے تھے، جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نسبت دامادی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس میراث کا مطالبہ کر رہے تھے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے روکا تھا اور دونوں نے تسلیم کیا تھا۔''

(شرح مسلم: 74/12)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سخت اشکال ہے، یہاں صراحتا موجود ہے کہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھے: ہم (انبیا) اپنی کوئی وراثت نہیں چھوڑتے۔ اگر انہوں نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے وراثت کا مطالبہ کیوں کیا؟ اور اگر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنی یا ان کے دور خلافت میں اس علم سے مستفید ہوئے تھے،

تو انہوں نے بعد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا مطالبہ کیوں کیا؟ معاملات کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، مگر جو بات میری سمجھ میں آئی، وہ یہ ہے کہ جو حدیث اس سے قبل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گزری ہے، اسی پر اسے محمول کیا جائے گا، یعنی سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہم تینوں یہ نظریہ رکھتے تھے کہ «لَا نُورَثُ» والی حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ورثا کو استثنا حاصل ہے، بعض کو نہیں۔ اس لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما دونوں کی طرف منسوب کیا تھا کہ وہ اپنے سے اختلاف کرنے والے کو ظالم خیال کرتے ہیں (یہ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے ہے، جبکہ درست بات یہ ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا عباس وغیرہما رضی اللہ عنہم میراث کا مطالبہ لے کر نہیں آئے، بلکہ باغ فدک کے انتظام وانصرام کا مطالبہ لے کر آئے تھے۔ وہ بھی سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متروکہ مال صدقہ ہے، میراث نہیں۔ غ،م)۔

رہا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آنے والا تنازع، تو اس حوالے سے اسماعیل قاضی رحمہ اللہ سنن دارقطنی کی روایت سے دلیل لیتے ہیں کہ ان کا تنازع میراث میں نہیں تھا، یہ جھگڑا صرف فدک وغیرہ کے مال کی نگرانی وتصرف کے بارے میں تھا، البتہ امام نسائی رحمہ اللہ اور عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے ابوالبختری سے ایک روایت نقل کی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مال کو بطور وراثت اپنے درمیان تقسیم کرنے کے خواہاں تھے۔ اس حدیث کے

آخر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں کہ ابھی آپ میرے پاس جھگڑا لے آئے ہیں، یہ (سیدنا عباس رضی اللہ عنہ) بھتیجے کی میراث سے حق مانگتے ہیں اور یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ محترمہ کا حق مانگتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہ مال صرف اسی قاعدے سے تقسیم کروں گا، جسے آپ اس سے قبل تسلیم کر چکے ہیں، اس پر صرف آپ نگران ہوں گے۔ (یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، ابو البختری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔) امام نسائی رحمہ اللہ (4148: وسندہ صحیح) نے عکرمہ بن خالد کے ایک دوسرے طریق سے بھی اسی طرح کی بات نقل کی ہے۔ سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے۔ وہ دونوں یہ چاہتے تھے کہ ان کے لئے مال کی نگرانی تقسیم کر دی جائے، جو زمین جس کے حصے میں آئے، وہ اس پر نظر رکھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے روک دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس مال پر تقسیم کا لفظ نہ بولا جائے، سو انہوں نے ایسا نہ کرنے کی قسم اٹھائی۔ اکثر شارحین نے اتنی بات پر اکتفا کیا ہے اور اسی کو نگاہِ تحسین سے دیکھا ہے، مگر یہ گزشتہ بات محل نظر ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اس سے بھی قابل تعجب بات حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ نووی رحمہ اللہ کی ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہی مطالبہ کیا تھا، حالانکہ حدیث کے سیاق سے واضح ہے کہ وہ دونوں ہر مرتبہ ایک ہی چیز کا مطالبہ لے کر آئے تھے۔ مگر حافظ ابن الجوزی اور حافظ نووی رحمہما اللہ کی طرف سے یہ عذر مانا جا سکتا ہے کہ انہوں نے شرح کرتے ہوئے صرف صحیح مسلم کے الفاظ مدنظر رکھے تھے اور صحیح بخاری کے الفاظ کی طرف توجہ نہیں کی، واللہ اعلم! رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ

قول کہ عباس! آپ نے میرے پاس آ کر بھتیجے کی میراث سے حصے کا مطالبہ کیا تھا، تو اس قول سے ان کی مراد صرف میراث کی تقسیم کا بیان تھا کہ اگر یہ واقعی میراث ہے، تو اسے کیسے تقسیم کیا جائے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد ان دونوں صحابہ کی گفتگو کی تحقیر نہیں تھا۔ امامی نے اس روایت میں کچھ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں، جنہیں عمر بن شبہ نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے، اس روایت کے آخری الفاظ ہیں: آپ دونوں اپنے معاملے کی اصلاح کر لیں، ورنہ اللہ کی قسم! دوبارہ یہ مال آپ کے پاس نہیں آئے گا، اس پر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور اپنے تنازع کو ختم کر دیا۔ اس مال کو بطور صدقہ ہی جاری رکھا گیا۔ اس روایت کے آخر میں راوی شعیب نے یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں: ابن شہاب کا کہنا ہے کہ میں نے عروہ رحمہ اللہ سے یہ حدیث بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا ہے، میں نے خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا، پھر انہوں نے حدیث کا پورا قصہ بیان کیا۔ عروہ نے کہا: یہی وہ صدقہ ہے، جس کا انتظام پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس میں شریک نہیں کیا تھا اور وہ اس معاملے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر غالب رہے۔ اس کے بعد یہ صدقہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر امام علی بن حسین رحمہ اللہ پھر امام حسن بن حسن رحمہ اللہ اور پھر امام زید بن حسن رحمہ اللہ کے انتظام میں آ گیا اور یہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے معمر کے واسطے سے زہری سے اسی طرح روایت کی ہے،

البتہ آخر میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ معمر نے کہا: پھر وہ مال عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ کے انتظام میں آ گیا، یہاں تک کہ بنو عباس اس کے والی بن گئے۔ اسماعیل قاضی رحمہ اللہ نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس سے اعراض کیا تھا۔ عمر بن شبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو غسان محمد بن یحییٰ مدنی کو کہتے سنا: اس وقت مذکورہ صدقہ کا انتظام خلیفہ وقت کے پاس ہے، وہ اسی کے سپرد کر دیتا ہے، جس کے قبضہ میں سابقہ حکمران کے دور میں تھا، وہ شخص شہر کے ضرورت مندوں میں تقسیم کرتا ہے۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ یہ نظام دو صدیوں تک چلتا رہا، پھر اس میں تبدیلی آ گئی۔''

(فتح الباري : 207/6)

❁ حافظ ابو محمد، ابن بزیزہ مالکی رحمہ اللہ (۶۶۲ھ) فرماتے ہیں:

''تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وراثت نہیں ہے، اور آپ ﷺ کا متروکہ مال سارے کا سارا صدقہ ہے۔ بعض امامیہ اور روافض نے اس سلسلہ میں شاذ مؤقف اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مال وراثت بنایا جاتا ہے، جنہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث نہیں دی، وہ ظالم ہیں۔

یہ نظریہ باطل پر سینہ زوری، خالص نفس پرستی اور حق سے عدول ہے۔ صحابہ کا اس کے خلاف اجماع ہے۔ (یعنی عدم میراث رسول پر اجماع ہے۔)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث طلب کرنا ثابت

ہے، جیسا کہ بخاری (۳۰۹۲) ومسلم (۱۷۵۹) میں ہے۔لیکن بعض امامیہ نے اس روایت میں کچھ من گھڑت اضافے کئے ہیں، جن سے حدیث کے معنی اور مقصد میں تحریف ہوتی ہے۔ بغداد میں امامیہ نے کسی اہل سنت عالم کے ساتھ خلیفہ کی مجلس میں مناظرہ کیا، تو امامیہ کے جمہور علماء نے کہا کہ روایت «لَا يُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَة» میں ''ما'' کا لفظ ''یورث'' کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ اور ''صدقہ'' حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ اس روایت کے مطابق حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ انبیا جس چیز کو بطور صدقہ چھوڑ دیں، وہ میراث نہیں بنتا اور جسے بطور صدقہ نہ چھوڑیں، وہ وراثت بن جاتا ہے۔ جبکہ جمہور کہتے ہیں کہ یہ کلام دو جملوں پر مشتمل ہے؛ ''ما'' مبتدا ہونے کی وجہ سے مقام رفع میں ہے، جبکہ ''صدقہ'' خبر ہے۔ اس کا معنی ہے کہ جو ہم چھوڑیں، وہ سب صدقہ ہے۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور اس کا حکم یہیں سے جاری ہو رہا ہے۔

لیکن امامیہ کی ذکر کردہ روایت باطل ہے، کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس وقت پیش کیا تھا، جب وہ ان سے میراث لینے آئی تھیں، اگر یہ حدیث میراث کی ممانعت پر نہ ہوتی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے دلیل ہی اخذ نہ کرتے اور نہ ہی وہاں موجود صحابہ اسے تسلیم کرتے۔ سو اس روایت میں ''ما'' کا مرفوع ہونا ہی درست ہے، نہ کہ منصوب ہونا، بلکہ اسی حدیث کے بعض الفاظ میں ہے کہ ''ہم انبیا کی جماعت ہیں، ہماری وراثت نہیں ہوتی۔'' اسی طرح سنن ابی داود کے الفاظ ہیں: ''نبی

کا سارا مال صدقہ ہوتا ہے، سوائے اس کے جو نبی کے اہل خانہ کے کھانے پہنانے میں صرف ہو، نبی کی وراثت نہیں ہوتی۔''

(مَطامِح الأفهام شرح كتاب الأحكام: 2/316-317)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِّينَا أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا احْتَجَّتْ أَوَّلًا بِالْقِيَاسِ وَبِالْعُمُومِ فِي الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ، فَأَجَابَهَا الصِّدِّيقُ بِالنَّصِّ عَلَى الْخُصُوصِ بِالْمَنْعِ فِي حَقِّ النَّبِيِّ، وَأَنَّهَا سَلَّمَتْ لَهٗ مَا قَالَ، وَهٰذَا هُوَ الْمَظْنُونُ بِهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا.

''روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اولاً آیت کریمہ کے عموم سے قیاس کرتے ہوئے اسے دلیل بنایا تھا، لیکن جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے واضح نص سے اس کا جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے بارے میں تقسیم نہ ہونے کا حکم خاص ہے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ جگر گوشۂ رسول سے یہی امید رکھی جا سکتی تھی۔''

(البداية والنّهاية: 5/309)

فدک کی زمین ہبہ یا وراثت؟:

بعض الناس اس مسئلہ میں واضح تناقض واضطراب کا شکار ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کی تھی اور کبھی کہتے ہیں کہ انہوں نے بطورِ میراث فدک کی زمین سے اپنا حصہ مانگا تھا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا ذُكِرَ مِنَ ادِّعَاءِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَدَكَ، فَإِنَّ هٰذَا يُنَاقِضُ كَوْنَهَا مِيرَاثًا لَّهَا، فَإِنْ كَانَ طَلَبُهَا بِطَرِيقِ الْإِرْثِ امْتَنَعَ أَنْ يَكُونَ بِطَرِيقِ الْهِبَةِ، وَإِنْ كَانَ بِطَرِيقِ الْهِبَةِ امْتَنَعَ أَنْ يَّكُونَ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ هِبَةً فِي مَرَضِ الْمَوْتِ، فَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَزَّهٌ، إِنْ كَانَ يُورَثُ كَمَا يُورَثُ غَيْرُهُ، أَنْ يُّوصِيَ لِوَارِثٍ أَوْ يَخُصَّهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهٖ بِأَكْثَرَ مِنْ حَقِّهٖ، وَإِنْ كَانَ فِي صِحَّتِهٖ، فَلَا بُدَّ أَنْ تَكُونَ هٰذِهٖ هِبَةً مَّقْبُوضَةً، وَإِلَّا فَإِذَا وَهَبَ الْوَاهِبُ بِكَلَامِهٖ وَلَمْ يَقْبِضِ الْمَوْهُوبُ شَيْئًا حَتّٰى مَاتَ الْوَاهِبُ كَانَ ذٰلِكَ بَاطِلًا عِنْدَ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ.

''مالِ فدک کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دعویٰ کا جو ذکر ملتا ہے، اس میں تناقض پایا جاتا ہے، (یہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں) اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی جاگیر میراث کی بنا پر طلب کرتی تھیں، تو یہ ہبہ نہیں ہو سکتا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی، تو یہ وراثت نہیں بن سکتی۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ جاگیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی اور دوسروں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت

بھی تقسیم ہونا تھی، تو آپ ﷺ کی ذات اقدس اس سے مبرا ہے کہ آپ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں وصیت کرتے یا حالت مرض میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حق سے زیادہ مال عطا فرماتے (حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا حقیقی وارث بھی تھیں اور وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں) اگر آپ ﷺ نے حالت صحت میں فدک کی جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی تھی، تو وہ ہبہ باقبضہ ہونا چاہئے تھا، اس لئے کہ ہبہ کرنے والا کوئی چیز ہبہ کر دے اور جسے ہبہ کیا گیا ہے، وہ اس پر قابض نہ ہو اور ہبہ کرنے والا فوت ہو جائے، تو جمہور علما کے نزدیک ایسا ہبہ ختم ہو جاتا ہے۔''

(مِنهاج السنّة : 228/4)

صحیح یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ میراث کی حیثیت سے تھا۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾(بني إسرائيل : ٢٦) دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ .

''جب آیت (بنی اسرائیل: ۲٦:۱۷) نازل ہوئی کہ اپنے عزیز و اقارب کو ان کا حق دیجئے، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر باغِ فدک دے دیا۔''(مسند البزّار [كشف الأستار] : 2223)

روایت باطل ہے۔ عطیہ عوفی کو جمہور نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الأسماء واللّغات للنّووي : 48/1، طرح التّثريب لابن العراقي : 42/3، مجمع الزّوائد للهيثمي : 412/1، البدر المنير لابن الملقّن : 463/7، عمدة القاري

للعيني : 250/6)

اسے امام یحییٰ بن سعید قطان، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی، امام ابن عدی، امام دارقطنی، امام ابن حبان اور علامہ جوزجانی وغیرہم رحمہم اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہو گیا تھا۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا عَطِيَّةُ، فَاجْتَمَعُوا عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''عطیہ عوفی کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام نے اتفاق کر لیا ہے۔''

(الموضوعات : 386/1)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ .

''اس کے ضعف پر محدثین کا اجماع ہے۔'' (المغني في الضّعفاء : 62/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعِهِمْ .

''یہ باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔'' (البدر المنير : 313/5)

یہ تدلیس کی بری قسم میں ملوث تھا۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحِفْظِ، مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ الْقَبِيحِ .

''یہ کمزور حافظے والا تھا اور بری تدلیس کے ساتھ مشہور تھا۔''

(طبقات المدلّسین، ص: 50)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ زیر بحث روایت کے بارے فرماتے ہیں:

هٰذَا بَاطِلٌ، وَلَوْ كَانَ وَقَعَ ذٰلِكَ لَمَا جَاءَ تْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَطْلُبُ شَيْئًا، هُوَ فِي حَوْزِهَا وَمِلْكِهَا.

''یہ روایت باطل ہے، اگر واقعی ایسا ہوتا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا مطالبہ کرنے نہ آتیں، جو پہلے ہی ان کی ملکیت اور قبضہ میں تھی۔''

(میزان الاعتدال: 135/3)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُشْكِلٌ لَوْ صَحَّ إِسْنَادُهٗ، لِأَنَّ الْآيَةَ مَكِّيَّةٌ، وَفَدَكُ إِنَّمَا فُتِحَتْ مَعَ خَيْبَرَ سَنَةَ سَبْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، فَكَيْفَ يَلْتَئِمُ هٰذَا مَعَ هٰذَا؟

''اگر اس کی سند صحیح ہو، تو بھی اس میں اشکال ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور فدک تو سات ہجری میں خیبر کے ساتھ فتح ہوا۔ بھلا اس آیت کو واقعہ فدک کے ساتھ کیسے ملایا جا سکتا ہے؟''

(تفسیر ابن کثیر: 69/5، بتحقیق الدکتور سلامة)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ مَّعَهَا عَلِيٌّ، فَقَالَتْ: مِيرَاثِي مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ أَبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمِنَ الرِّثَّةِ أَوْ مِنَ الْعُقَدِ؟ قَالَتْ: فَدَكُ وَخَيْبَرُ وَصَدَقَاتُهٗ بِالْمَدِينَةِ أَرِثُهَا، كَمَا يَرِثُكَ بَنَاتُكَ إِذَا مِتَّ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَبُوكِ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنِّي، وَأَنْتِ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ بَنَاتِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، يَعْنِي هٰذِهِ الْأَمْوَالَ الْقَائِمَةَ، فَتَعْلَمِينَ أَنَّ أَبَاكِ أَعْطَاكِهَا، فَوَاللّٰهِ! لَئِنْ قُلْتِ: نَعَمْ، لَأَقْبَلَنَّ قَوْلَكِ وَلَأُصَدِّقَنَّكِ، قَالَتْ: جَائَتْنِي أُمُّ أَيْمَنَ، فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّهٗ أَعْطَانِي فَدَكَ، قَالَ: فَسَمِعْتِهٖ يَقُولُ: هِيَ لَكِ؟ فَإِذَا قُلْتِ: قَدْ سَمِعْتُهٗ، فَهِيَ لَكِ، فَأَنَا أُصَدِّقُكِ، وَأَقْبَلُ قَوْلَكِ، قَالَتْ: قَدْ أَخْبَرْتُكَ مَا عِنْدِي.

”جس دن رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اسی دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔ دوسرا دن ہوا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے والد رسول اللہ ﷺ کی میراث مجھے دی جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سامان خانہ داری سے یا زمینی جائیداد سے؟

سیدہ نے کہا: میں فدک، خیبر اور صدقات مدینہ کی اسی طرح وارث ہوں، جس طرح وفات کے بعد آپ کی بیٹیاں آپ کی وارث ہوں گی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کے والد مجھ سے بہتر تھے اور اللہ کی قسم! آپ میری بیٹیوں سے بہتر ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''ہم (انبیا) کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' آپ کی مراد یہی اموال موجودہ تھے۔ آپ کو یقین ہے کہ آپ کے والد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اموال آپ کو دے دیے ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر آپ ہاں کہہ دیں، تو میں آپ کی تصدیق کروں گا۔ سیدہ نے کہا: میرے پاس سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک مجھے دے دیا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فدک آپ کے لئے ہے۔ اگر آپ یہ کہہ دیں، تو میں آپ رضی اللہ عنہا کی تصدیق کروں گا اور آپ کی بات مان لوں گا اور آپ کو یہ حصہ دے دوں گا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جو دلیل میرے پاس تھی، اس سے میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔''

(الطّبقات الکبریٰ لابن سعد : 2/241)

جھوٹ کا پلندہ ہے، جسے محمد بن عمر واقدی ''کذاب ومتروک'' نے جمع کیا ہے۔

❀ جعدہ سے منقول ہے:

قَالَتْ فَاطِمَةُ لِأَبِي بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جَعَلَ لِي فَدَكَ فَأَعْطِنِي إِيَّاهَا ....

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک کی زمین دی تھی، لہٰذا یہ مجھے دیجئے......۔''

(فتوح البلدان للبلاذري، ص 40)

سند جھوٹی ہے۔

① عبداللہ بن میمون مکتب کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

② مالک بن جعونہ کون ہے؟ معلوم نہیں۔

③ اس کا باپ جعونہ کا بھی تعین نہیں۔ نیز اس کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع بھی معلوم نہیں۔

④ صاحب کتاب علامہ احمد بن یحییٰ بلاذری کی معتبر توثیق نہیں۔

⑤ فتوح البلدان للبلاذری بے سند کتاب ہے۔

❀ جعفر بن محمد سے منسوب ہے:

إِنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَعْطِنِي فَدَكَ فَقَدْ جَعَلَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي .

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے فدک کی زمین دیجئے، کیونکہ یہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کردی تھی۔''

(فتوح البلدان، ص 40)

جھوٹی سند ہے۔

① روح کرابیسی کا تعین وتوثیق درکار ہے۔

② زید بن حباب نے خالد بن طہمان کا زمانہ نہیں پایا۔

③ خالد بن طہمان ابوعلا خفاف کے متعلق یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خُلِّطَ خَالِدٌ الْخَفَّافُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِعَشْرِ سِنِينَ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ ثِقَةً، وَكَانَ فِي تَخْلِيطِهِ كُلُّ مَا جَاءُ وهُ بِهِ وَرَآهُ؛ قَرَأَهُ.

"خالد بن طہمان خفاف وفات سے دس برس پہلے خرابی حافظہ کا شکار ہو گیا تھا، اختلاط سے پہلے تو ثقہ تھا مگر بعد میں ہر سنی سنائی بات بیان کرنے لگا۔"

(الكامل لابن عدي: 19/3، وسندهٔ حسنٌ)

④ جعفر بن محمد اگر جعفر صادق رحمہ اللہ ہیں، تو وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوئے، اگر جعفر بن محمد سے مراد کوئی اور ہے، تو اس کا تعین وتوثیق معلوم نہیں، کیونکہ اس راوی کے بارے میں روح کرابیسی کو شک ہے۔

⑤ صاحب کتاب علامہ احمد بن یحییٰ بلاذری کی معتبر توثیق نہیں۔

⑥ فتوح البلدان للبلاذری بے سند کتاب ہے۔

❀ موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

دَخَلَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ حِينَ بُويِعَ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمَّ أَيْمَنَ، وَرِبَاحَ يَشْهَدَانِ لِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي فَدَكَ.

''جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں، عرض کیا: اُم ایمن اور رباح رضی اللہ عنہما دونوں میرے گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک دیا تھا۔''

(أنساب الأشراف للبَلاذُري : 79/10)

سند جھوٹی ہے۔

① سعید بن خالد مولیٰ خزاعہ کی توثیق نہیں۔

② موسیٰ بن عقبہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع ممکن نہیں۔

③ صاحب کتاب علامہ احمد بن یحییٰ بلاذری کی معتبر توثیق نہیں۔

④ انساب الاشراف للبلاذری بے سند کتاب ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا * يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾

(مریم : ٥-٦)

''(زکریا علیہ السلام نے دُعا کی: میرے ربّ!) مجھے اپنی جناب سے اولاد عطا فرما، جو میری اور آلِ یعقوب کی وارث بنے۔''

❀ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل : ١٦)

''سلیمان علیہ السلام، داود علیہ السلام کے وارث بنے۔''

ان دونوں مقامات پر انبیا کرام کی وراثت سے مراد مال و جائیداد نہیں، بلکہ علمِ نبوت اور حکمت ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

﴿يَرِثُنِي﴾ عَلٰى مِيرَاثِ النُّبُوَّةِ، وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾(مريم : ٤)، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ﴾ (النمل : ١٦)، أَيْ فِي النُّبُوَّةِ، إِذْ لَوْ كَانَ فِي الْمَالِ لَمَا خَصَّهٗ مِنْ بَيْنِ إِخْوَتِهٖ بِذٰلِكَ، وَلَمَا كَانَ فِي الْإِخْبَارِ بِذٰلِكَ كَبِيرُ فَائِدَةٍ، إِذْ مِنَ الْمَعْلُومِ الْمُسْتَقَرِّ فِي جَمِيعِ الشَّرَائِعِ وَالْمِلَلِ أَنَّ الْوَلَدَ يَرِثُ أَبَاهُ، فَلَوْلَا أَنَّهَا وِرَاثَةٌ خَاصَّةٌ لَّمَا أَخْبَرَ بِهَا، وَكُلُّ هٰذَا يُقَرِّرُهٗ وَيُثْبِتُهٗ مَا صَحَّ فِي الْحَدِيثِ .

''﴿يَرِثُنِي﴾ سے مراد میراث نبوت ہے، اسی لیے فرمایا گیا: ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾(مريم : ٤)''وہ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔'' جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے : ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ﴾ (النّمل : ١٦) ''سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔'' یہاں بھی نبوت میں وارث بننا مراد ہے۔ اگر اس سے مالی وراثت مراد ہوتی، تو سیدنا داود علیہ السلام انہیں ان کے بھائیوں میں سے کیوں خاص کرتے؟ نیز مالی وراثت کی بات بتانا کوئی بڑا فائدہ نہ تھا، جبکہ تمام شریعتوں اور مذہبوں میں مسلسل یہ ریت چلی آ رہی ہے کہ باپ کی میراث میں اولاد وارث ہوتی ہے۔ اگر یہ میراث خاص نہ ہوتی، تو اس کی خبر دینے کی ضرورت کیا تھی؟ احادیث صحیحہ یہی پتہ دیتی ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 213/5، بتحقیق الدکتور سلامة)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اسی موقف کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 213/5، بتحقیق الدکتور سلامة)

الحاصل:

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انبیائے کرام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، بلکہ جو مال و متاع وہ چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغِ فدَک کو بطورِ وراثت تقسیم کرنے سے صرف اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہوا تھا ''انبیا کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر انہوں نے یہی حدیث پیش فرمائی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے باغِ فدَک کا بطورِ وراثت مطالبہ ان کی اجتہادی خطا تھی۔ اہل بیت میں سے کسی نے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے ملامت نہیں کیا، نہ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فدَک کو بطورِ وراثت تقسیم کیا۔

لہٰذا فدَک کے معاملہ کو بنیاد بنا کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو غاصب قرار دینا عقلاً یا نقلاً کسی طرح بھی درست نہیں۔ اللہ ہمیں محبت صحابہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا حَضَرَ أَبِي رَحِمَهُ اللّٰهُ دَعَانِي، فَقَالَ: يَا بُنَيَّةُ، إِنِّي كُنْتُ أَعْطَيْتُكِ تَمْرَ خَيْبَرَ، وَلَمْ تَكُونِي أَخَذْتِيهَا، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ

تَرُدِّيهَا عَلَيَّ قَالَتْ : فَبَكَيْتُ، ثُمَّ قُلْتُ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَتِ، وَاللّٰهِ، لَوْ كَانَ خَيْبَرُ ذَهَبًا جَمِيعًا لَرَدَدْتُهَا عَلَيْكَ فَقَالَ : هِيَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا بُنَيَّةُ، إِنِّي كُنْتُ أَتْجَرَ قُرَيْشٍ وَأَكْثَرَهُمْ مَالًا، فَلَمَّا شَغَلَتْنِي الْإِمَارَةُ، رَأَيْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ مَا شَغَلَنِي، يَا بُنَيَّةُ هٰذِهِ الْعَبَاءَةُ الْقَطْوَانِيَّةُ وَحِلَابٌ، وَعَبْدٌ، فَإِذَا مُتُّ فَأَسْرِعِي بِهٖ إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ، يَا بُنَيَّةُ، ثِيَابِي هٰذِهٖ، فَكَفِّنُونِي بِهَا قَالَتْ : فَبَكَيْتُ، وَقُلْتُ : يَا أَبَتِ، نَحْنُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ، وَهَلْ ذٰلِكَ إِلَّا لِلْمُهْلِ، قَالَتْ : فَلَمَّا مَاتَ، بَعَثْتُ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ : يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَاكِ لَقَدْ أَحَبَّ أَنْ لَا يَتْرُكَ لِقَائِلٍ مَقَالًا .

''میرے والد گرامی (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی موت کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا: بیٹی! میں نے آپ کو خیبر کی کھجوریں کے باغات دیے تھے، مگر آپ وہ باغات رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ باغات مجھے واپس کر دو۔ تو میں رونے لگی، پھر عرض کیا: ابو جی، اللہ آپ کو معاف کرے، اللہ کی قسم! اگر سارے کا سارا خیبر سونے کا ہوتا، تب بھی میں آپ کو واپس کر دیتی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! یہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ تھا۔ دراصل میں قریش کا سب سے بڑا تاجر تھا اور سب سے زیادہ سرمایہ

دار تھا، پھر مجھے اُمور خلافت نے مشغول کر دیا، تو میں نے سوچا کہ اپنی مصروفیت کے مطابق معاوضہ لے لوں۔ بیٹی! یہ قطوانی چوغہ، دودھ کا برتن اور غلام ہے، جب میں فوت ہو جاؤں، تو فوراً یہ اشیا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینا، بیٹی! یہ میرے کپڑے ہیں، اسی میں مجھے کفن دے دینا۔ میں رونے لگ گئی اور عرض کیا: ہماری یہ حالت! (کہ ہم اپنے والد کو نیا کفن بھی نہ دے سکیں) فرمایا: اللہ آپ کو معاف کرے، کفن تو گل سڑ جاتا ہے۔ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، تو میں نے وہ اشیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ آپ کے والد پر رحم کرے، وہ یہی چاہتے تھے کہ کسی کو بات کرنے کا موقع نہ دیں۔''

(الزُّهد لأحمد بن حنبل : 573، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی:

يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، انْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ، فَحَسَبُوهُ فَوَجَدُوهُ سِتَّةً وَّثَمَانِينَ أَلْفًا أَوْ نَحْوَهٗ، قَالَ: إِنْ وَفٰى لَهٗ مَالُ آلِ عُمَرَ فَأَدِّهٖ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ، وَلَا تَعْدُهُمْ إِلٰى غَيْرِهِمْ، فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ.

''عبداللہ بن عمر! دیکھنا کہ میرے ذمہ کتنا قرض ہے۔ حساب کیا، تو چھیاسی ہزار درہم یا اس کے لگ بھگ قرض بن گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آل عمر سے

یہ قرض ادا ہو جائے، تو چکا دینا، نہیں تو بنو عدی بن کعب سے مانگنا، اگر پھر بھی پورا نہ ہو، تو قریش سے سوال کرنا۔ ان کے علاوہ کسی سے سوال نہ کرنا، بہر کیف میری طرف سے یہ قرض ادا کر دینا۔''

(صحیح البخاري : 3700)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، وَقَدْ رَقَعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِرِقَاعٍ ثَلَاثٍ لَبَّدَ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ .

''میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب وہ مدینہ میں امیر المومنین تھے، آپ کے کندھوں پر تہہ بہ تہہ تین پیوند لگے ہوئے تھے۔''

(موطأ الإمام مالك : 918/2، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی حالت زار آپ نے ملاحظہ کی، بھلا ایسی ہستیاں کسی کا ناحق مال غصب کر سکتی ہیں؟ شیخین نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی، بلکہ کسمپرسی میں گزاری، بے سروسامانی کے عالم میں دنیا سے کوچ کیا، آخر وہ مال کہاں تھا، جس کے ساتھ انہیں مطعون کیا جاتا ہے؟

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں۔ نبوت سے پہلے، نبوت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی رہے۔ رفیق ہجرت، انیس غار اور سفر وحضر کے ساتھی ہیں۔ تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ قبر میں بھی ساتھی ہیں، جنت میں بھی ساتھ ہوں گے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل الصحابہ اور اعلم الصحابہ کا اعزاز حاصل ہے۔ (بخاری:

۳۶۹۷، ۳۶۶۴) متواتر روایت میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی افضلیت کا اقرار کرتے تھے۔ (بخاری: ۳۶۷۱، ۳۶۷۱) آپ کو سبقت اسلام کا شرف حاصل ہے۔ (مسلم: ۲۳۷) آپ کے ایمان کی گواہی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ (بخاری: ۳۶۹۰، مسلم: ۲۳۸۸) آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (بخاری: ۳۶۶۲، مسلم: ۲۳۸۴) آپ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں، جنہیں جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔ (بخاری: ۳۶۶۶، مسلم: ۱۰۲۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا۔ (بخاری: ۶۶۴، مسلم: ۴۱۸) اسلام کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کا انتخاب مہاجرین وانصار نے کیا۔ (بخاری: ۶۸۳۰) سیدنا ابوبکر تاجر تھے اور مالدار تھے، انفاق فی سبیل اللہ میں سب سے آگے رہے، جب اسلام اور مسلمان کمزور تھے، تو غلبہ اسلام کے لیے آپ کی بے شمار قربانیاں پیش کیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا۔ (بخاری: ۳۷۵۴) آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔ (بخاری: ۳۹۰۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار آپ کو جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ (بخاری: ۳۶۷۴، مسلم: ۲۴۰۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا بھائی اور ساتھی فرمایا۔ (بخاری: ۳۶۵۶)

ایک دفعہ عقبہ بن ابی معیط نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلو اطہر میں چادر ڈال کر بھینچا، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً دفاع کے لیے آگے بڑھے اور اسے کندھے سے پکڑ کر دور کیا۔ (بخاری: ۳۸۵۶) سردار مکہ ابن دغنہ کافر نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف وستائش کی اور آپ کے فضیلت اور اہمیت کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو معاشرے کا مفید فرد قرار دیا۔ (بخاری: ۳۹۰۵) صحابہ کرام اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اہل اسلام کو ابوبکر اور آپ کی آل کی وجہ

سے بے شمار برکات نصیب ہوئیں۔(بخاری:۳۳۴،مسلم:۳۶۷) آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا کھانا بابرکت تھا، صحابہ نے گواہی دی کہ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر سے کھانا کھایا، ہم ایک لقمہ اٹھاتے، تو کھانا بڑھ جاتا، حتی کہ ہم نے سیر ہو کر کھانا کھایا، مگر کھانا پہلے سے زیادہ ہو چکا تھا۔(بخاری:۶۰۲، مسلم:۲۰۵۷) آپ رضی اللہ عنہ فصیح اللسان اور فی البدیہہ خطیب تھے۔ (بخاری:۶۸۳۰) آپ کے کئی بلیغ خطبات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کو کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے، اللہ کی تعریف وثنا کی، پھر فرمایا: ابوبکر سے زیادہ احسان مجھ پہ کسی نے نہیں کیے، مال کا احسان ہو یا جان کا۔ میں اگر کسی کو خلیل بناتا، تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلام کی خُلّت زیادہ بہتر ہے، ابوبکر کے علاوہ اس مسجد کی طرف کھلنے والی ہر کھڑکی بند کر دو۔(صحيح البخاري: 467، 3654)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنْفَقَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ أَلْفًا .

”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔“

(صحيح ابن حبان: 6859، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

مولودِ کعبہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا ثابت نہیں۔اس پر علمی و تحقیقی تبصرہ ملاحظہ ہو:

❀ امِ عارہ بنت عبادہ سے منسوب ہے:

''میں ایک دن عرب خواتین کے پاس تھی کہ ابو طالب مغموم و پریشان تشریف لائے۔میں نے عرض کیا: ابو طالب! کیا ہوا؟ کہنے لگے: فاطمہ بنت اسد سخت دردِ زِہ میں مبتلا ہیں۔یہ کہہ کر ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔اسی اثنا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: چچا جان! کیا مسئلہ ہے؟ کہا: فاطمہ بنت اسد دردِ زِہ میں ہیں۔انہیں کعبہ میں بٹھا دیا گیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر بیٹھ جایئے۔انہوں نے ایک خوش رو، نظیف اور حسین ترین بچہ جنم دیا۔ابو طالب نے اس کا نام علی رکھا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بچہ اٹھا کر گھر لے آئے۔''

(مَناقب عليّ بن أبي طالب لابن المَغازلي، الرقم : 3)

جھوٹی روایت ہے:

① ابو طاہر یحییٰ بن حسن علوی کون ہے؟ کوئی پتہ نہیں۔

② محمد بن سعید دارمی کی توثیق درکار ہے۔

③ زیدہ بنت قریبہ کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

④ ان کی ماں ام العارہ بنت عبادہ کون ہے؟ معلوم نہیں۔

مجہول در مجہول رواۃ کی بیان کردہ روایت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

❁ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ إِسْنَادَ هٰذَا الْحَدِيثِ لَا يَثْبُتُ .

''اس حدیث کی سند ثابت نہیں۔''

(مُثير العَزم السّاكن إلى أشرف الأماكن : 9/2)

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ، لَا يَصِحُّ . ''یہ روایت ضعیف ہے، ثابت نہیں۔''

(العُدّة في شرح العُمدة : 1090/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ وُلِدَ فِيهَا، فَضَعِيفٌ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کے بارے میں روایت ضعیف ہے۔''

(البدر المنير : 489/6)

❁ علامہ سفیری رحمہ اللہ (۹۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ .

''اہل علم کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔''

(شرح البخاري : 161/2)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

''خانہ کعبہ میں سب سے پہلے سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور بنو ہاشم میں سب سے پہلے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی۔''

(أخبار مكّة للفاكهي : 198/3، الرقم : 2018)

سند ضعیف ہے۔ فاکہی رحمہ اللہ کے استاذ ابراہیم بن ابو یوسف کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔ شریعت نے ہمیں ثقہ اور معتبر راویوں کی روایات کا مکلّف ٹھہرایا ہے، نہ کہ مجہول اور غیر معتبر راویوں کے بیان کردہ قصے کہانیوں کا۔

تنبیہ : امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک :384/3) فرماتے ہیں کہ متواتر (مشہور) ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مولود کعبہ ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ کی یہ بات نہ تو احادیث کے اعتبار سے درست ہے، نہ ہی تاریخ کے اعتبار سے، کیوں کہ مؤرخین کی تصریحات بھی اس کے خلاف ہیں، سبھی مورخین کہتے ہیں کہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پہلے اور آخری مولودِ کعبہ ہیں۔

لہٰذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولودِ کعبہ ہونا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں۔ اس بارے میں کوئی صحیح وصریح روایت ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولادت اور وفات کے حوالے سے کچھ ثابت نہیں کہ وہ کہاں ہوئی؟ بعض لوگوں نے اڑتی اڑتی باتوں کو حقیقت کا رنگ دے کر دین بنالیا ہے، جو کسی طرح جائز نہیں۔

امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح

خلیفۃ المسلمین، دامادِ رسولِ امین، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے ہونے والی بیٹی سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین، خلیفہ راشد، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جو تواتر اور اجماع کی حد تک ثابت ہے۔ اہل سنت اور شیعہ کا اس پر اتفاق ہے، بلکہ شیعہ اکابرین نے اس کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے:

❁ شیعہ مؤرّخ، احمد بن یعقوب نے ۱۷ھ میں عہد فاروقی کے احوال میں لکھا ہے:

فِي هٰذِهِ السَّنَةِ خَطَبَ عُمَرُ إِلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ، وَأُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَقُولُ: كُلُّ نَسَبٍ وَّسَبَبٍ يَّنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَصِهْرِي، فَأَرَدْتُّ أَنْ يَّكُونَ لِي سَبَبٌ وَّصِهْرٌ بِرَسُولِ اللّٰهِ، فَتَزَوَّجَهَا وَأَمْهَرَهَا عَشْرَةَ آلَافِ دِينَارٍ.

”اسی سال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے لئے پیغامِ نکاح بھیجا۔ یاد رہے کہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لخت جگر تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امِ کلثوم عمر میں چھوٹی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: روزِ قیامت تمام نسب اور سبب منقطع ہو جائیں گے، سوائے میرے تعلق،

نسب اور سسرالی رشتہ کے۔ میری خواہش ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق اور سسرالی رشتہ ہو۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دس ہزار دینار حق مہر کے عوض اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی۔''

(تاریخ الیعقوبي : 2/149ـ 150)

ابو جعفر محمد بن یعقوب کُلَیْنِی نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا: جس کا خاوند فوت ہو جائے، وہ عدت کہاں گزارے؟ خاوند ہی کے ہاں یا کہیں اور بھی؟ اس پر امام صاحب نے فرمایا: جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، پھر فرمایا:

إِنَّ عَلِيًّا لَّمَّا مَاتَ عُمَرُ أَتٰى أُمَّ كُلْثُومٍ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، فَانْطَلَقَ بِهَا إِلٰى بَيْتِهٖ .

''جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کا ہاتھ تھام کر اسے گھر لے گئے۔''

(الكافي في الفروع، كتاب الطلاق : 6/115ـ116)

❁ طوسی شیعہ نے امام باقر رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے:

مَاتَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَّابْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ، لَا يُدْرٰى أَيُّهُمَا هَلَكَ قَبْلُ، فَلَمْ يُورِثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخِرَةِ، وَصُلِّيَ عَلَيْهِمَا جَمِيعًا .

''سیدہ امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے بیٹے زید بن عمر بن خطاب بالکل ایک

ہی وقت میں فوت ہوئے، یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ دونوں میں سے پہلے کون فوت ہوا، نہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کا وارث بنا۔ دونوں کی نمازِ جنازہ بھی اکٹھی ادا کی گئی۔''

(تهذيب الأحكام، كتاب الميراث : 262/9)

سیدہ امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح کو درج ذیل شیعہ علما نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے:

سید مرتضیٰ (علم الهدیٰ) (الشّافي، ص 166)، **فخر شیعہ، ابن شہر آشوب** (مناقب آل أبي طالب : 162/3، طبعة ممبئي، الهند)، **شیعہ عالم اربلی** (كشف الغمّة في معرفة الأئمّة، ص 10، طبع إيران، القديم)، **ابن ابی الحدید** (شرح نهج البلاغة : 124/3)، **مقدس اردبیلی** (حديقة الشّيعة، ص 277، طبعة طهران)، **قاضی نور اللہ شوشتری ملقب بہ الشہید الثالث** (مجالس المؤمنين، ص 76، طبعة إيران) **وغیرہم۔**

اس نکاح سے شیعہ نے ہاشمیہ کے غیر ہاشمی سے نکاح پر جواز کا استدلال کیا ہے۔

❀ شیعہ فقیہ حلی (۶۷۲ھ) نے لکھا ہے:

يَجُوزُ إِنْكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَبْدَ، وَالْعَرَبِيَّةِ الْعَجَمِيَّ، وَالْهَاشِمِيَّةِ غَيْرَ الْهَاشِمِيِّ.

''آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ، عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔''

(شرائع الإسلام في مسائل الحلال والحرام، كتابُ النّكاح : 467/2)

❀ اس کتاب کے شارح العاملی ملقب بہ الشہید الثانی نے لکھا ہے:

زَوَّجَ النَّبِيُّ ابْنَتَهٗ عُثْمَانَ، وَزَوَّجَ ابْنَتَهٗ زَيْنَبَ بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ

الرَّبِيعِ، وَلَيْسَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، وَكَذٰلِكَ زَوَّجَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ مِّنْ عُمَرَ، وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ، وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ أُخْتَهَا سُكَيْنَةَ، وَكُلُّهُمْ مِّنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ.

''نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا، دوسری کا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کیا۔ یہ دونوں افراد بنو ہاشم سے نہ تھے۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کی، عبداللہ بن عمرو بن عثمان کی شادی فاطمہ بنت حسین سے اور سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شادی ان (فاطمہ بنت حسین) کی بہن سکینہ سے ہوئی۔ یہ سب غیر ہاشمی تھے۔''

(مَسالك الأفهام شرح شرائع الإسلام، باب لواحق العقد: 410/7)

❁ معتزلی شیعہ، ابن ابی الحدید نے ایک روایت ان الفاظ سے ذکر کی ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَجَّهَ إِلٰى مَلِكِ الرُّومِ بَرِيدًا، فَاشْتَرَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ امْرَأَةُ عُمَرَ طِيبًا بِدَنَانِيرَ، وَجَعَلَتْهُ فِي قَارُورَتَيْنِ، وَأَهْدَتْهُمَا إِلَى امْرَأَةِ مَلِكِ الرُّومِ، فَرَجَعَ الْبَرِيدُ إِلَيْهَا، وَمَعَهُ مِلْءُ الْقَارُورَتَيْنِ جَوَاهِرَ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا عُمَرُ، وَقَدْ صُبَّتِ الْجَوَاهِرُ فِي حِجْرِهَا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ لَكِ هٰذَا؟ فَأَخْبَرَتْهُ، فَقَبَضَ عَلَيْهِ

وَقَالَ : هٰذَا لِلْمُسْلِمِينَ، قَالَتْ : كَيْفَ، وَهُوَ عِوَضُ هَدِيَّتِي؟ قَالَ : بَيْنِي وَبَيْنَكِ أَبُوكِ، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لَكِ مِنْهُ بِقِيمَةِ دِينَارِكِ، وَالْبَاقِي لِلْمُسْلِمِينَ جُمْلَةً، لِأَنَّ بَرِيدَ الْمُسْلِمِينَ حَمَلَهُ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رومی بادشاہ کی طرف قاصد بھیجا، آپ کی زوجہ سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے شاہ روم کی بیوی کے لئے خوشبو کا تحفہ بھیجا۔ قاصد واپس آیا، تو جواہرات کی بھری دو بوتلیں لایا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، تو ان کی گود میں جواہرات دیکھے۔ پوچھا: یہ جواہرات کہاں سے آئے؟ انہوں نے بتایا، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ جواہرات ان سے لے لئے اور فرمایا: یہ مسلمانوں کے لیے ہیں۔ سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو میرے بھیجے ہوئے ہدیے کے عوض آئے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور آپ کے درمیان آپ کے والد فیصلہ کریں گے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! تیرے دیناروں کی قیمت کے برابر جواہرات تجھے ملیں گے، باقی تمام مسلمانوں کے حصے میں آئیں گے، کیونکہ قاصد مسلمانوں ہی کا تھا۔''

(شرح نهج البلاغة : 575/4، طبعة بيروت، 1375ھ)

ہم نے یہ حوالہ جات معروف اہل حدیث عالم، شہیدِ اسلام، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی مایۂ ناز کتاب (الشيعة واهل البيت، ص 106... 109) سے لیے ہیں۔

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں۔ جب شیعہ کو یہ بات تسلیم ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

نے اپنی صاحبزادی کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تینوں خلفائے راشدین کے درمیان بے حد محبت اور گہرا تعلق تھا، وہ ایک دوسرے کے احترام میں رشتے ناطے تک قائم کرتے تھے اور ایک دوسرے کے حقوق کے پاسبان اور پاسدار تھے، تو شیعہ نے امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے ایک قول گھڑ لیا، ملاحظہ ہو:

إِنَّ ذٰلِكَ فَرْجٌ غُصِبْنَاهُ. ''یہ رشتہ ہم سے چھین لیا گیا تھا۔''

(الكافي في الفروع: 141/2، طبعة الهند)

شیعہ اصولِ حدیث کے مطابق یہ قول ''صحیح'' ہے، البتہ اہل سنت کے اصولِ حدیث کی رو سے یہ قول جھوٹا اور مردود ہے۔

① علی بن ابراہیم بن ہاشم ابوالحسن قمی

② اس کا باپ ابراہیم بن ہاشم ابن الخلیل ابواسحاق قمی

③ محمد بن ابوعمیر

④ ہشام بن سالم

⑤ حماد بن عثمان

⑥ ابوالحسن زرارہ بن امین الشیبانی

یہ سب ''مجہول'' ہیں۔

ان اشخاص کی توثیق نہیں مل سکی، ان میں سے بعض کے تو حالات زندگی ہی کا پتہ نہیں چل سکا۔ یہ نامعلوم جھوٹوں کی کارستانی ہے۔

❀ شیعہ عالم مقدس اردبیلی نے لکھا ہے:

إِنَّ عَلِيًّا لَّمْ يَكُنْ يُّرِيدُ أَنْ يُّزَوِّجَ ابْنَتَهٗ أُمَّ كُلْثُومٍ مِّنْ عُمَرَ، وَلٰكِنَّهٗ خَافَ مِنْهُ، فَوَكَّلَ عَمَّهٗ عَبَّاسًا لِّيُزَوِّجَهَا مِنْهُ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کریں، انہوں نے یہ نکاح ڈر کی وجہ سے کیا، چنانچہ یہ کام اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کہ وہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردیں۔'' (حدیقۃ الشّیعۃ، ص 277)

کیا ایسے لوگ اہل بیت اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ ایک جھوٹی کہانی گھڑ کر یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ (معاذ اللہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہایت بزدل تھے اور اپنے حقوق کے حصول میں اس قدر چشم پوشی سے کام لیتے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کی عزت وعصمت تک چھین لی، مگر انہوں نے پوری زندگی زبان تک نہیں کھولی۔ ایسی رسوائی والی باتوں سے ہم اللہ رب العزت کی پناہ میں آتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان باتوں سے بلند تھے۔ جس دل میں ذرہ برابر ایمان ہو، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ رسوا کن بات منسوب نہیں کرسکتا۔ ایک دن آنے والا ہے، جب اللہ رب العزت ایسوں کو اپنی گرفت میں لے گا، پھر کوئی انہیں چھڑا نہیں سکے گا۔

نکاح ام کلثوم پر اہل سنت کے دلائل بھی ملاحظہ ہوں۔

❀ سیدنا ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِينَةِ، فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ، فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ

: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ، يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ، فَقَالَ عُمَرُ : أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ، وَأُمُّ سَلِيطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ : فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ.

''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، تو ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ آپ کے پاس بیٹھے لوگوں میں سے کسی نے کہا: امیر المومنین! یہ چادر اپنی زوجہ محترمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی کو عنایت کر دیجیے، مراد سیدہ امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میری بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے مقابلہ میں) امِ سلیط رضی اللہ عنہا اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں۔ وہ انصاریہ تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: یہ غزوۂ اُحد کے دن پانی کی مشکیں کمر پر لاد کے ہمارے پاس لاتی تھیں۔''

(صحیح البخاري : 2725)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ صَلّٰى عَلٰى تِسْعِ جَنَائِزَ جَمِيعًا، فَجَعَلَ الرِّجَالَ يَلُونَ الْإِمَامَ، وَالنِّسَاءَ يَلِينَ الْقِبْلَةَ، فَصَفَّهُنَّ صَفًّا وَّاحِدًا، وَوُضِعَتْ جَنَازَةُ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنٍ لَّهَا، يُقَالُ لَهُ زَيْدٌ، وُضِعَا جَمِيعًا، وَالْإِمَامُ يَوْمَئِذٍ سَعِيدُ بْنُ

الْعَاصِ، وَفِي النَّاسِ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَبُو سَعِيدٍ، وَأَبُو قَتَادَةَ، فَوُضِعَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نو میّتوں پر اکٹھی نماز جنازہ ادا کی۔ مردوں کو امام کی جانب اور عورتوں کو قبلہ کی جانب رکھا اور سب کو ایک لائن میں رکھ دیا، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے بیٹے زید کو اکٹھا رکھا۔ اس روز امام سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ جنازہ پڑھنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ بچے کو امام کی جانب رکھا گیا۔''

(سنن النّسائي : 1980، سنن الدّارقطني : 2/79-80، السّنن الکبرٰی للبیهقي : 4/33، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۴۵) نے صحیح کہا ہے۔

اس کی سند کو حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المہذّب : ۵/ ۲۲۴) نے ''حسن''، جبکہ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر : ۵/ ۳۸۵) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التّلخیص الحبیر : ۲/ ۱۴۶) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ شعبی رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى أَخِيهِ، وَأُمِّهٖ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ، فَجَعَلَ الْغُلَامَ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ، وَالْمَرْأَةَ فَوْقَ ذٰلِكَ.

''انہوں نے اپنے بھائی اور والدہ سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا جنازہ پڑھایا،

انہوں نے بچہ امام کی جانب رکھا اور عورت اس سے آگے۔“

(مُسند علي ابن الجعد : 574، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شعبی رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں:

صَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلٰى زَيْدِ بْنِ عُمَرَ، وَأُمِّهٖ أُمِّ كُلْثُومِ بِنْتِ عَلِيٍّ، فَجَعَلَ الرَّجُلَ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ، وَالْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهٖ، فَصَلّٰى عَلَيْهِمَا أَرْبَعًا، وَخَلْفَهُ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی زید بن عمر اور والدہ سیدہ امِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے بچہ امام کی جانب رکھا اور عورت اس سے آگے، چار تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ ان کی اقتدا میں محمد بن حنفیہ، سیدنا حسین بن علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے نمازِ جنازہ ادا کی۔“

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 38/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عمار بن ابی عمار، مولیٰ بنو ہاشم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

شَهِدْتُهُمْ يَوْمَئِذٍ، وَصَلّٰى عَلَيْهِمَا سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ، وَكَانَ أَمِيرَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ، وَخَلْفَهٗ ثَمَانُونَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”میں امِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے زید بن عمر کی نمازِ جنازہ میں شریک تھا۔

سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ ان دنوں گورنر تھے۔ان کی اقتداء میں اسی (۸۰) صحابہ کرام نے نماز پڑھی۔“

(الطّبقات الکبرٰی لابن سعد : 340/8، وسندہٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان روایات کے مابین یوں جمع وتطبیق کی ہے:

يُحْمَلُ عَلٰى أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَمَّ بِهِمْ حَقِيقَةً بِإِذْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، وَيُحْمَلُ قَوْلُهٗ : إِنَّ الْإِمَامَ كَانَ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، يَعْنِي الْأَمِيرَ، جَمْعًا بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ، أَوْ أَنَّ نِسْبَةَ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ لِكَوْنِهٖ أَشَارَ بِتَرْتِيبِ وَضْعِ تِلْكَ الْجَنَائِزِ عَلَى الْجِنَازَةِ فِي الصَّلَاةِ.

”درحقیقت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی اجازت سے جنازہ پڑھایا تھا۔ یہ جو حدیث میں ہے کہ ان کے امام سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے،تو اس سے مراد امارت ہے۔ یہ تطبیق وتوفیق کی ایک صورت ہوئی، یا پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جنازہ پڑھانے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے جنازہ کے لئے چارپائیاں ترتیب میں رکھنے کا اشارہ فرمایا تھا۔“

(التّلخیص الحبیر : 146/2)

تنبیہ:

بعض لوگوں نے ان صحیح روایات کو بنوامیہ کی کارستانی کہہ کر ٹھکرانے کی کوشش کی ہے، انہوں نے ان صحیح احادیث کو رد کرنے کے لیے واقدی جیسے کذاب کی بیان کردہ جھوٹی تاریخ کو بنیاد بنایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ تاریخ کے مطابق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چالیس

سال کی عمر میں ایمان لائے اور ۶۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

دعوت ذوالعشیرہ کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۹ برس تھی، سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۲۵ برس کی عمر میں ہوا، یعنی ذوالعشیرہ کے ۱۶ سال بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دعوت ذوالعشیرہ کے سات برس بعد اسلام لائے، جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا، تو اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۱۶ برس تھی۔ سیدنا عمر کے اسلام لانے کے ۹ سال بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی، تب سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۲۵ برس کے تھے۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۴۹ برس کے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے ایک برس بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، دوسال بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی، چار سال بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، چھ سال بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا دنیا میں تشریف لائیں، ام کلثوم کی ولادت کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۵۵ سال کے تھے، ۶۳ سال کی عمر پائی، سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کی دنیا میں آمد کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۸ برس زندہ رہے، بعض کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے تین سال پہلے شادی ہوئی، ایک بیٹا ہوا، جس کا نام زید بن عمر تھا۔ یوں شادی کے وقت سیدہ ام کلثوم کی عمر پانچ سال بنتی ہے۔

یہ ثقہ راویوں کے بیان کو جھوٹ کرنے کی ایک ناکام کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ جتنی جمع وتفریق بیان ہوئی ہے، اس پر کوئی ثقہ روایت نہیں ملتی۔ ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی، جس کی سند صحیح ہو اور اس میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت ان کی عمر کا تعین موجود ہو۔ یہ سب بے حقیقت اندازے وقیافے ہیں، جن کی بنیاد پر ثقہ تاریخ وروایت کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ واللہ اعلم!

نکاح متعہ تا قیامت حرام ہے

شریعت محمدیہ ایک کامل ومکمل ضابطہ حیات ہے۔اس میں تا قیامت تبدیلی کی گنجائش نہیں، کیونکہ مختلف ادوار وحالات میں متغیر قوانین کو اسلام نے مستقل کر دیا ہے۔ زمانہ نزولِ وحی سے لے کر قیامت تک کے لیے ٹھوس دستورِ زندگی عطا فرمایا۔ یہ کمال ہی کا تقاضا تھا کہ صرف افراد کو نہیں، بلکہ پورے معاشرے کو پیش نظر رکھ کر قوانین مرتب کر دیے گئے۔ جن کاموں سے معاشرے میں خرابی واقع ہوتی تھی، انہیں بتدریج حیات بدر کیا گیا۔ شراب کی مثال لے لیں کیسے غیر محسوس انداز میں مسلم معاشرہ اس سے پاک کیا گیا۔ پہلے فوائد کی نسبت اس کی خرابیاں زیادہ ہونے کا بتا کر اس سے عمومی نفرت کا رجحان پیدا کیا، پھر نمازوں کے اوقات میں نشہ منع فرما کر اس کی لت ختم کی، آخر میں اسے مستقل حرام قرار دے دیا گیا۔

نکاحِ متعہ بھی انہی بیماریوں میں سے ہے، جنہیں اسلام نے اصلاحِ معاشرہ کی خاطر ابدی طور پر شریعت سے نکال دیا ہے۔ جیسے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے شراب پی جاتی رہی، اسی طرح تدریجی حکمت عملی کے تحت نکاحِ متعہ بھی ایک وقت تک جائز رہا، پھر اسے قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا گیا اور اس کی جگہ شرعی نکاح ہی حتمی اور لازمی اصول بنا دیا گیا۔

جس طرح حرمت سے پہلے شراب نوشی کے واقعات دلیل بنا کر شراب حلال قرار دینا جائز نہیں، اسی طرح کسی مسلمان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ حرمت متعہ سے پہلے پیش آنے والے عہد نبوی کے واقعات کو دلیل بناتے ہوئے اب بھی نکاحِ متعہ کے جواز پر اصرار کرے۔

نکاحِ متعہ کے فرد اور معاشرے پر نہایت مضر اثرات تھے، جن کی بنا پر اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔ اس کے مقابلے میں شرعی نکاح کو رائج کیا گیا، جو مفاسد سے بالکل خالی اور فرد و معاشرے کے لیے بے شمار فوائد کا حامل ہے۔

شرعی نکاح کا اہم مقصد عفت و عصمت کا تحفظ ہے، جو کہ نکاحِ متعہ سے حاصل نہیں ہوتا، نیز نکاحِ شرعی میں اہم جزو دوام و استمرار ہے، جو کہ متعہ میں نہیں پایا جاتا۔ نکاحِ شرعی کا اہم فائدہ محبت و مودّت اور سکون ہے، جو کہ نکاحِ متعہ میں ناپید ہے۔ نکاحِ شرعی میں بیک وقت ایک سے زائد بیویوں کا تصور تو ہے، لیکن ایک سے زائد خاوندوں کا تصور قطعاً نہیں، جبکہ نکاحِ متعہ میں ایک سے زائد خاوندوں کا تصور واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ ایک عورت کے لیے نکاحِ متعہ کے ذریعے ایک ہی دن میں بیسیوں افراد سے منہ کالا کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔

نکاحِ متعہ کے ذریعے معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے اور انسانوں میں بہیمانہ رویے پروان چڑھتے ہیں۔ ایک عورت جب نکاحِ متعہ کے ذریعے کئی مردوں سے تعلق رکھتی ہے، تو کیا معلوم اس کی کوکھ میں پلنے والا بچہ کس کا ہے؟ ایسے بچے عام طور پر خونخوار درندے ہی بنتے ہیں، پر امن شہری نہیں بن پاتے۔ نکاحِ متعہ میں ولی (باپ، بھائی) کے حقوق بھی پامال ہوتے ہیں۔ عصمت جو انسانیت کا جوہر ہے، ختم ہو جاتی ہے اور ماحول

میں آوارگی پھیلتی ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلنِّكَاحُ الْمَبِيحُ هُوَ النِّكَاحُ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ، وَهُوَ النِّكَاحُ الَّذِي جَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً .

''جائز نکاح وہی ہے، جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہے۔ یہی وہ نکاح ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے زوجین میں مودّت و رحمت کا باعث بنایا ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: 32/92-93)

❀ علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ (۹۷۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ النِّكَاحُ إِلٰى أَجَلٍ مُّعَيَّنٍ، مِنَ التَّمَتُّعِ بِالشَّيْءِ ...... وَأُبِيحَ بِهٖ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ حُرِّمَ، وَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ الشِّيعَةِ ...... وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ كَانَتْ حَلَالًا قَبْلَ خَيْبَرَ فَحُرِّمَتْ فِيهِ ...... ثُمَّ حُرِّمَتْ بَعْدَ ثَلَاثَةٍ بَعْدَ الْفَتْحِ تَحْرِيمًا مُّؤَبَّدًا، لَا يُخَالِفُ فِيهِ إِلَّا الرَّوَافِضُ .

''نکاح متعہ سے مراد کسی شے کے عوض ایک متعین مدت تک نکاح کرنا۔...... شروعِ اسلام میں یہ نکاح جائز تھا، پھر حرام کر دیا گیا۔ نکاح متعہ شیعہ کے نزدیک (اب بھی) جائز ہے۔......غزوہ خیبر سے پہلے نکاح متعہ حلال تھا، پھر خیبر والے دن حرام کر دیا گیا۔...... پھر فتح مکہ کے تین دن بعد نکاح متعہ ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا، اس حکم کی مخالفت صرف روافض کرتے ہیں۔''

(مَجمع بِحار الأنوار : 533/4)

نکاحِ متعہ کی بے شمار قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے شادی شدہ خواتین بھی بدکاری کی راہ اختیار کر لیتی ہیں۔ اتنی قباحتوں کے باوجود نکاحِ متعہ شیعہ مذہب کا بنیادی جزو ہے۔

❀ شیعہ فقیہ، محمد بن حسن، الحر العاملی (۱۱۰۴ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ إِبَاحَةَ الْمُتْعَةِ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ مَذْهَبِ الْإِمَامِيَّةِ .

''نکاحِ متعہ کو جائز قرار دینا امامی شیعوں کی مذہبی ضرورت ہے۔''

(وسائل الشّيعة : 245/7)

روافض کا متعہ:

نکاح متعہ منسوخ ہے، قیامت تک کے لیے حرام ہے، مگر شیعہ جو متعہ کرتے ہیں، اسلام کے کسی دور میں جائز نہیں رہا۔ شیعہ کا متعہ سراسر زنا اور بدکاری ہے۔

شیعہ کے نزدیک شادی شدہ عورت سے بھی متعہ ہو سکتا ہے، جبکہ اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں کہ ایک عورت کے رحم میں دو مردوں کا نطفہ جمع ہو۔ اسلام قطعاً اسے ناپسند کرتا ہے، بلکہ ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ یہ تو جانوروں کا کام ہے، جسے انہوں نے اپنا دین بنا لیا ہے۔

روافض کے نزدیک چھوٹی بچی سے بھی متعہ جائز ہے کہ کوئی انسان اس کی دونوں رانوں کے درمیان آلہ تناسل رکھ کر لذت حاصل کرتا رہے۔ ایسا فعل کسی بے حیا سے ہی سرزد ہو سکتا ہے، سلیم الفطرت انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اسی طرح شیعہ کے نزدیک متعہ دوریہ بھی جائز ہے۔ متعہ دوریہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت ایک وقت میں کئی مردوں سے متعہ کرے، وہ اپنی باری مقرر کر لیں اور اس سے بدکاری کرتے رہیں۔ ایک عورت کے رحم میں کئی مردوں کا نطفہ جمع ہو، یہ اسلام نہیں، بلکہ ایسا عمل کسی بھی آسمانی مذہب میں جائز نہیں۔

۞ شیعہ کے شیخ الطائفہ، ابوجعفر، محمد بن حسن، طوسی (۴۶۰ھ) نے لکھا ہے:

لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَّسْأَلَهَا ؛ هَلْ لَّهَا زَوْجٌ أَمْ لَا .

''نکاحِ متعہ میں عورت سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ اس کا خاوند ہے یا نہیں۔''

(النهاية، ص 490)

۞ خمینی نے لکھا ہے:

أَمَّا سَائِرُ الْاِسْتِمْتَاعَاتِ كَاللَّمْسِ بِشَهْوَةٍ وَالضَّمِّ وَالتَّفْخِيذِ فَلَا بَأْسَ بِهَا حَتّٰى فِي الرَّضِيعَةِ .

''رہا (نابالغ بچی سے دخول کے علاوہ) باقی تمام فائدے مثلاً شہوت کے ساتھ چھونا، سینے سے لگانا اور رانوں میں آلہ تناسل پھیرنا، تو (نکاح اور متعہ میں) یہ فوائد اٹھانا جائز ہے، یہاں تک کہ دودھ پیتی بچی کے ساتھ بھی یہ سب کچھ کرنا جائز ہے۔''

(تحرير الوسيلة :854/1، رقم المسئلة : 12)

۞ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ يُجَوِّزُوْنَ الْمُتْعَةَ الدَّوْرِيَّةَ، وَإِنْ كَانَ الْإِثْنَا عَشَرِيَّةُ

يُنْكِرُونَ هٰذَا التَّجْوِيزَ، وَلٰكِنْ يَقُولُ مُحَقِّقُوهُمْ : إِنَّهَا ثَابِتَةٌ فِي كُتُبِنَا لَا يَجُوزُ إِنْكَارُهَا، وَصُورَتُهَا أَنْ يَسْتَمْتِعَ جَمَاعَةٌ مِنِ امْرَأَةٍ وَّاحِدَةٍ وَيُقَرِّرُوا الدَّوْرَ وَالنَّوْبَةَ لِكُلٍّ مِّنْهُمْ، فَيُجَامِعُهَا مَنْ لَهُ النَّوْبَةُ مِنْ تِلْكَ الْجَمَاعَةِ فِي نَوْبَتِهٖ .

''اسی طرح شیعہ متعہ دوریہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، اگرچہ اثنا عشریہ نے اس جواز کا انکار کیا ہے، مگر ان کے محققین علما کا کہنا ہے کہ متعہ دوریہ ہماری کتابوں میں ثابت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ متعہ دوریہ کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی عورت سے کئی لوگ (ایک ہی وقت میں) متعہ کرتے ہیں۔ وہ ہر ایک کے لیے باری مقرر کر لیتے ہیں، ان لوگوں میں سے جس کی باری ہوتی ہے، وہ اپنی باری میں اس عورت سے جماع کر لیتا ہے۔''

(مُختصر التّحفة الإثني عشرية، ص 227)

❀ مشہور شیعہ عالم قاضی نور اللہ تستری (۱۰۱۹ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ مَا نَسَبَهٗ إِلٰى أَصْحَابِنَا مِنْ أَنَّهُمْ جَوَّزُوا أَنْ يُمَتِّعَ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُونَ لَيْلَةً وَّاحِدَةً مَثَلًا امْرَأَةً سَوَاءً كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ أَمْ لَا ...... الخ...... مِمَّا قَدْ خَانَ فِي بَعْضِ قُيُودِهٖ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ خَصُّوا ذٰلِكَ بِالْآيِسَةِ لَا بِمَا يَعُمُّ الْآيِسَةَ وَغَيْرَهَا مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ، وَحِينَئِذٍ فَدَفَعَ الْاِسْتِبْعَادُ

الْعَقْلِيُّ ظَاهِرًا، لِأَنَّ الْغَايَةَ وَالْحِكْمَةَ فِي الْعِدَّةِ مِنْ غَيْرِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا اسْتِبْرَاءُ الرَّحِمِ؛ حِفْظًا لِلنَّسَبِ وَهُوَ مُنْتَفٍ فِي الْآيِسَةِ وَالصَّغِيرَةِ.

''یہ جو اہل سنت نے ہمارے (رافضی) علما کی طرف منسوب کیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک کئی مردوں کا ایک ہی رات میں ایک ہی عورت کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے، خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔۔ الخ۔ اس سنی عالم نے بعض قیود میں خیانت کی ہے، وہ اس طرح کہ ہمارے (رافضی) علما نے مذکورہ صورت کو آیسہ (جس عورت کو حیض نہ آتا ہو) کے ساتھ خاص کیا ہے، نہ کہ ہر عورت کو شامل کیا ہے، جسے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اس وضاحت کے بعد عقلی بُعد تو دور ہوا، کیونکہ وفات شوہر والی عورت کے علاوہ عورت کی عدت میں حکمت اور مقصد استبرائے رحم ہے، تاکہ نسب کی حفاظت رہے اور یہ خدشہ آیسہ (جسے حیض آتا ہی نہ ہو) اور نابالغ بچی میں موجود نہیں۔''

(مَصائِب النَّواصِب، ص 156)

معلوم ہوا کہ روافض کے نزدیک بعض قیود کے ساتھ متعہ دوریہ جائز ہے، یعنی ایک ہی وقت میں کئی مردوں کا آیسہ (جسے حیض آنا بند ہو جائے) اور نابالغ بچی سے متعہ کرنا جائز ہے، کیونکہ ان دونوں سے ولادت کا امکان نہیں۔

❁ علامہ علی بن ابراہیم حلبی شافعی رحمہ اللہ (۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ كَانَ مُبَاحًا، ثُمَّ نُسِخَ ...... وَاسْتَمَرَّ

تَحْرِيمُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ فِيهِ خِلَافٌ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ ثُمَّ ارْتَفَعَ، وَأَجْمَعُوا عَلٰى تَحْرِيمِهٖ وَعَدَمِ جَوَازِهٖ.

''حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح متعہ پہلے مباح تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔...... اب اس کی حرمت قیامت تک ہے۔ صدر اول میں اس میں بعض اختلاف تھا، بعد میں وہ اختلاف بھی ختم ہو گیا اور تمام صحابہ و تابعین کا متعہ کے حرام اور ناجائز ہونے پر اجماع ہو گیا۔''

(السّیرۃ الحلبیۃ : 148/3)

نکاحِ متعہ اور اجماعِ امت:

اُمت مسلمہ کا اتفاق و اجماع ہے کہ نکاحِ متعہ یا وقتی نکاح منسوخ و باطل ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں نکاحِ متعہ تا قیامت حرام ہو چکا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ حَرَّمَهَا، وَاللّٰهِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصَنٌ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ، إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَحَلَّهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے، تو آپ نے خطبہ دیا: لوگو!

بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین دن متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے جس شادی شدہ کے بارے متعہ کرنے کا علم ہوا، اسے ضرور رجم کر دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ پیش کر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال کر دیا تھا، تو چھوڑ دوں گا۔''

(سنن ابن ماجه : 1963، مسند البزّار : 183، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يُعْلَمُ بِالْإِجْمَاعِ . ''متعہ کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔''

(الفقيه والمتفقه : 339/1)

❀ علامہ ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی رحمہ اللہ (۴۹۰ھ) فرماتے ہیں:

''یہ بات ہمارے ذکر کیے ہوئے دعویٰ اجماع کی صحت پر دلیل ہے، کیونکہ ان آثار میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت بر سر منبر بیان فرمائی، اس فعل سے ڈرایا اور اسے گھمبیر قرار دیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام قرار دے کر اس سے منع فرما دیا تھا۔ یہ ساری روئیداد مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی موجودگی میں انجام پائی تھی، لیکن کسی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے معارضہ کیا، نہ آپ کی بات ردّ کی، حالانکہ صحابہ کرام حق کا اظہار کرنے، واجب کو بیان کرنے اور غلطی کو ردّ کرنے پر حریص تھے، جیسا کہ ان کی یہ صفت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان کی ہے۔ دیکھا نہیں کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حاملہ کو رجم کرنے کے بارے میں معارضہ کیا تھا؟

وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام جیسے (مضبوط ایمان والے) لوگوں سے دین کے حوالے سے مداہنت اور غلط بات سن کر خاموشی ممکن نہیں، خصوصاً ایسے معاملہ میں، جو شریعت سے تعلق رکھتا ہو اور جسے تاابد شریعت مین موجود رہنا ہو۔ جب تمام صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے انکار نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ یہی حق ہے اور متعہ کا منسوخ اور حرام ہونا ہی شریعت میں ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تھا۔ یہ معاملہ تمام صحابہ کرام کے متعہ کے حرام اور منسوخ ہونے کا اقرار کرنے کے مترادف ہے، لہٰذا یہ تاابد حرام ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس بارے میں احادیث بیان کی ہیں۔ متعہ کا حرام ہونا سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حق واضح ہو جانے اور متعہ کی حرمت پر حدیث رسول پہنچنے پر متعہ کے جواز سے رجوع فرما لیا تھا۔ یہی مذہب تمام تابعین، فقہا اور ائمہ دین کا ہے۔ اگر بالفرض متعہ کو صرف ایک صحابی حرام قرار دیتا اور کوئی دوسرا صحابی ان کا مخالف نہ ہوتا، تو ہم پر اس صحابی کے قول وعلم کی پیروی لازم تھی، کیونکہ صحابی ایسی بات ٹھوس علم کی بنیاد پر ہی کہہ سکتا ہے۔...... حرمت متعہ پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اب جو ان کی مخالفت میں نکاحِ متعہ کو حلال سمجھے، وہ اجماع کا مخالف اور حق وصواب کا دشمن ہے۔''

(تحریم نکاح المتعة، ص 77)

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۱ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حرمت متعہ صحابہ کرام کے ایک مجمع میں بیان کی اور کسی صحابی نے ان پر نکیر نہیں کی۔ اس صورت حال میں تین باتیں کہی جاسکتی ہیں: پہلی بات یہ کہ صحابہ کرام کو متعہ کی حرمت کا علم تھا، لہٰذا خاموش ہو گئے۔ یا دوسری بات یہ کہ انہیں متعہ کی اباحت معلوم تھی، لیکن مداہنت کی وجہ سے خاموش رہے۔ یا تیسری یہ کہ انہیں متعہ کی حرمت یا اباحت کے بارے میں علم ہی نہ تھا، لہٰذا انہوں نے توقف کیا اور خاموش رہے۔ پہلی بات ہی درست ہے، دوسری بات سے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آتی ہے، کیونکہ جو شخص جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو مباح قرار دیا ہے، پھر وہ بغیر نسخ کی دلیل کے کہے کہ یہ حرام ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جسے اس کی غلطی اور کفر کا علم ہو، پھر بھی وہ اس کی تصدیق کرے، تو وہ بھی کافر ٹھہرے گا۔ یوں ساری امت کی تکفیر لازم آئے گی اور یہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ ''تم بہترین امت ہو۔'' کے خلاف ہے۔ تیسری بات کہ صحابہ کرام کو متعہ کی حرمت یا اباحت کا علم ہی نہ تھا، اس لیے خاموش ہو گئے، یہ بھی باطل ہے، کیونکہ بالفرض اگر متعہ جائز ہے، تو یہ نکاح کی طرح ہی ہوگا، لہٰذا جس طرح لوگ نکاح کی معرفت کے محتاج ہیں، اسی طرح متعہ کی معرفت کے بھی محتاج ہوں گے۔ اس طرح کا معاملہ مخفی رہنا ممکن نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں علم مشہور و معروف ہو۔ جس طرح سب کو علم تھا کہ نکاح مباح ہے اور اس کی اباحت منسوخ نہیں، اسی طرح متعہ کے

بارے میں علم ہونا بھی ضروری تھا۔ جب یہ (آخری) دونوں باتیں باطل ہیں، تو ثابت ہو گیا ہے کہ صحابہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر انکار کرنے سے صرف اس لیے خاموش رہے کہ انہیں اسلام میں متعہ کے منسوخ ہو جانے کا علم تھا۔''

(تفسیر الرازي: 287/3)

① امام ابوعُبَید، قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُونَ الْیَوْمَ مُجْمِعُونَ عَلٰی هٰذَا الْقَوْلِ: إِنَّ مُتْعَةَ النِّسَاءِ قَدْ نُسِخَتْ بِالتَّحْرِیمِ، ثُمَّ نَسَخَهَا الْکِتَابُ وَالسُّنَّةُ --- وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ کَانَ یَتَرَخَّصُ فِیهَا، إِلَّا مَا کَانَ مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَإِنَّهٗ کَانَ ذٰلِكَ مَعْرُوفًا مِّنْ رَّأْیِهٖ، ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهٗ رَجَعَ عَنْهُ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نکاحِ متعہ منسوخ اور حرام ہے۔ کتاب و سنت نے اسے منسوخ کیا ہے۔ کسی صحابی سے نکاح متعہ کی رخصت منقول نہیں، ہاں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جواز کے قائل تھے، آپ کا رجوع بھی ثابت ہے۔''

(النّاسخ والمنسوخ، ص 80)

❀ مزید فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْیَوْمَ جَمِیعًا، مِّنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَأَهْلِ الْحِجَازِ، وَأَهْلِ الشَّامِ، وَأَصْحَابِ الْأَثَرِ، وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ، وَغَیْرِهِمْ، أَنَّهٗ لَا رُخْصَةَ فِیهَا لِمُضْطَرٍّ وَّلَا لِغَیْرِهٖ، وَأَنَّهَا مَنْسُوخَةٌ حَرَامٌ،

عَلٰى مَا ذَكَرْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ .

''اس دور میں اہل عراق، اہل حجاز اور اہل شام، نیز اہل الحدیث اور اہل رائے وغیرہ سب اہل علم کا متفقہ فتویٰ یہی ہے کہ کسی کو کوئی مجبوری ہو یا نہ ہو، نکاحِ متعہ کی اجازت نہیں، نیز یہ منسوخ اور حرام ہے، جیسا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت کر دیا ہے۔''

(النّاسخ والمنسوخ، ص 82)

② امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

جَاءَ عَنِ الْأَوَائِلِ الرُّخْصَةُ فِيهَا، وَلَا أَعْلَمُ الْيَوْمَ أَحَدًا يُجِيْزُهَا إِلَّا بَعْضُ الرَّافِضَةِ، وَلَا مَعْنٰى لِقَوْلٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ .

''اوائل میں متعہ کی رخصت ملتی ہے۔لیکن اب میں نہیں جانتا کہ سوائے رافضیوں کے کسی نے اسے جائز قرار دیا ہو۔ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف قول کا کوئی وزن نہیں۔''

(الإشراف: 61/1، فتح الباري لابن حجر: 78/9)

③ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ نَهٰى عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ، بِحَضْرَةِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُّنْكِرٌ، وَفِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى مُتَابَعَتِهِمْ لَهٗ عَلٰى مَا نَهٰى عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ، وَفِي إِجْمَاعِهِمْ عَلَى النَّهْيِ فِي ذٰلِكَ

عَنْهَا دَلِيلٌ عَلٰى نَسْخِهَا، وَحُجَّةٌ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا۔کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمیع صحابہ متعہ کی ممانعت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمنوا تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ اجماع متعہ کی منسوخیت پر واضح دلیل و برہان ہے۔''

(شرح مَعاني الآثار : 3/26)

④ مشہور لغوی امام ابومنصور ازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّهَا حَرَامٌ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے۔''

(تهذيب اللّغة : 2/175)

⑤ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّلْنَا عَلٰى ثُبُوتِ الْحَظْرِ بَعْدَ الْإِبَاحَةِ مِنْ ظَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ السَّلَفِ ...... وَلَا خِلَافَ فِيهَا بَيْنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا؛ وَقَدِ اتَّفَقَ فُقَهَاءُ الْأَمْصَارِ مَعَ ذٰلِكَ عَلٰى تَحْرِيمِهَا وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ .

''ہم نے متعہ کی اباحت کے بعد اس کی حرمت پر کتاب وسنت کے دلائل اور سلف کا اجماع بیان کر دیا ہے۔۔۔اس بارے خیر القرون میں کوئی اختلاف نہ تھا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔نیز تمام علاقوں کے فقہائے کرام نے اس

کی حرمت پر اتفاق ہے، وہ اس بارے میں قطعاً اختلاف نہیں کرتے ہیں۔''

(أحکام القرآن: 153/2)

⑥ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

تَحْرِيمُ الْمُتْعَةِ كَالْإِجْمَاعِ إِلَّا عَنْ بَعْضِ الشِّيعَةِ، وَلَا يَصِحُّ عَلٰى قَاعِدَتِهِمْ فِي الرُّجُوعِ فِي الْمُخْتَلَفَاتِ إِلٰى عَلِيٍّ وَآلِ بَيْتِهٖ فَقَدْ صَحَّ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهَا نُسِخَتْ، وَنَقَلَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْمُتْعَةِ، فَقَالَ: هِيَ الزِّنَا بِعَيْنِهٖ.

''متعہ کی حرمت پر اجماع ہے، سوائے بعض شیعہ کے۔ ان کے قواعد وضوابط کے مطابق بھی یہ (متعہ) درست نہیں، کیونکہ یہ لوگ اختلافی مسائل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعہ کی منسوخیت ثابت ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے (السنن الکبری: ۷/۲۰۷، وسندہ صحیح) جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا، تو انہوں نے فرمایا: یہ تو کھلا زنا ہے۔''

(فتح الباري لابن حجر: 78/9)

⑦ علامہ ماوردی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ رَجَعَ عَنْهَا فَصَارَ الْإِجْمَاعُ بِرُجُوعِهٖ مُنْعَقِدًا وَالْخِلَافُ بِهٖ مُرْتَفِعًا وَانْعِقَادُ الْإِجْمَاعِ بَعْدَ ظُهُورِ الْخِلَافِ أَوْكَدُ، لِأَنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى حُجَّةٍ قَاطِعَةٍ وَدَلِيلٍ قَاهِرٍ.

”بعد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رجوع کر لیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے رجوع سے اجماع منعقد ہو گیا اور اختلاف ختم ہو گیا۔ اختلاف کے بعد اجماع کا منعقد ہونا زیادہ مؤکد ہوتا ہے، کیونکہ یہ حجت قطعی اور دلیلِ غالب پر دلالت کرتا ہے۔“

(الحاوي الكبير: 452/11)

⑧ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْخَالِفِينَ وَفُقَهَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَعَلٰى تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ مِنْهُمْ مَالِكٌ فِي أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالثَّوْرِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ فِي أَهْلِ الْكُوفَةِ وَالشَّافِعِيُّ فِيمَنْ سَلَكَ سَبِيلَهٗ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَالنَّظَرِ بِالْاِتِّفَاقِ وَالْأَوْزَاعِيُّ فِي أَهْلِ الشَّامِ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ فِي أَهْلِ مِصْرَ وَسَائِرُ أَصْحَابِ الْآثَارِ .

”صحابہ و تابعین اور بعد والے علمائے کرام اور فقہائے مسلمین تمام کے تمام حرمت متعہ پر متفق ہیں۔ جن میں اہل مدینہ سے امام مالک اور اہل کوفہ سے امام سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ، متفقہ طور پر اہل حدیث اور اہل فقہ میں سے امام شافعی، اہل شام میں سے امام اوزاعی اور اہل مصر میں سے امام لیث بن سعد اور دیگر تمام محدثین کرام شامل ہیں۔“

(التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد: 121/10)

⑨ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی تَحْرِیمِ نِکَاحِ الْمُتْعَةِ، وَھُوَ کَالْإِجْمَاعِ بَیْنَ الْمُسْلِمِینَ.

''اہل علم کا متعہ کی حرمت پر اتفاق ہے۔یہ مسلمانوں کا اجماع ہی ہے۔''

(شرح السنّة : 100/9)

⑩ علامہ مازری رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰی تَحْرِیْمِہٖ، وَلَمْ یُخَالِفْ فِیْہِ إِلَّا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ، وَتَعَلَّقُوْا بِالْأَحَادِیْثِ الْوَارِدَةِ، وَقَدْ ذَکَرْنَا أَنَّھَا مَنْسُوْخَةٌ، فَلَا دَلَالَةَ لَھُمْ فِیْھَا.

''متعہ کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔اس کی مخالفت صرف ایک بدعتی گروہ نے کی ہے۔انہوں نے اس بارے میں وارد احادیث سے دلیل لینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ وہ احادیث منسوخ ہیں، لہٰذا ان کے لیے ان احادیث میں کوئی دلیل نہیں۔''

(المعلِم بفوائد مسلم : 131/2، شرح صحیح مسلم للنّووي : 151/9)

⑪ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَقُولُھَا ثُمَّ ثَبَتَ رُجُوعُہٗ عَنْھَا فَانْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰی تَحْرِیمِھَا.

''(ابتدا میں) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے، بعد میں ان کا رجوع کرنا ثابت ہے، لہٰذا متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔''

(القَبس شرح موطأ الإمام مالك، ص 714)

⑫ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

وَقَعَ الْإِجْمَاعُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلٰى تَحْرِيمِهَا مِنْ جَمِيعِ الْعُلَمَاءِ إِلَّا الرَّوَافِضَ .

''متعہ کی حرمت پر سوائے رافضیوں کے تمام علما کا اجماع ہو گیا۔''

(شرح مسلم للنّووي : 181/9)

⑬ علامہ ابن ہُبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ بَاطِلٌ ، لَّا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ .

''اہل علم کا اجماع واتفاق ہے کہ نکاح متعہ باطل ہے،اس بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔''

(الإفصاح : 107/2)

⑭ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَقَعَ الْإِتِّفَاقُ عَلَى النَّسْخِ .

''نکاحِ متعہ کے منسوخ ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(كشف المُشكِل من حديث الصّحيحين :146/1 ، إعلام العالم، ص 343)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ مُتَّفِقَةٌ عَلٰى نَسْخِ الْمُتْعَةِ .

''متعہ کے منسوخ ہونے پر یہ احادیث متفق ہیں۔''

(أخبار أهل الرّسوخ، ص 51)

⑮ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْإِجْمَاعُ فَإِنَّ الْأُمَّةَ بِأَسْرِهِمْ امْتَنَعُوا عَنِ الْعَمَلِ بِالْمُتْعَةِ مَعَ ظُهُورِ الْحَاجَةِ لَهُمْ إِلٰى ذٰلِكَ .

''اجماع کی دلیل یہ ہے کہ ضرورت کے باوجود پوری امت نکاح متعہ پر عمل کرنے سے رکی رہی۔''

(بدائع الصنائع : 273/2)

⑯ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا صَحَّ رُجُوعُهٗ إِلٰى قَوْلِهِمْ فَتَقَرَّرَ الْإِجْمَاعُ .

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع صحیح ثابت ہے، یوں اجماع منعقد ہوگیا۔''

(الهِداية : 190/1، فتح القدير لابن همام : 247/3، البحر لابن نجيم : 114/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

نِكَاحُ الْمُتْعَةِ بَاطِلٌ . ''نکاح متعہ باطل ہے۔''

(الهِداية : 190/1)

⑰ علامہ ابن رشد قرطبی مالکی رحمہ اللہ (۵۹۵ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَحْرِيمِهٖ .

''متعہ کی حرمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث ثابت ہیں۔''

(بداية المُجتهد : 97/2)

⑱ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰی تَحْرِیمِهَا .

''متعہ کی حرمت پر اجماع ہو گیا ہے۔'' (تفسیر القرطبي : 133/5)

✿ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰی تَحْرِیمِهَا إِلَّا مَنْ لَا یُلْتَفَتُ إِلَیْهِ مِنَ الرَّوَافِضِ .

''سلف و خلف کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے، سوائے روافض کے، جن کا قول قابل التفات نہیں۔''

(فتح الباري لابن حجر : 78/9)

⑲ علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰی تَحْرِیمِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ الْبِدَعِ إِلَّا الشِّیعَةَ .

''نکاح متعہ کی حرمت پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے، اسی طرح شیعہ کے علاوہ تمام اہل بدعت کا بھی اجماع ہے۔''

(المَفاتیح شرح المَصابیح : 39/4)

⑳ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعَقَدَ عَلٰی ذٰلِكَ الْإِجْمَاعُ .

''متعہ کی حرمت پر اجماع ہو چکا ہے۔''

(مناقب الأسد الغالب علي بن أبي طالب، ص 77)

(۲۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّهُ مَتٰى وَقَعَ الْآنَ أُبْطِلَ سَوَاءٌ كَانَ قَبْلَ الدُّخُولِ أَمْ بَعْدَهُ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر اب نکاح متعہ کیا جائے، تو دخول سے پہلے اور بعد ہر دو صورت باطل ہوگا۔''

(فتح الباري: 173/9)

(۲۲) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلٰى أَنَّ الْمُتْعَةَ قَدِ انْتَسَخَتْ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ نکاحِ متعہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی منسوخ ہو چکا تھا۔''(البِناية شرح الهداية: 564/4)

نیز فرماتے ہیں:

اِدَّعٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ الْإِجْمَاعَ عَلٰى تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ.

''کئی ایک اہل علم نے نکاح متعہ کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔''

(البناية شرح الهداية: 61/5)

(۲۳) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى تَحْرِيمِهَا إِلَّا الرَّوَافِضَ.

''متعہ کی حرمت پر سب کا اجماع ہے، سوائے روافض کے۔''

(إرشاد السّاري : 8/44)

قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کی مخالفت میں شیعہ حضرات متعہ کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں، لیکن جس کے ساتھ متعہ کیا جائے، اسے نہ بیوی تسلیم کرتے ہیں، نہ لونڈی، نہ اسے طلاق ہوگی، نہ وارث بنے گی، بلکہ یہ کرائے کی عورت ہوتی ہے۔

نکاحِ متعہ اور قرآنِ کریم:

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ❁ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ❁ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ❁﴾

(المؤمنون : ۵۔۷، المَعارج : ۲۹۔۳۱)

''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویوں اور لونڈیوں سے ایسے تعلقات رکھنے پر ملامت نہیں، لیکن جو لوگ تکمیل خواہش کے لیے کوئی دوسرا رستہ اختیار کریں، وہ باغی ہیں۔''

معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی سے جنسی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے، وہ مرد کی نہ بیوی ہوتی ہے، نہ لونڈی، لہٰذا متعہ حرام ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے متعہ کے متعلق پوچھا، تو فرمایا:

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، قَالَ : وَقَرَأَتْ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ

لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ﴾---.

''میرے اور آپ کے مابین کتاب اللہ فیصل ہے۔ آپ نے آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ﴾ (المومنون: ٥)

''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں......''

(النّاسخ والمَنسوخ للقاسم بن سلّام: 131، مُسند الحارث [بغية الباحث]: 479، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 7/206-207، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۳۰۵، ۳۹۳) نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النور: ٣٣)

''جو لوگ نکاح (کے لیے مالی استطاعت) نہیں رکھتے، وہ عفت و پاک دامنی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

❀ مفسر الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَهُمْ بِالتَّعَفُّفِ عِنْدَ تَعَذُّرِ النِّكَاحِ عَمَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَذٰلِكَ عَلَى الْوُجُوبِ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ إِبَاحَةَ الْاِسْتِمْتَاعِ مَوْقُوفَةٌ عَلَى النِّكَاحِ، وَلِذٰلِكَ يُحَرِّمُ مَا عَدَاهُ، وَلَا يُفْهَمُ مِنْهُ التَّحْرِيمُ بِمِلْكِ الْيَمِينِ، لِأَنَّ مَنْ لَّا يَقْدِرُ عَلَى النِّكَاحِ لِعَدَمِ

الْمَالِ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شِرَاءِ الْجَارِيَةِ غَالِبًا، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى بُطْلَانِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَدَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ الْاِسْتِمْنَاءِ.

''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نکاح نہ ہو سکنے کی صورت میں جنسی تسکین کے حرام ذرائع سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت وجوبی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ جنسی تسکین کا جواز نکاح پر موقوف ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے باقی سارے ذرائع حرام قرار دے دیے ہیں۔ یاد رہے کہ اس آیت سے لونڈیوں کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ (ان کا ذکر تو اس لیے نہیں کیا گیا کہ) جو شخص مال نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ عموماً لونڈی خریدنے پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ یہ آیت نکاحِ متعہ کی حرمت پر بھی دلیل ہے اور اس سے مشت زنی کا حرام ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔''

(أحکام القرآن: 4/313، 314)

تنبیہ: بعض لوگ قرآنِ کریم سے متعہ کے جواز پر سورت نساء کی آیت نمبر: ۲۴ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو!

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾

(النّسآء: ٢٤)

''جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کے حق مہر ضرور ادا کرو۔''

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَوْلَى التَّأْوِيلَيْنِ فِي ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ تَأْوِيلُ مَنْ تَأَوَّلَهُ : فَمَا نَكَحْتُمُوهُ مِنْهُنَّ فَجَامَعْتُمُوهُ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ؛ لِقِيَامِ الْحُجَّةِ بِتَحْرِيمِ اللّٰهِ مُتْعَةَ النِّسَاءِ عَلٰى غَيْرِ وَجْهِ النِّكَاحِ الصَّحِيحِ أَوِ الْمِلْكِ الصَّحِيحِ عَلٰى لِسَانِ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے: جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور خلوت بھی اختیار کر لی، انہیں مہر ادا کرو۔ اس تفسیر کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جس متعۃ النسا کو حرام قرار دیا ہے، وہ نکاحِ صحیح سے الگ چیز ہے۔''

(تفسير الطّبري : 738/3، طبع دار الحديث، القاهرة)

❀ ابن خُوَیز منداد بصری رحمہ اللہ (۳۹۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ تُحْمَلَ الْآيَةُ عَلٰى جَوَازِ الْمُتْعَةِ، لِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نِّكَاحِ الْمُتْعَةِ وَحَرَّمَهُ، وَلِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : ﴿فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾، وَمَعْلُومٌ أَنَّ النِّكَاحَ بِإِذْنِ الْأَهْلِينَ هُوَ النِّكَاحُ الشَّرْعِيُّ، بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْنِ، وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ لَيْسَ كَذٰلِكَ .

''اس آیت کریمہ سے متعہ کا جواز کشید کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایک تو رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ متعہ سے منع فرما دیا ہے اور اسے حرام قرار دے دیا ہے،

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے (اگلی آیت میں) ارشاد فرمایا: ﴿فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ (تم ان عورتوں سے ان کے گھر والوں کی اجازت سے نکاح کرو) اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ عورت کے گھر والوں کی اجازت، یعنی ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں جو نکاح ہوتا ہے، وہ نکاحِ شرعی ہی ہوتا ہے، نکاحِ متعہ کی صورت یہ نہیں ہوتی۔''

(تفسير القرطبي: 5/129، 130)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں متعہ کے حلال ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾، ﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ''اور ان (مذکورہ محرمات) کے علاوہ جو عورتیں ہیں، وہ تمھارے لیے حلال کر دی گئی ہیں، (شرط یہ ہے) کہ تم اپنے مال (مہر) کے بدلے انھیں حاصل کر کے ان سے نکاح کرو اور تمھاری نیت بدکاری کی نہ ہو، پھر جن سے مہر کے عوض تم فائدہ اٹھاؤ، انھیں ان کے مقرر کیے ہوئے مہر دے دو، اگر تم مہر مقرر کر لینے کے بعد اس (میں کمی بیشی) پر راضی ہو جاؤ، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک

اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو شخص آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو......'' یہاں جن عورتوں سے فائدہ اٹھانے کی بات ہے، ان سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن سے دخول ہو چکا ہے۔ نکاح کے بعد عورت سے دخول کرنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حق مہر ادا کرے۔ جس عورت کو دخول سے قبل ہی طلاق ہو جائے اور خاوند اس سے دخول کی صورت میں فائدہ نہ اٹھا پایا ہو، وہ پورے حق مہر کی مستحق نہیں ہوتی، بلکہ اسے نصف مہر دیا جائے گا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهٗ وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيظًا﴾ ''تم مہر میں سے کیسے واپس لو گے، حالانکہ تم ایک دوسرے سے ملاپ کر چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہے؟'' اس آیت میں بھی نکاح کے بعد ملاپ کو حق مہر کی ادائیگی کے لزوم کا سبب بتایا گیا ہے۔ وضاحت یوں ہے کہ اس آیت میں ابدی نکاح کو چھوڑ کر مال کے بدلے وقتی نکاح کی تخصیص کی کوئی صورت نہیں، بلکہ ابدی نکاح ہی مکمل حق مہر ادا کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ ضروری ہے کہ یہ آیت ابدی نکاح پر دلالت کرے۔ یہ دلالت خواہ تخصیص کے انداز سے ہو، خواہ عموم کے انداز سے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد لونڈیوں کے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بات مطلق طور پر آزاد عورتوں کے نکاح کے متعلق تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلف کے ایک گروہ کی قرأت یوں تھی: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ إِلٰى

أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''تم ان عورتوں میں سے جس سے ایک مقرر وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔۔۔'' تو جواب یہ ہے کہ یہ قرأت متواتر نہیں، بلکہ اس کا زیادہ سے زیادہ رتبہ اخبارِ آحاد کی طرح ہے۔ ہم اس بات کے انکاری نہیں کہ متعہ شروع اسلام میں حلال تھا، لیکن یہاں بات یہ ہے کہ اس پر قرآنِ کریم دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ الفاظ اگرچہ نازل ہوئے تھے، لیکن یہ مشہور قرأت میں ثابت نہیں ہوئے، لہٰذا یہ منسوخ ہیں۔ ان کا نزول اس وقت ہوا ہوگا، جب متعہ ابھی جائز تھا۔ جب متعہ کو حرام قرار دیا گیا، تو یہ الفاظ منسوخ ہو گئے اور وقتی نکاح میں حق مہر کی ادائیگی کا حکم مطلق (ابدی) نکاح میں مہر کی ادائیگی پر تنبیہ کرنے کے لیے رہ گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں قرأتیں حق ہیں۔ جب وقتی نکاح، یعنی متعہ حلال تھا، تو حق مہر دینا واجب تھا۔ یہ آغاز اسلام میں جائز تھا، لہٰذا اس آیت میں کوئی ایسی بات نہیں، جس سے یہ معلوم ہو کہ وقتی نکاح، یعنی متعہ اب بھی حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمھارے لیے عورتوں سے مقررہ وقت تک متعہ کرنا حلال کر دیا گیا ہے، بلکہ فرمانِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم نے فائدہ حاصل کیا ہے، ان کو حق مہر ادا کرو۔ عورت سے فائدہ اٹھانا حلال ہونے کی صورت میں ہو یا شبہے کی صورت میں، یہ آیت دونوں طرح کے فائدے کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنت رسول اور اجماعِ امت دونوں دلائل سے نکاحِ فاسد میں حق مہر واجب ہے۔ فائدہ حاصل کرنے والا جب

اس کام کو حلال سمجھتا ہو، تو اس پر حق مہر واجب ہے۔ رہا حرام متعہ، تو اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر وہ کسی عورت سے اس کی رضا مندی سے بغیر نکاح کے فائدہ حاصل کرے گا، تو یہ زنا ہوگا۔ اس میں کوئی حق مہر نہیں۔ اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو، تو اس میں اختلاف مشہور ہے۔ یہ جو بات ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کیا تھا، تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے پہلے عورتوں سے متعہ حلال قرار دیا تھا، لیکن بعد میں اسے حرام کر دیا تھا۔ اس بات کو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں ثقہ راویوں نے امام زہری سے اور انہوں نے اس روایت کو محمد بن حنفیہ کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور حسن سے بیان کیا ہے۔ وہ دونوں اسے اپنے والد محمد بن حنفیہ سے بیان کرتے ہیں، وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب متعہ کو حلال کہا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: آپ (اس مسئلہ میں) راہِ حق سے پھسل گئے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے سال متعہ اور گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے دیا تھا۔ امام زہری سے اس روایت کو امام مالک بن انس، امام سفیان بن عیینہ وغیرہما نے بیان کیا ہے جو کہ ان کے زمانے کے سب سے بڑے علمائے سنت وحفاظِ حدیث اور ائمہ اسلام تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کے علم، عدالت اور حفظ پر مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے۔ محدثین کرام کا اس حدیث کے صحیح ہونے اور تلقی بالقبول حاصل کرنے پر اتفاق ہے۔ اہل علم میں سے کسی نے اس میں کوئی طعن نہیں کی۔ اسی طرح صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو فتح مکہ والے

سال قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا تھا......... یوں اہل سنت والجماعت نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین کی اس چیز میں پیروی کی ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے، جبکہ شیعہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس بات میں مخالفت کی ہے، جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالف کی بات مانی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیوی اور لونڈی کو حلال قرار دیا ہے، جبکہ جس عورت سے متعہ کیا جائے، وہ نہ بیوی ہے، نہ لونڈی۔ اگر وہ بیوی ہوتی، تو وراثت کی حقدار بنتی، اس پر مرد کی وفات کی وجہ سے عدت لازم ہوتی، نیز تین طلاقیں اس پر واقع ہوتیں، کیونکہ قرآنِ کریم میں بیوی کے یہی احکام ہیں۔ جب متعہ والی عورت میں نکاح کے لوازم موجود نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ لازم کے ختم ہونے سے ملزوم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیویوں اور لونڈیوں کو حلال قرار دے کر باقی عورتوں کو حرام کہہ دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾، ﴿إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾، ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ ''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویوں اور لونڈیوں سے ایسے تعلقات رکھنے پر ملامت نہیں، لیکن جو لوگ تکمیل خواہش کے لیے کوئی دوسرا رستہ اختیار کریں، وہ باغی ہیں۔'' متعہ کے حرام ہونے کے بعد جس عورت سے متعہ کیا

جائے، وہ نہ بیوی ہے، نہ لونڈی، لہٰذا متعہ قرآنِ کریم کی نص سے حرام قرار پا رہا ہے۔ متعہ والی عورت کا لونڈی نہ ہونا، تو واضح ہے، لوازم نکاح نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیوی بھی نہیں ہے، کیونکہ وراثت کا باعث بننا، عورت پر عدت کا ثابت ہونا، تین طلاقوں کا واقع ہونا اور دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف حق مہر کا حق دار ہونا وغیرہ لوازم نکاح میں سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی بیوی وارث نہیں بھی بنتی، جیسا کہ ذمی عورت اور لونڈی ہے۔ ان سے کہا جائے کہ ان کے نزدیک ذمی عورت سے نکاح جائز ہی نہیں اور لونڈی سے بھی بوقت ضرورت نکاح کیا جا سکتا ہے، لیکن ان کے نزدیک متعہ مطلقاً جائز ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ذمی عورت اور لونڈی سے نکاح وراثت کا حق دار بننے کا سبب ہے، لیکن یہاں ایک رکاوٹ موجود ہے، یعنی غلامی اور کفر، جیسا کہ نسب بھی وراثت کا حق دار بناتا ہے، لیکن جب بیٹا غلام یا کافر ہو، تو رکاوٹ آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب باپ کی زندگی میں بیٹا آزاد ہو جائے یا مسلمان ہو جائے، تو وہ باپ کا وارث بنے گا۔ اسی طرح جب ذمی بیوی اپنے خاوند کی زندگی میں مسلمان ہو جائے، تو اس کے وارث بننے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہ ساری صورت حال متعہ والی عورت سے مختلف ہے، کیونکہ اس کا نکاح (متعہ) وراثت کا سبب نہیں بنتا۔ یہ کسی بھی صورت میں وارث نہیں بن سکتی۔ یہ نکاح اس ولدزنا کی طرح ہے، جو اپنے خاوند کے بستر پر پیدا ہوا ہو۔ ایسا بچہ زانی کو کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ وہ بچہ زانی کا ایسا بیٹا نہیں ہوگا، جو اس کا وارث بن سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی کبھی نسب کے احکام بدل جاتے ہیں، یہی

معاملہ نکاح کا ہے۔۔۔تو کہا جائے گا کہ اس میں اختلاف ہے اور جمہور اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس میں شیعہ کے لیے کوئی دلیل نہیں، کیونکہ متعہ والی عورت سے بیوی ہونے کے تمام لوازمات ختم ہیں۔ اس میں حلال نکاح کی کوئی خصوصیت موجود نہیں ہوتی......۔''

(مِنهاج السّنة : 2/155)

معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم سے نکاحِ متعہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف نکاحِ شرعی کا اثبات ہوتا ہے۔

تنبیہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے یہ آیت یوں تلاوت کی:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾

''جن عورتوں سے تم ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھاؤ۔''

(تفسیر الطّبري : 9046، وسندهٗ صحيحٌ، 9047، وسندهٗ صحيحٌ)

پہلے پہل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کے جواز کے قائل تھے، لیکن بعد میں نسخ کا علم ہونے پر انہوں نے رجوع کر لیا تھا۔

❀ ربیع بن سبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَا مَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَتّٰى رَجَعَ عَنْ هٰذِهِ الْفُتْيَا .

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے موت سے پہلے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔''

(مستخرج أبي عوانة : 2384، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ: جس روایت میں ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی یہی قرأت تھی، وہ ثابت

نہیں، کیونکہ اس میں سعید بن ابی عروبہ اور ان کے استاذ قتادہ بن دعامہ مدلس ہیں۔ لہٰذا اس بات کی نسبت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں۔

ثابت ہوا کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ سے مراد نکاح ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس سے مراد متعہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا سبرہ الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا.

''لوگو! بے شک میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ نے قیامت تک اسے حرام کر دیا ہے۔ جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو، اسے چھوڑ دے اور آپ انہیں دی ہوئی چیزوں سے کچھ واپس نہ لیں۔''

(صحیح مسلم : 1406)

❀ مشہور لغوی، علامہ ابن منظور رحمہ اللہ (۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''زجاج نے ذکر کیا ہے کہ لغت سے جہالت کی بنا پر اس آیت میں ایک قوم نے بہت بڑی غلطی کھائی ہے، وہ اس طرح کہ وہ فرمانِ باری تعالیٰ میں موجود متعۃ النساء سے مراد وہ متعہ لیتے ہیں، جس کے حرام ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔ اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ جو شرط آیت میں مذکور ہے کہ تم اپنے مالوں کے ساتھ پاکدامن عورتوں کو تلاش کرو، یعنی ان سے نکاح کرو، جن عورتوں سے تم

نے اس شرط پاکدامنی پر شادی کی ہے، انہیں ان کے حق مہر ادا کرو۔ اگر مرد نے عورت سے دخول کر کے اس سے فائدہ اٹھایا ہوگا، تو پورا مہر ادا کرے گا اور اگر صرف نکاح کا ہی فائدہ اٹھایا ہو، تو پھر نصف حق مہر دے گا۔‘‘

(لِسان العرب : 329/8، مادة م ت ع)

❀ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۱۷ھ) فرماتے ہیں:

’’یہ آیت متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہنا کہ یہ متعہ کے بارے نازل ہوئی، غلط ہے۔ بعض کی طرف سے یہ تفسیر ناقابل قبول ہے، کیونکہ قرآن کا سیاق وسباق اس کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے محرمات کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ ’’ان کے علاوہ جو عورتیں ہیں، وہ تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں، (شرط یہ ہے) کہ تم اپنے مال (مہر) کے بدلے انہیں حاصل کرو (ان سے نکاح کرو)۔‘‘ اس آیت میں معنوی طور پر ایک شرط موجود ہے، جو شرمگاہ کی حلت اور اس کو کرائے پر حاصل کرنے کو حرام قرار دیتی ہے، جبکہ شیعہ اس کے قائل ہیں۔ پھر اللہ نے فرمایا: ﴿مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ ’’تمہارا ارادہ پاکدامنی کا ہو، بے حیائی کا نہ ہو۔‘‘ اس میں اشارہ ہے کہ صرف شہوت پوری کرنے۔۔۔ کا ارادہ کرنا منع ہے۔ اس قید سے متعہ باطل قرار پاتا ہے، کیونکہ متعہ کرنے والے کا مقصود یہی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد گھر بسانا، اولاد کا حاصل کرنا اور نسل وعزت کو محفوظ کرنا نہیں ہوتا۔۔۔ متعہ والی عورت سے پاکدامنی

حاصل نہیں ہوتی۔''

(روح المَعاني : 6/5)

نکاحِ متعہ اور احادیثِ رسول ﷺ:

نکاحِ متعہ پہلی دفعہ غزوۂ خیبر میں منع ہوا تھا، پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن تک اس کی اجازت دی گئی، پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر ممانعت کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

''غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 5115، صحيح مسلم : 30/1407)

❁ دوسری روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

نَهٰى عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

''آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 4216، صحيح مسلم : 1407)

❁ صحیح مسلم (1407/31) کے الفاظ ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُلَيِّنُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ: مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں نرم بات کرتے سنا، تو فرمایا: ابن عباس! اس فتوے سے رُک جائیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

❁ صحیح مسلم (1407/32) میں ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ.

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة: 99/9)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(أخبار أهل الرّسوخ، ص51، إعلام العالم، ص 343)

حدیث علی رضی اللہ عنہ اور علمائے حدیث:

اس حدیث کی صحت کے بارے میں اہل علم کی آرا ملاحظہ فرمائیں:

❁ امام ابوجعفر احمد بن محمد نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي صِحَّةِ الْإِسْنَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَاسْتِقَامَةِ طَرِيقِهٖ بِرِوَايَتِهٖ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِيمَ الْمُتْعَةِ .

''اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت نقل کرنا بہ سند صحیح ثابت ہے۔''

(النّاسخ والمَنسوخ، ص 322)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔'' (شرح السنّة : 9/99، ح : 2292)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اہل علم کا اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(إعلام العالم بعد رسوخه بناسخ الحديث ومنسوخه، ص 343)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''اس کی صحت پر اتفاق ہے۔'' (شرح التبصرة والتذكرة: 66/2)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''یہ حدیث متفق علیہ ہے۔'' (فتح المغيث: 350/3)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَيَّنَهٗ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ مَنْسُوخٌ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح کر دیا کہ متعہ منسوخ ہے۔''

(صحيح البخاري، تحت الحديث: 5119)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

اس حدیث میں یومِ خیبر کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ متعہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حرام ہوا۔ زہری رحمہ اللہ کے تمام شاگرد یومِ خیبر کے الفاظ بیان کرنے میں متفق ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ اس حدیث میں یومِ خیبر کے الفاظ راوی کا وہم ہیں۔ اس کی تائید سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

❁ سالم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ، فَقَالَ: حَرَامٌ، قَالَ

: فَإِنَّ فُلَانًا يَّقُولُ فِيهَا، فَقَالَ : وَاللّٰهِ! لَقَدْ عُلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ .

''ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ حرام ہے۔ اس نے کہا: فلاں شخص اس کے جواز کا قائل ہے، تو فرمایا: اللہ کی قسم! معلوم ہے کہ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تھا، تب ہم شہوت پرست تو نہیں تھے۔''

(الموطّأ لابن وهب : 249، صحيح أبي عوانة : 29/3، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 25/3، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 207/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' قرار دیا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 155/3)

تنبیہ: علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ حرام ہو، کیونکہ خیبر میں ساری کی ساری عورتیں یہودی تھیں، ان سے متعہ ممکن نہیں تھا، اس لیے کہ اس وقت اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہی نہیں تھا، تو ان سے متعہ کیسے صحیح تھا؟ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح سورت مائدہ کی آیت ﴿أَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ﴾ ''آج تمہارے لیے (اہل کتاب کی) پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے۔'' کے نزول کے بعد جائز ہوا۔ یہ سورت بالکل آخری سورتوں میں سے ہے۔''(زاد المَعاد : 460/3)

❀ اس کے جواب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَقَعْ فِي الْحَدِيثِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُمُ اسْتَمْتَعُوا فِي خَيْبَرَ، وَإِنَّمَا فِيهِ مُجَرَّدُ النَّهْيِ، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ التَّمَتُّعَ مِنَ النِّسَاءِ كَانَ حَلَالًا.

''حدیث میں یہ صراحت تو نہیں ملتی کہ صحابہ کرام نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فی الواقع متعہ کیا تھا۔ اس حدیث میں تو صرف ممانعت کا ذکر ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں متعہ حلال تھا۔''

(فتح الباري : 171/9)

❀ نیز فرماتے ہیں:

يُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ بِأَنَّ يَهُودَ خَيْبَرَ كَانُوا يُصَاهِرُونَ الْأَوْسَ وَالْخَزْرَجَ قَبْلَ الْإِسْلَامِ، فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ مِنْ نِسَائِهِمْ مَنْ وَقَعَ التَّمَتُّعُ بِهِنَّ، فَلَا يَنْهَضُ الْاِسْتِدْلَالُ بِمَا قَالَ.

''اس کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ خیبر کے یہود اسلام سے پہلے اوس و خزرج کے سسرالی رشتہ دار تھے۔ ممکن ہے کہ ان کی عورتوں سے متعہ ہوا ہو، لہٰذا ابن قیم رحمہ اللہ کے بیان کردہ احتمال سے استدلال درست نہیں۔''

(فتح الباري : 170/9)

تنبیہ: سنن نسائی (3369) میں یوم خیبر کے بجائے یوم حنین کے الفاظ ہیں۔

یوم حنین کے الفاظ وہم پر مبنی ہیں، انہیں بیان کرنے میں عبدالوہاب ثقفی منفرد ہیں۔ باقی سارے راوی یوم خیبر ہی بیان کرتے ہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّهٗ تَصْحِيفٌ مِّنْ خَيْبَرَ .

''یہی لگتا ہے کہ یہ لفظ خیبر کی تصحیف (لکھنے میں غلطی) ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 155/3)

اب فتح مکہ کے موقع پر ہونے والی ابدی حرمت ملاحظہ فرمائیں:

❀ سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهٗ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا .

''لوگو! میں نے آپ کو عورتوں سے متعہ کی اجازت دی تھی، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس نکاحِ متعہ والی کوئی عورت ہو، وہ اسے چھوڑ دے اور جو آپ نے انہیں دے دیا، اس میں سے کچھ واپس نہ لیں۔'' (صحيح مسلم : 21/1406)

❀ صحیح مسلم (1406) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ، وَهُوَ يَقُولُ ....

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حجر اسود اور دروازے کے درمیان کھڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے......۔''

❁ صحیح مسلم (22/1406) میں ہے:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ، حِينَ دَخَلْنَا مَكَّةَ، ثُمَّ لَمْ نَخْرُجْ مِنْهَا حَتّٰى نَهَانَا عَنْهَا .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فتح مکہ والے سال مکہ میں داخل ہوتے ہوئے متعہ کی اجازت دی، پھر ہم نکلے نہیں تھے کہ آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔''

❁ صحیح مسلم (25/1406) میں ہے:

نَهٰى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ .

''نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ہمیں متعہ کرنے سے منع فرمادیا۔''

❁ ایک روایت میں بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَقَالَ : أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِّنْ يَّوْمِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَانَ أَعْطٰى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ .

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع کیا اور فرمایا: خبردار! آج سے یہ قیامت تک کے لیے حرام ہوگیا ہے۔ جس نے (کسی عورت کو متعہ کے عوض) کوئی چیز دی ہو، وہ واپس نہ لے۔'' (صحیح مسلم: 28/1406)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر نکاحِ متعہ حرام کیا گیا، پھر بہت ہی محدود عرصہ، تقریباً تین دن کے لیے فتح مکہ کے موقع پر اس کی اجازت دی گئی اور

اس کے بعد فتح مکہ والے دن اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

حرمت متعہ سے متعلق دیگر روایات کا جائزہ:

حرمت متعہ اور غزوۂ اوطاس:

❁ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ نَهٰى عَنْهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس والے سال متعہ کی تین دن اجازت دی، پھر اس سے منع فرما دیا۔''(صحیح مسلم : 18/1405)

بظاہر ان احادیث میں قیامت تک متعہ حرام ہونے کا موقع الگ الگ معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں ایک ہی ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

عَامُ أَوْطَاسٍ وَّعَامُ الْفَتْحِ وَاحِدٌ، فَأَوْطَاسٌ وَّإِنْ كَانَتْ بَعْدَ الْفَتْحِ، فَكَانَتْ فِي عَامِ الْفَتْحِ بَعْدَهٗ بِيَسِيرٍ، فَمَا نَهٰى عَنْهُ؛ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يُّنْسَبَ إِلٰى عَامِ أَحَدِهِمَا أَوْ إِلَى الْآخَرِ، وَفِي رِوَايَةِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ مَّا دَلَّ عَلٰى أَنَّ الْإِذْنَ فِيهِ كَانَ ثَلَاثًا، ثُمَّ وَقَعَ التَّحْرِيمُ، كَمَا هُوَ فِي رِوَايَةِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَرِوَايَتُهُمَا تَرْجِعُ إِلٰى وَقْتٍ وَّاحِدٍ، ثُمَّ إِنْ كَانَ الْإِذْنُ فِي رِوَايَةِ سَلَمَةَ بْنِ

الْأَكْوَعِ بَعْدَ الْفَتْحِ فِي غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ، فَقَدْ نُقِلَ نَهْيُهُ عَنْهَا بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهَا، وَلَمْ يَثْبُتِ الْإِذْنُ فِيهَا بَعْدَ غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ، فَبَقِيَ تَحْرِيمُهَا إِلَى الْأَبَدِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''غزوۂ اوطاس اور فتح مکہ کا سال ایک ہی ہے۔ اوطاس کا واقعہ اگرچہ بعد میں وقوع پذیر ہوا، لیکن یہ اسی سال فتح مکہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ہوا تھا۔ لہٰذا اس ممانعت کو غزوۂ اوطاس کے سال کی طرف منسوب کر لیں یا فتح مکہ کے سال کی طرف، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تین دن تک متعہ کی اجازت دی گئی تھی، پھر حرمت نازل ہوگئی۔ یہی بات سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان ہوئی ہے۔ یوں دونوں روایات ایک ہی وقت بتا رہی ہیں۔ اگر سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں واقعہ فتح مکہ کے بعد غزوۂ اوطاس ہی میں متعہ کی اجازت بیان ہوئی ہو، تو بھی اس اجازت کے بعد متعہ سے ممانعت مروی ہے اور اس کے بعد اس کی اجازت بالکل مروی نہیں، لہٰذا یوں بھی متعہ کی ابدی حرمت باقی ہے۔''

(السّنن الکبریٰ: 7/204)

یعنی فتح مکہ اور غزوۂ اوطاس ایک ہی سال میں ہوئے، لہٰذا کسی نے اسے فتح مکہ کی طرف منسوب کیا اور کسی نے غزوۂ اوطاس کی طرف۔ یہ واقعہ ایک ہی ہے اور دراصل فتح مکہ کے موقع پر ہی متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان فرما دیا گیا تھا۔

ایک اشکال کا ازالہ:

یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ جب متعہ غزوۂ خیبر میں حرام ہونے کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے دوبارہ جائز ہوا تھا اور پھر ابدی طور پر حرام ہوا تھا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چاہیے تھا کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو متعہ کے حوالے سے فتح مکہ والی حرمت ہی ذکر کرتے، نہ کہ غزوۂ خیبر والی، جو بعد میں منسوخ بھی ہو گئی تھی؟

❁ اس کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِمَّا أَنْ يَّكُونَ الْإِذْنُ الَّذِي وَقَعَ عَامَ الْفَتْحِ لَمْ يَبْلُغْ عَلِيًّا، لِقِصَرِ مُدَّةِ الْإِذْنِ، وَهُوَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

''ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جو اجازت دی گئی تھی، وہ بہت مختصر عرصہ، یعنی صرف تین دن کے لیے دی گئی تھی، اس لیے ممکن ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع نہ پہنچ سکی ہو۔''

(فتح الباري : 171/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يُمْكِنُ الْاِنْفِصَالُ عَنْ ذٰلِكَ بِأَنَّ عَلِيًّا لَّمْ تَبْلُغْهُ الرُّخْصَةُ فِيهَا يَوْمَ الْفَتْحِ، لِوُقُوعِ النَّهْيِ عَنْهَا عَنْ قُرْبٍ.

''اس اشکال کا ازالہ یوں بھی ممکن ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن متعہ کے بارے میں اجازت معلوم نہ ہو سکی، کیونکہ فوراً ہی تو دوبارہ متعہ سے منع فرما دیا گیا تھا۔''(فتح الباري : 169/9)

متعہ کی حرمت اور حجۃ الوداع:

گزشتہ صفحات میں یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ نکاحِ متعہ کی حرمت ایک بار غزوۂ خیبر کے موقع پر ہوئی، پھر فتح مکہ کے سال تین دن کے لیے اس کی رخصت دی گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک کے لیے اسے حرام فرما دیا۔ اس کے برعکس چند روایات میں حجۃ الوداع کا تذکرہ ملتا ہے، تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

❀ سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، يَنْهٰى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر نکاحِ متعہ سے منع فرماتے ہوئے سنا۔''

(مُسند الإمام أحمد: 404/3، سنن أبي داوٗد: 2072)

روایت ''شاذ'' (ضعیف) ہے۔ اسماعیل بن امیہ نے اسے بیان کرنے میں زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت، جن میں معمر بن راشد، صالح بن کیسان، سفیان بن عیینہ، عمرو بن حارث شامل ہیں، کی مخالفت کی ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَةُ الْجَمَاعَةِ أَوْلٰى.

''امام زہری رحمہ اللہ کے زیادہ شاگردوں کی روایت راجح ہے۔''

(السّنن الكبرٰى: 204/7)

پھر اس روایت میں صرف متعہ سے ممانعت کا ذکر ہے، متعہ کی اجازت کا نہیں، لہٰذا

اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان تو فتح مکہ والے سال ہی فرما دیا تھا، البتہ مزید تاکید اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اعلان فرما دیا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَعَلَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ إِعَادَةَ النَّهْيِ لِيَشِيعَ وَيَسْمَعَهُ مَنْ لَّمْ يَسْمَعْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ .

''شاید آپ ﷺ نے ممانعت کا اعلان دوبارہ اس لیے کر دیا ہو کہ یہ خوب نشر ہو جائے اور جو پہلے نہیں سن پایا تھا، اب سن لے۔''

(فتح الباري : 170/9)

❀ سنن ابن ماجہ (1692) وغیرہ میں ربیع بن سبرہ سے بیان کرتے ہوئے عبدالعزیز بن عمر نے بھی حجۃ الوداع کے ''شاذ'' الفاظ بیان کیے ہیں۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْأَكَابِرِ؛ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّالثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُمَا، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، وَهُوَ وَهْمٌ، فَرِوَايَةُ الْجُمْهُورِ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ زَمَنَ الْفَتْحِ .

''اسی طرح اکابر محدثین کی ایک جماعت، مثلاً ابن جریج اور سفیان ثوری وغیرہما نے عبدالعزیز بن عمر سے حجۃ الوداع کے الفاظ نقل کیے ہیں، لیکن یہ (عبدالعزیز بن عمر کا) وہم ہے۔ زیادہ راویوں نے ربیع بن سبرہ سے یہی بیان

کیا ہے کہ متعہ کی حرمت فتح مکہ کے موقع پر ہوئی تھی۔''

(السّنن الکبریٰ : 207/7)

ثابت ہوا کہ صحیح مسلم وغیرہ کے الفاظ ہی صحیح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے سال متعہ سے منع فرمایا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا حَجَّةُ الْوَدَاعِ؛ فَهُوَ اخْتِلَافٌ عَلَى الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، وَالرِّوَايَةُ عَنْهُ بِأَنَّهَا فِي الْفَتْحِ أَصَحُّ وَأَشْهَرُ.

''رہا (متعہ کی حرمت کے سلسلے میں) حجۃ الوداع (کا ذکر)، تو اسے ربیع بن سبرہ سے بیان کرنے میں کسی سے اختلاف ہوا ہے۔ ان سے صحیح اور مشہور ترین روایت یہی ہے کہ متعہ کی حرمت فتح مکہ کے موقع پر ہوئی۔''

(فتح الباري : 170/9)

یاد رہے کہ طیوریات (740/2) والی روایت زہری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

حرمت متعہ اور غزوۂ تبوک:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَنَزَلْنَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، فَرَآى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَصَابِيحَ، وَرَآى نِسَاءً يَبْكِينَ، فَقَالَ : مَا هٰذَا؟، فَقِيلَ : نِسَاءٌ

تُمُتِّعَ مِنْهُنَّ يَبْكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَرَّمَ، أَوْ قَالَ: هَدَمَ الْمُتْعَةَ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعِدَّةُ، وَالْمِيرَاثُ.

''ہم رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں غزوۂ تبوک کے لیے نکلے۔ دورانِ سفر ہم ثنیۃ الوداع کے مقام پر ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے چراغوں کو جلتے اور عورتوں کو روتے دیکھا، تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا: یہ وہ عورتیں ہیں جن سے متعہ کیا گیا تھا، وہ رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نکاح، طلاق، عدت اور وراثت نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔''

(مُسند أبي يعلٰى: 6625، سنن الدّارقطني: 3/259، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي: 3/26)

مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطا ہے۔

پھر اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ متعہ کی حرمت غزوۂ تبوک کے موقع پر ہوئی، بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے متعہ کی حرمت نازل ہو چکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر اس کو دوبارہ بیان فرما دیا۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا قِصَّةُ تَبُوكَ؛ فَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُمُ اسْتَمْتَعُوا مِنْهُنَّ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ، فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُونَ ذٰلِكَ وَقَعَ قَدِيمًا، ثُمَّ وَقَعَ التَّوْدِيعُ مِنْهُنَّ حِينَئِذٍ وَّالنَّهْيُ، أَوْ كَانَ النَّهْيُ وَقَعَ قَدِيمًا، فَلَمْ يَبْلُغْ بَعْضَهُمْ فَاسْتَمَرَّ عَلَى الرُّخْصَةِ.

''غزوۂ تبوک کے بارے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ صحابہ کرام نے اس موقع پر متعہ کیا۔ ممکن ہے کہ متعہ تو پہلے ہی ہوا ہو، لیکن عورتوں سے جدائی اس وقت ہوئی ہو اور اسی وقت یہ ممانعت بھی بیان ہو گئی ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت پہلے سے ہو گئی ہو، لیکن بعض صحابہ کو اس کا علم نہ ہوا ہو اور وہ اس رخصت پر عمل کرتے رہے ہوں۔''

(فتح الباري: 9/170)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى غَزْوَةِ تَبُوكَ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا عِنْدَ الْعَقَبَةِ مِمَّا يَلِي الشَّامَ، جَاءَ تْ نِسْوَةٌ، فَذَكَرْنَا تَمَتُّعَنَا، وَهُنَّ يَجُلْنَ فِي رِحَالِنَا، أَوْ قَالَ: يَطُفْنَ فِي رِحَالِنَا، فَجَاءَ نَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِنَّ، فَقَالَ: مَنْ هٰؤُلَاءِ النِّسْوَةُ؟، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نِسْوَةٌ تَمَتَّعْنَا مِنْهُنَّ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَتَمَعَّرَ لَوْنُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، فَقَامَ فِينَا، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، فَتَوَادَعْنَا يَوْمَئِذٍ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، وَلَمْ نَعُدْ، وَلَا نَعُودُ لَهَا أَبَدًا، فَبِهَا سُمِّيَتْ يَوْمَئِذٍ ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ.

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوۂ تبوک کے لیے نکلے۔ جب ہم شام

کی طرف عقبہ کے قریب پہنچے، تو کچھ عورتیں آئیں۔ہم نے ان سے متعہ کا معاہدہ کرلیا، وہ ہمارے خیموں میں گھوم پھر رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔عورتوں کو دیکھ کر آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ وہ عورتیں ہیں، جن سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ آپ ﷺ غصے میں آ گئے، حتی کہ رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصہ شدت اختیار کر گیا۔آپ ﷺ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر ہمیں متعہ سے منع فرما دیا۔ہم مردوں اور عورتوں نے اسی وقت جدائی اختیار کر لی۔دوبارہ کبھی ایسا نہیں کیا، نہ اب کبھی کریں گے۔اسی بنا پر اس جگہ کا نام ثنیۃ الوداع (جدائی کی گھاٹی) پڑ گیا۔''

(الاعتبار في النّاسخ والمَنسوخ، ص 178، نصب الرّاية للزّيلعي : 3/179)

روایت باطل ہے۔

① عباد بن کثیر ''متروک'' ہے۔

② عبداللہ بن محمد بن عقیل جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ . ''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(المَجموع : 1/155)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ حافظ ابوالفتح یعمری سے نقل کرتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ لِسُوءِ حِفْظِهٖ .

''حافظہ کی خرابی کے سبب جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(فیض القدیر : 527/5)

متعہ اور عمرۃ القضا:

❀ معمر رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

مَا حَلَّتِ الْمُتْعَةُ قَطُّ، إِلَّا ثَلَاثًا فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، مَا حَلَّتْ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا.

''متعہ صرف عمرۃ القضا کے دوران تین دن حلال ہوا تھا، اس سے پہلے یا بعد کبھی حلال نہیں ہوا۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 503/7، 504، ح : 14040)

یہ قول عبدالرزاق بن ہمام کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کیا تھا؟:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں متعہ حلال ہی تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو حرام قرار دیا تھا۔ ان کے دلائل کا جائزہ ملاحظہ فرمائیں:

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقَبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيقِ، الْأَيَّامَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، حَتّٰى نَهٰى عَنْهُ عُمَرُ، فِي شَأْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ.

''ہم رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کھجوروں اور آٹے کی ایک مٹھی کے عوض متعہ کیا کرتے تھے، حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حریث کے معاملے میں ہمیں اس سے منع فرما دیا۔''

(صحیح مسلم : 16/1405)

اس حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں متعہ سے روکا، یہ نہیں کہ انہوں نے خود اسے حرام کیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے متعہ کی حرمت معلوم نہیں ہو سکی تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بتانے پر معلوم ہو گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں متعہ سے روکا، تو بتایا کہ نبی ﷺ نے اسے حرام کر دیا تھا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ حَرَّمَهَا، وَاللّٰهِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصَنٌ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ، إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَحَلَّهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے، تو آپ نے خطبہ دیا: لوگو! بلاشبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے جس شادی شدہ کے بارے متعہ کرنے کا علم

ہوا، اسے ضرور رجم کردوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ پیش کردے کہ نبی ﷺ نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال کردیا تھا، تو چھوڑ دوں گا۔''

(سنن ابن ماجه : 1963، مسند البزّار : 183، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَبَتَ نَهْيُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فِي حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِيهِ، بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهِ، وَلَمْ نَجِدْ عَنْهُ الْإِذْنَ فِيهِ بَعْدَ النَّهْيِ عَنْهُ، فَنَهْيُ عُمَرَ مُوَافِقٌ لِنَهْيِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ : وَتَمَامُهٗ أَنْ يُّقَالَ لَعَلَّ جَابِرًا وَّمَنْ نُقِلَ عَنْهُ اسْتِمْرَارُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَنْ نَّهٰى عَنْهَا عُمَرُ لَمْ يَبْلُغْهُمُ النَّهْيُ، وَمِمَّا يُسْتَفَادُ أَيْضًا أَنَّ عُمَرَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا اجْتِهَادًا، وَإِنَّمَا نَهٰى عَنْهَا مُسْتَنِدًا إِلٰى نَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ وَقَعَ التَّصْرِيحُ عَنْهُ بِذٰلِكَ فِيمَا أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ مِنْ طَرِيقِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ خَطَبَ، فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ حَرَّمَهَا .

''رسول اللہ ﷺ کا متعہ کی اجازت دینے کے بعد اس سے منع کرنا سیدنا سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہے، جبکہ ممانعت کے بعد اس کی اجازت

ثابت نہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ سے منع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی موافقت میں تھا۔ یہ بات تب سمجھ میں آتی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کو، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعہ کرتے رہے اور انہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روکا، ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے روکنے کا عمل اپنے اجتہاد سے نہیں کیا تھا، بلکہ اس ممانعت کی دلیل انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو ہی بنایا تھا۔ اس کی صراحت سنن ابن ماجہ کی اس روایت میں ہے، جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (فتح مکہ کے موقع پر) تین دن متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اس سے (ہمیشہ کے لیے) منع فرما دیا۔"

(فتح الباري: 172/9)

نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی متعہ شریعت اسلامیہ میں منسوخ اور حرام تھا، اسی لیے تو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بتانے پر اس کے قائل ہو گئے، ورنہ جس چیز کی رخصت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے کیسے حرام کر سکتے ہیں اور ان کے کہنے پر دوسرے صحابہ اس سے کیونکر رک سکتے ہیں؟

❀ امام طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كُنَّا نَتَمَتَّعُ حَتّٰى نَهَانَا عَنْهَا عُمَرُ، فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَّكُونَ لَمْ يَعْلَمْ بِتَحْرِيمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا، حَتّٰى عَلِمَهٗ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَفِي

تَرْكِهِ مَا قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاحَهُ لَهُمْ، دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحُجَّةَ قَدْ قَامَتْ عِنْدَهُ عَلٰى نَسْخِ ذٰلِكَ وَتَحْرِيمِهِ .

''رہا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم متعہ کرتے رہے، حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے روک دیا، تو ممکن ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متعہ سے روکنا معلوم نہ ہوا ہو اور اس ممانعت کا علم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے روکنے سے ہی ہوا ہو۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شروع میں مباح کردہ عمل سے رک جانا دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ اور حرام ہونا (رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے) ثابت ہو چکا تھا۔''(شرح معاني الآثار : 26/3)

متعہ اور علمائے امت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور متعہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَنْكِحَ امْرَأَةً إِلَّا نِكَاحَ الْإِسْلَامِ، يُمْهِرُهَا، وَيَرِثُهَا وَتَرِثُهُ، وَلَا يُقَاضِيهَا عَلٰى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ، إِنَّهَا امْرَأَتُهُ، فَإِنْ مَّاتَ أَحَدُهُمَا لَمْ يَتَوَارَثَا .

''کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ کسی عورت سے اسلام کے نکاح کے علاوہ کوئی اور نکاح کرے۔ مرد عورت کو حق مہر دے گا اور بیوی (کے فوت ہونے پر اس) کا وارث بنے گا، (اور اس کے فوت ہونے پر) بیوی اس کی وارث بنے

گی۔کوئی مرد عورت سے معین مدت تک نکاح نہ کرے کہ وہ اس کی بیوی تو ہو، لیکن اگر وہ فوت ہو جائے، ان میں سے ایک کے مرنے پر دوسرا وارث نہ بن سکے۔"

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 207/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَامَ بِمَكَّةَ، فَقَالَ : إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ، كَمَا أَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ، يُفْتُونَ بِالْمُتْعَةِ، يُعَرِّضُ بِرَجُلٍ، فَنَادَاهُ، فَقَالَ : إِنَّكَ لَجِلْفٌ جَافٍ، فَلَعَمْرِي، لَقَدْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ تُفْعَلُ عَلٰى عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ، يُرِيدُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ : فَجَرِّبْ بِنَفْسِكَ، فَوَاللّٰهِ، لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَأَرْجُمَنَّكَ بِأَحْجَارِكَ .

"سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں کھڑے ہوئے اور ایک شخص کی طرف تعریض کرتے ہوئے فرمایا: کچھ لوگوں کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنکھیں اندھی کی ہیں، ان کے دل بھی اندھے کر دیئے ہیں اور وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ پھر انہوں نے اس آدمی کو بلایا، تو وہ کہنے لگا: تم بڑے سخت طبع آدمی ہو، قسم سے متعہ تو امام المتقین، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوتا رہا ہے۔ اس پر سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اپنی ذات پر ذرا تجربہ تو کرو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا، تو میں ضرور تمہیں تیرے پتھروں کے ساتھ رجم کر دوں گا۔"

(صحیح مسلم : 27/1406)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاحِ متعہ کو جائز سمجھتے تھے، لیکن جب انہیں متعہ کی حرمت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان معلوم ہوا، تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا تھا۔

❀ ابو جمرہ، نصر بن عمران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ مَوْلًى لَّهٗ : إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْغَزْوِ، وَالنِّسَاءُ قَلِيلٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : صَدَقْتَ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں سے متعہ کے بارے سوال کیا، تو ان کے غلام نے کہا: یہ تو اس وقت غزوات میں جائز تھا، جب عورتیں کم تھیں۔ اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 26/3، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : إِنَّمَا أُبِيحَتْ وَالنِّسَاءُ قَلِيلٌ، أَيْ فَلَمَّا كَثُرْنَ ارْتَفَعَ الْمَعْنَى الَّذِي مِنْ أَجْلِهٖ أُبِيحَتْ .

''یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، جو فرما رہے ہیں کہ متعہ اس وقت جائز قرار دیا گیا تھا، جب عورتیں کم تھیں۔ یعنی جب عورتیں زیادہ ہوگئیں، تو سبب ختم ہوگیا، جس کی

بنا پر اسے جائز قرار دیا گیا تھا (لہٰذا اسے حرام کر دیا گیا)۔''

(شرح مَعاني الآثار : 26/3)

❀ مشہور لغوی، ابن منظور افریقی رحمہ اللہ (۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلثَّابِتُ عِنْدَنَا أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَرَاهَا حَلَالًا، ثُمَّ لَمَّا وَقَفَ عَلٰى نَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا رَجَعَ عَنْ إِحْلَالِهَا .

''ہمارے نزدیک یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما متعہ کو حلال سمجھتے تھے، پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا تھا، تو انہوں نے اس سے رجوع فرما لیا تھا۔'' (لسان العرب : 330/8)

❀ امام ابو عُبَید، قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ كَانَ يَتَرَخَّصُ فِيهَا، إِلَّا مَا كَانَ مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَإِنَّهٗ كَانَ ذٰلِكَ مَعْرُوفًا مِّنْ رَّأْيِهٖ، ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهٗ رَجَعَ عَنْهُ .

''ہمارے علم میں کسی صحابی سے نکاح متعہ کی رخصت منقول نہیں، ہاں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما جواز کے قائل تھے، آپ کا رجوع بھی ثابت ہے۔''

(النّاسخ والمَنسوخ، ص 80)

فائدہ:

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ مَا زَنٰى إِلَّا شَقِيٌّ .

''اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ متعہ سے منع نہ کرتے، تو کوئی بد بخت ہی زنا کر سکتا تھا۔''

(تفسير الطّبري: 588/6)

سند ضعیف ہے۔ حکم بن عتیبہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف عبد الرزّاق: 500/7)

سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کا استاذ مبہم و نامعلوم ہے۔

② عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً رَحِمَ اللّٰهُ بِهَا هٰذِهِ الْأُمَّةَ وَلَوْلَا نَهْيُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا مَا زَنٰى إِلَّا شَقِيٌّ.

''نکاح متعہ رحمت تھا، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر رحم فرمایا، اگر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس سے منع نہ کرتے، تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي: 26/3، وسندهٗ حسنٌ)

پہلے پہل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نکاح متعہ کو جائز سمجھتے تھے، بعد میں رجوع کر لیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کیا، جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعہ سے منع کر دیا تھا۔

تنبیہ:

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

رُوِيَ أَنَّهُ رَجَعَ عَنْهَا بِأَسَانِيدَ ضَعِيفَةٍ، وَإِجَازَةُ الْمُتْعَةِ عَنْهُ أَصَحُّ .

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے متعہ کے جواز سے رجوع کر لیا تھا، جبکہ ان سے متعہ کا جواز صحیح سندوں سے مروی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 225/7)

لہٰذا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے باسند صحیح رجوع ثابت ہے، نیز کئی اہل علم نے یہی بات فرمائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ ابن بطال رحمہ اللہ کے علم میں یہ روایات نہ آئی ہوں یا ان کی تحقیق میں یہ روایات ثابت نہیں تھیں۔

تابعین اور نکاحِ متعہ:

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نَسَخَ الْمُتْعَةَ الْمِيرَاثُ .

''وراثت نے متعہ منسوخ کر دیا ہے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 551/3، ح : 17070، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَلَا وَإِنَّ الْمُتْعَةَ هِيَ الزِّنَا . ''خبردار! نکاحِ متعہ زنا ہی ہے۔''

(النّاسخ والمَنسوخ للقاسم : 130، مصنّف ابن أبي شيبة : 552/3، وسندهٗ حسنٌ)

ابن جریج رحمہ اللہ اور متعہ:

اگر کوئی کہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ متعہ کے جواز کے قائل تھے، تو جواباً عرض ہے کہ آپ رحمہ اللہ سے رجوع ثابت ہے، فرماتے ہیں:

اِشْهَدُوا أَنِّي قَدْ رَجَعْتُ عَنْهَا بَعْدَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ حَدِيثًا أَرْوِي فِيهَا لَا بَأْسَ بِهَا .

''گواہ ہو جائیں کہ میں نے متعہ کے متعلق اٹھارہ (۱۸) ثابت احادیث روایت کرنے کے بعد رجوع کر لیا ہے۔''

(صحيح أبي عَوانة : 4087، وسندهٗ صحيحٌ)

امام مالک رحمہ اللہ اور متعہ:

❁ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) نے لکھا ہے:

قَالَ مَالِكٌ : هُوَ جَائِزٌ .

''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متعہ جائز ہے۔''

(الهداية : 333/2)

لیکن امام مالک رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت غلط ہے، اس پر کئی دلائل ہیں:

① امام مالک رحمہ اللہ نے ''موطا'' میں متعہ کی حرمت پر حدیث ذکر کی ہے۔

❁ شارحِ ہدایہ، علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

عَادَةُ مَالِكٍ أَنْ لَّا يَرْوِيَ حَدِيثًا فِي مُوَطَّإِهِ إِلَّا وَهُوَ يَذْهَبُ

وَيَعْمَلُ بِهٖ، وَلَوْ ذُكِرَ عَنْهُ مَا ذَكَرَهُ الْأَكْمَلُ لَذَكَرَهٗ أَصْحَابُهٗ، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ .

''امام مالک رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ وہ اپنی کتاب مؤطا میں جو حدیث ذکر کرتے ہیں، اس کے مطابق اپنا مذہب بھی بناتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اگر بات ایسے ہی ہوتی، جیسے اکمل نے ذکر کی ہے (کہ امام مالک رحمہ اللہ متعہ کو جائز سمجھتے تھے)، تو امام مالک رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد ذکر کرتے، لیکن ان سے ایسی کوئی بات منقول نہیں۔''

(البناية شرح الهداية : 63/5)

② علمائے حق نے اس قول کو امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔

③ صاحبِ ہدایہ کے ردّ میں علامہ کاکی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا سَهْوٌ، فَإِنَّ الْمَذْكُورَ فِي كُتُبِ مَالِكٍ حُرْمَةُ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ .

''یہ صاحب ہدایہ کی غلطی ہے، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کی کتب میں نکاحِ متعہ کی حرمت ذکر کی گئی ہے۔''

(البناية شرح الهداية للعيني : 63/5)

④ مالکیوں کی کتابوں میں متعہ کو بالاجماع حرام لکھا گیا ہے۔

⑤ شارحِ ہدایہ، علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

نِسْبَتُهٗ إِلٰى مَالِكٍ غَلَطٌ .

''امام مالک کی طرف اس قول کی نسبت غلط ہے۔''

(فتح القدير : 247/3)

⑥ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

مَا فِي الْهِدَايَةِ مِنْ نِّسْبَتِهٖ إِلٰى مَالِكٍ، فَغَلَطٌ، كَمَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُونَ.

''ہدایہ میں امام مالک رحمہ اللہ کی طرف جو متعہ کے جواز کی نسبت کی گئی ہے، وہ غلط ہے، جیسا کہ شارحین نے ذکر کیا ہے۔''

(البحر الرّائق : 115/3)

معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے متعہ کا جواز قطعاً ثابت نہیں۔

اہل حجاز اور متعہ:

امام اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے:

يُجْتَنَبُ أَوْ يُتْرَكُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِرَاقِ خَمْسٌ، وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْحِجَازِ خَمْسٌ، وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِرَاقِ : شُرْبُ الْمُسْكِرِ، وَالْأَكْلُ عِنْدَ الْفَجْرِ فِي رَمَضَانَ، وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي سَبْعَةِ أَمْصَارٍ، وَتَأْخِيرُ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى يَكُونَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ أَرْبَعَةَ أَمْثَالِهٖ، وَالْفِرَارُ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْحِجَازِ : اسْتِمَاعُ الْمَلَاهِي، وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، وَالْمُتْعَةُ بِالنِّسَاءِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمَيْنِ، وَالدِّينَارُ بِالدِّينَارَيْنِ يَدًا بِيَدٍ، وَإِتْيَانُ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِهِنَّ.

''پانچ اقوال اہل عراق کے اور پانچ اقوال اہل حجاز کے چھوڑ دیئے جائیں؛ اہل عراق کے پانچ اقوال یہ ہیں: ① نشہ آور چیز پینا۔ ② رمضان میں فجر کے نزدیک کھانا۔ ③ سات شہروں کے علاوہ کہیں بھی جمعہ نہ ہونا۔ ④ چار گنا سایہ ہونے تک عصر کی نماز کو لیٹ کرنا۔ ⑤ کفار سے لڑائی کے دوران بھاگ جانا۔ اور اہل حجاز کے پانچ اقوال یہ ہیں؛ ① موسیقی سننا۔ ② دو نمازوں کو بغیر عذر جمع کرنا۔ ③ عورتوں سے متعہ کرنا۔ ④ نقد کی صورت میں ایک کے بدلے دو درہم اور ایک دینار کے بدلے دو دینار کا لین دین کرنا۔ ⑤ عورتوں سے غیر فطری مباشرت۔''

(مَعرِفة علوم الحديث للحاكم : 65، تاريخ ابن عساكر : 54/58-59)

سند سخت ضعیف ہے، ابوعبداللہ بن بحر کی توثیق نہیں مل سکی۔ غیر معتبر اور نامعلوم لوگوں کی بیان کردہ بات قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

❁ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے منسوب ایک قول میں متعہ کے جواز کی نسبت اہل مکہ کی طرف کی گئی ہے۔

(تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 362/1)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن ادریس بن حجاج المعروف بہ ابن ابوحمادہ ''مجہول'' ہے۔ متقدمین ائمہ محدثین نے توثیق نہیں کی۔ اس میں ایک اور علت بھی ہے۔

متعہ اور حج تمتع؟:

بعض احادیث میں حج تمتع کو بھی متعہ کہا گیا ہے۔ اس سے بھی بعض لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں اور ان احادیث کو نکاحِ متعہ پر دلیل بنا لیتے ہیں۔

❀ مسلم قری تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلٰى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، فَسَأَلْنَاهَا عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَتْ: فَعَلْنَاهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ہم سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے عورتوں کے متعہ (حج) کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسا کیا تھا۔''

(السّنن الکبرٰی للنّسائي: 5515، مسند الطّیالسي: 1742، وسندہٗ حسنٌ)

معجم کبیر طبرانی (103/24) میں صرف ''متعہ'' کے الفاظ ہیں۔

اس سے مراد حج تمتع ہے، کیونکہ اسے بھی مجازاً متعہ حج کہا جاتا ہے۔

❀ اصل عبارت یوں ہے:

سَأَلْنَاهَا عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ لِلنِّسَاءِ.

''ہم نے سیدہ اسماء سے عورتوں کے لیے حج تمتع کے بارے میں پوچھا۔''

اسی پر انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حج تمتع کیا تھا، اس کی وضاحت صحیح مسلم میں موجود ہے:

❀ مسلم قری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ، فَرَخَّصَ فِيهَا، وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهٰى عَنْهَا، فَقَالَ: هٰذِهٖ أُمُّ ابْنِ الزُّبَيْرِ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِيهَا،

فَادْخُلُوا عَلَيْهَا، فَاسْأَلُوهَا، قَالَ : فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا، فَإِذَا امْرَأَةٌ ضَخْمَةٌ عَمْيَاءُ، فَقَالَتْ : قَدْ رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے اس کی رخصت دی، جبکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع فرماتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ ہی بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رخصت دی تھی، ان کے پاس جائیے اور پوچھ لیجئے۔ ہم سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوئے، وہ نابینا اور بھاری بھرکم عورت تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کی اجازت دی تھی۔'' (صحیح مسلم : 1238)

اس کی مزید تائید صحیح بخاری (1796) اور صحیح مسلم (1237) کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ حدیث میں متعہ سے مراد متعۃ الحج ہے، نہ کہ نکاحِ متعہ۔

الحاصل :

قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی رُو سے نکاحِ متعہ قیامت تک حرام کر دیا گیا ہے۔ اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ خلافت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں دعوی امامت وخلافت کرنا ثابت نہیں، بلکہ تینوں خلفا کے ہاتھ پر خلافت وامامت کی بیعت کرنا ثابت ہے۔ اس کے باوجود بعض ناعاقبت اندیش مصر ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں دعوی خلافت وامامت کیا تھا، دلائل ملاحظہ ہوں!

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجیے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَا أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكُمْ، لَا أُبَايِعُكُمْ، وَأَنْتُمْ أَوْلٰى بِالْبَيْعَةِ لِي، أَخَذْتُمْ هٰذَا الْأَمْرَ مِنَ الْأَنْصَارِ ....

'میں آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں، میں آپ کی بیعت نہیں کرتا، بلکہ آپ کو میری بیعت کرنا چاہیے، آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت کا احتجاج کر کے انصار سے خلافت لے لی۔ اب آپ، ہم اہل بیت سے غصب کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ نے انصار کے مقابلہ میں اس خیال کا اظہار نہیں کیا کہ آپ اس امر میں ان سے زیادہ لائق ہیں؟

اے گروہِ مہاجرین! اللہ تعالیٰ سے ڈریں! رسول اللہ ﷺ کی خلافت ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھر نہ لے جائیں۔"

(كتاب الإمامة والسّياسة لابن قتيبة، ص 12، طبع مصر)

جھوٹ کا پلندا ہے، اس کی کوئی سند نہیں، اہل دانش وبینش اس طرح کی واہی تباہی پر مبنی بے سروپا، بے ثبوت روایات پر کان نہیں دھرتے۔

الامامہ والسیاسۃ نامی کتاب غیر معتبر ہے۔ جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے۔ ایسی بے سند روایات پیش کرنے سے پہلے یوم حساب کو ذہن میں رکھنا چاہیے، یہ نہ ہو کہ خدا کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آئے اور پانی مانگنے کی مہلت بھی نہ ملے۔

❀ عامر شعبی رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

لَمَّا خَرَجَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ كَتَبَتْ أُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ إِلٰى عَلِيٍّ بِخُرُوجِهِمْ، فَقَالَ عَلِيٌّ : الْعَجَبُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا قَبَضَ رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا : نَحْنُ أَهْلُهٗ وَأَوْلِيَاؤُهٗ لَا يُنَازِعُنَا سُلْطَانَهٗ أَحَدٌ، فَأَبٰى عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَوَلَّوْا غَيْرَنَا، وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ الْفُرْقَةِ وَأَنْ يَعُودَ الْكُفْرُ وَيَبُوءَ الدِّينُ لَغَيَّرْنَا، فَصَبَرْنَا عَلٰى بَعْضِ الْأَلَمِ .

''جب سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، تو ام فضل بنت حارث نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے طلحہ و زبیر پر، وہ کس طرح میرے مخالف ہو گئے؟ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا، تو ہم نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور ولی ہیں۔ آپ کی خلافت کے سلسلہ میں کوئی شخص ہمارے ساتھ نزاع اور اختلاف نہیں کرے گا۔ ہماری قوم نے انکار کیا اور ہمارے غیر

(ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنا لیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اس چیز کا خوف نہ ہوتا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا، کفر عود آئے گا اور دین اسلام خراب و برباد ہو جائے گا، تو ہم اس امر (خلافت ابوبکر) کو بدل کر رکھ دیتے۔ (ہم نے مصلحت کے پیش نظر) بعض مصائب و آلام پر صبر کیا۔''

(الاستيعاب لابن عبد البر، مطبوعه بر حاشية الإصابة :502/1)

روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

① لوط بن یحییٰ ابومخنف کوفی رافضی بالاجماع ضعیف ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ''یہ کچھ بھی نہیں۔''

(تاريخ يحيى بن معين برواية الدوري : 1358)

❁ نیز فرماتے ہیں: لَيْسَ بِثِقَةٍ .

''معتبر نہیں ہے۔'' (تاريخ ابن معين برواية الدوري : 1780)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ مَعِينٍ يُوَافِقُهُ عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ .

''یہ جو امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے، اس پر ائمہ نے ان کی موافقت کی ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 93/6)

❁ نیز فرماتے ہیں: شِيْعِيٌّ مُحْتَرَقٌ، صَاحِبُ أَخْبَارِهِمْ .

''کٹر شیعہ تھا اور ان کا مؤرخ تھا۔'' (الكامل : 93/6)

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے متروک الحدیث کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 182/7)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أَخْبَارِيٌّ، ضَعِيفٌ .

''اخباری ہے اور ضعیف ہے۔''(الضّعفاء والمتروكون : 669)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ شِيْعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .

''شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک ضعیف تھا۔''(البداية والنهاية : 220/8)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ جھوٹا ہے۔''(تاريخ الإسلام : 188/2)

نیز فرماتے ہیں: أَخْبَارِيٌّ، تَالِفٌ، لَا يُوْثَقُ بِهٖ .

''یہ اخباری اور سخت ضعیف ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔''

(ميزان الاعتدال : 419/3)

② جابر جعفی رافضی کذاب اور متروک ہے۔

اہل سنت کے اجماعی موقف کے خلاف ایسی روایات پیش کرنا انصاف نہیں۔

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنْتُ عَلَى الْبَابِ يَوْمَ الشُّورٰى فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ بَيْنَهُمْ فَسَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ : بَايَعَ النَّاسُ لِأَبِي بَكْرٍ، وَإِنَّا وَاللّٰهِ أَوْلٰى بِالْأَمْرِ مِنْهُ وَأَحَقُّ مِنْهُ، فَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ مَخَافَةَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُهُمْ رِقَابَ بَعْضٍ بِالسَّيْفِ .

”میں شوریٰ کے دن دروازہ کے پاس کھڑا تھا، اہل شوریٰ کی آوازیں بلند ہونے لگیں، میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی، حالانکہ اللہ کی قسم! ہم ان سے زیادہ حقدار تھے، لیکن میں نے محض اس اندیشہ سے سکوت اختیار کر لیا کہ (اس خانہ جنگی کی وجہ سے) لوگ کفر کی طرف پلٹ کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ اڑانا شروع کر دیں۔“

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 211/2)

سند سخت ضعیف ہے۔

① حارث بن محمد مجہول الحال ہے۔ اسے امام ابن عدی (الکامل: ۱/۱۹۴) اور امام عقیلی (الضعفاء: ۱/۲۱۲) نے مجہول کہا ہے، لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے الثقات (۴/۱۳۶) میں ذکر کرنا مفید نہیں۔

② رجل مبہم ہے۔

فائدہ: جس سند میں رجل مبہم کا ذکر نہیں، وہ سند محمد بن حمید رازی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز اس میں حارث بن محمد نے سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا رجل مبہم کا اضافہ اس میں بھی موجود ہے، جس بنا پر یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

❁ اس روایت کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهٗ عَنْ عَلِيٍّ .

”اس حدیث کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ثبوت نہیں۔“

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَ خَبَرٌ مُنْكَرٌ .

''یہ خبر منکر ہے۔''(میزان الاعتدال :441/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ صَحِيْحٍ وَحَاشَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ قَوْلِ هٰذَا .

''یہ صحیح نہیں ہے، امیر المومنین کو ایسے قول سے اللہ بچائے!''

(میزان الاعتدال :442/1)

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكُنْتُ أَحَقَّ النَّاسِ بِالْخِلَافَةِ .

''ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے، جبکہ میں خلافت کا زیادہ حق دار تھا۔''

(میزان الاعتدال للذّهبي : 410/3)

من گھڑت روایت ہے۔

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَوْضُوعٌ عَلٰى أَبِي عَوَانَةَ، وَلَمْ أَعْرِفْ مَنْ حَدَّثَ بِهٖ عَنْ كَثِيرٍ .

''یہ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ سے منسوب جھوٹی روایت ہے، میں نہیں جانتا کہ اسے کثیر بن یحییٰ سے کس نے روایت کیا ہے۔''

(میزان الاعتدال : 410/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَعَلَّ الْآفَةَ مِمَّنْ بَعْدَهٗ .

''ممکن ہے کہ اس روایت میں آفت کثیر بن یحییٰ سے نیچے کسی راوی کی وجہ سے ہے۔''

(لسان المیزان : 415/6)

② حافظ ابوالفتح ازدی متکلم فیہ ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ كَثِيرٌ مِّنْ حُفَّاظِ زَمَانِهِ .

''انہیں ان کے زمانہ کے بہت سے حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 15/419)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

تَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَمَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ، وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ، وَكُنَّا نَحْنُ نَرٰى لَنَا حَقًّا لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُ أَبَا بَكْرٍ حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا: ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت پہچانتے ہیں اور اللہ نے جو آپ کو مرتبہ عطا کیا ہے، اس سے واقف ہیں اور جو خلافت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے رکھی ہے، اس کو آپ سے چھیننے میں رغبت نہیں رکھتے، لیکن آپ نے خود ہی یہ حکومت حاصل کر لی (ہم سے مشورہ نہیں کیا)، حالانکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بنا پر اس (مشورہ) میں اپنا حق سمجھتے تھے، پھر وہ مسلسل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے، حتی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔''

(صحيح البخاري: 4240، 4241، صحيح مسلم: 1759)

اس حدیث سے بعض الناس کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھ کر اس حقیقت کا اعتراف کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خلافت عطا کی ہے، ہم اسے چھیننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتے، بات اتنی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں، ہم سے مشورہ کیوں نہیں کیا گیا؟

قارئین کرام! صحیح احادیث اور اجماع امت کے خلاف ان بے ثبوت روایات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ ان ضعیف اور موضوع (من گھڑت) روایات کی بنا پر امت مسلمہ کے مدمقابل علیحدہ امت کھڑی کر لینا افسوس ناک ہے اور ان کی بنا پر صحابہ کرام کو ہدف طعن بنانا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

نہج البلاغہ اور الامامۃ والسیاسۃ جیسی بے سند اور بے ثبوت کتابوں کے حوالہ جات پیش کرنا عدل وانصاف کا خون کرنا ہے۔ ہمارے نزدیک سند دین ہے۔ بے سند باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) کا قول فیصل ملاحظہ ہو:

قَدْ أَكْثَرَ الشِّيعَةُ وَالرَّوَافِضُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْبَاطِلَةِ وَالْكَاذِبَةِ، وَاخْتَرَعُوا نُصُوصًا عَلٰى اسْتِخْلَافِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَادَّعُوا أَنَّهَا تَوَاتَرَتْ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُلُّهُ كِذْبٌ مُّرَكَّبٌ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ صَحِيحًا أَوْ مَعْرُوفًا عِنْدَ الصَّحَابَةِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ لَذَكَرُوهُ، وَلَرَجَعُوا إِلَيْهِ، وَلَذَكَرَهُ عَلِيٌّ مُّحْتَجًّا لِّنَفْسِهِ،

وَلَمَّا حلَّ أَنْ يَسْكُتَ عَنْ مِّثْلِ ذٰلِكَ بِوَجْهٍ، فَإِنَّهٗ حَقُّ اللّٰهِ، وَحَقُّ نَبِيِّهٖ وَحَقُّهٗ، وَحَقُّ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ مَا يُعْلَمُ مِنْ عَظِيمِ عِلْمِ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَصَلَابَتِهٖ فِي الدِّينِ، وَشُجَاعَتِهٖ يَقْتَضِي، ا لَّا يَتَّقِي أَحَدًا فِي دِينِ اللّٰهِ، كَمَا لَمْ يَتَّقِ مُعَاوِيَةَ، وَأَهْلَ الشَّامِ حِينَ خَالَفُوهُ، ثُمَّ إِنَّهٗ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ بِاجْتِهَادِهِمْ عَلِيًّا، وَلَمْ يَذْكُرْ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْهُمْ نَصًّا فِي ذٰلِكَ، فَعُلِمَ قَطْعًا كِذْبُ مَنِ ادَّعَاهُ، وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.

’’شیعہ روافض نے بہت سی باطل اور جھوٹی احادیث بیان کی ہیں اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث گھڑ لی ہیں اور ان کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ سب جھوٹ کا مرکب ہے۔ اگر اس بارے کچھ بھی صحیح ہوتا یا سقیفہ والے دن صحابہ کرام کے ہاں معروف ہوتا، تو وہ اسے ذکر کرتے اور علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے، نیز ان کے لیے اس طرح کی بات سے خاموش ہو جانا کسی طرح جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ اللہ، اس کے رسول اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کا حق تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عظمت علم اور دین میں پختگی بھی معلوم ہے اور آپ کی شجاعت بھی اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ اللہ کے دین کے بارے میں کسی سے نہ ڈرتے، جیسا کہ مخالفت کرنے پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام سے نہیں ڈرتے تھے، پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، تو مسلمانوں نے اپنے

اجتہاد سے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی نے اس بارے کوئی نص ذکر نہیں کی۔ چنانچہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اس دعویٰ کا مدعی جھوٹا ہے۔ وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔''

(المُفهم لِمَا أشكَل من تلخيص صحيح مسلم : 557/4)

❀ علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کتاب نہج البلاغۃ (ص ٣٦٦۔٣٦٧) میں لکھا ہے:

إِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَّرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمُّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رُدُّوْهُ إِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبٰى قَاتِلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى .

''میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جنھوں نے سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی، جس کے متعلق حاضر شخص من مانی نہیں کر سکتا اور غائب رد نہیں کر سکتا، مجلس شوریٰ صرف مہاجرین و انصار پر مشتمل ہے، اگر وہ کسی کی امامت پر اتفاق کر لیں، تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی شامل ہے، اگر کوئی شخص کسی طعن اور بدعت کی بنیاد پر خروج کرنا چاہے، تو اسے واپس پلٹا دو، اگر نہ مانے، تو اسے قتل کر دو، کیونکہ وہ سبیل مومنین سے انحراف کر رہا ہے، اللہ بھی اسے اسی طرف پھیر دے گا، جس طرف وہ پھرنا چاہتا ہے۔''

فائدہ:

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام ''عمر'' تھا۔

(سنن أبي داود : 1234، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 1584، وسندہٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

وضو میں پاؤں دھونا

وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل اسی پر شاہد ہیں۔ اس بارے میں اجماعِ امت اور قرآن وسنت کے دلائل فہم سلف کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

اجماعِ امت:

❀ عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا:

هَلْ عَلِمْتَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ قَدَمَيْهِ؟

''کیا آپ صحابہ میں سے کسی کو جانتے ہیں کہ وہ (ننگے) پاؤں پر مسح کرتا ہو؟''

فرمایا:

لَا، وَاللّٰهِ! مَا أَعْلَمُهٗ. ''اللہ کی قسم! نہیں جانتا۔''

(الطّهور لأبي عبيد القاسم بن سلّام : 357، وسندهٗ حسنٌ، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :34/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ایک روایت میں الفاظ ہیں:

أَدْرَكْتَ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ؟

''کیا آپ نے کسی صحابی کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا ہے؟'' فرمایا:

مُحْدَثٌ . ''یہ صحابہ کرام کے بعد والوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :19/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِينَ، يَعْنِي بِغَسْلِ الْقَدَمَيْنِ .

''وضو میں پاؤں دھونا نبی ﷺ اور مسلمانوں کی متواتر سنت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :18/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ عَوَّامُّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَجِبُ عَلٰى مَنْ لَّا خُفَّ عَلَيْهِ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَقَدْ ثَبَتَتِ الْأَخْبَارُ بِذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَنْ أَصْحَابِهٖ .

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے موزے نہ پہنے ہوں، اس پر ٹخنوں تک پاؤں دھونا فرض ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ ثابت ہیں۔'' (الأوسط :413/1)

❀ امام طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ غَسَلَ قَدَمَيْهِ فِي وُضُوئِهٖ لِلصَّلَاةِ .

''یہ (گذشتہ بیان کردہ) احادیث (میں) رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ

ثابت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے پاؤں دھوتے تھے۔''

(شرح مَعاني الآثار:36/1)

۞ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ سُنَّةٌ، اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهَا، رَوٰى أَئِمَّةُ الْأَحَادِيثَ الصِّحَاحَ فِيهَا .

''یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔محدثین نے اس بارے میں صحیح احادیث روایت کی ہیں۔''

(عارضة الأحوذي:58/1)

۞ علامہ ابن ہُبَیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا (أَيِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَالشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ) عَلٰى وُجُوبِ غَسْلِ الْوَجْهِ كُلِّهٖ، وَغَسْلِ الْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ، وغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ مَعَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَسْحِ الرَّأْسِ .

''(امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ) سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں پورا چہرہ، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا نیز سر کا مسح فرض ہے۔''(الإفصاح :72/1)

۞ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فِي الْوُضُوءِ، لَا يَجْحَدُهٗ مُسْلِمٌ .

’’تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں پاؤں کو دھویا ہے، کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔‘‘

(بدائع الصّنائع :6/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی وُجُوبِ غَسْلِ الْوَجْهِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرِّجْلَيْنِ، وَاسْتِيعَابِ جَمِيعِهِمَا بِالْغَسْلِ، وَانْفَرَدَتِ الرَّافِضَةُ عَنِ الْعُلَمَاءِ، فَقَالُوا : الْوَاجِبُ فِي الرِّجْلَيْنِ الْمَسْحُ، وَهٰذَا خَطَأٌ مِّنْهُمْ .

’’وضو میں چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مکمل دھونا واجب ہے، اس پر علما کا اجماع ہے، لیکن رافضی اس مسئلے میں اہل علم سے جدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کہ وضو میں دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے۔ یہ ان کی خطا ہے۔‘‘

(شرح صحیح مسلم : 107/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

ذَهَبَ جَمْعٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ، مِنْ أَهْلِ الْفَتْوٰی فِي الْأَعْصَارِ وَالْأَمْصَارِ إِلٰی أَنَّ الْوَاجِبَ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ مَعَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا يُجْزِئُ مَسْحُهُمَا، وَلَا يَجِبُ الْمَسْحُ مَعَ الْغَسْلِ، وَلَمْ يَثْبُتْ خِلَافُ هٰذَا عَنْ أَحَدٍ يُّعْتَدُّ بِهٖ فِي الْإِجْمَاعِ، وَقَالَتِ الشِّيعَةُ : الْوَاجِبُ مَسْحُهُمَا، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَالْجُبَّائِيُّ، رَأْسُ الْمُعْتَزِلَةِ : يَتَخَيَّرُ بَيْنَ الْمَسْحِ وَالْغَسْلِ .

''ہر دور اور ہر علاقے کے اہل فتویٰ فقہائے کرام کے جم غفیر کا مذہب ہے کہ وضو میں ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا فرض ہے، پاؤں کا مسح کافی نہیں ہوگا، نیز مسح اور غسل بیک وقت فرض نہیں۔ اس کے خلاف کوئی بات کسی ایسے عالم سے ثابت نہیں، جسے اجماع کے انعقاد میں کوئی حیثیت دی جاتی ہو۔ اس کے برعکس شیعہ کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا مسح فرض ہے، جبکہ محمد بن جریر اور معتزلہ کے بڑے جبائی کا کہنا ہے کہ وضو کرنے والے کو اختیار ہے، وہ پاؤں پر مسح کر لے یا انہیں دھو لے۔''

(شرح صحیح مسلم : 129/3)

تنبیہ بلیغ: اس عبارت میں مذکور محمد بن جریر سے مراد سنی مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نہیں، بلکہ ابن جریر شیعہ ہے، کیونکہ سنی مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ تو وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے تھے اور اسے فرض نہ سمجھنے والوں کا خوب ردّ بھی کرتے تھے، جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم ان سے نقل بھی کریں گے، جبکہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس ابن جریر کا ذکر کیا ہے، جو وضو میں پاؤں دھونے یا مسح کرنے میں اختیار کا قائل تھا۔

بعض بھائیوں کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے دھوکا لگا اور انہوں نے پاؤں پر مسح کرنے یا دھونے کا اختیار دینے والے ابن جریر کو سنی مفسر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ خیال کر لیا۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ يَّزْعُمُ أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ اثْنَانِ؛ أَحَدُهُمَا شِيعِيٌّ،

وَإِلَيْهِ يُنْسَبُ ذٰلِكَ، وَيُنَزِّهُونَ أَبَا جَعْفَرٍ مِّنْ هٰذِهِ الصِّفَاتِ، وَالَّذِي عُوِّلَ عَلَيْهِ كَلَامُهُ فِي التَّفْسِيرِ أَنَّهُ يُوجِبُ غَسْلَ الْقَدَمَيْنِ، وَيُوجِبُ مَعَ الْغَسْلِ دَلْكَهُمَا، وَلٰكِنَّهُ عَبَّرَ عَنِ الدَّلْكِ بِالْمَسْحِ، فَلَمْ يَفْهَمْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ مُرَادَهُ جَيِّدًا، فَنَقَلُوا عَنْهُ أَنَّهُ يُوجِبُ الْجَمْعَ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ.

''اہل علم کہتے ہیں کہ ابن جریر دو ہیں؛ ایک شیعہ اور اسی کی طرف ایسی باتیں منسوب ہیں۔ یہ اہل علم ابو جعفر (طبری رحمہ اللہ) کو ان صفات سے پاک قرار دیتے ہیں۔ وضو میں بیک وقت پاؤں دھونے اور مسح کرنے کی فرضیت کے بارے ان کی جس عبارت سے دلیل لی گئی ہے، اس میں دَلْك ''دھوتے وقت پاؤں ملنے'' کو مسح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اکثر لوگ ان کی بات صحیح سمجھ نہ پائے اور ان سے نقل کرنا شروع کر دیا کہ وہ وضو میں بیک وقت پاؤں دھونا اور مسح کرنا واجب سمجھتے تھے۔'' (البداية والنّهاية: 167/11)

❀ علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) وضو کے سلسلہ میں اہل علم کی طرف غلط باتوں کی نسبت کے متعلق فرماتے ہیں:

مِثْلُهُ نِسْبَةُ التَّخْيِيرِ إِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ الطَّبْرِيِّ، صَاحِبِ التَّارِيخِ الْكَبِيرِ وَالتَّفْسِيرِ الشَّهِيرِ، وَقَدْ نَشَرَ رُوَاةُ الشِّيعَةِ هٰذِهِ الْأَكَاذِيبَ الْمُخْتَلَقَةَ، وَرَوَاهَا بَعْضُ أَهْلِ السُّنَّةِ، مِمَّنْ لَّمْ يُمَيِّزِ

الصَّحِيحَ وَالسَّقِيمَ مِنَ الْأَخْبَارِ، بِلَا تَحَقُّقٍ وَّلَا سَنَدٍ، وَاتَّسَعَ الْخَرْقُ عَلَى الرَّاقِعِ، وَلَعَلَّ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الْقَائِلُ بِالتَّخْيِيرِ، هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ رُسْتُمٍ الشِّيعِيِّ، صَاحِبُ الْإِيضَاحِ لِلْمُسْتَرْشِدِ فِي الْإِمَامَةِ، لَا أَبُو جَعْفَرٍ، مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ غَالِبٍ، الطَّبْرِيُّ الشَّافِعِيُّ، الَّذِي هُوَ مِنْ أَعْلَامِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالْمَذْكُورُ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا، هُوَ الْغَسْلُ فَقَطْ، لَا الْمَسْحُ، وَلَا الْجَمْعُ، وَلَا التَّخْيِيرُ الَّذِي نَسَبَهُ الشِّيعَةِ إِلَيْهِ.

''یہی معاملہ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ، مصنف تاریخ کبیر وتفسیر کی طرف اس نسبت کا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کرنے میں اختیار ہے۔ یہ خود تراشیدہ جھوٹ شیعہ راویوں نے پھیلائے ہیں اور صحت وسقم کی تمیز نہ رکھنے والے بعض سنیوں نے یہ جھوٹ بلاتحقیق وسند نقل کر کے بے گناہ کو مجرم بنا دیا ہے۔ جو محمد بن جریر وضو میں پاؤں دھونے یا مسح کے اختیار کا قائل ہے، وہ غالباً محمد بن جریر بن رستم شیعہ، مصنف الْإِيْضَاحُ لِلْمُسْتَرْشِدِ فِي الْإِمَامَةِ ہے، نہ کہ عظیم اہل سنت عالم، ابوجعفر محمد بن جریر بن غالب طبری شافعی، ان کی تفسیر میں صرف پاؤں دھونے کا ذکر ہے، مسح کرنے کا نہیں، نہ ہی بیک وقت دونوں کام کرنے کا۔ شیعہ نے خواہ مخواہ ان کے ذمہ یہ بات لگائی ہے۔''

(مِرعاۃ المَفاتیح : 102/2)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَلَمْ يُخَالِفْ فِي ذٰلِكَ مَنْ يُّعْتَدُّ بِهٖ.

''مسلمانوں کا وضو میں پاؤں دھونے کی فرضیت پر اجماع ہے۔ اس حوالے سے کسی ایسے عالم نے مخالفت نہیں کی، جس کی کوئی علمی حیثیت ہو۔''

(المجموع شرح المهذّب: 417/1)

❀ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) نے وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں روایات کو متواتر قرار دیا ہے۔

(مَناقب الأسد الغالب، ص 73)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

مَا وَرَدَ فِيهِ مِنَ الْبَيَانِ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِعْلٍ أَوْ قَوْلٍ عَلِمْنَا أَنَّهٗ مُرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَدْ وَرَدَ الْبَيَانُ عَنْهُ بِالْغَسْلِ قَوْلًا وَّفِعْلًا أَمَّا فِعْلًا فَهُوَ مَا ثَبَتَ بِالنَّقْلِ الْمُسْتَفِيضِ الْمُتَوَاتِرِ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فِي الْوُضُوءِ وَلَمْ تَخْتَلِفِ الْأَئِمَّةُ فِيهِ.

''وضو میں پاؤں دھونے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی جو قولی یا فعلی وضاحت مروی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ (قرآن میں) اللہ تعالیٰ کی مراد بھی وہی ہے۔ وضو میں پاؤں دھونے کا بیان رسول اللہ ﷺ سے قولی و فعلی حدیث میں منقول ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فعل متواتر و مشہور حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ

نے وضو میں پاؤں کو دھویا، نیز اس میں ائمہ کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔''

(عمدة القاري : 237/2)

۞ علامہ ابن نُجَیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى غَسْلِهِمَا، وَلَا اعْتِبَارَ بِخِلَافِ الرَّوَافِضِ.

''وضو میں پاؤں دھونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، روافض کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (البحر الرّائق : 14/1)

فائدہ: ابو المحاسن، مفضل بن محمد تنوخی، حنفی، معتزلی، شیعی (۴۴۲ھ) نے وضو میں پاؤں دھونے کے وجوب پر ایک رسالہ وُجُوبُ غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ بھی لکھا ہے۔

(تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 92/60، وسندهٗ صحيحٌ)

مشہور فقیہ و ادیب ابو الفتح رازی (۴۴۷ھ) نے بھی غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔ (سِيَر أعلام النّبلاء للذّهبي : 647/17)

علامہ ابو الولید باجی مالکی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) نے بھی غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ نامی کتاب تصنیف کی ہے۔ (طَبقات المفسّرين للدّاودي : 210/1)

قرآنی دلیل: فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة : ٦)

''ایمان والو! نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو، تو چہرہ دھوو، کہنیوں سمیت

ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔“

قرآنِ کریم کی اس آیت کریمہ میں پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ اس آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے۔

نبی کریم ﷺ جو سب سے معتبر مفسر قرآن ہیں اور جو وحی الٰہی کی روشنی میں قرآنی آیات کی تفسیر اپنے قول و فعل اور تقریر سے فرماتے ہیں، انہوں نے وضو میں ننگے پاؤں دھونے کی تعلیم دی ہے، ان پر مسح کی نہیں۔

❀ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ، قَالَ : مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ يُّقَرِّبُ وَضُوءَهٗ، ثُمَّ يَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ وَيَنْتَثِرُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ فَمِهٖ وَخَيَاشِيمِهٖ مَعَ الْمَاءِ، حِينَ يَنْتَثِرُ، ثُمَّ يَغْسِلُ وَجْهَهٗ، كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَطْرَافِ أَنَامِلِهٖ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهٗ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهٖ مِنْ أَطْرَافِ شَعَرِهٖ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا قَدَمَيْهِ مِنْ أَطْرَافِ أَصَابِعِهٖ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَقُومُ، فَيَحْمَدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِالَّذِي هُوَ لَهٗ أَهْلٌ، ثُمَّ يَرْكَعُ

رَكْعَتَيْنِ، إِلَّا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ، كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .

’’میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے وضو بارے بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی وضو کے لیے پانی قریب کرتا ہے اور کلی کرتے ہوئے اپنی ناک میں پانی ڈالتا اور جھاڑتا ہے، تو پانی کے ساتھ اس کے منہ اور ناک سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ اللہ کے حکم کے مطابق چہرہ دھوتا ہے، تو چہرے کے گناہ پانی کے ساتھ ڈاڑھی کے اطراف سے گر جاتے ہیں۔ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوتا ہے، تو انگلیوں کے کناروں سے ہاتھوں کے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر سر کا مسح کرتا ہے، تو پانی کے ساتھ سر کے گناہ بالوں کے کناروں سے گر جاتے ہیں۔ پھر جب اللہ کے حکم کے مطابق ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھوتا ہے، تو پاؤں کے گناہ پانی کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں کے کناروں سے گر جاتے ہیں۔ پھر کھڑا ہوتا ہے، اللہ کی شان کے لائق حمد و ثنا کرتا ہے، پھر دو رکعت ادا کرتا ہے، تو گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے، جیسے ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔‘‘

(مُسند الإمام أحمد : 112/4، صحیح مسلم : 832، صحیح ابن خزیمة : 165)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ وہ حکم کہاں ہے؟ اسی آیتِ کریمہ ہی میں تو ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) اس حدیث کے بارے فرماتے ہیں:

فِي ذٰلِكَ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَمَرَ بِغَسْلِهِمَا .

”حدیث دلالت کناں ہے کہ اللہ نے وضو میں پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے۔“

(السّنن الکبرٰی: 68/1)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ : «ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ، كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ»، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ يَأْمُرُ بِالْغَسْلِ.

”اس حدیث میں ہے کہ وضو کرنے والا اللہ کے حکم کے مطابق پاؤں دھوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم پاؤں دھونے کا حکم دیتا ہے۔“

(تفسیر القرآن العظیم: 495/2)

نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے بھی پاؤں دھونے کی تعلیم دی ہے اور زندگی میں کبھی بھی ننگے پاؤں مسح نہیں فرمایا، تفصیل آئندہ صفحات میں ہوگی، ان شاءاللہ!

جو لوگ کہتے ہیں کہ ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ میں ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ کو زبر کے بجائے زیر سے پڑھتے ہوئے اس کا عطف ﴿بِرُؤُوْسِكُمْ﴾ پر کرتے ہیں کہ جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے، اسی طرح پاؤں پر بھی مسح کیا جائے، ان کا مبرہن ردّ اس حدیث سے ہو جاتا ہے۔

زبر پڑھیں یا زیر، دونوں قراءتیں صحیح ہیں، لیکن دونوں صورتوں میں معنی پاؤں دھونے ہی کا ہوگا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بیان کر دیا کہ اللہ نے پاؤں دھونے کا حکم فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فعل مبارک سے بھی یہی ثابت ہے۔ حدیث ہی قرآن کی سب سے معتبر تفسیر وتشریح ہے۔

۞ علامہ ماوردی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوءِ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَفَرْضُهَا عِنْدَ كَافَّةِ الْفُقَهَاءِ الْغَسْلُ دُونَ الْمَسْحِ .

''وضو میں پاؤں دھونا نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے۔تمام فقہا کرام کے نزدیک پاؤں کا فرض ان کو دھونا ہے، نہ کہ ان کا مسح کرنا۔'' (الحاوي الكبير : 148/1)

۞ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فِي الْوُضُوءِ، لَا يَجْحَدُهُ مُسْلِمٌ، فَكَانَ قَوْلُهُ وَفِعْلُهُ بَيَانَ الْمُرَادِ بِالْآيَةِ .

''تواتر سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو میں پاؤں مبارک دھوئے۔ کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا قول وفعل، آیت قرآنیہ کی تفسیر ہے۔'' (بدائع الصّنائع : 6/1)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ دَالَّةٌ عَلٰى وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، مَعَ مَا ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى وَفْقِ مَا دَلَّتْ هٰذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ، وَهُمْ مُّخَالِفُونَ لِذٰلِكَ كُلِّهِ،

وَلَيْسَ لَهُمْ دَلِيلٌ صَحِيحٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

''یہ آیت کریمہ وضو میں پاؤں دھونے کے وجوب پر دلالت کناں ہے، پھر تواتر سے اس کے موافق فعل رسول بھی ثابت ہے، روافض ان دلائل کی مخالفت کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس مسئلہ میں کوئی دلیل نہیں، وللہ الحمد!۔'' (تفسیر ابن کثیر: 497/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صِفَةِ وُضُوئِهِ، أَنَّهٗ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، وَهُوَ الْمُبَيِّنُ لِأَمْرِ اللّٰهِ، وَقَدْ قَالَ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، الَّذِي رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهٗ مُطَوَّلًا فِي فَضْلِ الْوُضُوءِ: ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ، كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ.

''وضو کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پاؤں دھوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حکم الٰہی کی وضاحت کرتے ہیں۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ لمبی حدیث، جسے امام ابن خزیمہ وغیرہ نے وضو کی فضیلت میں بیان کیا ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ حکم خداوندی کے مطابق دونوں پاؤں دھوئے۔''

(فتح الباري: 266/1)

زبر والی قراءت:

❀ عکرمہ رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ قَرَأَ : ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾، يَعْنِي : رَجَعَ الْأَمْرُ إِلَى الْغَسْلِ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے زبر کے ساتھ پڑھا، اس آیت میں پاؤں دھونے کا حکم ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 19/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَجَعَ الْقُرْآنُ إِلَى الْغَسْلِ، وَقَرَأَ : ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾، وَنَصَبَهَا .

''قرآنِ کریم کا حکم دھونے کی طرف لوٹتا ہے، انہوں نے زبر پڑھی۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 40/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ نے یہ آیت زبر کے ساتھ پڑھی اور فرمایا:

اِغْسِلُوهَا غَسْلًا . ''پاؤں اچھی طرح دھوئیں۔''

(تفسير الطّبري : 194/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ قَرَأَهَا بِذٰلِكَ ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾، وَقَالَ : عَادَ إِلَى الْغَسْلِ .

''انہوں نے زبر کے ساتھ پڑھا اور فرمایا: اس کا عطف دھونے پر ہے۔''

(الطّهور للقاسم بن سلّام : 359، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسماعیل بن عبدالرحمن سدی رحمہ اللہ (۱۲۷ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ : اغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ، وَاغْسِلُوا أَرْجُلَكُمْ، وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ، فَهٰذَا مِنَ التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ .

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے چہرے اور پاؤں دھوؤ اور اپنے سر کا مسح کرو۔ یہ

تقدیم وتاخیر کے قبیل سے ہے۔''

(تفسير الطّبري : 192/8، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) سے پوچھا گیا کہ زبر کے ساتھ یا زیر؟ فرمایا:

إِنَّمَا هُوَ الْغَسْلُ، وَلَيْسَ بِالْمَسْحِ، لَا تُمْسَحُ الْأَرْجُلُ، إِنَّمَا تُغْسَلُ.

''(جیسے بھی پڑھا جائے، مراد دھونا ہی ہے، مسح کرنا نہیں) پاؤں پر مسح نہیں ہو گا، بلکہ انہیں دھویا جائے گا۔'' پھر آپ سے پوچھا گیا کہ جو پاؤں پر مسح کر لے، کیا اس کا وضو ہو جائے گا؟ فرمایا: نہیں۔''

(تفسير الطّبري : 194/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مشہور مجود ونحوی، عیسیٰ بن میناء قالون رحمہ اللہ (۲۲۰ھ) بیان کرتے ہیں:

قَرَأْتُ عَلٰى نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي نُعَيْمٍ الْقَارِئَ هٰذِهِ الْقِرَاءَةَ غَيْرَ مَرَّةٍ، نَذْكُرُ فِيهَا : ﴿بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ مَفْتُوحَةً.

''میں نے امام وقاری نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم رحمہ اللہ کے پاس کئی مرتبہ یہ قراءت پڑھی۔ ہم اس میں زبر کے ساتھ یوں پڑھتے تھے:

﴿بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾.

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :71/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَقْرَأُهَا : ﴿بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ عَلٰى مَعْنٰى : اغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ، وَأَيْدِيكُمْ، وَأَرْجُلَكُمْ، وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ.

''ہم اسے زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور معنی یہ ہوتا ہے کہ اپنے چہرے، ہاتھ اور پاؤں دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔''(کتاب الأمّ:42/1)

❁ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَتِ الْقُرَّاءُ فِي قِرَاءَ ةِ ذٰلِكَ، فَقَرَأَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنْ قُرَّاءِ الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ : ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ نَصْبًا، فَتَأْوِيلُهٗ : إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ، وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ، وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ، وَإِذَا قُرِئَ كَذٰلِكَ، كَانَ مِنَ الْمُؤَخَّرِ الَّذِي مَعْنَاهُ التَّقْدِيمُ، وَتَكُونُ الْأَرْجُلُ مَنْصُوبَةً عَطْفًا عَلَى الْأَيْدِي، وَتَأَوَّلَ قَارِؤُوا ذٰلِكَ كَذٰلِكَ : أَنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ إِنَّمَا أَمَرَ عِبَادَهٗ بِغَسْلِ الْأَرْجِلِ، دُونَ الْمَسْحِ بِهَا .

''قرائے کرام اس مقام کی قرأت میں اختلاف کرتے ہیں۔ حجاز اور عراق کے قرائے کرام کی ایک جماعت نے ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہوگی کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو، تو پہلے اپنے چہرے، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھو لو، نیز سر کا مسح کرلو، جب اسے نصب کے ساتھ پڑھا جائے گا، تو یہ لفظاً مؤخر اور معناً مقدم ہوگا۔ أَيْدِيَ ''ہاتھوں'' پر عطف کی بنا پر أَرْجُلَ ''پاؤں'' کو منصوب پڑھا جائے گا۔ زبر کے ساتھ پڑھنے والوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے وضو میں پاؤں دھونے کا حکم فرمایا ہے، مسح کا نہیں۔“

(تفسير الطّبري : 188/8)

امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

بِالْقِرَاءَ ةِ الْأُولٰی نَقْرَأُهَا ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾، وَالدَّلِيلُ عَلٰی صِحَّةِ هٰذِهِ الْقِرَاءَ ةِ الْأَخْبَارُ الثَّابِتَةُ عَنْ نَّبِيِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الدَّالَّةُ عَلٰی ذٰلِكَ، وَهُوَ أَنَّهٗ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، وَفِي غَسْلِهٖ رِجْلَيْهِ دَلِيلٌ عَلٰی صِحَّةِ مَا قُلْنَا، لِأَنَّهُ الْمُبِينُ عَنِ اللّٰهِ، وَعَنْ مَعْنٰی مَا أَرَادَ بِقَوْلِهٖ : ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ .

”ہم پہلی (زبر والی) قراءت کے ساتھ ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ پڑھتے ہیں۔اس قراءت کے صحیح ہونے کی دلیل نبی کریم ﷺ سے ثابت وہ احادیث ہیں، جن میں آپ ﷺ کے پاؤں دھونے کا ذکر ہے۔آپ ﷺ کا پاؤں دھونا ہمارے موقف کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضاحت کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کی مراد بتانے والے ہیں۔“

(الأوسط :412/1)

علامہ واحدی رحمہ اللہ (۴۶۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا النَّصْبُ فَهُوَ ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّهٗ عَطْفٌ عَلَی الْمَغْسُولِ، لِوُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِإِجْمَاعٍ، لَا يَقْدَحُ فِيهِ قَوْلُ مَنْ خَالَفَ .

”(آیت کریمہ میں) نصب (زبر) تو ظاہر ہے، کیونکہ وہ مغسول (جنہیں

دھونا جاتا ہے) پر عطف ہے، اس لیے کہ پاؤں کو دھونا بالاجماع واجب ہے، مخالفین کا قول اس میں باعث قدح نہیں۔''

(التّفسير البسيط: 281/7)

زیر والی قراءت اور اس کی صحیح تفسیر:

زیر والی قراءت بھی اگرچہ ثابت ہے، لیکن اس سے بھی پاؤں دھونے کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ اس کی صحیح تفسیر بھی پاؤں دھونے ہی کی ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْحِ، وَالسُّنَّةُ الْغَسْلُ.

''قرآن تو مسح کے الفاظ میں نازل ہوا اور سنت پاؤں دھونا ہے۔''

(تفسير الطّبري: 195/8، وسندهٗ حسنٌ)

مراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں سر کے مسح پر عطف کرتے ہوئے ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ کہا گیا، یعنی پاؤں پر مسح کا حکم دیا گیا، لیکن اس مسح کا صحیح معنی دھونا ہے، جیسا کہ قولی و فعلی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔

عربی زبان میں مسح ''دھونے'' کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ عربی دان اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ نزال بن سبرہ تابعی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک صحیح حدیث، جو ہم آئندہ صفحات میں ذکر کریں گے، میں مسح دھونے کے معنی میں مستعمل ہے، نیز خود سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عمل یہی بتاتا ہے۔

❁ حمید طویل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَنَسًا كَانَ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، حَتّٰى يَسِيلَ الْمَاءُ.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ پاؤں اتنا دھوتے کہ پانی بہنے لگتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :18/1، الأوسط لابن المنذر :414/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ نیز بیان کرتے ہیں:

قَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ لِأَنَسٍ، وَنَحْنُ عِنْدَهٗ: يَا أَبَا حَمْزَةَ! إِنَّ الْحَجَّاجَ خَطَبَنَا بِالْأَهْوَازِ، وَنَحْنُ مَعَهٗ، فَذَكَرَ الطُّهُورَ، فَقَالَ: اغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَإِنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنِ ابْنِ آدَمَ أَقْرَبَ إِلٰى خَبَثِهٖ مِنْ قَدَمَيْهِ، فَاغْسِلُوا بُطُونَهُمَا وَظُهُورَهُمَا وَعَرَاقِيبَهُمَا، فَقَالَ أَنَسٌ: صَدَقَ اللّٰهُ، وَكَذَبَ الْحَجَّاجُ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿وَامْسَحُوا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ﴾، قَالَ: وَكَانَ أَنَسٌ إِذَا مَسَحَ قَدَمَيْهِ بَلَّهُمَا.

''ہم سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو ان کے بیٹے موسیٰ بن انس نے ان سے کہا: ابوحمزہ! ہم حجاج کے ساتھ اہواز میں تھے، اس نے خطبہ دیا اور طہارت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: اپنے چہرے اور ہاتھ دھوؤ اور اپنے سر اور پاؤں کا مسح کرو۔ ابن آدم کے پاؤں سے زیادہ اس کی کوئی چیز اس کی گندگی کے قریب نہیں، لہٰذا پاؤں کی نچلی جانب، اوپر والی جانب اور ان کی ایڑھیاں اچھی طرح دھوؤ۔ یہ سن کر سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، جبکہ حجاج نے جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اتنا فرمایا: ﴿وَامْسَحُوا بِرُؤُوْسِكُمْ

وَأَرْجُلِكُمْ﴾ ''سر اور پاؤں کا مسح کرو۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ پاؤں پر مسح کرتے، تو انہیں بھگو لیتے۔''

(تفسیر الطّبري : 195/8، وسندۂ صحیحٌ)

معلوم ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسح والے قرآنی حکم سے مراد دھونا ہے، اسی لیے تو وہ خود اللہ کے حکم اور سنت نبوی کی روشنی میں اپنے پاؤں دھوتے تھے۔

رہی بات حجاج کو جھوٹا کہنے کی، تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اسے پاؤں دھونے کا حکم دینے کی بنا پر جھوٹا نہیں کہا، بلکہ اس کی اس خود ساختہ دلیل کو جھوٹ قرار دیا کہ انسان کے پاؤں اس کی نجاست کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ اگر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاؤں دھونا جھوٹ ہوتا، تو وہ خود کیوں دھوتے؟ اور اسے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کہتے؟

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ زَعَمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَّيْسَ فِي قِرَاءَةِ مَنْ قَرَأَ ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ عَلَى الْخَفْضِ، مَا يُوجِبُ الْمَسْحَ دُونَ الْغَسْلِ، لِأَنَّ الْعَرَبَ رُبَّمَا نَسَقَتِ الْحَرْفَ عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُجَاوِرِ لَهٗ، قَالَ الْأَعْشٰى :

لَقَدْ كَانَ فِي حَوْلٍ ثَوَاءٍ ثَوَيْتُهٗ ...... تُقَضِّي لُبَانَاتٍ وَّيَسْأَمُ سَائِمُ

قَالَ : فَخَفَضَ الثَّوَاءَ لِمُجَاوَرَتِهِ الْحَوْلَ، وَهُوَ فِي مَوْضِعِ رَفْعٍ، قَالَ : وَلُغَةٌ مَّعْرُوفَةٌ لِتَمِيمٍ قَوْلُهُمْ [جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ]، قَالَ : وَالْخَرِبُ صِفَةٌ لِلْجُحْرِ، فَخَفَضُوهُ لِمُجَاوَرَتِهِ الضَّبَّ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : وَغَسْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَيْهِ، وَقَوْلُهٗ

: وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، كِفَايَةٌ لِّمَنْ وَفَّقَهُ اللّٰهُ لِلصَّوَابِ، وَدَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَجِبُ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ، لَا الْمَسْحُ عَلَيْهِمَا، لِأَنَّهُ الْمُبِينُ عَنِ اللّٰهِ مَعْنٰى مَا أَرَادَ مِمَّا فَرَضَ فِي كِتَابِهٖ .

''بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جر (زیر) کے ساتھ پڑھنے میں بھی کوئی ایسی دلیل نہیں، جو دھونے کی بجائے مسح ضروری قرار دے، کیونکہ عرب لوگ کبھی قریبی لفظ کی بنا پر اعراب دے دیتے ہیں، جیسے شاعر اعشیٰ نے کہا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي حَوْلٍ ثَوَاءٍ ثَوَيْتُهٗ ...... تُقَضِّي لُبَانَاتٍ وَّيَسْأَمُ سَائِمُ

یہاں شاعر نے ''ثواء'' کو ''حول'' کے قریب ہونے کی بنا پر جر (زیر) دی، حالانکہ وہ محل رفع میں تھا۔ اسی طرح بنو تمیم کی معروف لغت ہے کہ جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ اس جملے میں لفظ (خَرِبٍ) لفظ (جُحْرُ) کی صفت ہے، لیکن انہوں نے اسے لفظ (ضبّ) کی قربت کی بنا پر جر (زیر) دی۔ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں پاؤں مبارک دھوئے اور فرمایا کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ویل نامی وادی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حق قبول کرنے کی توفیق دی ہے، اس کے لیے یہی کافی ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا ہی واجب ہے، مسح کرنا نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ ہی قرآنِ کریم میں فرض کی گئی چیز کی حقیقت بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئے تھے۔''

(الأوسط : 1/414)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَتْ قَدْ قُرِأَتْ : ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ بِالْجَرِّ، فَذٰلِكَ مَعْطُوفٌ عَلَى اللَّفْظِ، دُونَ الْمَعْنٰى، وَالْمَعْنٰى فِيهِ الْغَسْلُ، عَلَى التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ، فَكَأَنَّهُ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ : إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوسِكُمْ، وَالْقِرَائَتَانِ بِالنَّصْبِ وَالْجَرِّ صَحِيحَتَانِ مُسْتَفِيضَتَانِ، وَالْمَسْحُ ضِدُّ الْغَسْلِ، وَمُخَالِفٌ لَّهٗ، وَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ تُبْطَلَ إِحْدَى الْقِرَاءَ تَيْنِ بِالْأُخْرٰى، مَا وُجِدَ إِلٰى تَخْرِيجِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا سَبِيلٌ، وَقَدْ وَجَدْنَا الْعَرَبَ تَخْفِضُ بِالْجِوَارِ ...... فَعَلٰى مَا ذَكَرْنَا تَكُونُ مَعْنَى الْقِرَائَةِ بِالْجَرِّ النَّصْبُ، وَيَكُونُ الْخَفْضُ عَلَى اللَّفْظِ لِلْمُجَاوِرَةِ، وَالْمَعْنَى الْغَسْلُ، وَقَدْ يُرَادُ بِلَفْظِ الْمَسْحِ الْغَسْلُ عِنْدَ الْعَرَبِ، مِنْ قَوْلِهِمْ : تَمَسَّحْتُ لِلصَّلَاةِ، وَالْمُرَادُ الْغَسْلُ، وَيُشِيرُ إِلٰى هٰذَا التَّأْوِيلِ كُلِّهٖ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

”اسے زیر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، لیکن یہ لفظ پر عطف ہے، معنی پر نہیں۔ یہ تقدیم وتاخیر کے قبیل سے ہے، اس کا معنی دھونا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو، تو چہرے، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھولو اور سروں کا مسح کرلو۔ نصب (زبر)

اور جر (زیر) کے ساتھ دونوں قراءتیں صحیح اور مشہور ہیں۔ (ظاہری طور پر اگرچہ) مسح دھونے کی ضد اور اس کے خلاف ہے، لیکن دونوں قرائتوں میں ایک کو باطل کہنا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک دونوں کی مطابقت وموافقت کا کوئی راستہ ہو۔ ہم نے دیکھا ہے کہ عرب قرب کی بنا پر جر (زیر) دے دیتے ہیں۔۔۔ ہمارے بیان کے مطابق جر (زیر) والی قراءت کا معنی نصب (زبر) والا ہی ہے، جبکہ جر (زیر) صرف قرب کی وجہ سے لفظی طور پر ہے، چنانچہ اس کا معنی دھونا ہی ہے۔ پھر کبھی عرب مسح کا لفظ دھونے پر بول دیتے ہیں، جیسا کہ عرب کہتے ہیں: تَمَسَّحْتُ لِلصَّلَاةِ ''میں نے نماز کے لیے مسح کیا۔'' اور مراد (وضو میں اعضا) دھونا ہوتا ہے۔ اسی معنی کی طرف نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے: وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی 'ویل' ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطّأ من المَعاني والأسانيد : 24/254-255)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَفْظُ الْآيَةِ لَا يُخَالِفُ مَا تَوَاتَرَ مِنَ السُّنَّةِ، فَإِنَّ الْمَسْحَ كَمَا يُطْلَقُ وَيُرَادُ بِهِ الْإِصَابَةُ، كَذٰلِكَ يُطْلَقُ وَيُرَادُ بِهِ الْإِسَالَةُ، كَمَا تَقُولُ (الْعَرَبُ) : تَمَسَّحْتُ لِلصَّلَاةِ، وَفِي الْآيَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ لَمْ يُرِدْ بِمَسْحِ الرِّجْلَيْنِ الْمَسْحَ الَّذِي هُوَ قَسِيمُ الْغَسْلِ، بَلِ الْمَسْحَ الَّذِي الْغَسْلُ قِسْمٌ مِّنْهُ، فَإِنَّهُ قَالَ : ﴿إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾،

وَلَمْ يَقُلْ : إِلَى الْكِعَابِ، كَمَا قَالَ : ﴿إِلَى الْمَرَافِقِ﴾، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ فِي كُلِّ رِجْلٍ كَعْبٌ وَّاحِدٌ، كَمَا فِي كُلِّ يَدٍ مِّرْفَقٌ وَّاحِدٌ، بَلْ فِي كُلِّ رِجْلٍ كَعْبَانِ، فَيَكُونُ تَعَالٰى قَدْ أَمَرَ بِالْمَسْحِ إِلَى الْعَظْمَيْنِ النَّاتِئَيْنِ، وَهٰذَا هُوَ الْغَسْلُ، فَإِنَّ مَنْ يَّمْسَحُ الْمَسْحَ الْخَاصَّ يَجْعَلُ الْمَسْحَ لِظُهُورِ الْقَدَمَيْنِ، وَجَعْلُ الْكَعْبَيْنِ فِي الْآيَةِ غَايَةً يَّرُدُّ قَوْلَهُمْ، فَدَعْوَاهُمْ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، اللَّذَيْنِ هُمَا مُجْتَمَعُ السَّاقِ وَالْقَدَمِ، عِنْدَ مَعْقِدِ الشِّرَاكِ، مَرْدُودٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ...... فَالسُّنَّةُ الْمُتَوَاتِرَةُ تَقْضِي عَلٰى مَا يَفْهَمُهٗ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ ظَاهِرِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ الرَّسُولَ بَيَّنَ لِلنَّاسِ لَفْظَ الْقُرْآنِ وَمَعْنَاهُ .

''(زیر والی قرأت کے ساتھ بھی) آیت کے الفاظ متواتر سنت (وضو میں پاؤں دھونے) کے خلاف نہیں، کیونکہ جس طرح مسح سے مراد ہاتھ لگانا ہے، اسی طرح مسح سے مراد پانی بہانا بھی ہے۔ اس سلسلہ میں عربوں کا یہ قول دلیل ہے تَمَسَّحْتُ لِلصَّلَاةِ ''میں نے نماز کے لیے وضو کیا۔'' اس آیت میں موجود قرینہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد وہ مسح نہیں، جو دھونے کے برعکس ہے، بلکہ وہ مسح مراد ہے، جس کی ایک قسم دھونا ہے۔ اللہ نے ﴿إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (تثنیہ کے صیغے کے ساتھ) دونوں ٹخنوں تک فرمایا ہے، ﴿إِلَى

الْكِعَابِ﴾ (جمع کے صیغے کے ساتھ ٹخنوں تک) نہیں فرمایا، جب کہ ہاتھوں کے بارے میں (جمع کے صیغے کے ساتھ کہنیوں تک) فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح ہر ہاتھ میں ایک کہنی ہوتی ہے، اسی طرح ہر پاؤں میں ایک ٹخنہ نہیں ہوتا، بلکہ ہر پاؤں میں دو ٹخنے ہوتے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے دو ابھری ہوئی ہڈیوں تک مسح کا حکم دیا ہے اور یہ دھونے ہی سے ممکن ہے، کیونکہ خاص (خشک) مسح تو پاؤں کی اوپر والی جانب ہی ہوتا ہے۔ اس آیت میں دونوں ٹخنوں تک مسح کا حکم رافضیوں کا ردّ کرتا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان دو ٹخنوں تک پاؤں کا مسح فرض ہے، جو تسمہ باندھنے کے مقام کے پاس پاؤں اور پنڈلی کے ملنے کی جگہ ہوتے ہیں، لیکن ان کا یہ دعویٰ کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں مردود ہے۔ یوں سنت متواترہ اس مفہوم کو غلط قرار دیتی ہے، جسے بعض لوگ قرآن کے ظاہری الفاظ سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے لوگوں کو قرآنِ کریم کے الفاظ بھی بتائے ہیں اور ان کا معنی بھی بیان فرمایا ہے۔'' (شرح العقيدة الطحاويّة، ص: 387,386)

✿ امامِ لغت وادب ازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ أَجْوَدُ الْقِرَاءَتَيْنِ، لِمُوَافَقَتِهَا الْأَخْبَارَ الصَّحِيحَةَ عَنِ النَّبِيِّ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِي غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَمَنْ قَرَأَ ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ عَطَفَهَا عَلٰى قَوْلِهٖ: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾، وَبَيَّنَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُرَادَ بِمَسْحِ الْأَرْجُلِ غَسْلُهَا، وَذٰلِكَ أَنَّ الْمَسْحَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ

يَكُونُ غَسْلًا، وَيَكُونُ مَسْحًا بِالْيَدِ، وَالْأَخْبَارُ جَاءَ تْ بِغَسْلِ الْأَرْجُلِ وَمَسْحِ الرُّؤُوسِ، وَمَنْ جَعَلَ مَسْحَ الْأَرْجُلِ كَمَسْحِ الرُّؤُوسِ، خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ، فَقَدْ خَالَفَ مَا صَحَّ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهٗ قَالَ: وَيلٌ لِّلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ.

''(فتح والی قراءت) عمدہ ترین ہے، کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ سے وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں مروی صحیح روایات کے موافق ہے۔ جس نے اسے زیر کے ساتھ پڑھا ہے، اس نے اسے سر کے مسح پر عطف کیا ہے۔ سنت نبوی میں مسح کی مراد پاؤں دھونے سے بیان کی گئی ہے، کیونکہ کلامِ عرب میں جس طرح مسح ہاتھ پھیرنے کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح دھونے کے معنی میں مستعمل ہے۔ نبی کریم ﷺ سے سر پر مسح کرنے اور پاؤں دھونے کی احادیث ثابت ہیں۔ لہٰذا جو شخص پاؤں پر بھی سر کی طرح انگلیوں سے خطوط کھینچ کر مسح کرتا ہے، وہ رسولِ اکرم ﷺ کے اس صحیح فرمانِ مبارک کی مخالفت کرتا ہے کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی 'ویل' ہے۔''

(مَعاني القِراء ات: 326/1)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ قِرَاءَ ةٌ ظَاهِرَةٌ فِي وُجُوبِ الْغَسْلِ، كَمَا قَالَ السَّلَفُ.

''سلف کے مطابق یہ قرأت پاؤں دھونے کے وجوب میں صریح ہے۔''

(تفسیر القرآن العظیم: 490/2)

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ الشِّيعَةُ إِلٰى أَنَّهُ يُمْسَحُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ﴾ عَلٰى قِرَاءَةِ الْجَرِّ، فَإِنَّهُ تَعَالٰى عَطَفَ الرِّجْلَ عَلَى الرَّأْسِ، وَالرَّأْسُ يُمْسَحُ، فَكَذَا الرِّجْلُ، قُلْنَا: وَقَدْ قُرِئَ بِالنَّصْبِ، عَطْفًا عَلٰى قَوْلِهٖ: ﴿وَأَيْدِيَكُمْ﴾، وَإِذَا ذُهِبَ إِلَى الْمَسْحِ يَبْقٰى مُقْتَضَى النَّصِّ غَيْرَ مَعْمُولٍ بِهٖ، بِخِلَافِ الْعَكْسِ، فَإِنَّ الْمَسْحَ مَغْمُورٌ بِالْغَسْلِ، عَلٰى أَنَّ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ تَوَاتَرَتْ، مُعَاضِدَةً لِّقِرَاءَةِ النَّصْبِ، فَوَجَبَ تَأْوِيلُ الْقِرَاءَةِ بِالْكَسْرِ، وَفِيهِ وُجُوهٌ؛ أَحَدُهَا الْعَطْفُ عَلَى الْجِوَارِ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيْمٍ﴾(هود: ٢٦)، وَالْأَلِيمُ صِفَةُ الْعَذَابِ، فَأَخَذَ إِعْرَابَ الْيَوْمِ لِلْمُجَاوَرَةِ، وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ﴾(هود: ٨٤) ...... وَالثَّانِي الْاِسْتِغْنَاءُ بِأَحَدِ الْفِعْلَيْنِ عَنِ الْآخَرِ، وَالْعَرَبُ إِذَا اجْتَمَعَ فِعْلَانِ مُتَقَارِبَانِ فِي الْمَعْنٰى، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مُتَعَلِّقٌ، جَوَّزَتْ ذِكْرَ أَحَدِ الْفِعْلَيْنِ، وَعَطْفَ مُتَعَلِّقِ الْمَحْذُوفِ عَلٰى مُتَعَلِّقِ الْمَذْكُورِ، عَلٰى حَسَبِ مَا يَقْتَضِيهِ لَفْظُهٗ، حَتّٰى كَأَنَّهٗ شَرِيكُهٗ فِي أَصْلِ الْفِعْلِ، كَمَا قَالَ الشَّاعِرُ:

يَا لَيْتَ! بَعْلُكَ قَدْ غَدَا .... مُتَقَلِّدًا سَيْفًا وَّرُمْحًا

وَكَقَوْلِ الْآخَرِ : .... عَلَّفْتُهَا تِبْنًا وَّمَاءً ا بَارِدًا، تَقْدِيرُهُ : عَلَّفْتُهَا تِبْنًا، وَسَقَيْتُهَا مَاءً بَارِدًا، وَمُتَقَلِّدًا سَيْفًا، وَحَامِلًا رُمْحًا، وَالثَّالِثُ قَوْلُ الزَّجَّاجِ : يَجُوزُ ﴿أَرْجُلِكُمْ﴾ بِالْخَفْضِ، عَلٰى مَعْنٰى : فَاغْسِلُوا، لِأَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ قَدْ دَلَّ عَلَيْهِ، لِأَنَّ التَّحْدِيدَ يُفِيدُ الْغَسْلَ، كَمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِلَى الْمَرَافِقِ﴾، وَلَوْ أُرِيدَ الْمَسْحُ لَمْ يُحْتَجْ إِلَى التَّحْدِيدِ، كَمَا فِي قَوْلِهٖ : ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ﴾ مِنْ غَيْرِ تَحْدِيدٍ، وَيُطْلَقُ الْمَسْحُ عَلَى الْغَسْلِ.

''روافض کا مذہب ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح کیا جائے۔دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ﴾ وہ اس قرأت میں زیر پڑھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رِجل ''پاؤں'' کا عطف رأس ''سر'' پر کیا ہے،لہٰذا جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے،اسی طرح پاؤں کا مسح کیا جائے گا۔ہم کہتے ہیں کہ اسے أَيْدِي ''ہاتھوں'' پر عطف کرتے ہوئے نصب (زبر) کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔جب مسح کرنے کا مذہب اپنایا جائے گا،تو فرمانِ باری تعالیٰ کا تقاضا پورا نہیں ہو سکے گا۔اس کے برعکس اگر دھویا جائے گا،تو مسح پر بھی عمل ہو جائے گا۔پھر متواتر صحیح احادیث بھی

نصب (زبر) والی قراءت کی تائید کرتی ہیں۔ لہٰذا کسرہ (زیر) والی قراءت کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ زیر کو جوار (قریبی لفظ) کی بنا پر تسلیم کیا جائے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
﴿عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيْمٍ﴾ (هود: 26) یہاں پر لفظ أَلِيْم لفظ عَذَاب کی صفت ہے، لیکن قرب کی بنا پر اس نے أَلِيْم کا اعراب لے لیا۔ اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ﴾ (هود: 84) اس میں لفظ مُحِيط لفظ عَذَاب کی صفت ہے، (اس نے قرب کی وجہ سے 'یوم' کا اعراب قبول کرلیا)۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو فعلوں میں سے ایک کو حذف مان کر دوسرے پر اکتفا تسلیم کیا جائے۔ عرب ایسا کرتے رہتے ہیں کہ جب دو فعل قریب المعنی ہوں اور دونوں کے متعلق موجود ہوں تو الفاظ کے تقاضے کے مطابق وہ ان میں سے ایک کو حذف کر کے محذوف کے متعلق کو مذکور کے متعلق پر عطف کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ دوسرا متعلق بھی پہلے متعلق کے ساتھ اصل فعل میں شریک تھا۔ اس کی مثال شاعر کا یہ قول ہے:

يَا لَيْتَ! بَعْلُكَ قَدْ غَدَا .... مُتَقَلِّدًا سَيْفًا وَّرُمْحًا

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے:

عَلَّفْتُهَا تِبْنًا وَّمَاءً ا بَارِدًا .

دوسری عبارت اصل میں یوں تھی:

عَلَّفْتُهَا تِبْنًا وَّسَقَيْتُهَا مَاءً ا بَارِدًا

جبکہ پہلی عبارت اصل میں یوں تھی:

مُتَقَلِّدًا سَيْفًا وَّحَامِلًا رُمْحًا

(اس آیت کریمہ کی اصل عبارت یوں ہوگی کہ سر کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھوؤ)۔ تیسری صورت علامہ زجاج نے بیان کی ہے کہ زیر کے ساتھ پڑھنے پر یہاں دھونے کا معنی ہوگا، کیونکہ ''ٹخنوں سمیت'' کی قید دھونے پر دلالت کرتی ہے۔ جس طرح ہاتھوں میں ''کہنیوں سمیت'' کی قید ہے اور وہ دھوئے جاتے ہیں، اسی طرح پاؤں میں بھی ''ٹخنوں سمیت'' کی قید ہے، لہٰذا انہیں بھی دھویا جائے گا۔ اگر پاؤں کا مسح ہی مراد ہوتا، تو قید کی ضرورت نہیں تھی، جیسا کہ سر پر مسح کرنے میں کوئی قید ذکر نہیں کی گئی۔ دوسری بات یہ کہ مسح کا لفظ دھونے پر بھی بولا جاتا ہے۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 97/2)

حدیثی دلائل:

ہم قرآنی دلیل کے ضمن میں سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں کو دھونے کا حکم دیا اور اسے اللہ کا حکم قرار دیا۔

مزید احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ملاحظہ فرمائیں:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا،

فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا، فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

''ایک سفر میں نبی کریم ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ عین عصر کے وقت آپ ﷺ ہم سے ملے۔ ہم وضو کرنے اور اپنے پاؤں کو ہلکا دھونے لگے۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ پکارا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

(صحيح البخاري : 163، صحيح مسلم :241)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة :1/428)

❀ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 112)

مسح سے مراد خفیف دھونا بھی ہے، جیسا کہ آئندہ صفحات میں ذکر ہوگا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا، لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَيْهِ، فَقَالَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص دیکھا، جس نے ایڑھیاں نہیں دھوئی تھیں، تو فرمایا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

(صحيح البخاري : 165، صحيح مسلم : 242، واللّفظ لهٗ)

❀ صحیح مسلم کے یہ الفاظ بھی ہیں:

وَيْلٌ لِّلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ .

''خشک کونچوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

''وضو اچھی طرح کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

(صحيح مسلم : 240)

❀ سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ، وَبُطُونِ الْأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ خشک ایڑھیوں اور پاؤں کی خشک

نچلی اطراف کے لیے جہنم کی ''ویل'' وادی ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 191/4، المُستدرك على الصّحيحين للحاكم : 162/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 70/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۶۳) اور امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۹۳) نے اس کی سند ''صحیح'' قرار دی ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' وادی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 14965، تفسير الطّبري : 205/8، وسندهٗ صحيحٌ)

خشک ایڑھیوں والی حدیث اور فقہائے اُمت:

❀ ان الفاظ پر امام بخاری رحمہ اللہ نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَلَا يُمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ .

''پاؤں دھوئے جائیں گے، ان پر مسح نہیں کیا جائے گا۔''

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ، إِذْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا خُفَّانِ أَوْ جَوْرَبَانِ .

''اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ پاؤں پر موزے یا جرابیں نہ ہوں، تو ان پر مسح جائز نہیں۔'' (سنن الترمذي، تحت الحديث : 41)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَسْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَيْهِ، وَقَوْلُهُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، كِفَايَةٌ لِّمَنْ وَفَّقَهُ اللّٰهُ لِلصَّوَابِ، وَدَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَجِبُ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ، لَا الْمَسْحُ عَلَيْهِمَا، لِأَنَّهُ الْمُبِينُ عَنِ اللّٰهِ مَعْنٰى مَا أَرَادَ مِمَّا فَرَضَ فِي كِتَابِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ نے وضو میں پاؤں مبارک دھوئے اور فرمایا کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حق قبول کرنے کی توفیق دی ہے، اس کے لیے یہی کافی ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا ہی واجب ہے، مسح کرنا نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ ہی قرآنِ کریم میں فرض کی گئی چیز کی حقیقت بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئے تھے۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف : 415/1)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی تبویب ہے:

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ غَسْلِ بُطُونِ الْأَقْدَامِ فِي الْوُضُوءِ، فِيهِ أَيْضًا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمَاسِحَ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمَيْنِ غَيْرُ مُؤَدٍّ لِّلْفَرْضِ، لَا كَمَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ

ظُهُورِهِمَا، لَا غَسْلُ جَمِيعِ الْقَدَمَيْنِ .

''وضو میں پاؤں کے اندرونی حصے نہ دھونے پر وعید کا بیان۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کے اوپر مسح کرنے والا فرض کو ادا نہیں کرتا۔ رافضیوں کا یہ خیال باطل ہے کہ وضو میں پاؤں کے اوپر مسح کرنا فرض ہے، پورے پاؤں کو دھونا فرض نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة :84/1)

۞ نیز مذکورہ حدیث پر ایک جگہ یوں تبویب کی ہے:

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ غَسْلِ الْعَقِبَيْنِ فِي الْوُضُوءِ، وَالدَّلِيلُ عَلٰى أَنَّ الْفَرْضَ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ لَا مَسْحُهُمَا، إِذَا كَانَتَا بَادِيَتَيْنِ غَيْرَ مُغَطَّيَتَيْنِ بِالْخُفِّ، أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَ الْخُفِّ، لَا عَلٰى مَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ الْقَدَمَيْنِ لَا غَسْلُهُمَا، إِذْ لَوْ كَانَ الْمَاسِحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ مُؤَدِّيًا لِّلْفَرْضِ، لَمَا جَازَ أَنْ يُّقَالَ لِتَارِكِ فَضِيلَةٍ : وَيْلٌ لَّهٗ، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، إِذَا تَرَكَ الْمُتَوَضِّئُ غَسْلَ عَقِبَيْهِ .

''وضو میں ایڑھیاں نہ دھونے پر وعید کا بیان۔ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ جب پاؤں ننگے ہوں اور وہ موزوں وغیرہ سے ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تو وضو میں ان کو دھونا فرض ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنا، جب دونوں پاؤں موزوں یا ان کی قائم مقام کسی چیز سے ڈھانپ رکھے ہوں، تو ان پر مسح ہے، البتہ بات

ایسے نہیں ہے، جیسا کہ رافضیوں نے گمان کیا ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا فرض ہے، دھونا درست نہیں ہے۔ اگر ان پر مسح کرنے والا فرض کی ادائیگی کر لیتا ہوتا، تو (پاؤں دھونا صرف) ایک فضیلت والا عمل (ہوتا اور اس) کے تارک کو جہنم کی وادی کی وعید دینا جائز نہ ہوتا، جبکہ ایک وضو کرنے والے نے اپنی ایڑھیاں نہ دھوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی "ویل" ہے۔"

(صحيح ابن خزيمة :83/1)

امام لغت، ابو منصور ازہری ہروی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْقَدَمَيْنِ غَيْرُ جَائِزٍ، وَأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوعِدُ بِالنَّارِ إِلَّا فِي تَرْكِ الْعَبْدِ مَا فُرِضَ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

"یہ حدیث دلیل ہے کہ پاؤں پر مسح جائز نہیں، نیز پاؤں کو ایڑھیوں سمیت دھونا ضروری ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کی وعید کسی فرض شے کے چھوڑنے پر ہی سناتے ہیں۔ یہ اکثر اہل علم کا موقف ہے۔"

(تهذيب اللّغة :182/1)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

وَعِيدٌ فِي تَرْكِ اسْتِيعَابِ الرِّجْلِ غَسْلًا، وَفِيهِ بَيَانُ بُطْلَانِ

قَوْلِ مَنْ تَأَوَّلَ مِنَ الرَّوَافِضِ الْآيَةَ عَلَى الْمَسْحِ إِذَا قُرِئَتْ بِكَسْرِ اللَّامِ، مِنْ قَوْلِهِ : ﴿وَأَرْجُلِكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ .

''اس حدیث میں پاؤں کو پوری طرح نہ دھونے پر وعید ہے۔ نیز اس حدیث میں روافض کا رد ہے، کیونکہ وہ آیت کریمہ کا معنیٰ مسح کرنا کرتے ہیں، جب آیت:﴿وَأَرْجُلِكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾میں لام پر کسرہ پڑھا جائے۔''

(أعلام الحديث :256/1)

❀ لغوی امام، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ (۳۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ، فَوَاجِبٌ، لَا صَلَاةَ إِلَّا بِغَسْلِهِمَا، وَالدَّلِيلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ : ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ .

''(وضو میں) پاؤں کو دھونا واجب ہے، انہیں دھوئے بغیر نماز نہیں۔ اس کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ ''اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں کو دھوو۔''

(حِلية الفُقهاء، ص 44)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

ثَابِتٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ وَالْوَعِيدُ عَلٰى تَرْكِهِ .

''رسول اللہ ﷺ سے پاؤں دھونا ثابت ہے اور اسے ترک کرنے پر وعید ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ :122/1)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ إِيجَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَفِي ذٰلِكَ تَفْسِيرٌ لِّقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾، وَبَيَانُ أَنَّهٗ أَرَادَ الْغَسْلَ، لَا الْمَسْحَ .

''اس حدیث میں فقہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ یہ حدیث فرمانِ الٰہی: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ کی تفسیر ہے اور واضح طور پر بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد پاؤں کو دھونا ہے، نہ کہ مسح کرنا۔''

(التّمهيد لما في المؤطّا من المعاني والأسانيد : 254/14)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِ مَنْ ذَهَبَ إِلٰى جَوَازِ مَسْحِ الْأَقْدَامِ، لِأَنَّ الْمَسْحَ لَا يَبْلُغُ الْأَعْقَابَ، وَإِنَّمَا يَكُونُ عَلٰى مُشْطِ الْقَدَمِ أَوْ بَعْضِهٖ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَعَّدُ بِالنَّارِ عَلٰى مَا لَيْسَ بِوَاجِبٍ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جو لوگ پاؤں پر مسح کے قائل ہیں، ان کا مذہب باطل ہے، کیونکہ مسح ایڑھیوں تک نہیں پہنچتا، مسح تو پاؤں کے اوپر والے حصہ پر یا بعض حصہ پر کیا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کسی غیر واجب عمل پر جہنم کی وعید نہیں سناتے (لہٰذا وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے۔)''

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي :203/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ شَرْعٌ لَّازِمٌ، بَيَّنَهُ لَنَا الرَّسُولُ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، وَقَالَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، وَعَلَيْهِ الْأُمَّةُ، وَلَا اعْتِبَارَ لِمَنْ شَذَّ .

''وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ ہمیں یہ بات رسول ﷺ نے یہ کہہ کر بیان فرما دی ہے: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی ''ویل'' ہے۔ پوری امت کا اسی پر عمل ہے۔ امت سے بچھڑے ہوؤں کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(سير أعلام النّبلاء : 127/4)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

وَجْهُ الدَّلَالَةِ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ ظَاهِرَةٌ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَوْ كَانَ فَرْضُ الرِّجْلَيْنِ مَسْحَهُمَا، أَوْ أَنَّهُ يَجُوزُ ذٰلِكَ فِيهِمَا، لَمَا تَوَعَّدَ عَلٰى تَرْكِهٖ .

''ان احادیث سے استدلال بہت واضح ہے، کیونکہ اگر پاؤں پر مسح کرنا فرض ہوتا یا یہ وضو میں کافی ہوتا، تو نبی کریم ﷺ نہ دھونے پر وعید نہ فرماتے۔''

(تفسير القرآن العظيم : 494/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَا تَقَوَّلَهُ الْإِمَامِيَّةُ مِنْ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، اللَّذَيْنِ هُمَا مُجْتَمَعُ السَّاقِ وَالْقَدَمِ، عِنْدَ مَعْقِدِ الشِّرَاكِ، أَمْرٌ

لَّا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ، وَلَا فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ يُّعْرَفُ، وَلَا هُوَ مَعْرُوفٌ عَنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ، بَلْ هُمْ مُخَالِفُونَ لِلْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ، وَلِإِجْمَاعِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ .

''امامیہ رافضیوں نے یہ جو بات گھڑ لی ہے کہ پاؤں کا مسح کرنا فرض ہے اور وہ بھی ان ٹخنوں تک جو ان کے نزدیک پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ کے قریب تسمہ باندھنے والی جگہ پر واقع ہیں، یہ ایسی بات ہے، جس پر قرآنِ کریم کسی بھی طرح دلالت نہیں کرتا، نہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث معروف ہے، نہ یہ بات سلف امت سے معلوم ہوتی ہے، بل کہ اس سلسلہ میں رافضی قرآنِ کریم، سنت متواترہ اور سابقون اولون اور تابعین کرام کے اجماع کے مخالف ہیں۔''

(منهاج السنّة النّبويّة : 4/177)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ، فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰى قَدَمِهٖ، فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : ارْجِعْ، فَأَحْسِنْ وُضُوئَكَ، فَرَجَعَ، ثُمَّ صَلّٰى .

''ایک آدمی نے وضو کیا، لیکن اپنے پاؤں پر ایک ناخن برابر جگہ خشک چھوڑ دی۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا، تو فرمایا: واپس جایئے اور اچھی طرح وضو

کیجیے۔ وہ آدمی واپس گیا (دوبارہ وضو کیا)، پھر نماز پڑھی۔''

(صحیح مسلم : 243)

❁ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کے وضو کے بیان میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

''پھر آپ ﷺ نے ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے۔''

(صحيح البخاري : 186، صحيح مسلم : 235)

❁ عبد خیر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَانَا عَلِيٌّ، وَقَدْ صَلّٰى، فَدَعَا بِطَهُورٍ، فَقُلْنَا : مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُورِ وَقَدْ صَلّٰى، مَا يُرِيدُ إِلَّا لِيُعَلِّمَنَا، فَأُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ، فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلٰى يَمِينِهٖ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ـــ فَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا، وَرِجْلَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ : [مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّعْلَمَ وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ هٰذَا.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے نماز پڑھی ہوئی تھی۔ آپ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ ہم نے سوچا: آپ پانی کا کیا کریں گے؟ نماز تو آپ نے پڑھ لی ہے۔ آپ ہمیں وضو سکھانا چاہتے ہیں۔ آپ کے پاس پانی والا برتن اور تشتری لائی گئی۔ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ ایک مرتبہ سر کا مسح کیا، پھر دائیاں پاؤں تین مرتبہ

دھویا، پھر بایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا اور فرمایا: جو رسول اللہ ﷺ کا وضو جاننا چاہے، وہ یہ وضو دیکھ لے۔''

(سنن أبي داوٗد : 111، سنن النّسائي : 92، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ جُبَیر بن نُفَیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا جُبَيْرٍ الْكِنْدِيَّ قَدِمَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهٗ بِوَضُوءٍ، فَقَالَ: تَوَضَّأْ يَا أَبَا جُبَيْرٍ!، فَبَدَأَ بِفِيهِ، فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبْدَأْ بِفِيكَ، فَإِنَّ الْكَافِرَ يَبْدَأُ بِفِيهِ، وَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

''سیدنا ابو جُبَیر کندی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے ان کے لیے وضو کا پانی منگوایا اور فرمایا: ابوجبیر! وضو کیجئے۔ انہوں نے منہ سے شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منہ سے شروع نہ کریں، منہ سے کافر شروع کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوا کر اعضائے مبارکہ کو تین تین دفعہ دھویا، سر کا مسح فرمایا، پھر اپنے دونوں پاؤں مبارک دھوئے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 37/1، السّنن الکبرٰی للبیهقي : 47,46/1، وصحّحه ابن حبّان : 1089، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے وضو کے بارے میں ہے:

ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا كَانَ وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی طرح تھا۔''

(صحيح البخاري : 185، صحيح مسلم : 235)

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰی صِحَّتِهٖ

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الغاية في شرح الهِداية :28/1)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰی صِحَّتِهٖ

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البِناية شرح الهداية :158/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے وضو کے بارے میں ہے:

ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ، فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى، حَتّٰى غَسَلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً أُخْرٰى، فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهٗ، يَعْنِي الْيُسْرٰى، ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ .

''آپ نے سر کا مسح کیا، پھر ایک چلّو پانی لے کر دائیں پاؤں پر بہایا، حتی کہ اسے دھولیا، پھر ایک اور چلّو پانی سے بایاں پاؤں دھویا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 268/1، صحيح البخاري: 140)

❁ سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْلُكُ بِخِنْصَرِهٖ مَا بَيْنَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ (وضو میں) چھنگلی کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں کی درمیانی جگہ مل رہے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي: 46/1-47، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. ''بلاشبہ یہ حدیث حسن ہے۔''

(أيضًا)

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَكُونُ إِلَّا فِي الْغَسْلِ، لِأَنَّ الْمَسْحَ لَا يَبْلُغُ فِيهِ ذٰلِكَ، إِنَّمَا هُوَ عَلٰى ظُهُورِ الْقَدَمَيْنِ خَاصَّةً.

''ایسا (پاؤں کی انگلیوں کی درمیانی جگہ کو ملنا) صرف دھونے میں ہوسکتا ہے، مسح میں ایسا نہیں ہوسکتا، وہ تو صرف پاؤں کے اوپر ہوتا ہے۔''

(شرح مَعاني الآثار :37/1)

❁ سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے وضو کا طریقہ بتائیے، فرمایا:

أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا.

''وضو اچھی طرح مکمل کریں، انگلیوں کے درمیان خلال کریں، روزہ نہ رکھا ہو، تو ناک میں اچھی طرح پانی چڑھائیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 142، سنن التّرمذي : 38، سنن ابن ماجه : 407، وسندہٗ حسنٌ، وأخرجه أحمد : 211/4، وأبو داوٗد : 143، وسندہٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ (۱۵۰)، امام ابن حبان (۱۰۵۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۱۴۷، ۱۴۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔

وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں اور بھی صحیح احادیث موجود ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث کے بارے میں امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ فِي وُضُوئِهِ لِلصَّلَاةِ.

''یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہیں کہ آپ نے نماز کے لیے وضو میں پاؤں مبارک دھوئے۔'' (شرح معاني الآثار :37/1)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الرِّوَايَاتُ اتَّفَقَتْ عَلٰى أَنَّهٗ غَسَلَهَا .

''یہ تمام احادیث متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں کو دھویا ہے۔''

(السّنن الكبرٰى :73/1)

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الْمُسْتَفِيضَةُ مِنْ صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ...... وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ مَسَحَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ خُفٍّ فِي حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وضو کے بارے میں مروی صحیح متواتر احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں کو دھویا۔...... نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر وحضر میں بغیر موزوں کے پاؤں پر مسح کرنا ثابت نہیں۔''

(الغاية في شرح الهِداية :27/1-28)

صحابہ وتابعین:

صحابہ کرام میں سے کوئی بھی وضو میں پاؤں دھونے کے وجوب کی نفی نہیں کرتا تھا۔ہم گزشتہ صفحات میں کئی صحابہ وتابعین سے وضو میں پاؤں دھونے کا وجوب ثابت کر چکے ہیں۔مزید ملاحظہ فرمائیں:

❀ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کرتے ہیں:

إِنْ كُنْتُ لَأَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ، فَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ .

”میں (وضو کے لیے) پانی انڈیلتا اور آپ رضی اللہ عنہ دونوں پاؤں دھوتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :18/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابومجلز لاحق بن حُمید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ .

”وہ (وضو میں) پاؤں دھوتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :19/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے غلام یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ . ”وہ پاؤں دھوتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :19/1، وسندهٗ صحيحٌ)

شبہات کا ازالہ:

❁ نزال بن سبرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْنَا مَعَ عَلِيٍّ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الرَّحَبَةِ، قَالَ : فَدَعَا بِإِنَاءٍ، فِيهِ شَرَابٌ، فَأَخَذَهٗ، فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهٗ وَقَدَمَيْهِ، ثُمَّ شَرِبَ فَضْلَهٗ، وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ أَنْ يَّشْرَبُوا، وَهُمْ قِيَامٌ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ، وَقَالَ: هٰذَا وُضُوءُ مَنْ لَّمْ يُحْدِثْ .

”ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ظہر ادا کی، پھر ہم رحبہ مقام کی طرف

نکلے۔ آپ نے ایک پانی والا برتن منگوایا، اسے پکڑا اور کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا، چہرے، ہاتھ، سر اور پاؤں کا مسح کیا، پھر وضو کا باقی بچا پانی کھڑے کھڑے پی لیا اور فرمایا: کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں۔ جس طرح میں نے کر کے دکھایا ہے، نبی ﷺ نے بالکل ایسے ہی کیا تھا اور فرمایا: یہ اس شخص کا وضو ہے، جو بے وضو نہ ہوا ہو۔''

(مسند الطّیالسي : 22/1، ح : 148، مسند الإمام أحمد : 153/1، صحیح البخاري : 5615، سنن النّسائي : 130، صحیح ابن خزیمۃ : 202/2، صحیح ابن حبان : 1057، والسّیاق لہٗ، السّنن الکبرٰی للبیھقي : 75/1، وسندہٗ صحیحٌ)

یہ حدیث پاؤں پر مسح کرنے کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکہ اس سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسح، غَسل خفیف، یعنی ہلکا سا دھونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، کیونکہ اس حدیث کے جو الفاظ ہم نے ذکر کیے ہیں، ان میں پاؤں کے ساتھ ساتھ چہرے اور دونوں ہاتھوں پر بھی مسح کرنے کا بیان ہوا ہے، جبکہ اسی حدیث میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھونے کے الفاظ بھی آئے ہیں، مسند طیالسی کی اسی حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ .

''آپ نے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔''

دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ غسل خفیف والی یہ صورت اس وقت اپنائی جا سکتی ہے، جب وضو کرنے والا پہلے ہی سے باوضو ہو اور کسی کو تعلیم دینے یا سستی ختم کرنے یا کسی اور مقصد کے لیے دوبارہ وضو کر رہا ہو۔

❀ اس حدیث پر امام نسائی رحمہ اللہ نے یوں عنوان قائم کیا ہے:

صِفَةُ الْوُضُوءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ .

”بے وضو ہوئے بغیر وضو کرنے کا طریقہ۔“

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا عنوان ہے:

بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ مَسْحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَدَمَيْنِ كَانَ، وَهُوَ طَاهِرٌ، لَا مُحْدِثٌ .

”نبی کریم ﷺ نے پاؤں پر مسح اس وقت کیا، جب آپ ﷺ باوضو تھے، بے وضو نہیں تھے۔“

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے:

ذِكْرُ الْعِلَّةِ الَّتِي مِنْ أَجْلِهَا كَانَ يَمْسَحُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، رِجْلَيْهِ فِي وُضُوءٍ ؛ .

”اس سبب (باوضو ہونے کی حالت میں وضو کرنے) کا بیان، جس بنا پر سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ وضو میں پاؤں پر مسح کرتے تھے۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ الثَّابِتِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْحَدِيثَ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الرِّجْلَيْنِ، إِنْ صَحَّ، عَنٰى بِهٖ : وَهُوَ طَاهِرٌ، غَيْرُ مُحْدِثٍ، إِلَّا أَنَّ بَعْضَ الرُّوَاةِ كَأَنَّهُ اخْتَصَرَ الْحَدِيثَ، فَلَمْ يَنْقُلْ قَوْلَهٗ : هٰذَا وُضُوءُ

مَنْ لَّمْ يُحْدِثْ .

''اس ثابت حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے پاؤں پر مسح کرنا مروی ہے، اگر وہ ثابت ہو، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ ایسا کرتے وقت باوضو تھے، بے وضو نہ تھے، لیکن بعض راویوں نے اختصار کرتے ہوئے آپ ﷺ کا یہ فرمان نقل نہیں کیا: یہ اس کا وضو ہے، جو بے وضو نہ ہو۔'' (السّنن الکبریٰ: 75/1)

❀ عبد خیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَمْسَحُ ظُهُورَ قَدَمَيْهِ، وَيَقُولُ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلٰى ظُهُورِهِمَا، لَظَنَنْتُ أَنَّ بُطُونَهُمَا أَحَقُّ .

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پاؤں کے اوپر والی جانب مسح کرتے دیکھا۔ فرما رہے تھے: میں رسول اللہ ﷺ کو پاؤں کے اوپر مسح کرتے نہ دیکھتا، تو سمجھتا کہ پاؤں کی نچلی جانب مسح کی زیادہ مستحق ہے۔''

(مُسند الحُمَیْدي: 26/1، ح: 47، وسندہٗ صحیحٌ)

یہ حدیث ننگے پاؤں پر مسح کے بارے میں نہیں، بلکہ موزوں پر مسح کے بارے میں ہے، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پاؤں دھونا اور اسے سنت نبوی قرار دینا ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اسی لیے بعض اہل علم نے اس حدیث کو منسوخ بھی کہا ہے۔

✿ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَهُوَ سُنَّةٌ، وَإِنْ كَانَ عَلٰى غَيْرِ الْخُفَّيْنِ، فَهُوَ مَنْسُوخٌ.

''اگر اس حدیث میں موزوں پر مسح مراد ہے، تو یہ سنت ہے اور اگر ننگے پاؤں مسح کا ذکر ہے، تو منسوخ ہے۔''

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ يَّحْمِلُ هٰذَا عَلَى الْمَسْحِ عَلٰى ظُهُورِ الْخُفَّيْنِ، وَيَقُولُ: مَعْنٰى ذِكْرِ الْقَدَمَيْنِ هٰهُنَا أَنْ يَّكُونَا مُغَيَّبَيْنِ فِي الْخُفَّيْنِ، فَهٰذَا هُوَ الْمَسْحُ الَّذِي ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِعْلُهٗ، وَأَمَّا الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ، فَلَا يَصِحُّ عَنْهُ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ، وَمَنْ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، جَعَلَهٗ مَنْسُوخًا بِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

''بعض اہل علم اس حدیث کو موزوں پر مسح کرنے پر محمول کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں پاؤں سے مراد موزوں سے ڈھکے پاؤں ہیں۔ یوں یہ مسح وہی ہے، جو نبی کریم ﷺ سے فعلاً ثابت ہے۔ اس کے برعکس ننگے پاؤں پر مسح کرنا آپ ﷺ سے کہیں بھی ثابت نہیں۔ جو اہل علم اس حدیث

کو ظاہری معنی (ننگے پاؤں پر مسح) پر محمول کرتے ہیں، وہ اسے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے ذریعے منسوخ قرار دیتے ہیں: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ''خشک ایڑھیوں کے لیے ''ویل'' ہے۔''

(التّمهيد: 149/11)

❀ امام دارمی رحمہ اللہ (۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ بِقَوْلِهٖ: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾.

''یہ حدیث اس فرمانِ باری تعالیٰ کے ذریعے منسوخ ہے: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ ''اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھوؤ۔'' (مسند الدّارمي: 195/1)

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موزوں پر مسح کے بارے ہے، رسول اللہ ﷺ سے موزوں پر مسح سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں دیگر صحابہ کرام بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اعتماد کرتے تھے۔

❀ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کرنے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَاسْئَلْهُ، فَإِنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا

وَلَيْلَةٍ لِلْمُقِيمِ .

”آپ ابوطالب کے بیٹے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے پاس چلے جائیں اور ان سے پوچھیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، تو ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کا وقت مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں، جبکہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر کیا ہے۔“(صحیح مسلم : 276)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جو پاؤں پر مسح کی روایت بیان کی ہے، اس سے مراد موزوں پر مسح ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو گیا ہے۔ شیعہ موزوں پر مسح، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہے، کے قائل نہیں ہوئے، الٹا موزوں پر مسح والی حدیث سے پاؤں پر مسح ثابت کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ السُّنَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَبِغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَالرَّافِضَةُ تُخَالِفُ هٰذِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ .

”وضو میں موزوں پر مسح کرنا اور ننگے پاؤں دھونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت ہے، لیکن روافض اس متواتر سنت کے مخالف ہیں۔“

(مِنهاج السنّة النبويّة : 4/177)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ السُّنَّةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَسْحِ عَلَى

الْخُفَّيْنِ، وَبِغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَالرَّافِضَةُ تُخَالِفُ هٰذِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ .

''موزوں پر مسح کرنا اور پاؤں دھونا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت سے ثابت ہے، لیکن رافضی اس سنت متواترہ کی مخالفت کرتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 386)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشْرُوعِيَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، قَوْلًا مِّنْهُ وَفِعْلًا ...... وَقَدْ خَالَفَتِ الرَّوَافِضُ ذٰلِكَ كُلَّهُ بِلَا مُسْتَنَدٍ، بَلْ بِجَهْلٍ وَضَلَالٍ، مَعَ أَنَّهُ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ، مِنْ رِّوَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ قولی و فعلی دونوں طرح موزوں پر مسح ثابت ہے۔ ...... لیکن رافضیوں نے جہالت وضلالت کی بنا پر ان تمام احادیث کی مخالفت کی ہے، باوجود اس کے کہ صحیح مسلم میں امیر المومنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس بارے میں ثابت ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 497/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ صَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَمْرُ بِعُمُومِ غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ فِي الْوُضُوءِ بِالْمَاءِ بِالنَّقْلِ الْمُسْتَفِيضِ الْقَاطِعِ عُذْرَ مَنِ انْتَهٰى

إِلَيْهِ وَبَلَغَهُ .

''نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے وضو میں پاؤں دھونے کا حکم دیا، یہ روایات متواتر و مشہور ہیں، جس تک یہ روایات پہنچ جائیں، اس کا عذر ختم ہو جاتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 58/3)

❀ افلح مولیٰ ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالْمَسْحِ، وَكَانَ هُوَ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ، قَالَ : فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ، كَيْفَ تَأْمُرُ بِالْمَسْحِ؟ فَقَالَ : بِئْسَمَا لِي إِنْ كَانَ مَهْنَأُهُ لَكُمْ، وَإِثْمُهُ عَلَيَّ، قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ، وَيَأْمُرُ بِهٖ، وَلٰكِنَّهُ حُبِّبَ إِلَيَّ الْوُضُوءُ .

''سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مسح کا حکم دیتے تھے اور اپنے پاؤں دھوتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ مسح کا حکم کیسے دیتے ہیں؟ فرمایا: (اگر میں یہ مسح کا حکم اپنی طرف سے دیتا تو) یہ بات میرے لیے بہت بری ہوتی کہ تمہیں (دھونے کی بجائے مسح کی صورت میں) اس کا فائدہ ہو جاتا اور (اپنی طرف سے حکم دینے کا) گناہ میرے ذمے لگتا رہتا۔ میں نے تو نبی ﷺ کو مسح کرتے دیکھا ہے اور آپ ﷺ اس کا حکم بھی فرماتے تھے، لیکن مجھے وضو (میں پاؤں دھونا) زیادہ پسند ہے۔''

(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر : 103، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

یہ روایت بھی ننگے پاؤں پر مسح کرنے کی دلیل نہیں، بلکہ اس میں موزوں پر مسح کی بات ہو رہی ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ لوگوں کو موزوں پر مسح کا حکم دیتے تھے، لیکن خود انہیں موزے اتار کر پاؤں دھونا زیادہ پسند تھا۔

❁ سیدنا اوس بن ابی اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے جوتوں سمیت پاؤں کو دھویا۔''

(سنن أبي داوٗد : 60، الطهور للقاسم بن سلّام : 388)

روایت ضعیف ہے، عطاء عامری مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۲۰۲/۵'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ اسے حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ نے ''مجہول الحال'' کہا ہے۔

(بَيان الوَهم والإيهام : 116/4، الرقم : 1565)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ إِلَّا بِابْنِهٖ . ''یہ صرف اپنے بیٹے سے معروف ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 78/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مقبول'' (مجہول الحال) کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 4609)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

اَلْوُضُوءُ غَسْلَتَانِ، وَمَسْحَتَانِ.

''وضو میں دو دفعہ دھونا اور دو دفعہ (سر کا اور پاؤں کا، جب موزے پہنے ہوں) مسح کرنا ہوتا ہے۔'' (تفسير الطّبري : 195/8)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن قیس خراسانی کی توثیق نہیں مل سکی، نیز ابن جریج رحمہ اللہ کا عنعنہ بھی ہے۔

یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۱/ ۱۹، ح:۵۵) میں بھی ہے، اس میں عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا:

هُوَ الْمَسْحُ. ''اس سے مراد (موزوں کی صورت میں) مسح ہے۔''

(تفسير القرآن العظيم لابن كثير : 491/2)

سند ضعیف ہے، علی بن زید بن جدعان کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔

❁ حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے:

إِنَّمَا هُوَ الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ.

''پاؤں کو دھونا ہے۔'' (مصنّف ابن أبي شيبة :18,17/1)

سند ضعیف ہے۔ یونس بن عبید کی ''تدلیس'' ہے۔

❁ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلَى الرِّجْلَيْنِ غَسْلٌ، إِنَّمَا نَزَلَ فِيهِمَا الْمَسْحُ.

''پاؤں دھونا فرض نہیں، بلکہ (موزوں کی صورت میں) ان پر مسح کرنے کا حکم

نازل ہوا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 196/8، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عِكْرِمَةَ يَمْسَحُ عَلٰى رِجْلَيْهِ، وَكَانَ يَقُولُ بِهٖ .

''میں نے عکرمہ رحمہ اللہ کو پاؤں کو دھوتے دیکھا۔آپ یہی فتویٰ دیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 170/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هُوَ الْمَسْحُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ، أَلَا تَرٰى أَنَّهٗ مَا كَانَ عَلَيْهِ الْغَسْلُ جُعِلَ عَلَيْهِ الْمَسْحُ، وَمَا كَانَ عَلَيْهِ الْمَسْحُ أُهْمِلَ .

''پاؤں کو دھونا ہے، دیکھتے نہیں کہ جس عضو کو دھونے کا حکم ہے، اس پر مسح بھی جائز ہے اور جس پر مسح تھا، اسے مہمل چھوڑ دیا گیا۔''

(تفسير الطّبري : 196/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ منذر ثوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، فَأَرَادَ أَنْ يَّتَوَضَّأَ، وَعَلَيْهِ خُفَّانِ، فَنَزَعَ خُفَّيْهِ، وَمَسَحَ عَلٰى قَدَمَيْهِ .

''ہم (ابو القاسم، محمد بن علی بن ابو طالب) ابن حنفیہ رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ آپ نے موزے پہنے ہوئے وضو کا ارادہ کیا، تو انہیں اتار دیا اور پاؤں کو دھویا کیا۔''(الطّبقات لابن سعد : 115/5، وسندهٗ صحيحٌ)

ان میں سے بعض اقوال موزوں پر مسح کے بارے میں ہیں اور بعض میں مسح سے مراد غسل خفیف (ہلکا سا دھونا) ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ آثَارٌ غَرِيبَةٌ جِدًّا، وَهِيَ مَحْمُولَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمَسْحِ، هُوَ الْغَسْلُ الْخَفِيفُ، لِمَا سَنَذْكُرُهٗ مِنَ السُّنَّةِ الثَّابِتَةِ فِي وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ ...... وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ : هِيَ مَحْمُولَةٌ عَلٰى مَسْحِ الْقَدَمَيْنِ إِذَا كَانَ عَلَيْهِمَا الْخُفَّانِ ـــ وَعَلٰى كُلِّ تَقْدِيرٍ، فَالْوَاجِبُ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ فَرْضًا، لَا بُدَّ مِنْهُ، لِلْآيَةِ وَالْأَحَادِيثِ الَّتِي سَنُورِدُهَا .

''یہ بہت ہی منفرد آثار ہیں۔ ان میں مسح سے مراد غسل خفیف (ہلکا سا دھونا) ہے، اس کی دلیل پاؤں دھونے کی فرضیت میں صحیح حدیث ہے، جسے ہم ذکر کرنے والے ہیں، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ (بعض آثار) موزے پہننے کی حالت پر محمول ہیں۔ ان آثار سے جو بھی مراد ہو، آیت کریمہ اور ہماری ذکر کردہ احادیث کی بنا پر وضو میں پاؤں دھونا فرض و واجب ہے۔''

(تفسیر القرآن العظیم: 2/491-492)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے:

❁ سیدنا تمیم بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، وَمَسَحَ

بِالْمَاءِ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَرِجْلَيْهِ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا۔آپ ﷺ نے اپنی ڈاڑھی اور پاؤں مبارک پر پانی کے ساتھ مسح کیا (ان کو دھویا)۔''

(مسند أحمد : 40/4، المُعجم الكبير للطّبراني : 60/2، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن خزیمہ (۲۰۱) رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زَعَمَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ أَنَّهٗ لَا يَقُومُ بِهٖ حُجَّةٌ، وَهُوَ طَعْنٌ مَّرْدُودٌ، وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ قابل حجت نہیں، لیکن ان کی جرح مردود ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں۔''

(اتّحاف الخيرة المهرة : 644/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ . ''اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة :490/1)

ثابت ہوا کہ لفظ مسح مشترک ہے، اس کا اطلاق دھونے پر بھی ہو جاتا ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَخَلَّفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا، وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا صَلَاةُ الْعَصْرِ، وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا

نَمْسَحُ عَلٰی أَرْجُلِنَا، فَنَادٰی بِأَعْلٰی صَوْتِهٖ : وَیْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، مَرَّتَیْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

''ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ آپ ﷺ ہم سے ملے، تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ ہم پاؤں دھونے میں مصروف تھے، تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ فرمایا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی ''ویل'' ہے۔''

(مسند أحمد : 211/2، واللّفظ لهٗ، صحيح البخاري : 60، صحيح مسلم :241)

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ مسح بمعنی غسل (خفیف دھونا) بھی مستعمل ہے۔

❀ سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَغْسِلَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ إِلَی الْمِرْفَقَیْنِ، وَیَمْسَحَ بِرَأْسِهٖ وَرِجْلَیْهِ إِلَی الْکَعْبَیْنِ .

''پھر وہ (وضو کرتے ہوئے) چہرے اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھوئے اور سر کا مسح کرے اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے۔''

(سنن أبي داوٗد : 858، مسند الإمام أحمد : 340/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۹۴)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۴۵)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۸۷) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۴۲/۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں بھی پاؤں کے مسح سے مراد دھونا ہے یا اس میں وضو کے اعضا کی

ترتیب ملحوظ رکھتے ہوئے تقدیم وتاخیر سے کام لیا گیا ہے اور پاؤں کا عطف چہرے اور ہاتھ دھونے پر ہے، نہ کہ سر کے مسح پر۔ متواتر احادیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام: وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوری زندگی بغیر موزوں کے پاؤں پر مسح نہیں کیا، بلکہ پاؤں اچھی طرح دھونے کا حکم بھی فرمایا۔ دورانِ وضو پاؤں میں خشک جگہ رہ جانے پر جہنم کی وادی ''ویل'' کی وعید شدید بھی سنائی۔ اگر وضو میں ننگے پاؤں پر بھی مسح کی گنجائش ہوتی، تو اتنی وعید کیوں ہوتی؟

قرآنِ کریم کی آیتِ مبارکہ میں ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ پر زبر پڑھیں یا زیر، دونوں صورتوں میں پاؤں دھونے ہوں گے، کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ نے وضو میں پاؤں دھوئے اور امت کو اسی کی تعلیم دی ہے، بلکہ پاؤں دھونے ہی کو اللہ تعالیٰ کا حکم بتایا ہے۔ یہ تمام قولی وفعلی احادیث، آیت قرآنی کی معتبر تفسیر ہیں۔

زبر کی قراءت کے مطابق ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ کا عطف ان اعضا پر ہے، جنہیں دھونے کا حکم دیا گیا ہے، باقی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سر کے مسح کے بعد پاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل اس آیت کریمہ میں تقدیم وتاخیر کے اسلوب سے کام لیا گیا ہے، جو کہ کلام عرب میں رائج ہے۔ جبکہ زیر کی قراءت میں عربی زبان کے مشہور اسلوب کے مطابق چونکہ پڑوسی لفظ «رُؤُوْس» پر زیر تھی، اس لیے «أَرْجُلِ» پر بھی زیر پڑھی گئی۔ یہ لفظ کا معاملہ ہے، معنوی طور پر پاؤں کا تعلق انہی اعضا سے ہے، جن کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔

جمع وتطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ دونوں قراءتیں دو مختلف حالتوں کو ثابت کرتی ہیں۔ ننگے پاؤں ہوں تو زبر والی قراءت کے مطابق ان کو دھویا جائے گا اور اگر

پاؤں پر موزے وغیرہ ہوں، تو ان پر مسح کیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت متواترہ ان دونوں صورتوں کی تائید کرتی ہے، لیکن بعض لوگ ان دونوں سنتوں کے انکاری ہیں۔

ذرا سوچیں کہ اگر ننگے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم ہوتا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر ضرور عمل کرتے، لیکن کسی بھی صحابی سے ننگے پاؤں پر مسح کرنا بالکل ثابت نہیں۔ صحابہ کرام ہی نے قرآنِ کریم کی آیات کریمہ کو ہم تک پہنچایا ہے اور انہی نے نبی ﷺ سے وضو میں پاؤں دھونے کی قولی و فعلی تعلیم نقل کی ہے۔ پھر قرآن قبول کر کے اس کی خود ساختہ تفسیر کرنا اور قرآن کی اصلی تفسیر یعنی حدیث کو یکسر ردّ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''شیعہ سے کہا جائے کہ جن صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے وضو کے بارے میں قولی و فعلی احادیث بیان کی ہیں، جنہوں نے آپ ﷺ سے وضو سیکھا، آپ کے سامنے وضو کیا اور آپ نے اسے برقرار رکھا اور جنہوں نے مسنون وضو کو بعد والوں تک پہنچایا، ان کی تعداد ان صحابہ کرام کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے، جنہوں نے قرآنِ کریم کی آیت وضو کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ تمام صحابہ کرام جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وضو کرتے تھے، انہوں نے یہ وضو آپ ﷺ ہی سے سیکھا تھا، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اس وضو کا طریقہ موجود نہ تھا۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو بارہا مرتبہ وضو کرتے ملاحظہ کیا اور بہت سی احادیث میں آپ ﷺ سے پاؤں دھونا نقل کیا۔ حتی کہ صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی نقل کیا، جو کتب صحاح وغیرہ میں بہت سی اسانید سے

مروی ہے: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ''خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔'' مزید یہ کہ اگر پاؤں کے اوپر والی جانب مسح کرنا ہی فرض ہوتا، تو پورے پاؤں دھونا ایک مشقت والا عمل ہوتا، جس پر انسانی طبیعت، جو عموماً مال و ریاست کی طرف میلان رکھتی ہے، کبھی مائل نہ ہوتی، (لہٰذا سارے مسلمانوں میں پورے پاؤں کو دھونے کا عمل رائج نہ ہوتا)۔ اگر نبی اکرم ﷺ کا وضو بیان کرنے والی متواتر احادیث پر طعن کرنا ممکن ہے، تو وضو والی آیت پر طعن کرنا بالاولیٰ ممکن ہوگا۔ اگر شیعہ کہیں کہ آیت کے الفاظ تواتر سے منقول ہیں، جس میں غلطی اور جھوٹ کا احتمال نہیں، تو وضو والی احادیث میں تواتر زیادہ قوی اور کامل ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاويّة، ص: 387,386)

معلوم ہوا کہ دونوں قراءتیں وضو میں پاؤں کو دھونے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ اسی پر عمل کرتی رہی ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

عَلَيْهِ عَمَلُ الْأُمَّةِ، وَلَا اعْتِبَارَ بِمَنْ شَذَّ.

''امت کا اسی (وضو میں پاؤں دھونے) پر عمل ہے۔ امت سے بچھڑ جانے والوں کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (سير أعلام النّبلاء: 127/4)

✿ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ سے وضو کا جو طریقہ سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن زید، وغیرہ رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے، بلکہ آپ ﷺ سے متواتر ثابت ہے اور پوری اُمت اس پر متفق ہے، وہ یہ ہے کہ وضو کرنے والا برتن میں ڈالنے سے پہلے

دونوں ہاتھ دھوئے، کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے، ناک صاف کرے، پھر چہرہ دھوئے، پھر کہنیوں سمیت دونوں بازو دھوئے، پھر سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔ ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں، جنہوں نے خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے پاؤں دھونے کا انکار کر دیا اور اس سلسلہ میں قرآنِ کریم کے ظاہری الفاظ سے استدلال کی کوشش کی۔ میرے نزدیک ایسی باتیں کرنے والوں اور ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں، جو غزوۂ بدر واُحد جیسے روزِ روشن کی طرح عیاں معاملات کا انکار کرتے ہیں۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :175/1)

بعض لوگ اہل سنت کی مخالفت میں وضو سے پہلے پاؤں دھوتے ہیں اور وضو کے آخر میں ان پر مسح کرتے ہیں۔ شاید وہ اپنے پاؤں کو پلید خیال کرتے ہیں! یہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف بے دلیل اقدام ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق سمجھ کر اسی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، حق پر قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ آمین!

نہج البلاغہ

''نہج البلاغہ'' کی نسبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ (عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعَلَوِيُّ الْحُسَيْنِيُّ الْمُتَكَلِّمُ الرَّافِضِيُّ الْمَعْرُوْفُ الشَّرِيْفُ الْمُرْتَضٰی) الْمُتَّهَمُ بِوَضْعِ كِتَابِ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ وَلَهٗ مُشَارَكَةٌ قَوِيَّةٌ فِي الْعُلُوْمِ وَمَنْ طَالَعَ كِتَابَهٗ نَهْجَ الْبَلَاغَةِ جَزَمَ بِأَنَّهٗ مَكْذُوْبٌ عَلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَفِيْهِ السَّبُّ الصُّرَاحُ وَالْحَطُّ عَلَى السَّيِّدَيْنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَفِيْهِ مِنَ التَّنَاقُضِ وَالْأَشْيَاءِ الرَّكِيْكَةِ وَالْعِبَارَاتِ الَّتِي مَنْ لَّهٗ مَعْرِفَةٌ بِنَفْسِ الْقُرَشِيِّيْنَ الصَّحَابَةِ وَبِنَفْسِ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ جَزَمَ بِأَنَّ الْكِتَابَ أَكْثَرَهٗ بَاطِلٌ .

''اس (علی بن حسین علوی، حسینی، متکلم، رافضی، المعروف الشریف المرتضٰی) پر کتاب نہج البلاغہ گھڑنے کا اتہام ہے، اسے علوم کی بڑی مہارت تھی، جو اس کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کرتا ہے، یقین کر لیتا ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے، کیونکہ اس میں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر واضح طعن و تشنیع کی گئی ہے، نیز اس میں

تناقض اور ایسی کمزور باتیں ہیں کہ قریشی صحابہ اور دیگر متاخرین کی سیرت سے واقف شخص یقین کرسکتا ہے کہ کتاب کا بیشتر حصہ من گھڑت اور جھوٹا ہے۔''

(میزان الاعتدال : 124/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتُلِفَ فِي كِتَابِ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ الْمَكْذُوْبِ عَلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، هَلْ هُوَ مِنْ وَضْعِهِ، أَوْ وَضْعِ أَخِيْهِ الرَّضِيِّ.

''اس میں اختلاف ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جھوٹی کتاب نہج البلاغہ اس کی گھڑنتل ہے یا اس کے بھائی ''الرضی'' کی۔''

(تاریخ الإسلام : 558/9)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْإِمَامِيَّةِ يَنْقُلُ هٰذَا النَّصَّ بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ، فَضْلًا عَنْ أَنْ يَكُونَ مُتَوَاتِرًا.

''اس کتاب کو ثابت کرنے کے لیے امامیہ ایک بھی متصل سند پیش نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ یہ متواتر ہو۔'' (منهاج السّنة : 251/8)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَهْلُ الْعِلْمِ يَعْلَمُونَ أَنَّ أَكْثَرَ خُطَبِ هٰذَا الْكِتَابِ مُفْتَرَاةٌ عَلٰى عَلِيٍّ، وَلِهٰذَا لَا يُوجَدُ غَالِبُهَا فِي كِتَابٍ مُتَقَدِّمٍ، وَلَا لَهَا إِسْنَادٌ مَعْرُوفٌ.

''اہل علم جانتے ہیں کہ اس کتاب کے اکثر خطبات سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہیں، کیونکہ اس کتاب کا بیشتر مواد پرانی کتابوں میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی معروف سند ہے۔''

(منهاج السنّة النبويّة في نقض كلام الشيعة والقدريّة : 86/7)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) شریف مرتضیٰ کے بارے کہتے ہیں:

إِنَّهُ هُوَ الَّذِي وَضَعَ كِتَابَ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ .

''اسی نے نہج البلاغہ گھڑی ہے۔''(البداية والنّهاية : 67/12)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْنَا فِي كُتُبِهِمْ مِنَ الْكَذِبِ وَالْافْتِرَاءِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحَابَتِهٖ وَقَرَابَتِهٖ أَكْثَرَ مِمَّا رَأَيْنَا مِنَ الْكَذِبِ فِي كُتُبِ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ .

''ہم نے ان لوگوں (رافضیوں) کی کتابوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر جو جھوٹ پایا ہے، وہ تورات وانجیل میں اہل کتاب کے (شامل کردہ) جھوٹ سے بھی بڑھ کر ہے۔''

(مجموع الفتاوٰى : 482/28)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالنَّقْلِ، وَالرِّوَايَةِ، وَالْإِسْنَادِ عَلٰى أَنَّ الرَّافِضَةَ أَكْذَبُ الطَّوَائِفِ، وَالْكَذِبُ فِيهِمْ قَدِيمٌ، وَلِهٰذَا كَانَ

أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ يَعْلَمُونَ امْتِيَازَهُمْ بِكَثْرَةِ الْكَذِبِ .

''حدیث، روایت اور اسناد کے علما کا اتفاق ہے کہ روافض سب سے بڑے جھوٹے ہیں اور جھوٹ ان میں قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے، ائمہ اسلام انہیں جھوٹ کے امتیازی وصف سے پہچانتے ہیں۔''

(منهاج السنّة النبويّة في نقض كلام الشّيعة والقدريّة :59/1)

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

صَنَّفَ (الشَّرِيفُ الْمُرْتَضٰى) كِتَابَ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ، جَمَعَهٗ مِنْ كَلَامِ الْإِمَامِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَيُقَالُ : لَيْسَ هُوَ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ وَضْعِهٖ، وَقِيلَ : بَلِ الْجَامِعُ لَهٗ أَخُوهُ الرَّضِيُّ .

''شریف مرتضٰی نے نہج البلاغہ نامی کتاب تصنیف کی، جس میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرمودات جمع کیے۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ شریف مرتضٰی کی گھڑنتل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کتاب کو شریف مرتضٰی کے بھائی ''الرضی'' نے جمع کیا ہے۔''

(المُعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر، ص 288)

❁❁❁❁❁❁❁

حدیثِ قرطاس

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کا واقعہ ہے، غنودگی آپ پر طاری ہے، سچائی کی آسماں چشم مثالیں، اصحاب پاک مصطفیٰ ﷺ آپ کے پاس بیٹھے ہیں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی آواز آتی ہے، کچھ لکھ نہ دوں کہ آپ کو یاد رہے، کاغذ قلم لائیے۔

یہ آواز ایک ایسے وقت میں آئی، جب آپ وحی کے ابلاغ کا فریضہ بہ طریق احسن نبھا چکے ہیں، دین مکمل ہو چکا ہے، موت کے صبر آزما لمحوں نے جاںنثاروں کے دیدے نمناک کر رکھے ہوں گے، کبھی بہہ جاتے ہوں گے، پھر صبر سے تھم جاتے ہوں گے۔

وقت کی اسی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ» ''ہمیں قرآن وسنت ہی کافی ہے۔''

چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو لکھنے کی زحمت کیوں دیں، جبکہ وحی تو آپ پہنچا چکے، بعض صحابہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کی موافقت کی، دوسرے بعض اختلاف کرنے لگے۔ اختلاف کرنے والوں کا کہنا تھا ''أَهَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ'' کاغذ قلم دینا چاہیے، یہ مریض کی بے ربط گفتگو نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ واقعی کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

دوسرے صحابہ دینے کے حق میں نہیں تھے، ان کا کہنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ کی آواز آتی ہے، کاغذ قلم رہنے دیجئے اور فی الحال یہاں سے چلے جائیے، میری موجودگی میں اختلاف مناسب نہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ : هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، قَالَ عُمَرُ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ : قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : قُومُوا عَنِّي .

''نبی کریم ﷺ کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت کچھ لوگ موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قلم کاغذ لائیں، میں تحریر کر دوں، جس کے بعد آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور قرآن موجود ہے، سو، ہمیں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اختلاف کیا اور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، تاکہ آپ ﷺ تحریر فرما دیں، جس کے بعد آپ بھولیں گے نہیں، کچھ کہہ رہے تھے، رہنے دیجیے آپ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ جب اختلاف نے شدت اختیار کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جائیں۔''

(صحيح البخاري : 7366، صحيح مسلم : 1637)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ.

”یہاں سے چلے جائیں، میری موجودگی میں اختلاف مناسب نہیں۔“

(صحيح البخاري : 114)

❁ ایک روایت میں ہے:

اِئْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَقَالُوا : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ.

”ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لائیں۔ میں کچھ لکھ دیتا ہوں، اس کے بعد آپ بھولیں گے نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض موت میں تکلیف کی شدت سے تو ہرگز نہیں کہہ رہے۔“

(صحيح البخاري : 4431، صحيح مسلم : 1637)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رو رہے تھے، فرماتے تھے: جمعرات کا دن کتنا پریشان کن تھا!

اِشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ : ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا : مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟

فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ، فَقَالَ : دَعُوْنِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ.

''نبی کریم ﷺ پر مرض موت کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لاؤ میں تحریر کر دیتا ہوں، جس کے بعد کبھی نہیں بھولو گے، اس بات پر صحابہ اختلاف کرنے لگے، رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اختلاف ہرگز مناسب نہیں تھا۔ صحابہ کہنے لگے: آپ ﷺ کو کیا معاملہ درپیش ہے، آپ ﷺ کی یہ بات شدت تکلیف کی بنا پر تو ہرگز نہیں ہے۔ اس بات کو سمجھتے کیوں نہیں، وہ بار بار کہتے کہ آپ ضرور لکھیں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں سمجھتا ہوں کہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔''

(صحیح البخاري: 4431، صحیح مسلم: 1637)

مرض الموت کی شدت کا بیان سیدنا عباس اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہر دو نے کیا ہے، اسی بنا پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجتہادا کہہ دیا کہ ہمارے لئے قرآن و حدیث کافی ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد درست تھا، کیوں کہ وحی پہنچانا رسول اللہ ﷺ کے فرائض میں شامل ہے، اب اگر یہ سوچا جائے کہ آپ ﷺ نے کوئی ایسی بات لکھنی تھی، جو پہلے نہیں بتائی تھی تو رسول اللہ ﷺ پہ اعتراض ہوگا کہ آپ نے وحی پہنچائی ہی نہیں، سو یہ ماننا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول کیا اور لکھنے سے انکار کر دیا۔

❀ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَحْوٌ مِمَّا جَرٰى لَهُمْ حَيْثُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتَ الْوَقْتِ فَصَلَّوْا دُونَ بَنِي قُرَيْظَةَ، وَقَالَ آخَرُونَ : لَا نُصَلِّي إِلَّا حَيْثُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ! قَالَ : فَمَا عَنَّفَ وَاحِدًا مِّنَ الْفَرِيقَيْنِ، وَسَبَبُ ذٰلِكَ أَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهُ إِنَّمَا حَمَلَ عَلَيْهِ الْاِجْتِهَادُ الْمُسَوَّغُ وَالْقَصْدُ الصَّالِحُ، وَكُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ أَوْ أَحَدُهُمَا مُصِيبٌ وَالْآخَرُ غَيْرُ مَأْثُومٍ بَلْ مَأْجُورٌ .

''قلم دوات کے بارے میں صحابہ کا اختلاف اسی طرح کا اختلاف ہے، جو ایک مرتبہ صحابہ کے مابین پیدا ہوگیا، کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا: (آپ میں سے) ہر ایک نماز عصر بنوقریظہ میں جا کر ادا کرے۔ (جاتے جاتے راستے میں نماز عصر کا وقت ہوگیا) تو کچھ صحابہ کو نماز عصر کا وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہوا، تو انہوں نے بنوقریظہ پہنچنے سے پہلے ہی نماز ادا کر لی، دوسرے صحابہ نے کہا: ہم عصر کی نماز وہیں جا کر ادا کریں گے، جہاں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے، خواہ نماز کا وقت فوت بھی ہو جائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دونوں گروہوں میں سے کسی کی بھی سرزنش نہیں کی۔ (قلم دوات والے معاملہ میں اختلاف کی بھی یہی صورت ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اختلاف جائز اجتہاد اور اچھے ارادے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ یاد رہے کہ ہر اجتہاد کرنے والا درست ہوتا ہے یا دونوں

میں سے کوئی ایک درست ہوتا ہے اور دوسرا (خطا پر ہوتا ہے، مگر) گناہ گار نہیں ہوتا، بلکہ اسے بھی (ایک) اجر ملتا ہے۔''

(المُفهم: 4/559)

جس طرح بنو قریظہ میں نماز ادا کرنے کے معاملہ میں صحابہ میں اختلاف ہوا، دونوں کا ارادہ اور نیت درست تھی، نبی کریم ﷺ نے دونوں کو اجتہاد کرنے پر مطعون نہیں کیا، اسی طرح جب نبی کریم ﷺ نے قلم دوات لانے کا حکم دیا، تو صحابہ کے اجتہاد مختلف ہو گئے، جس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے کسی گروہ کی سرزنش نہیں کی، بلکہ بعد میں اس گروہ کی تائید کر دی، جنہوں نے نہ لکھنے کا کہا تھا۔

لفظ ہجر کی تحقیق:

ہجر کا مطلب ہے ''شدت بخار میں بے معنی گفتگو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا انکار ونفی کی ہے، ''اہجر'' میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، ہجر فعل ماضی ہے۔ بعض روایات میں بغیر ہمزہ کے هَجَرَ اور يَهْجُرُ کے الفاظ ہیں، یہاں بھی ہمزہ محذوف ہے، کلام عرب میں اس طرح کے محذوفات عام ہیں۔

یہاں اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھئے کہ حدیث میں ''فَقَالُوا مَالَهُ أَهَجَرَ'' ہے، ''قَالُوا'' کا مطلب صحابہ کے ایک گروہ نے کہا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، بلکہ دوسرے صحابہ کے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کر رہے تھے۔

بعض احادیث میں ہجر کے ساتھ ہمزہ استفہام انکاری کا بیان ہوا ہے، جس کا معنی یوں بنتا ہے کہ نبی کریم ﷺ شدت بخار کی حالت میں بے معنی گفتگو نہیں بلکہ شعور واحساس

کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں۔

لہٰذا اس حدیث میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا کوئی پہلو نہیں بلکہ یہ حدیث ان کی عظمت کا استعارہ ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موافقت فرمائی اور لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ صحیح بخاری (4431) صحیح مسلم (1637) میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُوْنِي، فَالَّذِي أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ .

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔''

قرآن وحدیث میں موافقاتِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، کئی دفعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رائے دیتے ہیں اور اسے شریعت کا درجہ مل جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو یاد ہو گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے، پھر اچانک اٹھ کر چلے گئے، جب کافی دیر تک واپس نہیں آئے، تو صحابہ کو فکر لاحق ہوئی کہ مبادا کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ چنانچہ صحابہ آپ کی تلاش میں نکل گئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ڈھونڈ لیا، آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے، جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ماجرا بیان کیا تو آپ نے ان کو اپنا جوتا دیا، فرمایا: جاؤ اور جو کلمہ گو راستے میں ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نکلے سب سے پہلے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہیں جنت کی خوش خبری سنائی تو انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا، وہ زمین پر گر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور آپ سے

شکایت کی، تو آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بِأَبِي أَنْتَ، وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَّقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِّهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَخَلِّهِمْ .

''عمر! ایسا کیوں کیا؟ کہا آقا میرے ماں باپ آپ پہ قربان، کیا آپ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ جو کلمہ گو ملے اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔؟ فرمایا: جی ہاں! تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آقا ایسا نہ کیجئے، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیں گے، انہیں عمل کرنے دیجئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جی درست ہے۔''

(صحیح مسلم :31)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارا بھی ہے، مگر جب اپنا موقف سامنے رکھا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے اتفاق کر لیا، اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فہم ثاقب عطا کیا تھا، اسی بنا پر مشاورتی معاملات میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنا مؤقف پیش کر دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان سے اتفاق کر لیتے تھے، حدیثِ قرطاس میں انہوں نے اپنے خیال کا اظہار کیا کہ رسول اللہ ﷺ شدید تکلیف میں ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو یہ زحمت نہیں دینی چاہیے، بعض صحابہ نے تو آپ رضی اللہ عنہ کی بات سے اختلاف کیا، مگر رسول

اللہ ﷺ نے آپ کی موافقت کی۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا كَلَامُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ الْمُتَكَلِّمُونَ فِي شَرْحِ الْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهٗ مِنْ دَلَائِلِ فِقْهِ عُمَرَ وَفَضَائِلِهٖ وَدَقِيقِ نَظَرِهٖ.

''شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت، فقاہت دین اور دقت نظری پر دلالت کناں ہے۔''

(شرح صحيح مسلم: 90/11)

کیا صحابہ کا اختلاف خلافت لکھنے میں مانع ہوا؟

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

''بہت بڑی مصیبت تب واقع ہوئی جب صحابہ کا باہمی اختلاف اور شور ہوا اور نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 7366، صحيح مسلم: 1637)

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد تھا، نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ ازخود ہی ترک کر دیا تھا، کیوں کہ چند دن پہلے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آچکا تھا، آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابوبکر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلائیں میں خلافت لکھ دیتا ہوں پھر ارادہ ترک کر دیا فرمایا:

يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

''خلافت کے لئے ابوبکر کے علاوہ کسی کا نام آیا تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کر دیں گے۔''(مسند الإمام أحمد : 144/6، صحیح مسلم : 2387)

یہاں تو صرف نبی کریم ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، لکھنے سے روکنے والا کوئی نہیں مگر آپ ارادہ ترک کر رہے ہیں، کیوں؟ جس بنا پر یہاں ارادہ ترک کیا اسی بنا پر اس موقعہ پر بھی ترک کر دیا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ كِتَابَةَ الْكِتَابِ بِاخْتِيَارِهٖ، فَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ نِزَاعٌ، وَلَوِ اسْتَمَرَّ عَلٰى إِرَادَةِ الْكِتَابِ مَا قَدَرَ أَحَدٌ أَنْ يَّمْنَعَهٗ .

''اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا، اگر آپ لکھنا چاہتے تو کس کی مجال تھی کہ آپ کو روکتا۔''

(مِنهاج السّنة : 317/6)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهٗ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً، كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ يَدَّعُونَ مَعَ هٰذَا أَنَّهٗ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلٰى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِّلْعُذْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ

أَغْنٰى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ لَا يُطِيعُونَهٗ فَهُمْ أَيْضًا لَّا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ .

''کسی صحیح حدیث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص موجود نہیں، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح ثابت نصوص موجود ہیں، شیعہ کا دعوی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر قطعی نص قائم کر چکے تھے، اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ اگر خلافت کا بیان ہو چکا تھا تو سوچئے! جن لوگوں نے سن کر نہیں مانا، وہ لکھا ہوا مان لیتے؟۔''

(مِنهاج السّنة : 6/318)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مصیبت کسے کہتے ہیں؟

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کو مصیبت کہا کرتے تھے کہ صحابہ کے شور کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا، وہ سمجھتے تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ دیا ہوتا، تو بعد میں آنے والے گمراہ فرقے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انکار کی راہ نہ پاتے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

يَقْتَضِي أَنَّ هٰذَا الْحَائِلَ كَانَ رَزِيَّةً، وَهُوَ رَزِيَّةٌ فِي حَقِّ مَنْ شَكَّ فِي خِلَافَةِ الصِّدِّيقِ، أَوِ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ؛ فَإِنَّهٗ لَوْ كَانَ هُنَاكَ كِتَابٌ لَّزَالَ هٰذَا الشَّكُّ، فَأَمَّا مَنْ عَلِمَ أَنَّ خِلَافَتَهٗ حَقٌّ فَلَا رَزِيَّةَ فِي حَقِّهٖ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسے مصیبت کہہ

رہے ہیں، یہ مصیبت اس کے لئے ہے، جو خلافت صدیق میں شک کرتا ہے یا اس پر معاملہ مشتبہ ہو چکا ہے، اگر کوئی لکھی ہوئی چیز ہوتی، تو یہ شک دور ہو جاتا۔ اور جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق سمجھتا ہے، اس کے لئے کوئی مصیبت نہیں، والحمدللہ۔'' (منهاج السّنة : 25/6)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بات اس وقت فرمایا کرتے تھے، جب گمراہ فرقے جنم لے چکے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ خلافت صدیق کے انکار کو امت کی بربادی قرار دے رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ علی رضی اللہ عنہ نہیں لکھنا چاہتے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے اوّل حقدار تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خلیفہ بلافصل لکھنا چاہتے تھے، جس سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ نے روک دیا۔ لیکن اس حدیث کا بہ غور مطالعہ کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کے لکھنے کا ذکر تک نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا قَدْ تَوَهَّمَ بِهِ بَعْضُ الْأَغْبِيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ مِنَ الشِّيعَةِ وَغَيْرِهِمْ كُلِّ مُدَّعٍ أَنَّهُ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَكْتُبَ فِي ذٰلِكَ الْكِتَابِ مَا يَرْمُونَ إِلَيْهِ مِنْ مَقَالَاتِهِمْ، وَهٰذَا هُوَ التَّمَسُّكُ بِالْمُتَشَابِهِ وَتَرْكُ الْمُحْكَمِ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَأْخُذُونَ بِالْمُحْكَمِ وَيَرُدُّونَ مَا تَشَابَهَ إِلَيْهِ، وَهٰذِهِ طَرِيقَةُ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ كَمَا وَصَفَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ، وَهٰذَا الْمَوْضِعُ مِمَّا

زَلَّ فِيهِ أَقْدَامُ كَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الضَّلَالَاتِ، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَيْسَ لَهُمْ مَذْهَبٌ إِلَّا اتِّبَاعُ الْحَقِّ يَدُورُونَ مَعَهُ كَيْفَمَا دَارَ، وَهٰذَا الَّذِي كَانَ يُرِيدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَّكْتُبَهُ قَدْ جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ التَّصْرِيحُ بِكَشْفِ الْمُرَادِ مِنْهُ.

''اس حدیث سے اہل بدعت، شیعہ وغیرہ کے بعض کند ذہن لوگوں نے وہم کھایا ہے۔ یہ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وہی لکھنا چاہتے تھے، جو ہمارے ذہنوں میں ہے۔ یہ ایک متشابہ بات ہے، اہل بدعت کا وطیرہ ہے کہ وہ متشابہات کو لیتے ہیں اور محکمات کو رد کر دیتے ہیں، جبکہ اہل سنت محکم کو لیتے ہیں اور متشابہ کو چھوڑتے ہیں۔ یہ طریقہ فرمان باری تعالیٰ کے مطابق راسخ علما کا ہے۔ اہل سنت کا مذہب حق کی پیروی ہے اور یہی ان کا دائرہ کار ہے۔ حدیث قرطاس کے مسئلہ میں بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے، حالانکہ نبی کریم ﷺ جو لکھنا چاہتے تھے، اس کی وضاحت صحیح احادیث میں آگئی ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 5/227، 228)

نبی کریم ﷺ لکھنا کیا چاہتے تھے؟

صحیح احادیث سے یہی معلوم ہوتا کہ اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنا چاہ رہے تھے۔

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مرض الموت میں مجھ سے فرمایا:

اُدْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ، وَأَخَاكِ، حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَّيَقُولُ قَائِلٌ : أَنَا أَوْلٰى، وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

''عائشہ! اپنے والد ابوبکر اور بھائی عبدالرحمٰن کو بلائیں، میں کچھ تحریر کئے دیتا ہوں، خدشہ ہے کہ کوئی خلافت کا متمنی ابوبکر سے اولیت کا دعوی نہ کر دے۔ اللہ اور مومن ابوبکر کے علاوہ (سب کے دعویٔ خلافت کا) انکار کر دیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 144/6، صحيح مسلم : 2387)

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُّ أَنْ أُرْسِلَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ وَّابْنِهٖ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَّقُولَ : الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ .

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کی طرف پیغام بھیجوں اور خلافت کی وصیت کر دوں، تا کہ کوئی خلافت کا دعوی وتمنا نہ کر سکے۔''

(صحيح البخاري : 7217)

یہ احادیث بتاتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، پھر آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا، کیوں کہ آپ نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اللہ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول ہی نہیں کریں گے۔

اللہ نے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، لہٰذا ایسا ممکن نہیں کہ خلافت وامامت اللہ کی طرف سے منصوص ہو، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے اوّل حقدار ہوں اور پوری امت اس کے

خلاف متفق ہو جائے، نصوص قرآن وسنت اور عقل اس کا انکار کرتے ہیں۔

مزید یہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی بھی لمحے میں خود کو خلیفہ بلافصل نہیں کہا، نہ اس بات کا اظہار کیا، بعض گروہوں کی طرف سے اگر یہ اعتراض مان لیا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چوں کہ امت کو ایک نئ مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لئے آپ نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا، تو یہ سوال خود بخود پیدا ہو جائے گا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس بات کے اظہار میں کیا رکاوٹ تھی؟

پھر اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے سے روکا جا رہا تھا، تو یہ فرمانے میں کیا حرج تھا کہ میرے بعد علی خلیفہ بلافصل ہیں؟

حدیث قرطاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، وہ اس واقعہ پر اندوہ گین بھی ہیں، لیکن انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی ہوئی ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خلافت لکھنا چاہتے تھے، لیکن لکھ نہ سکے وغیرہ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے اور آپ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے تھے، فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ حِينَ طُعِنَ فَقُلْتُ : أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَسْلَمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ، وَجَاهَدْتَّ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ، وَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلْتَ شَهِيدًا .

''سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، تو میں ان کے پاس آیا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! جنت مبارک ہو! جب لوگوں نے اسلام کا انکار کیا، تو آپ نے قبول کیا۔ آپ نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، جب لوگوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت میں دو انسانوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اب آپ منصب شہادت پر فائز ہونے والے ہیں۔''

(المُستدرك للحاكم: 92/3، وصحّحه ابن حبّان: 6891، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز دیکھیں: (صحيح البخاري: 3692)

کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے دعویٰ خلافت یا تمنائے خلافت کا تاریخ اسلام میں اشارہ تک نہیں ملتا، آپ رضی اللہ عنہ نے خود کو کبھی وصی رسول نہیں کہا، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا حَسَنٍ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا، فَأَخَذَ بِيَدِهٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ: أَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ

الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَرٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يُتَوَفّٰى مِنْ وَّجَعِهٖ هٰذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصٰى بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهٗ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے واپس آئے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض موت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا: الحمد اللہ! کافی بہتر ہے، پھر سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن بعد آپ محکوم ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جانبر نہیں ہو سکیں گے، مجھے آثار نظر آ گئے ہیں، بوقت وفات بنوعبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر خلافت کے متعلق پوچھ لیتے ہیں۔ اگر ہم اس کے مستحق ہیں، تو معلوم ہو جائے گا، اگر کوئی دوسرا ہے، تو بھی پتہ چل جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کی وصیت فرما دیں گے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا

اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ میں تو یہ مطالبہ نہیں کروں گا۔'' (صحيح البخاري: 4447)

❀ سیّدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ : لَا، إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ : قُلْتُ : فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ : الْعَقْلُ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ .

''کیا آپ کے پاس کوئی خاص تحریر ہے؟ فرمایا: نہیں، صرف کتاب اللہ، یا (کتاب وسنت کا) فہم جو ایک مسلمان کو دیا جاتا ہے اور یہ صحیفہ ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے (کے مسائل ہیں)۔'' (صحيح البخاري: 111)

ثابت ہوا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول نہیں تھے، نہ وہ خود کو خلیفہ بلافصل سمجھتے تھے، بلکہ آپ نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت وامامت کی بیعت کر رکھی تھی۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ عَامَّةِ النَّاسِ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلٰى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَّتَقْدِيمِهٖ . وَأَمَّا الشِّيعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ : إِنَّهٗ قَدْ نَصَّ عَلٰى إِمَامَتِهٖ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَّعْرُوفًا، وَّحِينَئِذٍ فَلَمْ

يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلٰى كِتَابٍ.

''سنی وشیعہ علما بالاتفاق ایسے شخص کو گمراہ قرار دیتے ہیں، جس کا دعوی ہو کہ نبی کریم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے۔ اہل سنت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل وتقدیم پر متفق ہیں، جبکہ شیعہ کا نظریہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے مستحق تھے، وہ کہتے ہیں کہ ان کی امامت پر نص جلی ہے، چنانچہ کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔'' (مِنهاج السّنة : 3/135)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا تھا، ایک نبی تبلیغ دین سے رک ہی نہیں سکتا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے روکنے سے دین کی تبلیغ سے نہیں رکے تھے، تو صحابہ کے روکنے سے کیسے رک جاتے؟ پھر صحابہ جنہوں نے زندگی کے ہر لمحے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہو، وہ آپ کو دین کی تبلیغ سے کیونکر روک سکتے تھے؟

ع دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

حسبنا کتاب اللہ:

قول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ''حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ'' میں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ وہ احکام الٰہی، جو قرآن وحدیث کی صورت میں لکھے جا چکے ہیں، کتاب میں قرآن اور حدیث دونوں آتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ صرف قرآن کو کافی کہا ہو۔

دین کی تکمیل ہو چکی تھی ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ''آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔'' نازل ہو چکی تھی۔ قرآن کریم میں ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔'' اور ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

''قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔'' جیسے فرامین الٰہیہ موجود تھے۔ بتایا جا چکا تھا کہ قرآن کا بیان حدیث کی صورت میں موجود ہے،تو بیماری کے عالم میں مزید لکھنا اب باعث تکلیف تھا۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَرَادَ عُمَرُ التَّخْفِيفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ رَآهُ شَدِيدَ الْوَجَعِ، لِعِلْمِهٖ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَكْمَلَ دِينَنَا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَاجِبًا لَّكَتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ، وَلَمَا أَخَلَّ بِهٖ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف میں دیکھ کر صرف اس لیے تخفیف کا ارادہ فرمایا تھا کہ وہ جانتے تھے دین الٰہی مکمل ہو گیا ہے، یہ تحریر واجب ہوتی،تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضرور لکھ دیتے،کبھی ترک نہ کرتے۔''

(تاريخ الإسلام: 813/1، ت بشار، سِيَر أعلام النّبلاء: 338/2)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک مٹانے کا حکم دیا،مگر انہوں نے انکار کر دیا، یہ مقاصد شریعت کی مخالفت نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی انتہا تھی۔ اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان بھی آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لازوال محبت کی دلیل ہے۔

تنبیہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل تین وصیتیں فرمائی تھیں،اگر خلافت علی لکھنے سے صحابہ مانع ہوئے تھے تو بیان کرنے سے کیا مانع ہوا تھا؟ پھر یہ واقعہ جمعرات کا ہے،

جب کہ نبی کریم ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی، یعنی اس واقعہ کے تین دن بعد تک آپ ﷺ زندہ رہے۔ خلافت علی کیوں نہ لکھ دی یا کم از کم وصیت ہی فرما دیتے۔ اس سے اس دعویٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول ہیں کی قلعی کھل جاتی ہے۔

الحاصل:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے برحق خلیفہ ہیں۔ اس پر امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ خلفائے راشدین کی ترتیب ہر دور میں زبان زد عام تھی، کسی کو انکار تھا، نہ اشتباہ، بلکہ خوئے تسلیم و رضا تھی۔

جب اہل ہوا جنم لیتے ہیں، تو اپنے ساتھ خلافت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر سوالات اٹھانے کی بدعت بھی لاتے ہیں، اس گمراہ کن نظریے پر دلائل تراشے جاتے ہیں، قرآن و حدیث میں معنوی تحریف کا فتنہ سر اٹھاتا ہے۔

آل یہود کا اخاذ ذہن اس حقیقت سے واقف تھا کہ اسلام اور مسلمان کے درمیان سے اصحاب محمد ﷺ کا واسطہ گرا دیا جائے تو اسلام کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ گرے گی، اسی لئے اس ذہن کو عام کیا گیا کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد گمراہ ہو گئے تھے۔ اس غلیظ نظریے کو کیسے کیسے بہانوں سے عام کیا جاتا ہے، اس کا اندازہ حدیث قرطاس سے لگا لیجئے۔ اس کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کی مشق جاری رہتی ہے اور دشمنان اسلام کی کوشش رہتی ہے کہ اسلام سے اہل اسلام کو دور کر دیا جائے، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، خدا غارت کرے کس درجہ ظالم ہیں یہ لوگ!

ولایت علی رضی اللہ عنہ

حدیث: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» متواتر ہے۔ مندرجہ ذیل اہل علم نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ)

(سِيَر أعلام النّبلاء: 335/8، تاريخ الإسلام: 146/5)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ)

(البِداية والنّهاية: 214/5)

❁ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ)

(مَناقب الأسد الغالب علي بن أبي طالب، ص 12)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ)

(قَطف الأزهار المُتناثرة في الأحاديث المُتواترة، ص 277)

❁ علامہ عجلونی رحمہ اللہ (۱۱۶۲ھ)

(كَشف الخفاء: 261/2)

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ)

(توضيح الأفكار: 219/1)

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ)

(سِلسِلة الأحاديث الصّحيحة: 343/4)

۞ امام ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوٰى حَدِيثَ غَدِيرِ خُمٍّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ مِائَةِ نَفْسٍ، وَفِيهِمُ الْعَشَرَةُ، وَهُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ، لَا أَعْرِفُ لَهُ عِلَّةً .

''یہ حدیث غریب صحیح ہے، رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم والی حدیث قریباً سو صحابہ کرام نے بیان کی ہے۔ان میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام بھی شامل ہیں۔ یہ حدیث ثابت ہے۔ مجھے اس میں کوئی علت نظر نہیں آتی۔''

(مذاهب أهل السّنة، ص 87)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهُ طُرُقٌ جَيِّدَةٌ .

''اس کی عمدہ سندیں ہیں۔''(تذكرة الحفّاظ : 164/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَثِيرٌ مِنْ أَسَانِيدِهَا صِحَاحٌ وَحِسَانٌ .

''اس کی بہت سی سندیں صحیح اور حسن ہیں۔''

(فتح الباري : 74/7)

یہ حدیث درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(مسند البزّار : 632، وسندهٔ حسنٌ، خصائص علي للنّسائي : 85، وسندهٔ حسنٌ،

مسند الإمام أحمد : 370/4، وسندهٗ صحيحٌ، وصحّحه ابن حبّان : 6931، زوائد مسند الإمام أحمد بن حنبل : 152/1، زوائد فضائل الصحابة : 1206، وسندهٗ حسنٌ، مسند الإمام أحمد : 366/5، وسندهٗ صحيحٌ، وقال ابن كثير في البداية والنّهاية (210/5) : وهذا إسناد جيّد، خصائص علي للنسائي : 87، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

(فضائل الصحابة لأحمد : 959، السّنة لابن أبي عاصم : 1371، وسندهٗ حسنٌ)

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کا معنی ومفہوم:

مولیٰ کے معنی دوست اور محبّ کے ہیں، نہ کہ امام، حاکم اور امیر کے۔

❁ ریاح بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَهْطٌ إِلٰى عَلِيٍّ بِالرَّحْبَةِ فَقَالُوا : السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَانَا قَالَ : كَيْفَ أَكُونُ مَوْلَاكُمْ وَأَنْتُمْ قَوْمٌ عَرَبٌ؟ قَالُوا : سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ يَقُولُ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَإِنَّ هٰذَا مَوْلَاهُ، قَالَ رِيَاحٌ : فَلَمَّا مَضَوْا تَبِعْتُهُمْ، فَسَأَلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالُوا : نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ .

”رحبہ مقام پر ایک گروہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: السلام علیکم، ہمارے مولیٰ! سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ عرب ہیں، میں آپ کا مولیٰ کیسے ہوسکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں۔ ریاح کہتے ہیں: جب وہ چلے

گئے، تو میں ان کے پیچھے ہولیا اور پوچھا: آپ کون؟ کہا: ہم انصار ہیں، ان میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔"

(مصنّف ابن أبي شيبة : 60/13، مسند الإمام أحمد : 419/5، السّنة لابن أبي عاصم : 1355، معجم الصّحابة للبغوي : 1822، المعجم الكبير للطّبراني : 4052، 4053، الشّريعة للآجرّي : 1517، وسندهٗ صحيحٌ)

اس واقعہ میں چند باتیں قابل غور ہیں:

① انصار صحابہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مولانا کہا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے عجیب محسوس کیا۔ پھر دلیل سن کر خاموش ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ مولیٰ کا معنی امام یا حاکم خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی درست نہیں سمجھتے تھے، نہ ہی دوسرے صحابہ۔ اس کا معنی حاکم ہوتا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تعجب کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، کہ حاکم تو آپ تھے۔

② مولیٰ کے متعدد معانی ہیں، ایک معنی ہوتا، تو تعجب نہ کرتے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَيُحْتَمَلُ لِلتَّأْوِيلِ لِأَنَّ الْمَوْلٰى يَحْتَمِلُ وُجُوهًا فِي اللُّغَةِ، أَصَحُّهَا أَنَّهُ الْوَلِيُّ وَالنَّاصِرُ وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ اسْتَخْلَفَهٗ بَعْدَهٗ وَلَا يُنْكِرُ فَضْلَ عَلِيٍّ مُؤْمِنٌ وَلَا يَجْهَلُ سَابِقَتَهٗ وَمَوْضِعَهٗ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ دِينِ اللّٰهِ عَالِمٌ وَقَدْ ثَبَتَ عَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ فَضَّلَ

أَبَا بَكْرٍ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ طُرُقٍ صِحَاحٍ وَقَالَ: خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ وَحَسْبُكَ بِهٰذَا مِنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''رہا رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان :مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کا مطلب، تو اس کے معانی میں احتمال ہے، کیوں کہ لغت عرب میں مولیٰ کے کئی معانی ہیں، اس حدیث میں صحیح ترین معنی دوست اور مددگار کا ہے۔ مولیٰ کے تمام معانی میں کوئی معنی ایسا نہیں، جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا کوئی مومن انکاری نہیں، نہ ہی کوئی عالم آپ رضی اللہ عنہ کی سبقت، اللہ کے رسول ﷺ اور دین اسلام کے ساتھ اُن کے تعلق سے ناواقف ہے۔ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خود پر فضیلت دی تھی اور فرمایا تھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ۔ قارئین! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہی بات کافی ہے۔''

(التّمهيد: 132/22)

لغت میں مولیٰ کے معانی:

❀ امام اللغۃ محمد بن زیاد ہاشمی رحمہ اللہ (۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَوْلَى الْمَالِكُ وَهُوَ اللّٰهُ وَالْمَوْلَى ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُعْتِقُ

وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْجَارُ وَالْمَوْلَى الشَّرِيْكُ وَالْمَوْلَى الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى الْمُحِبُّ وَالْمَوْلَى اللَّوِيُّ وَالْمَوْلَى الْوَلِيُّ وَمِنْهُ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، مَعْنَاهُ مَنْ تَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيًّا ....

''لفظ مولیٰ مالک کے معنی میں بھی مستعمل ہے، جو کہ صرف اللہ کی ذات ہے، مولیٰ کا لفظ چچا زاد، غلام آزاد کرنیوالے، آزاد کردہ غلام، ہمسایہ، حصہ دار، حلیف، محبت کرنے والے، سوکھی یا نیم تر گھاس اور دلی دوست پر بولا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا میں دلی دوست ہوں، علی بھی اس کے دلی دوست ہونے چاہییں۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 238/42؛ وسندهٗ صحیحٌ)

تنبیہ: مولیٰ کا یہ معنی مراد لینا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مخلوقات کے مالک ہیں، اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، عقل اس کی تائید نہیں کرتی، کیونکہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ بازار میں خرید وفروخت کرتے ہیں، اگر ہر چیز ان کی ملکیت ہوتی، تو خرید وفروخت کا کیا معنی؟

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَكَرَّرَ ذِكْرُ الْمَوْلٰى فِي الْحَدِيثِ، وَهُوَ اسْمٌ يَّقَعُ عَلٰى جَمَاعَةٍ كَثِيرَةٍ، فَهُوَ الرَّبُّ، وَالْمَالِكُ، وَالسَّيِّدُ، وَالْمُنْعِمُ، وَالْمُعْتِقُ، وَالنَّاصِرُ، وَالْمُحِبُّ، وَالتَّابِعُ، وَالْجَارُ، وَابْنُ الْعَمِّ،

وَالْحَلِيفُ، وَالْعَقِيدُ، وَالصِّهْرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْمُعْتَقُ، وَالْمُنْعَمُ عَلَيْهِ، وَأَكْثَرُهَا قَدْ جَاءَ تْ فِي الْحَدِيثِ، فَيُضَافُ كُلُّ وَاحِدٍ إِلٰى مَا يَقْتَضِيهِ الْحَدِيثُ الْوَارِدُ فِيهِ، وَكُلُّ مَنْ وَلِيَ أَمْرًا أَوْ قَامَ بِهٖ فَهُوَ مَوْلَاهُ وَوَلِيُّهٗ، وَقَدْ تَخْتَلِفُ مَصَادِرُ هٰذِهِ الْأَسْمَاءِ، فَالْوَلَايَةُ بِالْفَتْحِ فِي النَّسَبِ وَالنُّصْرَةِ وَالْمُعْتِقِ، وَالْوِلَايَةُ بِالْكَسْرِ، فِي الْإِمَارَةِ، وَالْوَلَاءُ، الْمُعْتَقُ وَالْمُوَالَاةُ مِنْ وَالَى الْقَوْمَ، وَمِنْهُ الْحَدِيثُ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فِي الْهَرَوِي قَالَ أَبُو الْعَبَّاسُ : أَيْ مَنْ أَحَبَّنِي وَتَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّهٗ، وَقَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ : الْوَلِيُّ التَّابِعُ الْمُحِبُّ .

''مولیٰ کا لفظ حدیث میں بار بار آیا ہے۔ یہ لفظ بہت سے امور پر بولا جاتا ہے۔ اس کا اطلاق ربّ، مالک، سردار، محسن، آزاد کرنے والے آقا، ناصر، محبّ، تابع، پڑوسی، چچازاد، حلیف، معاہد، سسرالی رشتہ دار، غلام، آزاد کردہ غلام اور اس شخص پر کیا جاتا ہے، جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو۔ احادیث میں لفظ مولیٰ مذکورہ بالا اکثر معانی میں استعمال ہوا ہے، تو ہر حدیث میں لفظ مولیٰ کا وہی معنی کیا جائے گا، جس کا متن حدیث متقاضی ہوگا، جو شخص کسی کام کا ذمہ دار بنے اور اس کا اہتمام کرے، وہ اس کا مولیٰ اور ولی ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان اسما کے مصادر مختلف ہو جاتے ہیں۔ فتحہ کے ساتھ وَلایۃ کا اطلاق نسب،

نصرت اور غلام آزاد کرنے والے پر ہوتا ہے۔ کسرہ کے ساتھ وِلایت امارت کے معنی میں ہوتی ہے۔ ولاء آزاد کردہ غلام کو کہتے ہیں، موالاۃ قوم کے والی پر بولا جاتا ہے۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» (لغت کی کتاب) ''ہروی'' میں ہے: ابو العباس ثعلب کے مطابق اس سے مراد یہ کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور میری دوستی اختیار کی، وہ علی کو بھی دوست بنائے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ ولی تابع اور محبّ کو کہتے ہیں۔''

(النّهاية في غريب الحديث : 5/225)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْجُمْلَةِ فَرْقٌ بَيْنَ الْوَلِيِّ، وَالْمَوْلٰى وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَبَيْنَ الْوَالِي فَبَابُ الْوَلَايَةِ الَّتِي هِيَ ضِدُّ الْعَدَاوَةِ شَيْءٌ، وَبَابُ الْوِلَايَةِ الَّتِي هِيَ الْإِمَارَةُ شَيْءٌ، وَالْحَدِيثُ إِنَّمَا هُوَ فِي الْأُولٰى دُونَ الثَّانِيَةِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ : مَنْ كُنْتُ وَالِيَهُ فَعَلِيٌّ وَالِيهِ، وَإِنَّمَا اللَّفْظُ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، وَأَمَّا كَوْنُ الْمَوْلٰى بِمَعْنَى الْوَالِي فَهٰذَا بَاطِلٌ، فَإِنَّ الْوَلَايَةَ تَثْبُتُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ، فَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ، وَهُوَ مَوْلَاهُمْ.

''حاصل کلام یہ ہے کہ ولی اور مولیٰ وغیرہ کے الفاظ میں فرق ہے۔ وَلایت، جو عداوت کی ضد ہے، کا معنی اور ہے اور وِلایت، جو امارت کے معنی میں ہے، اس کا مطلب اور ہے۔ حدیث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے وَلایت کا جو لفظ

استعمال ہوا ہے، وہ پہلے معنی میں ہے، یعنی عداوت کی ضد، نہ کہ امارت کے معنی میں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: جس کا میں والی ہوں، اس کا علی والی ہے، بلکہ حدیث کے لفظ ہیں: جس کا میں مولیٰ ہوں، علی اس کے مولیٰ ہیں۔ مولیٰ کا معنی والی کرنا باطل ہے، کیونکہ وَلایت دونوں طرف سے ثابت ہوتی ہے، مومن اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے۔''

(مِنهاج السّنة النّبوية: 7/321، 324)

✿ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

قَالَتِ الشِّيعَةُ: هُوَ مُتَصَرِّفٌ، وَقَالُوا: مَعْنَى الْحَدِيثِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَحِقُّ التَّصَرُّفَ فِي كُلِّ مَا يَسْتَحِقُّ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّصَرُّفَ فِيهِ، وَمِنْ ذٰلِكَ أُمُورُ الْمُؤْمِنِينَ فَيَكُونُ إِمَامَهُمْ، أَقُولُ: لَا يَسْتَقِيمُ أَنْ تُحْمَلَ الْوِلَايَةُ عَلَى الْإِمَامَةِ الَّتِي هِيَ التَّصَرُّفُ فِي أُمُورِ الْمُؤْمِنِينَ، لِأَنَّ الْمُتَصَرِّفَ الْمُسْتَقِلَّ فِي حَيَاتِهِ هُوَ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا غَيْرُ فَيَجِبُ أَنْ يُحْمَلَ عَلَى الْمَحَبَّةِ وَوَلَاءِ الْإِسْلَامِ وَنَحْوِهِمَا.

''شیعہ کہتے ہیں کہ مولیٰ کا معنی ہے تصرف کرنے والا۔ کہتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہر وہ اختیار جس میں رسول اللہ ﷺ تصرف کا حق رکھتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں تصرف کا حق رکھتے ہیں، ان میں سے مومنوں کی خلافت و امارت کا معاملہ بھی ہے، لہٰذا خلیفۃ المومنین بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں: یہ درست نہیں کہ مولیٰ کا معنی امام کیا جائے کہ جو مومنوں کے امور میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں امورِ مومنین کا مستقل تصرف خود رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی تھا، کسی اور کے پاس نہیں تھا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مولیٰ کا معنی محبت اور اسلامی اخوت وغیرہ کیا جائے۔'' (مِرقاة المَفاتيح : 3937/9)

مولیٰ اور خلافت بلا فصل:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ سے نبی کریم ﷺ کی مراد اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل تھی، تو اتنا محتمل لفظ کبھی استعمال نہ کرتے، آپ ﷺ تو افصح العرب تھے۔ آپ ﷺ ایک فصیح لفظ استعمال کرتے، فرماتے: عَلِيٌّ خَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي کیوں کہ فصاحت کا تقاضا یہی تھا۔

❀ فضیل بن مرزوق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ الْحَسَنِ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ، أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، قَالَ لِي : بَلٰى وَاللّٰهِ لَوْ يَعْنِي بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِمَارَةَ وَالسُّلْطَانَ لَأَفْصَحَ لَهُمْ بِذٰلِكَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَنْصَحَ لِلْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ، هٰذَا وَلِيُّ أَمْرِكُمْ وَالْقَائِمُ عَلَيْكُمْ مِنْ

بَعْدِي فَاسْمَعُوا لَهٗ وَأَطِيعُوا وَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اخْتَارَ عَلِيًّا لِهٰذَا الْأَمْرِ وَجَعَلَهُ الْقَائِمَ بِهٖ لِلْمُسْلِمِينَ مِنْ بَعْدِهٖ، ثُمَّ تَرَكَ عَلِيٌّ مَا أَمَرَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ لَكَانَ عَلِيٌّ أَوَّلَ مَنْ تَرَكَ أَمْرَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ .

''ایک آدمی نے حسن بن حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں تھا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی بھی مولیٰ ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم! لیکن اگر رسول اللہ ﷺ کی مراد اس سے امارت وخلافت ہوتی، تو آپ ﷺ اس کی وضاحت فرما دیتے، رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے سب سے بڑے خیر خواہ تھے۔ آپ ﷺ فرما دیتے کہ لوگو! یہ میرے بعد آپ کے ذمہ دار ہوں گے اور میرے بعد آپ پر خلیفہ ہوں گے، لہٰذا ان کی سمع واطاعت کرنا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ اور رسول نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے منتخب کیا ہوتا اور رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے بعد مسلمانوں کا حکمران بنایا ہوتا اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کی بیعت کر کے) اللہ اور رسول کے حکم کو چھوڑ دیا ہوتا، تو اس حکم کے اول تارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ قرار پائیں گے۔''

(الاعتقاد للبيهقي، ص 499، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ایک روایت میں ہے:

لَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا يَقُولُونَ أَنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اخْتَارَ عَلِيًّا لِهٰذَا

الْأَمْرِ وَلِلْقِيَامِ بِهٖ عَلَى النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ عَلِيٌّ لَأَعْظَمَ النَّاسِ خَطِيَّةً وَجُرْمًا فِي ذٰلِكَ؛ إِذْ تَرَكَ أَمْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أَمَرَهٗ أَوْ يَعْذِرُ فِيهِ إِلَى النَّاسِ قَالَ : فَقَالَ الرَّافِضِيُّ : أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ يَعْنِي بِذٰلِكَ الْإِمْرَةَ وَالسُّلْطَانَ وَالْقِيَامَ عَلَى النَّاسِ بَعْدَهٗ لَأَفْصَحَ لَهُمْ بِذٰلِكَ كَمَا أَفْصَحَ لَهُمْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَلَقَالَ لَهُمْ : إِنَّ هٰذَا وَلِيُّ أَمْرِكُمْ مِنْ بَعْدِي فَاسْمَعُوا لَهٗ وَأَطِيعُوا فَمَا كَانَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا شَيْءٌ، فَإِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ كَانَ لِلْمُسْلِمِينَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اگر معاملہ ایسے ہی ہوتا، جیسے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت اور مسلمانوں کے معاملات سنبھالنے کے لیے منتخب کیا تھا، تو سب سے بڑی غلطی اور جرم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تھا کہ انہوں نے اللہ و رسول کے حکم پر عمل نہیں کیا، یا لوگوں کو عذر پیش کر دیتے۔ ایک رافضی نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ

ہیں۔ حسن بن حسن رحمہ اللہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر رسولِ اکرم ﷺ کی مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامارت اور انہیں اپنے بعد لوگوں پر خلیفہ مقرر کرنا ہوتی، تو اس کی وضاحت فرما دیتے، جیسا کہ آپ ﷺ نے نماز، زکوۃ، رمضان کے روزوں اور بیت اللہ کے حج کی وضاحت کی ہے اور یہ فرما دیتے کہ میرے بعد یہ ذمہ دار ہیں، لہٰذا ان کی سمع واطاعت کیجیے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی، کیوں مسلمانوں کے سب سے بڑے خیر خواہ رسول اللہ ﷺ ہی تو تھے!۔''

(طبقات ابن سعد : 5/319-320، جزء ابن عاصم : 45، الاعتقاد للبيهقي، ص 500، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

لفظ مولیٰ کی یہ وضاحت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پوتے حسن بن حسن رحمہ اللہ کی ہے۔

مولیٰ کا معنی اور سلف:

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ الْمُوَالَاةِ فَلَيْسَ فِيهِ -إِنْ صَحَّ إِسنَادُهٗ- نَصٌّ عَلٰى وِلَايَةِ عَلِيٍّ بَعْدَهٗ ...... فَأَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَذْكُرَ اخْتِصَاصَهٗ بِهٖ وَمَحَبَّتَهٗ إِيَّاهُ وَيَحُثُّهُمْ بِذٰلِكَ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ وَمُوَالَاتِهٖ وَتَرْكِ مُعَادَاتِهٖ ...... وَالْمُرَادُ بِهٖ وَلَاءُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ، وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يُوَالِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَلَا يُعَادِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَهُوَ فِي مَعْنٰى مَا ثَبَتَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ

: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنَّهُ لَا يُحِبُّنِي إِلَا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ .

''اگر اس کی سند صحیح ہو، تو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پر کوئی نص نہیں، نبی کریم ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی خصوصیت ومحبت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو ان سے محبت وموالات کرنے اور ان سے ترک عداوت پر ترغیب دے رہے ہیں۔ یہاں مراد اسلام کا تعلق اور اسلام کی محبت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور دشمنی نہ کریں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صحیح حدیث میں یہی معنی بیان ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم، جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ دیا تھا کہ مجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی عداوت رکھے گا۔''

(الاعتقاد، ص 500)

❁ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا احْتُجَّ بِالْأَخْبَارِ وَقَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، قِيلَ لَهُ : مَقْبُوْلٌ عَنْكَ، وَنَحْنُ نَقُوْلُ : وَهٰذِهِ فَضِيْلَةٌ بَيِّنَةٌ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَمَعْنَاهُ : مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مَوَالِيهِ .

''اگر کوئی ان احادیث سے دلیل لیتے ہوئے کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی بھی مولیٰ ہیں۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ حدیث قبول ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس سے علی رضی اللہ عنہ کی واضح اور بین فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس کے دوست ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور مومنین اس کے دوست ہیں۔''

(الإمامة والرّد علی الرّافضة، ص 200)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هٰذِهِ مَنْقَبَةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَحَثٌّ عَلٰى مَحَبَّتِهِ، وَتَرْغِيبٌ فِي وَلَايَتِهِ، لِمَا ظَهَرَ مِنْ مَيْلِ الْمُنَافِقِينَ عَلَيْهِ وَبُغْضِهِمْ لَهٗ، وَكَذٰلِكَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ.

''یہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منقبت بیان کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی محبت پر اُبھارا ہے، نیز آپ رضی اللہ عنہ سے دوستی کی ترغیب دی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا تھا کہ منافقین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (علی!) آپ سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا۔''

(الإمامة والرّد علی الرّافضة، ص 214)

مولیٰ کا معنی ولی ہے، یعنی دوست اور محبّ و ناصر۔ لہٰذا مولیٰ سے خلیفہ ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا، چہ جائیکہ بلافصل ہونا ثابت ہو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا گھر؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا گھر تمام انبیا کے گھروں سے افضل نہیں تھا۔ اس بارے میں ایک جھوٹی روایت کا سہارا لیا جاتا ہے، روایت یہ ہے:

❁ سیدنا انس اور سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَالْأَبْصَارُ﴾ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيُّ بُيُوتٍ هٰذِهٖ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بُيُوتُ الْأَنْبِيَاءِ، قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْبَيْتُ مِنْهَا لِبَيْتِ عَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، مِنْ أَفَاضِلِهَا.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ ''ان گھروں کے متعلق اللہ حکم فرماتا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے (تعمیر کیا جائے) اور اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔......'' ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا: اللہ کے رسول! ان گھروں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: انبیا کے گھر۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا

:اللہ کے رسول! سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کا گھران میں شامل ہے؟ فرمایا:
جی ہاں، یہ ان میں سے سب سے افضل گھر ہے۔''

(تفسير الثعلبي : 274/19، الدر المنثور للسيوطي : 50/5)

سند جھوٹی ہے۔

① نفیع بن حارث ''متروک وکذاب'' ہے۔کسی نے توثیق نہیں کی۔

② سعید بن بشیر ضعیف ہے۔

③ حسین بن سعید کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ منذر بن محمد قابوسی ''متروک'' ہے۔

⑤ احمد بن محمد بن سعید، ابن عقدہ ''متہم'' ہے۔

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کرنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تمام انبیا سے افضل ہیں، صریح کفر ہے۔

اہل بیت کے لیے ''عَلَيْهِ السَّلَامُ'' وغیرہ کا استعمال

مسلک محدثین معتدل مسلک ہے، ہر ایک کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے۔ جو جس کا مقام ہے، اسے دیتا ہے۔ افراط وتفریط اور غلو وتقصیر سے اجتناب کرتا ہے۔ صحابہ کرام کے حوالے سے مذہب اہل سنت والجماعت کی پیروی ضروری ہے، حزم واحتیاط بھی اسی میں ہے۔ اہل حق جس کے متعلق جو بات کرتے ہیں، وہ علم وعدل پر مبنی ہوتی ہے، جبکہ اہل بدعت وضلال جہالت اور ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اہل بیت سے عقیدت ومحبت اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا ایمان ہے، ساتھ ساتھ غلو وتقصیر سے بچنا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کی شان میں غلو کرتے ہوئے درست الفاظ کا استعمال نہیں کرتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام''، ''علیہ الصلاۃ والسلام'' لکھنا یا ''مولی علی'' کہنا یا ''کرم اللہ وجہہ'' لکھنا یا پڑھنا، اسی طرح حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور مہدی رحمہ اللہ کے ساتھ ''امام'' اور ''علیہ السلام'' کا لفظ لکھنے یا پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ روافض کی ایجاد ہے اور ان کا شعار ہے۔ بعض کتب احادیث میں ناسخین نے یہ الفاظ ذکر کر دیئے ہیں، اصل میں نہیں ہیں۔ ائمہ اہل سنت تمام صحابہ کے لئے ایک جیسے الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' بخاری کے ایک نسخہ میں ۲ بار، ابوداود

میں ۲۹ بار، نسائی میں ۱ بار، السنن الکبریٰ للنسائی میں ۸ بار، ابن ماجہ میں ۲ بار، موطا مالک میں ۱ بار، مصنف عبدالرزاق میں ۲ بار اور مسند اسحاق میں ۱ بار لکھا گیا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے "کرم اللہ وجہہ" کے الفاظ نسائی میں ۵ بار اور ابن ماجہ میں بھی ۵ بار ذکر ہوئے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ "علیہا السلام" صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں ۳۷ بار، ابوداود میں ۲ بار، ابن ماجہ میں ۳ بار ذکر ہوا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بخاری کے ایک نسخہ میں ۳ بار، ابوداود اور نسائی میں ۱، ۱ بار "علیہ السلام" ذکر ہوا ہے، جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بخاری میں ۳ بار، سنن نسائی اور ابن ماجہ میں ۱، ۱ بار ذکر ہوا ہے۔

اسی طرح عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لیے بخاری کے ایک نسخہ میں ۱ بار اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے لیے ایک بار "علیہا السلام" ذکر ہوا ہے۔

صحیح بخاری کا اتم اور اصح نسخہ، جسے محمد بن یوسف بن سعادہ ابوعبداللہ مرسی (۵۶۶ھ) نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، یہ نسخہ (۵۵۰ھ) میں لکھا گیا اور ترکی کے کتب خانہ میں موجود ہے، اس نسخہ میں اہل بیت کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" نہیں۔ یہ الفاظ محدثین نے نہیں لکھے، بلکہ ناسخین نے اپنی طرف سے لکھ دیے ہیں، علما نے ان پر نکیر کی ہے۔ بطور شعار ان کا استعمال درست نہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَقَدْ غَلَبَ هٰذَا فِي عِبَارَةِ كَثِيرٍ مِّنَ النُّسَّاخِ لِلْكُتُبِ،

أَنْ يُفْرَدَ عَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، بِأَنْ يُقَالَ : عَلَيْهِ السَّلَامُ، مِنْ دُونِ سَائِرِ الصَّحَابَةِ، أَوْ : كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ، وَهٰذَا وَإِنْ كَانَ مَعْنَاهُ صَحِيحًا، لٰكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يُسَاوٰى بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِي ذٰلِكَ؛ فَإِنَّ هٰذَا مِنْ بَابِ التَّعْظِيمِ وَالتَّكْرِيمِ، فَالشَّيْخَانِ وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَوْلٰى بِذٰلِكَ مِنْهُ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ .

''میں کہتا ہوں، بہت ساری کتابوں میں کاتبین کی جانب سے یہ طریقہ غالب آ گیا ہے کہ وہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ''علیہ السلام'' لگاتے ہیں، باقی صحابہ کے ساتھ نہیں لگاتے، اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ''کرم اللہ وجہہ'' فرماتے ہیں۔تو ان کا معنی اگرچہ صحیح ہے، لیکن مناسب ہے کہ اس معاملے میں تمام صحابہ کو برابر رکھا جائے، کیونکہ یہ تعظیم اور تکریم کے باب سے ہے اور شیخین اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس تعظیم کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

(تفسير ابن كثير : 478/6، المَوَاهب اللَّدنية للقَسطلاني : 277/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا تُصَلُّوا صَلَاةً عَلٰى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ يُدْعٰى لِلْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر درود کے الفاظ استعمال مت کریں، بلکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کے الفاظ استعمال کریں۔''

(فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم للقاضي إسماعيل : 75، وسنده صحيحٌ)

❁ جعفر بن برقان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أُنَاسًا مِّنَ النَّاسِ الْتَمَسُوا الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ أُنَاسًا مِنَ الْقُصَّاصِ قَدْ أَحْدَثُوا مِنَ الصَّلَاةِ عَلٰى خُلَفَائِهِمْ وَأُمَرَائِهِمْ عَدْلَ صَلَاتِهِمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي هٰذَا، فَمُرْهُمْ أَنْ تَكُونَ صَلَاتُهُمْ عَلَى النَّبِيِّينَ وَدُعَاؤُهُمْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً، وَيَدَعُونَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ.

''امابعد! بلاشبہ بعض لوگ آخرت کے عمل سے دنیا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ کچھ قصہ گو قسم کے لوگوں نے اپنے خلفا اور اُمرا پر اسی طرح درود پڑھنا شروع کر دیا ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ جب آپ کے پاس میرا خط آئے، تو آپ لوگوں کو حکم دیجیے گا کہ ان کے درود نبیوں کے لیے خاص ہونے چاہییں اور دعائیں تمام مسلمانوں کے حق میں ہونی چاہییں اور باقی تمام چیزوں کو چھوڑ دیں۔''

(مصنّف ابن أبي شَيْبة : 418/13، فضل الصّلاة على النّبيّ صلى الله عليه وسلم للقاضي إسماعيل : 76، وسندهٗ حسنٌ)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ عَلٰى غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ يَعْنِي اسْتِقْلَالًا لَمْ تَكُنْ مِنَ الْأَمْرِ الْمَعْرُوفِ وَإِنَّمَا أُحْدِثَتْ فِي دَوْلَةِ بَنِي هَاشِمٍ.

''غیر نبی کے لیے مستقل طور پر ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا (خیر القرون میں) معروف نہیں تھا، یہ بنو ہاشم (عباسیہ) کے دور خلافت میں رائج ہوا۔''

(الشِّفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ: 68/2، فتح الباري لابن حجر: 170/11)

❀ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ عَلٰى غَيْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكْرُوهٌ إِذْ فِيهِ مُوَافَقَةُ الرَّوَافِضِ وَلِأَنَّ الْعَصْرَ الْأَوَّلَ خَصَّصُوا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ بِهٖ كَمَا خَصَّصُوا عَزَّ وَجَلَّ بِاللّٰهِ وَكَمَا لَا يُحْسِنُ أَنْ يُّقَالَ: مُحَمَّدٌ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنْ كَانَ عَزِيزًا جَلِيلًا لَا يُحْسِنُ أَنْ يُّقَالَ: أَبُو بَكْرٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ الصَّلَاةُ هُوَ الدُّعَاءُ.

''رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے ''الصلاۃ'' کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں روافض کی موافقت ہے، نیز صدرِ اول میں ''علیہ الصلاۃ والسلام'' نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا، جیسا کہ ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ جیسے محمد عزوجل کہنا درست نہیں، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اسی طرح ابوبکر صلوات اللہ علیہ کہنا بھی درست نہیں، اگرچہ صلوٰۃ دعا کے معنی میں ہے۔''

(الوَسيط في المَذهب: 446/2)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ: وَالسَّلَامُ فِي مَعْنَى الصَّلَاةِ

فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَرَنَ بَيْنَهُمَا فَلَا يُفْرَدُ بِهِ غَائِبٌ غَيْرُ الْأَنْبِيَاءِ فَلَا يُقَالُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَإِنَّمَا يُقَالُ ذٰلِكَ خِطَابًا لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ فَيُقَالُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.

''شیخ ابو محمد جوینی رحمہ اللہ (۴۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلاۃ اور سلام کو جمع کیا ہے، لہٰذا انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب کو اس لفظ کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا: ابو بکر، عمر اور علی علیہم السلام۔ البتہ زندوں اور مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ الفاظ بولے جا سکتے ہیں، پس السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جا سکتا ہے۔''

(شرح النّووي: 128/4)

❀ علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ صَلّٰى عَلٰى غَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيلِ التَّبَعِ كَقَوْلِهٖ: صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهٖ، فَلَا كَلَامَ فِيهِ، وَأَمَّا إِذَا أَفْرَدَ غَيْرَهٗ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ بِالصَّلَاةِ، مَكْرُوهٌ، وَهُوَ مِنْ شَعَائِرِ الرَّوَافِضِ.

''اگر کوئی شخص غیر نبی پر تبعاً درود پڑھے، مثلاً کہے: ''صلی اللہ علی النبی وآلہ''، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں، مگر اہل بیت میں غیر نبی کے لیے انفرادی طور پر درود پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ روافض کا شعار ہے۔''

(تفسير النّسفي: 44/3)

❀ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُونَ مِنْهُمْ: أَنَّهُ مَكْرُوهٌ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ، قَالُوا: لِأَنَّهُ شِعَارُ أَهْلِ الْبِدَعِ، وَقَدْ نُهِينَا عَنْ شِعَارِهِمْ، لٰكِنَّ الْمُعْتَمَدَ فِي دَلِيلِ الْمَنْعِ أَنَّ الصَّلَاةَ فِي لِسَانِ السَّلَفِ صَارَتْ مَخْصُوصَةً بِالنَّبِيِّ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ اسْتِقْلَالًا، كَمَا أَنَّ قَوْلَنَا: عَزَّ وَجَلَّ، مَخْصُوصٌ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى، فَكَمَا لَا يُقَالُ: مُحَمَّدٌ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِنْ كَانَ عَزِيزًا جَلِيلًا، لَا يُقَالُ: أَبُو بَكْرٍ أَوْ عَلِيٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ مَعْنَاهُ صَحِيحًا.

''جو بات اکثر علما نے کی ہے، وہی صحیح ہے کہ (غیر نبی کے لیے ''الصلاۃ'' وغیرہ کا لفظ استعمال کرنا) مکروہ تنزیہی ہے، علما نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ممانعت کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ سلف صالحین ''صلاۃ'' مستقل طور پر انبیائے کرام کے لیے خاص سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ہم ''عز وجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم محمد عز وجل نہیں کہہ سکتے، بے شک آپ ﷺ عزیز وجلیل ہیں۔ اسی طرح ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما کے ناموں کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ'' نہیں کہہ سکتے، باوجود اس کے کہ اس کا معنی درست ہے۔''

(العُدّة في شرح العُمدة: 612/2، فتح الباري لابن حجر: 534/8)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

صَارَتِ الشِّيعَةُ تَخُصُّ بِالصَّلَاةِ عَلِيًّا دُونَ غَيْرِهِ، وَيَجْعَلُونَ ذٰلِكَ كَأَنَّهُ مَأْمُورٌ بِهِ فِي حَقِّهِ بِخُصُوصِهِ دُونَ غَيْرِهِ، وَهٰذَا خَطَأٌ بِالْاِتِّفَاقِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَمَرَ بِالصَّلَاةِ عَلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ فَسَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ، فَيُصَلّٰى عَلٰى جَمِيعِ آلِهِ تَبَعًا لَّهُ.

''شیعہ نے صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ درود کو خاص کر دیا ہے، باقی کسی کے لیے نہیں، ایسا وہ اس طرح (دوام اور اہتمام کے ساتھ) کرتے ہیں کہ گویا صرف اور صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، کسی اور کے بارے میں نہیں، تو یہ روش بالاتفاق غلط ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس حکم کی تفسیر یہ فرمائی کہ مجھ پر اور میری آل پر درود بھیجا جائے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام آل پر درود بھیجا جائے گا۔''

(مِنھاج السّنۃ : 4/153)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

كُرِهَ أَنْ يُتَّخَذَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ شِعَارًا لَا يُخَلُّ بِهِ، وَلَوْ قِيلَ بِتَحْرِيمِهِ لَكَانَ لَهُ وَجْهٌ، وَلَا سِيَّمَا إِذَا جَعَلَهَا شِعَارًا لَّهُ، وَمَنَعَ مِنْهَا نَظِيرَهُ أَوْ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ، وَهٰذَا كَمَا تَفْعَلُ

الرَّافِضَةُ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُمْ حَيْثُ ذَكَرُوهُ قَالُوا: «عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ»، وَلَا يَقُولُونَ ذٰلِكَ فِيمَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ، فَهٰذَا مَمْنُوعٌ، وَلَا سِيَّمَا إِذَا اتُّخِذَ شِعَارًا لَا يُخِلُّ بِهٖ، فَتَرْكُهُ حِينَئِذٍ مُتَعَيِّنٌ، وَأَمَّا إِنْ صَلَّى عَلَيْهِ أَحْيَانًا بِحَيْثُ لَا يَجْعَلُ ذٰلِكَ شِعَارًا، كَمَا صَلَّى عَلٰى دَافِعِ الزَّكَاةِ ...... فَهٰذَا لَا بَأْسَ بِهٖ، وَبِهٰذَا التَّفْصِيلِ تَتَّفِقُ الْأَدِلَّةُ، وَيَنْكَشِفُ وَجْهُ الصَّوَابِ، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

''یہ انداز مکروہ ہے کہ کسی خاص شخص پر درود کو اس طرح شعار بنا لیا جائے کہ کبھی ترک نہ کیا جائے اور اگر کوئی اس رویے کو حرام کہے، تو یہ بھی درست ہی ہے، خاص طور پر جب اسے صرف ایک شخص کے لیے شعار بنایا جائے اور اس جیسے یا اس سے بہتر شخص کے لیے اسے منع کر دیا جائے۔ یہی کچھ روافض نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہ جب وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں، تو ''علیہ الصلاۃ والسلام'' کہتے ہیں اور وہ ایسا کسی ایسے شخص کے لیے نہیں کہتے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے۔ تو یہ رویہ بلا شبہ ممنوع ہے، خاص طور پر جب وہ اسے ایک ایسا شعار بنا لیں، جس سے کبھی غفلت اور کوتاہی نہ برتی جائے۔ چنانچہ ایسے عمل کو ترک کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر بغیر شعار بنائے کبھی کبھار کسی شخص پر درود بھیج دیا جائے، جیسے زکوٰۃ دینے والے پر درود بھیجنا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس تفصیل سے دلائل میں تطبیق ہو جاتی ہے اور درست

مؤقف واضح ہو جاتا ہے۔توفیق اللہ تعالیٰ کی ہے۔''

(جَلاء الأفهام، ص481-482)

۞ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

الْأَوْلٰى أَنْ يَّدْعُوَ لِلصَّحَابَةِ بِالرِّضَا فَيَقُولَ : رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، وَلِلتَّابِعِيْنِ بِالرَّحْمَةِ فَيَقُولَ : رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَلِمَنْ بَعْدَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالتَّجَاوُزِ فَيَقُولَ : غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمْ وَتَجَاوَزَ عَنْهُمْ .

''بہتر یہی ہے کہ صحابہ کرام کے لیے ''رضی اللہ عنہم'' کہا جائے، تابعین کے لیے ''رحمہم اللہ تعالیٰ'' کہا جائے اور بعد والوں کے لیے غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمْ وَتَجَاوَزَ عَنْهُمْ ''اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے اور ان سے درگزر کرے۔'' کہا جائے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:6/446)

۞ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَحْدَثَهُ الرَّافِضَةُ فِي بَعْضِ الْأَئِمَّةِ وَالتَّشَبُّهُ بِأَهْلِ الْبِدَعِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَتَجِبُ مُخَالَفَتُهُمْ .

''یہ بدعت روافض نے اپنے بعض ائمہ کے لئے ایجاد کر لی ہے اور اہل بدعت سے مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے، سو ان کی مخالفت واجب ہے۔''

(فتاویٰ شامی:6/753)

محدثین کا شعار:

❀ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ وَالرِّضْوَانُ وَالرَّحْمَةُ مِنَ اللّٰهِ بِمَعْنًى وَّاحِدٍ إِلَّا أَنَّهَا وَإِنْ كَانَتْ كَذٰلِكَ فَإِنَّا نَسْتَحِبُّ أَنْ يُقَالَ لِلصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْرِيفًا لَّهٗ وَتَعْظِيمًا .

''صلی اللہ علیہ، رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ کا ایک ہی معنی ہے، لیکن اس کے باوجود ہم (محدثین) صحابی کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' کہنا پسند کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی شرف و تعظیم کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے لیے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنا پسند کرتے ہیں۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي و آداب السّامع : 106/2)

❀❀❀❀❀❀❀

علمائے اہل بیت کا علم سیکھنا

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ علمائے اہل بیت کسی سے علم نہیں سیکھتے، یہ بات غلو پر مبنی ہے۔ بے دلیل ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہے۔ علم سیکھنے سکھانے سے آتا ہے۔ انبیا کے علاوہ ہر ایک علم سیکھنے کا محتاج ہے۔

❀ ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ، أَنَّهٗ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَأَبُوهُ وَعِنْدَهٗ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ، فَقَالَ: يَكْفِيكَ صَاعٌ .

''ہم کو ابوجعفر نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد اس وقت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ بعض لوگوں نے ان سے غسل کے متعلق سوال کیا، فرمایا: آپ کو ایک صاع پانی کافی ہوگا۔''

(صحيح البخاري: 252، صحيح مسلم: 329)

❀ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ سَادَاتِ أَهْلِ الْبَيْتِ كَانُوا يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يَطْلُبُهٗ غَيْرُهُمْ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى كِذْبِ مَا تَزْعُمُهُ الشِّيعَةُ، أَنَّهُمْ غَيْرُ مُحْتَاجِينَ إِلٰى أَخْذِ الْعِلْمِ عَنْ غَيْرِهِمْ، وَأَنَّهُمْ

مُخْتَصُّونَ بِعِلْمٍ، يَحْتَاجُ النَّاسُ كُلُّهُمْ إِلَيْهِ، وَلَا يَحْتَاجُونَ هُمْ إِلٰى أَحَدٍ، وَقَدْ كَذَّبَهُمْ فِي ذٰلِكَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّغَيْرُهٗ مِنْ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْبَيْتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''یہ دلیل ہے کہ اہل بیت کے سادات صحابہ سے علم حاصل کیا کرتے تھے، جیسا کہ دیگر لوگ حاصل کیا کرتے تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کا یہ نظریہ جھوٹ ہے کہ علمائے اہل بیت کسی غیر سے علم لینے کے محتاج نہیں ہوتے، بلکہ لوگ ان کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ کسی کے محتاج نہیں ہیں، اس سلسلہ میں امام جعفر بن محمد اور دیگر علمائے اہل بیت نے (دوسروں سے علم حاصل کر کے) روافض کو جھوٹا ثابت کیا ہے۔''

(فتح الباري :252/1)

عید غدیر

یہ شیعہ کی عید ہے۔ جو ۱۸ ذوالحجہ کو مناتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ غدیر خم کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ .

''جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی مولا ہے۔''

اس فرمان نبوی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے ثبوت پر پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا اہل بیت میں کسی فرد بشر نے اس فرمان نبوی کو خلافت علی رضی اللہ عنہ کے ثبوت پر بطور دلیل پیش نہیں کیا، چہ جائیکہ کہ اسے خلافت بلافصل پر دلیل بنایا جائے!

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ صَامَ يَوْمَ ثَمَانِ عَشْرَةَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ كُتِبَ لَهُ صِيَامُ سِتِّينَ شَهْرًا، وَهُوَ يَوْمُ غَدِيرِ خُمٍّ لَمَّا أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ : أَلَسْتُ وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ؟، قَالُوا : بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ :

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ .

”جس نے اٹھارہ ذوالحجہ کا روزہ رکھا، اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، وہ غدیر خم کا دن تھا، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کا دوست نہیں ہوں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، ضرور۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے، اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: واہ اے ابن ابی طالب! آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے دوست بن چکے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ .

(تاريخ بغداد للخطيب: 290/8، الأمالي للشّجري: 259,146,42/1)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔

① علی بن سعید رملی ”ضعیف“ ہے۔

❁ اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(مَن تَكَلّم فيه الدارقطني لابن زُرَيق: 93/2)

② مطر بن طہمان ابو رجاء وراق اگرچہ صدوق ہے، مگر اس کے حافظہ میں کمزوری تھی۔ ممکن ہے کہ اس روایت میں اس کا حافظہ اثر انداز ہو گیا ہو۔ اہل علم نے اس کے حافظہ پر کلام کیا ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يُشَبِّهُ مَطَرَ الْوَرَّاقَ بِابْنِ أَبِي لَيْلٰى فِي

سُوءِ الْحِفْظِ .

''امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ مطر وراق کو سیء الحفظ ہونے میں ابن ابی لیلیٰ کے مشابہ قرار دیتے تھے۔''

(العِلل ومعرفة الرّجال: 852)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''ردی ءالحفظ'' کہا ہے۔

(مَشاهير علماء الأمصار، ص 153)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''کثیر الخطا'' کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب: 6699)

③ شہر بن حوشب ''کثیر الارسال والاوھام'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حَجَر: 2830)

اس حدیث کے بارے میں:

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ . ''یہ حدیث باطل ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير: 367/2)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ .

''اس حدیث سے حجت لینا جائز نہیں۔''

(العِلل المُتناهية: 223/1)

❀ حافظ ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ . ''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(أداء ما وجب، ص 49)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ جِدًّا . ''یہ حدیث سخت منکر ہے۔''

(البِداية والنّهاية لابن كثير: 680/7)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ روایت منکر، بلکہ جھوٹ ہے، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت کہ ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ جمعہ کے روز عرفہ میں نازل ہوئی، کے خلاف ہے۔ اسی طرح اٹھارہ (۱۸) ذی الحجہ غدیر خم کا روزہ جو ساٹھ ماہ کے روزوں کے برابر ہے، بھی غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہیں، تو پھر بتائیے، ایک دن کا روزہ ساٹھ ماہ کے برابر کس طرح ہوسکتا ہے، ہمارے شیخ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ساٹھ مہینے والی روایت ذکر کرنے کے بعد اسے سخت ''منکر'' کہا ہے، اس روایت کو حبشون خلال اور احمد بن عبداللہ بن احمد نیری (کلاہما صدوق) نے علی بن سعید رملی عن ضمری کی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت سیدنا عمر فاروق، سیدنا مالک بن حویرث، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے نہایت کمزور اور ضعیف اسناد سے مروی ہے۔ اس کے ابتدائی الفاظ من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو یقیناً رسول اللہ کا فرمان ہے: أَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ کا اضافہ بھی مضبوط سند سے مروی ہے، رہا روزے کا مسئلہ، تو یہ بالکل

درست نہیں اور اللہ کی قسم یہ آیت بھی غدیر خم کے دن نازل نہیں ہوئی، یہ تو غدیر خم سے کئی دن پہلے یوم عرفہ میں نازل ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 214/5)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الدّر المَنثور : 457/2، وفي نسخة : 19/3)

حدیث: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ متواتر ہے۔ اس کا صحیح مفہوم آئندہ صفحات میں واضح کر دیا گیا ہے۔

خلافت بلافصل اس سے ثابت نہیں:

اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت نہیں ہوتی، بالفرض مان لیں کہ اس آیت سے خلافت علی رضی اللہ عنہ ثابت ہوتی ہے، تو خلافت ہم بھی مانتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسلام کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ بلافصل والی بات پھر بھی ثابت نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا نَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَلِيًّا بِغَدِيْرِ خُمٍّ فَنَادٰى لَهٗ بِالْوَلَايَةِ هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدة : ٣)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر علی رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے ان کی ولایت کا اعلان فرمایا، تو سیدنا جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدة : ٣)

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکِر : 237/42)

یہ جھوٹی روایت ہے۔

① یحیٰی بن عبدالحمید حمانی ضعیف ہے۔

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ . ''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البدر المنیر : 224/3)

② ابوہارون عمارہ بن جوین عبدی کذاب اور متروک ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُضَعَّفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .

''ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 21/3)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيْفِهٖ أَوْ تَرْكِهٖ .

''اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف یا متروک ہے۔''

(میزان الاعتدال : 173/3)

❁ امام حماد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابًا يَرْوِي بِالْغَدَاةِ شَيْئًا وَبِالْعَشِيِّ شَيْئًا .

''یہ جھوٹا ہے، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 364/6)

امام یحییٰ بن معین، امام ابوحاتم اور امام ابوزرعہ رازی رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے۔

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَلْقَى الرُّكْبَانَ أَسْأَلُ عَنْ أَبِي هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ فَلَمَّا قَدِمَ أَتَيْتُهُ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ كِتَابًا فِيهِ أَشْيَاءُ مُنْكَرَةٌ فِي عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ : مَا هٰذَا؟ قَالَ : هٰذَا الْكِتَابُ حَقٌّ .

''میں قافلوں سے ملاقات کر کے ابو ہارون عبدی کے بارے میں پوچھا کرتا، جب وہ آیا، میں نے اس کے پاس ایک کتاب دیکھی، جس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منکر روایتیں تھیں، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ کتاب حق ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 363/6، وسندهٗ صحيحٌ كالشمس)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(سوالات ابن هاني : 2270)

❁ نیز امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(كتاب الضّعفاء والمتروكين : 476)

❁ امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابٌ مُفْتَرٍ. ''جھوٹا، افترا باز تھا۔''

(أحوال الرّجال : 146)

اس پر اس کے علاوہ بھی ڈھیروں جروح ہیں۔ یہ غالی شیعہ تھا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن یوم عرفہ کو نازل ہوئی، غدیر خم کا واقعہ حجۃ الوداع کے بعد مدینے کے راستے میں پیش آیا، نہ کہ یوم عرفہ کو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ آیت غدیر خم کے موقع پر نازل ہی نہیں ہوئی، اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اس مہینے میں ایک حادثہ پیش آیا، جیسا کہ دیگر مہینوں میں بھی بہت سے حادثے پیش آئے، لیکن اس کو ایک خاص موسم نہیں بنا لیا گیا اور نہ اسلاف ان مہینوں کی تعظیم کرتے ہیں، جیسے ۱۸ ذی الحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم سے واپسی پر خطبہ دیا، آپ نے اس میں وصیت کی کہ کتاب اللہ کو لازم پکڑیں اور اہل بیت کو لازم پکڑیں، جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ تو بعض اہل بدعت نے اس میں اضافہ کر دیا، کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واضح نص ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے ان کا بستر بچھایا، انہیں اونچی جگہ پر بٹھایا اور پھر یہ اہل بدعت ایسا کلام اور عمل بیان کرتے ہیں، جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے یکساں ہو کر یہ نص چھپا لی، وصی سے اس کا حق چھین لیا اور فسق و کفر کے مرتکب ہو گئے، سوائے ایک چھوٹی سی

جماعت کے۔تو بنو آدم کی فطرت اور صحابہ کی امانت و دیانت دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر بیان حق واجب کیا تھا، تو قطعی طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ نص وغیرہ چھپا لینا ممکن ہی نہیں ہے۔تو یہاں مسئلہ امامت کا بیان مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دن کو عید بنانا بدعت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔سلف اور اہل بیت میں سے کسی نے اس دن کو عید نہیں بنایا، کیونکہ عید منانا شریعت ہے اور شریعت میں اتباع واجب ہے۔نئی عید نکالنا درست نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے مختلف ایام میں کئی خطبے دیئے، کئی عہد کئے، کئی واقعات پیش آئے، جیسے غزوہ بدر، غزوہ حنین، خندق، فتح مکہ، دخول مدینہ، ہجرت وغیرہ کے واقعات ہیں، اسی طرح کئی ایسے خطبے ہیں، جن میں آپ ﷺ نے قواعد دین بیان کئے، لیکن ان دنوں میں عید نہیں بنائی گئی۔یہ نصاریٰ کی سنت ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو عید بناتے ہیں، یہود کا بھی طریق کار ہے۔عید منانا شریعت ہے اور شریعت کی پیروی کی جاتی ہے، دین میں اس چیز کا اضافہ نہیں کیا جاتا، جو اس میں ہے ہی نہیں۔''

(اِقتضاء الصّراط المستقیم : 2/122-123)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

بِدْعَةٌ ظَاهِرَةٌ مُنْكَرَةٌ .

''(عید غدیر) واضح اور منکر بدعت ہے۔''

(البِداية والنِّهاية : 15/261)

❁ نیز فرماتے ہیں:

فِي عَاشُورَاءَ عَمِلَتِ الرَّوَافِضُ بِدْعَتَهِمْ، وَفِي يَوْمِ غَدِيرِ خُمٍّ عَمِلُوا الْفَرَحَ الْمُبْتَدَعَ.

''عاشوراء میں روافض نے بدعات جاری کیں، غدیرِ خم والے دن یہ لوگ عید خوشی مناتے ہیں، جو کہ بدعت ہے۔''

(البِداية والنِّهاية : 15/317)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ مَنَعْنَا إِحْدَاثَ مَا هُوَ شِعَارٌ فِي الدِّينِ، وَمِثَالُهُ مَا أَحْدَثَتْهُ الرَّوَافِضُ مِنْ عِيدٍ ثَالِثٍ، سَمَّوْهُ عِيدَ الْغَدِيرِ، وَكَذٰلِكَ الْاِجْتِمَاعُ وَإِقَامَةُ شِعَارِهٖ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ عَلٰى شَيْءٍ مَّخْصُوصٍ، لَمْ يَثْبُتْ شَرْعًا، وَقَرِيبٌ مِّنْ ذٰلِكَ أَنْ تَكُونَ الْعِبَادَةُ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ مُرَتَّبَةً عَلٰى وَجْهٍ مَّخْصُوصٍ، فَيُرِيدُ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يُحْدِثَ فِيهَا أَمْرًا آخَرَ لَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ، زَاعِمًا أَنَّهٗ يُدْرِجُهُ تَحْتَ عُمُومٍ، فَهٰذَا لَا يَسْتَقِيمُ؛ لِأَنَّ الْغَالِبَ عَلَى الْعِبَادَاتِ التَّعَبُّدُ، وَمَأْخَذُهَا التَّوْقِيفُ.

''ہم شعارِ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے روکتے ہیں، جیسا کہ رافضیوں نے ''عید الغدیر'' کے نام سے تیسری عید گھڑ لی ہے۔ بطور شعار کسی خاص وقت اور ہیئت پر کوئی اجتماع قائم کرنا بدعت ہے، اسی طرح کسی خاص

ہیئت اور طریقہ پر مشروع عبادت میں اس خیال سے ایک زائد چیز داخل کر دینا کہ یہ عمومی دلائل سے ثابت ہے، تو یہ بالکل درست نہیں، کیونکہ عبادات تعبدی ہیں اوران کے دلائل توقیفی ہیں۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: 200/1)

❀ علامہ مقریزی رحمہ اللہ (۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ عِيْدَ الْغَدِيرِ لَمْ يَكُنْ عِيدًا مَّشْرُوعًا، وَلَا عَمِلَهُ أَحَدٌ مِنْ سَالِفِ الْأُمَّةِ الْمُقْتَدٰى بِهِمْ، وَأَوَّلُ مَا عُرِفَ فِي الْإِسْلَامِ بِالْعِرَاقِ أَيَّامَ مُعِزِّ الدَّوْلَةِ عَلِيِّ بْنِ بَوَيْهٍ، فَإِنَّهُ أَحْدَثَهُ فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَخَمْسِينَ وَثَلَاثِمِائَةٍ فَاتَّخَذَهُ الشِّيعَةُ مِنْ حِينَئِذٍ عِيدًا.

''یاد رکھیے کہ عید غدیر شرعی عید نہیں ہے، اسلاف امت میں سے کسی نے یہ عید نہیں منائی، حالانکہ وہ قدوہ تھے۔ یہ عید سب سے پہلے اسلام میں معز الدولہ نے عراق کے اندر متعارف کروائی، یہ بدعت اس نے ۳۵۲ھ میں جاری کی، اس وقت سے لے کر آج تک شیعہ یہ عید مناتے ہیں۔''

(المَواعظ والاعتبار بذكر الخِطَط والآثار: 2/254-255)

عید باباشجاع الدین:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولؤلؤ فیروز مجوسی کی قبر کہاں ہے؟ اس کا صحیح علم اللہ کے پاس ہے، البتہ روافض نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں ایران میں اس کا مزار بنا رکھا ہے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں، روافض اسے ''باباشجاع الدین'' کہتے ہیں اور ہر

سال ۹ ربیع الاول کو ''عید بابا شجاع الدین'' کے نام سے عید مناتے ہیں۔

۞ مشہور شیعہ، نعمت اللہ جزائری نے ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

نُورٌ سَمَاوِيٌّ يَكْشِفُ عَنْ ثَوَابِ يَوْمِ قَتْلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

''وہ آسمانی نور، جو عمر بن خطاب کے یوم شہادت (پر خوشی منانے) کا ثواب ظاہر کرتا ہے۔''

(الأنوار النّعمانية: 108/1)

۞ عباس قمی شیعہ نے لکھا ہے:

إِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيدٍ، وَهُوَ مِنْ خِيَارِ الْأَعْيَادِ.

''یہ عید کا دن ہے اور یہ بہترین عید ہے۔''

(الكُنٰى والألقاب: 55/2)

۞ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

قَالَ جَمَاعَةٌ: إِنَّ قَتْلَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَدْ كَانَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ، وَالنَّاسُ يُسَمُّونَهُ «عيد بابا شجاع الدين».

''ایک جماعت نے کہا ہے کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو قتل (شہید) ہوئے، لوگ (روافض) اسے عید ''باباشجاع الدین'' کہتے ہیں۔''

(بِحار الأنوار: 372/98)

۞ علامہ کورانی حنفی رحمہ اللہ (۸۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي بِلَادِ الْعَجَمِ بَلَدًا يُسَمّٰى كَاشَانَ، فِيهِ غُلَاةُ الرَّوَافِضِ،

لَهُمْ مَزَارٌ عَظِيمٌ مُعْظَمٌ، يَقُولُونَ : إِنَّهُ قَبْرُ أَبِي لُؤْلُؤَةَ قَاتِلِ عُمَرَ.

''بلاد عجم (ایران) میں ایک ''کاشان'' نامی شہر ہے، جس میں غالی روافض رہتے ہیں، وہاں انہوں نے ایک بہت بڑا مزار بنا رکھا ہے، روافض کہتے ہیں کہ یہ قاتل عمر ابولؤلؤ کی قبر ہے۔''

(الكَوْثر الجاري : 460/6)

عید یوم الغار:

کسی زمانہ میں بعض غالی رافضی ۲۶ ذوالحجہ کو عید یوم الغار کے نام سے مناتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس دن نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں چھپے تھے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا جَهْلٌ وَغَلَطٌ . ''یہ جہالت اور غلط ہے۔''

(العِبَرُ في خبر من غَبر : 176/2)

نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غار میں داخل ہونا ثابت ہے، مگر کس تاریخ اور دن کو داخل ہوئے، اس کا ذکر نہیں، اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

محرم میں شادی

محرم میں شادی کرنا جائز ہے۔ نکاح مسنون عمل ہے۔ کسی بھی مہینے اور وقت میں منعقد کیا جا سکتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ بعض لوگ شوال میں نکاح کرنا درست نہیں سمجھتے تھے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے رد میں فرمایا:

تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ، وَبَنٰى بِي فِي شَوَّالٍ، فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّي؟

''رسول اللہ ﷺ نے شوال میں میرے ساتھ شادی کی، میری رخصتی بھی شوال میں ہوئی، تو ازواج رسول میں وہ کون سی بیوی ہے، جو مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور آپ ﷺ کی نظر میں پسندیدہ تھی؟۔''

(صحیح مسلم : 1423)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ : وَالْبِنَاءُ وَالنِّكَاحُ بَيْنَ الْعِيدَيْنِ جَائِزٌ وَكُرِهَ الزِّفَافُ، وَالْمُخْتَارُ أَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ لِأَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَزَوَّجَ بِالصِّدِّيقَةِ فِي شَوَّالٍ وَبَنٰى بِهَا فِيهِ .

''بزازیہ میں ہے: عیدین کے درمیان شادی اور رخصتی کرنا جائز ہے، البتہ

زفاف کو ناپسند کیا گیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ وہ بھی ناپسندیدہ نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں نکاح کیا تھا اور شوال ہی میں رخصتی ہوئی تھی۔''

(فتاویٰ شامی:3/8)

جس طرح شوال میں نکاح کرنا جاہلی رسم تھی، اسی طرح محرم میں نکاح کو ناجائز سمجھنا بھی جاہلیت کی رسم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محرم میں نکاح کرنے کے فلاں فلاں نقصانات ہیں، ان کی بات بے دلیل ہے۔

اگر کوئی کہے کہ محرم میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے تو شاید ہی سال کا کوئی دن ایسا ہو جس میں کوئی شہادت یا بڑا احادثہ رونما نہ ہوا ہو، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اسلام کی تاریخ شہادتوں سے لبریز ہے۔ کتنے ہی انبیاء شہید کر دیئے گئے۔ کیا ہر ایک کے یوم شہادت کو نکاح کرنا ممنوع قرار دیا جائے گا۔

محرم میں شادی نہ کرنا روافض کی بدعت ہے۔ جو اہل سنت میں جاری کر دی گئی ہے۔ آج بھی کئی سنی محرم یا یوم عاشوراء کو نکاح کرنا درست نہیں سمجھتے۔ کسی جائز عمل کو کسی مخصوص وقت میں ناجائز قرار دینا دین میں مداخلت ہے۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو جس عمل کو اہل بدعت وضلال کسی وقت کے ساتھ ممنوع کہہ دیں، تو ان کی مخالفت میں اس وقت وہ عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ ان کا رد ہو جائے اور عوام الناس کو مسئلہ سمجھ آ جائے۔

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ هٰذَا النَّوْعِ كَرَاهَةُ الْجُهَّالِ عِنْدَنَا الْيَوْمَ عَقْدَ النِّكَاحِ فِي

شَهْرِ الْمُحَرَّمِ، بَلْ يَنْبَغِي أَنْ يُتَيَمَّنَ بِالْعَقْدِ وَالدُّخُولِ فِيهِ، تَمَسُّكًا بِمَا عَظَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ مِنْ حُرْمَتِهٖ، وَرَدْعًا لِّلْجُهَّالِ عَنْ جَهَالَاتِهِمْ.

''ہمارے یہاں کے جہلا، جو محرم میں نکاح کو ناپسند کرتے ہیں، یہ بھی اسی نوع سے ہے۔ بلکہ نکاح اور زفاف کے لیے بہ طور برکت اسی مہینے کو اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے اس مہینے کو حرمت کے ساتھ عظمت بخشی ہے اور اسی طرح (محرم میں شادی کر کے) جہلاء کو اپنی جہالتوں سے باز رکھا جا سکے گا۔''

(المُفْهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 124/4)

❀❀❀❀❀❀❀

منبر رسول پر بنوامیہ!

بنوامیہ میں صحابہ خصوصا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مسلمین اور اچھے مسلمان ہو گزرے ہیں۔ بنوامیہ میں منصف مزاج بادشاہ بھی تھے، جیسا کہ صحابی ابن صحابی سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبدالعزیز اموی رحمہ اللہ کی خلافت راشدہ تھی۔ برے اور ظالم بادشاہ بھی ہوئے ہیں، لہٰذا نہ سب کو برا کہنا چاہیے اور نہ سب کو اچھا۔ اسی طرح بنوعباس میں اچھے مسلمان ہوئے ہیں، ان کے بادشاہوں میں اچھے اور منصف مزاج بھی گزرے ہیں اور برے اور ظالم بھی۔ ایسا تو ہر معاشرے میں ہوتا ہے۔

اب تو ہمارے ہاں عباسیت اور مروانیت کے فتنے پنپ رہے ہیں۔ جو کہ روافض کی سازش ہے اور مسلمانوں میں پھوٹ اور انتشار کا باعث بنی ہے۔ یاد رہے کہ بنوامیہ یا بنو عباس کی مذمت میں کوئی بھی روایت ثابت نہیں۔

ذیل میں بنوامیہ کے بارے ایک روایت کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ بَنِي الْحَكَمِ يَنْزُونَ عَلٰى مِنْبَرِهٖ وَيَنْزِلُونَ، فَأَصْبَحَ كَالْمُتَغَيِّظِ وَقَالَ : مَا لِي رَأَيْتُ بَنِي الْحَكَمِ يَنْزُونَ عَلٰى مِنْبَرِي نَزْوَ الْقِرَدَةِ؟، قَالَ : فَمَا رُئِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا

ضَاحِكًا بَعْدَ ذٰلِكَ حَتّٰى مَاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ کے منبر پر بنوامیہ اچھل کود کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے صبح کی، تو بہت غصے میں تھے، فرمایا: میں نے بنوامیہ کو دیکھا کہ وہ میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو وفات تک کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔''

(مسند أبي يعلى :6461)

روایت منکر (ضعیف) ہے، علاء بن عبدالرحمٰن کی بعض روایات منکر اور شاذ ہیں۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنَا أُنْكِرُ مِنْ حَدِيثِهٖ أَشْيَاءَ .

''میں اس کی بعض احادیث کو ''منکر'' سمجھتا ہوں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 358/6)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ نے اس حدیث غیر ثابت قرار دیا ہے۔

(الأباطيل والمَناكير والصّحاح :412/1)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(العِلَل المُتناهية : 213/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غیر ثابت قرار دیا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 407/3)

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي فُلَانٍ يَنْزُونَ عَلٰى

مِنْبَرِهٖ نَزْوَ الْقُرُودِ فَسَاءَهٗ ذٰلِكَ، فَمَا اسْتَجْمَعَ ضَاحِكًا حَتّٰی مَاتَ ....

''رسول اللہ ﷺ نے (خواب میں) دیکھا کہ بنو فلاں منبر رسول پر بندروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں، آپ ﷺ کے لیے یہ خواب پریشان کن تھا، اس کے بعد وفات تک آپ کبھی کھلکھلا کر نہ ہنسے۔''

(تفسیر الطّبري : 77/15)

جھوٹی روایت ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ نے اسے حُدِّثْتُ کہہ کر بیان کیا ہے۔ بیان کرنے والا نامعلوم ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ اور اس کا استاذ عبدالمہیمن بن عباس دونوں متروک و کذاب ہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا السَّنَدُ ضَعِيفٌ جِدًّا؛ فَإِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ بْنِ زَبَالَةَ مَتْرُوكٌ، وَشَيْخَهٗ أَيْضًا ضَعِيفٌ بِالْكُلِّيَّةِ .

''یہ سند سخت ضعیف ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے۔ اس کا استاذ بھی سخت ضعیف ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 92/5)

❀ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ بَنِي أُمَيَّةَ عَلٰى مِنْبَرِهٖ فَسَاءَهٗ ذٰلِكَ ....

’’نبی کریم ﷺ کو خواب آیا کہ بنوامیہ آپ ﷺ کے منبر پر تھے، تو آپ ﷺ نے اسے برا خواب تعبیر کیا۔‘‘

(سنن الترمذي : 3350)

روایت منکر ہے۔

❀ علامہ ابن العربی ؒ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ.

’’یہ روایت ثابت نہیں ہے۔‘‘

(القَبَس في شرح موطإ مالك بن أنس، ص 538)

❀ امام حاکم ؒ کے تعاقب میں حافظ ذہبی ؒ فرماتے ہیں:

لَا أَدْرِي آفَتُهُ مِنْ أَيْنَ؟

’’معلوم نہیں کہ یہ آفت کس کی ڈھائی ہوئی ہے؟‘‘

(مختصر تلخيص الذّهبي : 1662/4)

❀ حافظ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں:

هٰذَا يَقْتَضِي اضْطِرَابًا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، ثُمَّ هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى كُلِّ تَقْدِيرٍ مُنْكَرٌ جِدًّا، قَالَ شَيْخُنَا الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ أَبُو الْحَجَّاجِ الْمِزِّيُّ : هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ.

’’(راوی کے نام میں) یہ (اختلاف) اس حدیث میں اضطراب کا متقاضی ہے، واللہ اعلم! بہر کیف یہ حدیث سخت منکر ہے۔ ہمارے شیخ امام حافظ حجۃ ابو

حجاج مزی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث منکر ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 442/8)

متواتر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوامیہ کی یوں تعریف کی ہے:

إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

''میرا یہ بیٹا (حسن بن علی رضی اللہ عنہما) سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2704)

❀❀❀❀❀❀❀

میرے بابا کا منبر!

❀ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقُلْتُ: انْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ أَبِي إِلٰى مِنْبَرِ أَبِيكَ، فَقَالَ عُمَرُ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: إِنَّ أَبِي لَمْ يَكُنْ لَهٗ مِنْبَرٌ، ثُمَّ أَخَذَنِي فَأَجْلَسَنِي مَعَهٗ، فَلَمَّا نَزَلَ، نَزَلَ بِي مَعَهٗ إِلٰى مَنْزِلِهٖ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ: اجْعَلْ تَغْشَانَا، اجْعَلْ تَأْتِينَا، فَجِئْتُ يَوْمًا وَهُوَ خَالٍ بِمُعَاوِيَةَ، فَجَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ، فَرَجَعَ، فَرَجَعْتُ، فَلَقِيَنِي، فَقَالَ: مَا لِي لَمْ أَرَكَ؟ فَقُلْتُ: قَدْ جِئْتُ وَكُنْتَ خَالِيًا بِمُعَاوِيَةَ، وَابْنُ عُمَرَ عَلَى الْبَابِ، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ، فَقَالَ: أَنْتَ أَحَقُّ بِالْإِذْنِ مِنَ ابْنِ عُمَرَ.

إِنَّمَا أَنْبَتَ مَا تَرٰى فِي رَأْسِي مِنَ الشَّعْرِ اللّٰهُ ثُمَّ أَنْتُمْ.

''میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تھے، میں نے کہا: میرے بابا کے منبر سے نیچے اتریے اور اپنے والد کے منبر پر چڑھیے، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے والد کا کوئی منبر نہیں ہے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نے مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ (منبر پر) بٹھا لیا۔ جب منبر سے نیچے اترے، تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور فرمایا: بیٹا! کھانے کی دعوت پر ہمارے گھر تشریف لایئے گا۔ پھر میں (حسین رضی اللہ عنہ) ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محو گفتگو تھے، اتنے میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے اور مجلس میں آنے کی اجازت مانگی، لیکن انہیں اجازت نہ ملی، وہ واپس لوٹ گئے، تو میں بھی واپس لوٹ آیا۔ تو (بعد میں) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، پوچھا: آپ کیوں نہ آئے؟ میں نے عرض کیا: میں آیا تھا، لیکن آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے محو کلام تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اجازت نہ ملنے کی بنا پر) دروازے پر کھڑے تھے، وہ واپس لوٹے تو میں بھی واپس آ گیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو عبد اللہ بن عمر کی طرح اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ اہل بیت کے ذریعے ہی ہدایت اور سرفرازی عطا کی ہے۔''

(تاریخ العِجلي، ص 119، تاریخ واسط للإمام بحشل، ص 203، تاریخ المدینة لابن شبة: 799/3، تاریخ بغداد: 141/1، تاریخ ابن عَساکِر: 175/14، وسندہٗ صحیحٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء: ۳/۲۸۵) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الاصابۃ: ۱/۳۳۳) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

فائدہ: اس طرح کی روایت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بھی آتی ہے۔

(طَبَقات ابن سعد: 374/6، تاریخ ابن عساکر: 307/30)

لیکن اس کی سند ثابت نہیں ہے۔

اس روایت میں اہل بیت خصوصا سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان ہوئی ہے، نیز اس میں ثبوت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل بیت کی تکریم کرتے تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت بھی دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہل بیت کے ذریعے عزت وعظمت اور ہدایت سے نوازا ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وقت کی تھی، جب آپ رضی اللہ عنہ بچے تھے، اسی لیے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے از روئے شفقت پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس نے سکھائی کہ یہ منبر آپ کے نانا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کسی نے بھی نہیں۔ جیسا کہ دیگر روایتوں کے الفاظ ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً میرے باپ دادا کا کوئی منبر نہیں ہے، یہ واقعی آپ کے نانا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انتہائی والہانہ انداز انہیں اپنے ساتھ منبر پر بٹھالیا، بعد میں اپنے گھر لے گئے اور کھانے کی دعوت دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا کہ آپ کو میری مجلس میں آنے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ یوں فرمایا کہ میری مجلس میں آنے کا اتنا حق میرے بیٹے عبداللہ کا نہیں ہے، جتنا آپ کا ہے، واہ کیا عقیدت ہے!

لیکن افسوس ان لوگوں پر! جو اس روایت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف اور نفرت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو سیدنا عمر وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے مابین انتہائی قرابت اور محبت کی دلیل ہے۔

لہٰذا اس روایت سے کسی طرح بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی تنقیص ثابت نہیں ہوتی۔

کیا عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلانا ثابت نہیں۔ اس بارے میں بیان کی جانے والی روایت ضعیف ہے۔

❀ اسلم مولیٰ عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حِينَ بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ يَدْخُلَانِ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُشَاوِرُونَهَا وَيَرْتَجِعُونَ فِي أَمْرِهِمْ، فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى فَاطِمَةَ فَقَالَ: يَا بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللّٰهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَبِيكِ، وَمَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا بَعْدَ أَبِيكِ مِنْكِ، وَأَيْمُ اللّٰهِ مَا ذَاكَ بِمَانِعِي إِنِ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ النَّفَرُ عِنْدَكِ، أَنْ أَمَرْتُهُمْ أَنْ يُحَرَّقَ عَلَيْهِمِ الْبَيْتُ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ عُمَرُ جَاؤُوهَا فَقَالَتْ: تَعْلَمُونَ أَنَّ عُمَرَ قَدْ جَاءَنِي وَقَدْ حَلَفَ بِاللّٰهِ لَئِنْ عُدْتُمْ لَيُحَرِّقَنَّ عَلَيْكُمُ الْبَيْتَ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَيَمْضِيَنَّ لِمَا حَلَفَ عَلَيْهِ، فَانْصَرِفُوا رَاشِدِينَ، فَرَوْا رَأْيَكُمْ وَلَا تَرْجِعُوا إِلَيَّ،

فَانْصَرَفُوا عَنْهَا فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَيْهَا حَتّٰى بَايَعُوا لِأَبِي بَكْرٍ .

”رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، سیدنا علی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس مشورہ کے لیے آتے اور واپس چلے جاتے، یہ بات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی، تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر کہا: اے دختر رسول اللہ! اللہ کی قسم! مخلوق میں سے آپ کے والد سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد ہمیں آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں، اللہ کی قسم! اگر اب یہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے، تو مجھے یہ بات اس سے نہیں روکے گی کہ میں ان پر اس گھر کو آگ لگا دوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے، تو وہ لوگ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، انہوں نے کہا: جانتے ہو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے، انہوں نے اللہ کی قسم اٹھائی ہے کہ اگر آپ دوبارہ آئے، تو وہ گھر کو آگ لگا دیں گے؟ اللہ کی قسم! جو انہوں نے قسم اٹھائی ہے، اسے کر گزریں گے، لہٰذا بھلے طریقے سے واپس چلے جائیں، اپنی رائے پر غور کریں، دوبارہ میرے پاس نہ آنا، وہ لوٹ گئے، یہاں تک کہ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 14/566-567)

سند منقطع ہے۔ اسلم مولیٰ عمر اس واقعہ کے شاہد نہیں ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہیں اپنا غلام بنایا، یہ خلافت ابی بکر سے پہلے کی خبر کیسے دے سکتے ہیں، اب انہیں اس واقعہ کی خبر کس نے دی؟ یہ واضح نہیں ہو سکا، لہٰذا یہ مرسل و منقطع روایت ہے۔ بسا اوقات تابعی کا صحابی سے سماع ولقا تو ہوتا ہے، لیکن جو واقعہ نقل کر رہا ہوتا

ہے، اس میں حاضر نہیں ہوتا، اسے مرسل و منقطع کہتے ہیں، جو کہ حجت نہیں۔ لیکن صحابہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ مراسیل صحابہ بالا تفاق حجت ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَنَةَ إِحْدٰى عَشْرَةَ إِلَى الْحِجَّةِ، فَأَقَامَ لِلنَّاسِ الْحَجَّ، وَابْتَا عَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي تِلْكَ السَّنَةِ مَوْلَاهُ أَسْلَمَ مِنْ أُنَاسٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ.

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سن ۱۱ھ میں حج کے لیے (امیر بنا کر) بھیجا، آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج پڑھایا۔ اسی سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اشعریوں سے ''اسلم'' نامی غلام خریدا۔''

(معرفة الصّحابة لأبي نُعَيم: 868، وسندهٔ حسنٌ متّصلٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَعِيدٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ عُمَرَ عَلَى الصَّحِيحِ، قُلْتُ: لٰكِنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ لَمَّا خَطَبَهَا، فَإِنَّهٗ وُلِدَ بَعْدَ أَنْ وُلِّيَ عُمَرُ بِسَنَتَيْنِ.

''صحیح قول کے مطابق سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خطبہ دیا، تو ان سے یہ خطبہ نہیں سنا، کیونکہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے دو

سال بعد پیدا ہوئے۔"

(اتّحاف المَهرة : 12/177)

یہ ایک مثال ہے، سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ہے، لیکن جو خطبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے پر ارشاد فرمایا، اس کا سماع نہیں کیا، کیونکہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی پیدائش سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے دو سال بعد ہوئی۔

بعینہ اسلم مولیٰ عمر کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے، لیکن جس دن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے، اس موقع پر اسلم مولیٰ عمر موجود نہیں تھے، جیسا کہ نص سے ثابت ہے۔ لہٰذا روایت منقطع ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب خیبر

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بسالت کا انکار کوئی کافر ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین قوت بھی عطا فرمائی تھی۔

حقیقی ہیرو کو کسی جھوٹی فضیلت و منقبت کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن ہمیشہ سے لوگوں کا یہ چلن رہا ہے کہ وہ اپنی من پسند شخصیت کے بارے میں جھوٹی باتیں مشہور کر دیتے ہیں، جو اکثر اوقات اس شخصیت کی سیرت کو نکھارنے کے بجائے لوگوں کے ذہنوں میں اس کا غلط تصور بٹھاتی ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایک ایسی ہی بات مشہور ہے۔ وہ یہ کہ خیبری دروازہ جسے بہت سارے لوگ مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے، انہوں نے اکیلے ہی اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ یہ واقعہ غیر ثابت اور غیر معتبر ہونے کے ساتھ ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک مافوق الفطرت مخلوق ہونے کا تصور بھی پیدا کرتا ہے۔

اس سلسلے میں کل چار روایات آتی ہیں؛ تین اہل سنت کی کتب میں اور ایک روافض کی کتب میں۔ آیئے اصولِ محدثین کی روشنی میں ان سب کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ حِينَ بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَايَتِهِ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْحِصْنِ؛ خَرَجَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ فَقَاتَلَهُمْ،

فَضَرَبَهُ رَجُلٌ مِّنْ يَّهُودَ، فَطَرَحَ تُرْسَهُ مِنْ يَّدِهِ، فَتَنَاوَلَ عَلِيٌّ بَابًا كَانَ عِنْدَ الْحِصْنِ، فَتَرَّسَ بِهِ نَفْسَهُ، فَلَمْ يَزَلْ فِي يَدِهِ وَهُوَ يُقَاتِلُ، حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَلْقَاهُ مِنْ يَّدِهِ حِينَ فَرَغَ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي نَفَرٍ مَّعِيَ سَبْعَةٌ؛ أَنَا ثَامِنُهُمْ، نَجْهَدُ عَلٰى أَنْ نَّقْلِبَ ذٰلِكَ الْبَابَ، فَمَا نَقْلِبُهُ.

''ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (خیبر کے قلعہ کی طرف) نکلے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا دے کر بھیجا تھا۔ جب ہم قلعہ کے پاس پہنچے، تو قلعہ والے لوگ باہر آئے، ان کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی، ایک یہودی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال ہاتھ سے گر گئی۔ انہوں نے قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر اس سے ڈھال کا کام لیا۔ وہ دروازہ دورانِ قتال مستقل طور پر ان کے ہاتھ میں رہا، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرما دی۔ جنگ سے فارغ ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ میں نے دیکھا کہ سات آدمیوں نے، جن کے ساتھ آٹھواں میں تھا، اس دروازے کو ہلانے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا، لیکن ہم اسے ہلا بھی نہیں سکے۔''

(مُسند الإمام أحمد :8/6، دلائل النبوّة للبيهقي : 212/4، سِيرة ابن هِشام : 350، 349/6، تاريخ ابن عَساكِر : 111/42)

سند ضعیف ہے۔ اس میں مبہم و نامعلوم راوی ہیں۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ رَاوٍ لَّمْ يُسَمَّ .

''اس میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔''

(مَجمع الزوائد : 152/6)

دلائل النبوۃ للبیہقی کی سند میں عبداللہ بن حسن کا واسطہ گر گیا ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْخَبَرِ جَهَالَةٌ وَّانْقِطَاعٌ ظَاهِرٌ .

''اس روایت میں جہالت اور واضح انقطاع ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 191/4)

۞ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِنَّ عَلِيًّا حَمَلَ الْبَابَ يَوْمَ خَيْبَرَ، حَتّٰى صَعِدَ الْمُسْلِمُونَ فَفَتَحُوهَا، وَإِنَّهٗ جُرِّبَ، فَلَمْ يَحْمِلْهُ؛ إِلَّا أَرْبَعُونَ رَجُلًا .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن قلعے کے دروازے کو اٹھالیا، حتی کہ مسلمانوں نے چڑھائی کر کے اسے فتح کر لیا۔ تجربہ کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ اس دروازے کو چالیس افراد ہی اٹھا سکتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 84/12، تاريخ بغداد للخطيب : 324/1، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 111/42)

سند ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم ''ضعیف وسیء الحفظ'' ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجَمَاهِيرُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(شرح صحيح مسلم :52/1)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المغني : 187/2، تخريج أحاديث الإحياء : 1817)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(البدر المُنير : 2/104-227/7)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''جمہور محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة :542)

۞ علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الزَّوَائِدِ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''(بوصیری رحمہ اللہ کی) زوائد میں ہے کہ اس میں لیث بن ابی سلیم ہے، اور اس

کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(حاشية السندي على ابن ماجه :1891)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ لَيْثَ بْنَ أَبِي سُلَيْمٍ مُّتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

”لیث بن ابی سلیم کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام کا اتفاق ہے۔“

(الحاوي للفتاوي : 3/7-8)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى ضَعْفِهٖ، وَاضْطِرَابِ حَدِيثِهٖ، وَاخْتِلَالِ ضَبْطِهٖ .

”اہل علم کا اس کے ضعیف ہونے، اس کی حدیث کے مضطرب ہونے اور اس کے حافظے کے خراب ہونے پر اتفاق ہے۔“

(تهذيب الأسماء واللّغات :1/597)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ أَحَدًا صَرَّحَ بِأَنَّهٗ ثِقَةٌ .

”میرے علم کے مطابق کسی نے اس کے ثقہ ہونے کی صراحت نہیں کی۔“

(زوائد مسند البزّار : 2/403)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”منکر“ قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 3/113)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضَعْفٌ أَيْضًا .

''اس میں بھی ضعف ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 4/191)

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ہی سے منسوب ہے:

إِنَّ عَلِيًّا لَمَّا انْتَهٰى إِلَى الْحِصْنِ؛ اجْتَبَذَ أَحَدَ أَبْوَابِهٖ، فَأَلْقَاهُ بِالْأَرْضِ، فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ بَعْدَهٗ مِنَّا سَبْعُونَ رَجُلًا، فَكَانَ جُهْدُهُمْ أَنْ أَعَادُوا الْبَابَ .

''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ قلعہ کے پاس پہنچے، تو انہوں نے قلعہ کے ایک دروازے کو اکھیڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ اس کے بعد ہم میں سے ستر آدمیوں نے بڑی کوشش کر کے اس کو واپس اپنی جگہ پر رکھا۔''

(دلائل النبوّة للبيهقي : 4/212، المَقاصد الحَسَنة للسّخاوي : 313)

سند باطل ہے۔ حرام بن عثمان ''ضعیف ومتروک'' ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام یعقوب فسوی، امام دارقطنی، امام ابن حبان، امام ابن سعد، امام یحییٰ بن معین اور علامہ جوزجانی رحمہم اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكٌ بِاتِّفَاقٍ، مُبْتَدِعٌ .

''یہ بالاتفاق متروک اور بدعتی ہے۔''

(ديوان الضُّعفاء : 859)

نوٹ:

دلائل النبوۃ للبیہقی والی روایت میں چالیس مردوں کا ذکر ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(دلائل النّبوۃ: 212/4)

۞ جعفر صادق رحمہ اللہ سے منسوب ہے، وہ اپنے آباء سے بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف کو خط لکھا:

وَاللّٰهِ، مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ، وَرَمَيْتُ بِهٖ خَلْفَ ظَهْرِي أَرْبَعِينَ ذِرَاعًا بِقُوَّةٍ جَسَدِيَّةٍ وَّلَا حَرَكَةٍ غَذَائِيَّةٍ، لٰكِنِّي أُيِّدتُّ بِقُوَّةٍ مَّلَكُوتِيَّةٍ نُفِّسَ بِنُورِ رَبِّهَا مُضِيَّةٍ، وَأَنَا مِنْ أَحْمَدَ كَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ.

''اللہ کی قسم! میں نے جو خیبر کے دروازے کو اکھیڑا اور اپنے پیچھے کی طرف چالیس گز کے فاصلے پر پھینک دیا، یہ نہ جسمانی قوت تھی اور نہ خوراک کی طاقت، بلکہ یہ ایک ملکوتی و نورانی قوت تھی، جو میرے رب نے مجھے عطا کی تھی۔ میری احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے، جو روشنی کو روشنی سے ہوتی ہے۔''

(بِحار الأنوار للمَجلسي الرّافضي: 26/21)

جھوٹ ہے۔

① امام جعفر کے آبا نا معلوم و مجہول ہیں۔

② محمد بن محصن اسدی عکاشی ''متروک و کذاب'' ہے۔

③ یونس بن ظبیان کے اہل سنت کی کتب سے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔ کتبِ رجالِ شیعہ میں بھی اس پر جرح ہے۔

④ علی بن احمد بن موسیٰ بن عمران دقاق کی اہل سنت اور شیعہ کتبِ رجال میں توثیق نہیں مل سکی۔

⑤ محمد بن ہارون مدنی بھی ''مجہول'' ہے۔

⑥ ابو بکر عبید اللہ بن موسیٰ خباز حبال طبری کی اہل سنت اور شیعہ کتب رجال میں توثیق مذکور نہیں، لہٰذا یہ ''مجہول'' ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأُمُورُ الْمَذْكُورَةُ كَذِبٌ مُخْتَلَقٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ.

''ان مذکورہ امور (جن میں خیبر کے دروازے کو اکھاڑنے کا بھی ذکر ہے۔) کے جھوٹ اور من گھڑت ہونے پر اہل علم اور مؤمنوں کا اتفاق ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 4/491)

❁ مؤرخ علامہ مقریزی رحمہ اللہ (۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّ حَمْلَ بَابِ خَيْبَرَ لَا أَصْلَ لَهُ.

''بعض محدثین تو کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھانے کے واقعہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔''

(إمتاع الأسماع: 1/310)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

بَلْ كُلُّهَا وَاهِيَةٌ، وَلِذَا أَنْكَرَهُ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ.

''اس کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں اس لئے بعض علما نے اس واقعے کا

انکار کیا ہے۔“

(المَقاصد الحَسنة : 313، تذكرة الموضوعات للفتني، ص 96)

الحاصل :

یہ واقعہ ثابت نہیں، فضیلت وہی ہے، جو معتبر سندوں سے ثابت ہو۔

❀❀❀❀❀❀❀

اہل بیت اہل جنت؟

درج ذیل روایات غیر ثابت اور جھوٹی ہیں۔ ان کی بنیاد پر کسی کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اصل چیز اسلامی عقائد و اعمال اور اخلاص ہے۔ جن پر نجات اُخروی کا انحصار اور دارومدار ہے۔ محض نسبت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ ان روایات کی بنا پر بعض پھولے نہیں سماتے، وہ اپنے تئیں یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہل بیت کو ماننے والے ہیں، یا ہم اہل بیت سے ہیں، یہی ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ اگر نسبت صحیح ہو اور عقائد و اعمال اہل سنت والجماعت والے ہوں، تو یہ فضیلت ہے۔ اگر نسبت ہی صحیح نہیں اور عقائد و اعمال بھی صحیح نہیں، تو یہ نسبت مفید نہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ کے شوہر نامدار سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں لخت جگر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے پر نص وارد ہوئی ہے۔ لیکن کسی کا محض اولاد فاطمہ سے ہونا دخول جنت کے لیے ناکافی ہے، بلکہ فیصلہ عقائد و اعمال پر ہوگا۔

❁ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا:

أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي، يَعْنِي فُلَانًا، لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ .

''سن لیں کہ فلاں قبیلے والے میرے دوست نہیں ہیں، میرے دوست اللہ تعالیٰ اور نیک مومن ہیں۔''

(صحيح البخاري: 5990، صحيح مسلم: 215، واللّفظ لهٗ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ إِنَّمَا وَلِيِّي مَنْ كَانَ صَالِحًا وَإِنْ بَعُدَ نَسَبُهٗ مِنِّي وَلَيْس وَلِيِّي مَنْ كَانَ غَيْرَ صَالِحٍ وَإِنْ كَانَ نَسَبُهٗ قَرِيبًا .

''اس کا معنی یہ ہے کہ میری دوستی اس کے ساتھ ہے، جو نیک ہے، اگر چہ وہ نسب کے لحاظ سے میرا قریبی نہ ہو۔ نیز میری دوستی ایسے شخص کے ساتھ نہیں، جو نیک نہ ہو، اگر چہ وہ نسب کے اعتبار سے میرا قریبی ہو۔''

(شرح النّووي: 88/3)

چند غیر ثابت روایات:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ .

''فاطمہ نے اپنی عزت کی حفاظت کی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 152/3)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان پر تعاقب کرتے ہوئے ''ضعیف'' کہا ہے۔ اسے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''الموضوعات: ۴۲۲/۱) میں ذکر کیا ہے۔ عمر بن غیاث ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

اس کی متابعت تلید بن سلیمان (اللآلی المصنوعۃ للسیوطی: ۴۰۱/۱) نے کی ہے، یہ

راوی ضعیف رافضی ہے۔

اس کی سلام بن سلیمان القاری (المھرونیات:٦٩) نے بھی متابعت کی ہے، لیکن وہ سند موضوع ہے۔

① یونس بن سابق کوفی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا یُدْرٰی مَنْ ھُوَ؟

''اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔''

(لسان الميزان: 554/7)

② احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ ''متہم'' ہے۔

③ حفص بن عمر ایلی ضعیف ہے۔

یہ روایت موقوف بھی آتی ہے، لیکن ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَّا يُدْخِلَ أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ بَيْتِي النَّارَ فَأَعْطَانِيهَا .

''میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو جہنم میں داخل نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے میری التجا منظور فرمالی۔''

(أمالي ابن بشران: 332)

روایت جھوٹی ہے۔

① ابوحمزہ ثمالی ضعیف رافضی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰی ضَعْفِہٖ.

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(ديوان الضعفاء : 684)

② محمد بن یونس کدیمی سخت ضعیف ہے، بعض نے ''وضاع'' بھی کہا ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرُ مُعَذِّبِكِ، وَلَا وَلَدِكِ .

''اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11685)

سند سخت ضعیف ہے۔

① احمد بن حسین بن ماہبرام، ابوعبداللہ ایذجی ''مجہول'' ہے۔

② اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان انصاری بھی ''مجہول'' ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا سَمَّاهَا فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيهَا عَنِ النَّارِ .

''فاطمہ کا نام فاطمہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان سے محبت کرنے والوں کو جہنم سے بچالیا ہے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 287/14)

سند باطل ہے۔

① حسن بن عمرو بن سیف بصری ''متروک'' ہے۔

② قاسم بن مطیب ''ضعیف'' ہے۔

✿ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْمَجْهُولِينَ غَيْرُ وَاحِدٍ، وَّلَيْسَ بِثَابِتٍ.

''اس حدیث کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں، یہ حدیث ثابت نہیں۔''

✿ اس معنی کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الموضوعات لابن الجوزي: 421/1)

سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن زکریا ابو جعفر غلابی ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

② ابو زید بحرج بن عمیر حنفی ''مجہول'' ہے۔

③ بشر بن ابراہیم انصاری ''وضاع'' ہے۔

④ یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں۔

⑤ ابو کثیر صالح بن المتوکل مجہول ہے۔

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

مِنْ رِضَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا يَدْخُلَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهِ النَّارَ.

''محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہو۔'' (تفسير الطّبري: 488/24)

روایت جھوٹی ہے۔

① حکم بن ظہیر فزاری ''متروک، کذاب رافضی'' ہے۔

② اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ، لٰكِنَّهٗ جَمَعَ التَّفْسِيرَ مِنْ طُرُقٍ، مِنْهَا عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَّعَنْ مُرَّةَ بْنِ شَرَاحِيلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَنْ نَاسٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَغَيْرِهِمْ، وَخُلِّطَ رِوَايَاتُ الْجَمِيعِ، فَلَمْ تُتَمَيَّزْ رِوَايَةُ الثِّقَةِ مِنَ الضَّعِيفِ، وَلَمْ يَلْقَ السُّدِّيُّ مِنَ الصَّحَابَةِ إِلَّا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ.

''یہ راوی تو صدوق ہے، لیکن انہوں نے کئی سندوں سے تفسیر جمع کی ہے، مثلاً صالح عن ابن عباس، مرہ بن شراحیل عن ابن مسعود، عن ناس من الصحابہ، وغیرہ۔ سدی پر ان سب کی روایات خلط ملط ہوگئیں تھیں، لہٰذا ثقہ اور ضعیف کی روایت میں امتیاز نہیں ہو سکا اور نہ ہی سدی کی سوائے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی سے ملاقات ہے۔''

(العُجاب في بَيان الأسباب: 1/211-212)

تنبیہ:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ (المائدة: ٧٨)

''بنی اسرائیل کے کافروں پر داود اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی لعنت کی گئی۔''

علامہ الکیاہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ لَعْنِ الْكَافِرِينَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ أَوْلَادِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنَّ شَرَفَ النَّسَبِ لَا يَمْنَعُ مِنْ إِطْلَاقِ اللَّعْنِ فِي حَقِّهِمْ.

''اس آیت میں دلیل ہے کہ کافروں پر لعنت کرنا جائز ہے، اگر چہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد ہوں۔ نیز دلیل ہے کہ شرفِ نسب کسی (لعنت کے مستحق) پر لعنت کا لفظ بولنے سے مانع نہیں ہے۔''

(أحكام القرآن : 86/3)

وقت افطار

روزہ جلدی افطار کرنا انبیا کی سنت اور اہل سنت کا شعار ہے۔ احادیث متواترہ اور اجماع امت اس پر دلالت کناں ہیں اور اسی میں امت کی خیر و بھلائی پنہاں ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرۃ: ۱۸۷)

''روزہ رات تک مکمل کرو۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يَقْتَضِي الْإِفْطَارَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ حُكْمًا شَرْعِيًّا .

''اس فرمان باری تعالیٰ کا تقاضا ہے کہ غروب آفتاب کے وقت روزہ افطار کرنا شرعی حکم ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر :517/1)

پوری امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جوں ہی سورج غروب ہو، روزہ افطار کر دیا جائے۔ احادیث صحیحہ اس کی تائید کرتی ہیں۔

❀ بشیر ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، وَأَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَأَفْطِرُوا .

''روزہ ایسے رکھیں، جیسے اللہ نے حکم دیا ہے اور روزہ رات تک مکمل کریں، جوں ہی رات داخل ہو، افطار کرلیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 225/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ .

''جب اس (مغرب کی) طرف سے رات نمودار ہو جائے، اس (مشرق کی) طرف سے دن ختم ہو جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزے دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1954، صحيح مسلم : 1100)

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ .

''لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 1957، صحيح مسلم : 1098)

شرح الحدیث:

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ ھ) نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ ذِكْرِ دَوَامِ النَّاسِ عَلَى الْخَيْرِ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَفِيهِ كَالدِّلَالَةِ عَلٰى أَنَّهُمْ إِذَا أَخَّرُوا الْفِطْرَ وَقَعُوا فِي الشَّرِّ .

''اس بات کا بیان ہے کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ جب افطار میں تاخیر کریں گے، تو شر میں واقع ہو جائیں گے۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث: 2059)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

ظَاهِرُهُ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشَارَ أَنَّ فَسَادَ الْأُمُورِ يَتَعَلَّقُ بِتَغَيُّرِ هٰذِهِ السُّنَّةِ الَّتِي هِيَ تَعْجِيلُ الْفِطْرِ، وَأَنَّ تَأْخِيرَهُ وَمُخَالَفَةَ السُّنَّةِ فِي ذٰلِكَ كَالْعِلْمِ عَلٰى فَسَادِ الْأُمُورِ.

''اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ (دنیوی واخروی) معاملات کی بربادی کا سبب جلد افطار کرنے کی سنت کو بدلنا ہے۔ نیز افطاری میں تاخیر اور اس حوالے سے سنت کی مخالفت کرنا، جانتے بوجھتے امور (دین ودنیا) کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔''

(إكمال المُعلم: 34/4)

❀ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (۶۶۱ھ) فرماتے ہیں:

''روزہ جلدی افطار کرنے میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت ہے، یہ ستاروں کے طلوع ہونے پر افطار کرتے تھے، پھر یہ ہماری امت میں اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے، یہ ان کی نشانی ہے، حالانکہ اس عمل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں تھے۔''

(المُيَسَّر في شرح مصابيح السّنّة: 463/2، المِرقاة للملا علي: 1381/4)

❀ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

تَعْجِيلُ الْفِطْرِ بَعْدَ تَيَقُّنِ الْغُرُوبِ مُسْتَحَبٌّ بِاتِّفَاقٍ، وَدَلِيلُهُ هٰذَا الْحَدِيثُ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى الْمُتَشَيِّعَةِ، الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ إِلٰى ظُهُورِ النَّجْمِ، وَلَعَلَّ هٰذَا هُوَ السَّبَبُ فِي كَوْنِ النَّاسِ لَا يَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ؛ لِأَنَّهُمْ إِذَا أَخَّرُوهُ كَانُوا دَاخِلِينَ فِي فِعْلٍ خِلَافِ السُّنَّةِ، وَلَا يَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا فَعَلُوا السُّنَّةَ .

”غروب شمس کا یقین ہو جانے کے فوراً بعد افطار کرنا بالاتفاق مستحب ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ نیز اس میں شیعہ کا رد ہے کہ جو افطار میں تاخیر کرتے ہیں اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ شاید لوگوں کے خیر پر رہنے کا سبب جلدی افطار کرنا ہے، کیونکہ اگر وہ افطار تاخیر سے کریں گے، تو خلاف سنت عمل کے مرتکب ٹھہریں گے اور خیر پرتب تک رہیں گے، جب تک سنت پر عمل پیرا رہیں گے۔“

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 26/2)

❀ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ، بَعْدَ تَحَقُّقِ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَقَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَيْهِ، وَفِيهِ الرَّدُّ عَلَى الْمُتَشَيِّعَةِ، الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ الْفِطْرَ إِلٰى ظُهُورِ النَّجْمِ، وَلَعَلَّ الْمُرَادَ بِالْحَدِيثِ الرَّدُّ عَلَيْهِمْ، وَفِيهِ الْحَثُّ عَلَى اتِّبَاعِ السُّنَّةِ،

وَتَرْكِ مُخَالَفَتِهَا، وَأَنَّ فَسَادَ الْأَمْرِ بِتَرْكِهَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ غروب آفتاب کے یقین ہو جائے، تو اس کے فوراً بعد روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔نیز حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو افطار کو ستارے ظاہر ہونے تک مؤخر کرتے ہیں، ممکن ہے کہ حدیث میں انہیں کا رد مقصود ہو،اسی طرح حدیث میں سنت کا اتباع کرنے اور اس کی مخالفت کو ترک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، نیز دلیل ہے کہ دین کا فساد سنت کو ترک کرنے میں ہے، واللہ اعلم۔''

(العُدة في شرح العمدة : 883/2)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى الرَّدِّ عَلَى الشِّيعَةِ الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ الْفِطْرَ إِلٰى ظُهُورِ النَّجْمِ لِأَنَّهُمْ إِذَا أَخَّرُوهُ كَانَ عَلٰى خِلَافِ السُّنَّةِ .

''اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو ستاروں کے طلوع ہونے تک افطاری میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ یہ تاخیر خلاف سنت ہے۔''

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق :343/1)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ وَالَّذِي قَبْلَهٗ يَدُلَّانِ عَلٰى أَنَّ مُجَرَّدَ غَيْبُوبَةِ الْقُرْصِ يَدْخُلُ بِهٖ وَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، كَمَا يُفْطِرُ الصَّائِمُ بِذٰلِكَ، وَهٰذَا إِجْمَاعٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، حَكَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهٗ ......

وَالظَّاهِرُ : أَنَّهُ قَوْلُ طَائِفَةٍ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ كَالرَّوَافِضِ وَنَحْوِهِمْ، وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمُعْتَدِّ بِهِمْ.

''یہ اور اس سے پہلے والی حدیث دلیل ہیں کہ سورج کی ٹکیہ غائب ہونے پر مغرب کا وقت داخل ہو جاتا ہے، اس پر روزہ دار افطار کر سکتا ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، جسے امام ابن منذر رحمہ اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ...... (غروب آفتاب کے بعد ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرنا) یہ اہل بدعت کے ایک گروہ روافض وغیرہ کا مذہب ہے، کسی قابل اعتماد عالم نے یہ موقف اختیار نہیں کیا۔''

(فتح الباري : 4/352-353)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي التَّعْجِيلِ رَدٌّ عَلَى الشِّيعَةِ الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ إِلٰى ظُهُورِ النُّجُومِ.

''روزہ جلدی افطار کرنے میں شیعہ کا رد ہے، جو افطاری کو ستاروں کے طلوع ہونے تک مؤخر کرتے ہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 13/400)

❀ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ (۹۸۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ رَدٌّ عَلَى الْمُتَشَيِّعَةِ، الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ إِلٰى ظُهُورِ النُّجُومِ.

''اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو افطار کو ستارے ظاہر ہونے تک مؤخر کرتے ہیں۔''

(مَجمع بحار الأنوار : 530/5)

❁ تابعی کبیر، ابوعطیہ وادعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْنَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ، قَالَتْ : أَيُّهُمَا الَّذِي يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ : قُلْنَا : عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَتْ، كَذٰلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں اور مسروق رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے، ہم نے کہا: ام المومنین! دو صحابی ہیں، ایک جلدی افطار کر لیتے ہیں اور نماز بھی جلدی ادا کرتے ہیں، جبکہ دوسرے (تھوڑی) تاخیر سے افطار کرتے ہیں اور نماز میں بھی تاخیر کر دیتے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کون ہیں، جو افطار اور نماز میں جلدی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، تو سیدہ نے فرمایا: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 1099)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُونَ.

”دین تب تک غالب رہے گا، جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔“

(سنن أبي داود : 2353، السّنن الکبری للنّسائي : 3313، سنن ابن ماجه : 1698، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۰۶۰) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۰۳) نے صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۳۱) نے اسے مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۶/۴۰۴) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادُهٗ صَحِيحٌ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

”یہ سند ”صحیح“ ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“

(مِصباح الزّجاجة : 71/2)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ صَلّٰى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يُفْطِرَ، وَلَوْ عَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَاءٍ .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطار کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھائی ہو، چاہے پانی کے ایک گھونٹ پر ہی افطار کر لیں۔“

(صحیح ابن حبان : 3504، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا،

وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا .

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 199/11، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحوالك : 133/1)

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ مُتَوَاتِرَةٌ صِحَاحٌ .

''یہ احادیث متواتر اور ''صحیح'' ہیں۔''

(الاستذكار : 345/3)

۞ علامہ ابن رشد قرطبی (۵۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مِنْ سُنَنِ الصَّوْمِ تَأْخِيرَ السُّحُورِ وَتَعْجِيلَ الْفِطَرِ .

''فقہا کا اجماع و اتفاق ہے کہ سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا روزے کی سنن میں شامل ہے۔'' (بِداية المُجتهد : 404/1)

۞ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ سُنَّةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهَا .

''افطار میں جلدی کرنا بالاتفاق سنت ہے۔''

(الشّافي في شرح مسند الشافعي : 198/3)

❁ ابو جمرہ ضبعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ يُفْطِرُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ إِذَا أَمْسٰى، بَعَثَ رَبِيبًا لَهُ يَصْعَدُ ظَهْرَ الدَّارِ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَذَّنَ فَيَأْكُلُ، وَنَأْكُلُ، فَإِذَا فَرَغَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَيَقُومُ يُصَلِّي، وَنُصَلِّي مَعَهُ.

''آپ رحمہ اللہ (عالم اہل بیت) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ رمضان میں افطاری کیا کرتے تھے۔ جب شام ہوتی، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے سوتیلے بیٹے کو بھیجتے کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے۔ جوں ہی سورج غروب ہوتا، وہ خبر دیتا، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کھانا شروع کر دیتے، ہم بھی کھانے لگ جاتے، کھانے سے فارغ ہوتے، تو اقامت کہی جاتی، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھاتے، ہم بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایمن حبشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَأَفْطَرَ عَلٰى عَرْقٍ، وَإِنِّي أَرَى الشَّمْسَ لَمْ تَغْرُبْ.

''میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ہڈی دار گوشت سے روزہ افطار کیا، (انہوں نے اتنا جلدی افطار کیا کہ) مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8949، وسندهٗ صحيحٌ)

المیہ:

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

صَارُوا لَا يُؤَذِّنُونَ إِلَّا بَعْدَ الْغُرُوبِ بِدَرَجَةٍ لِتَمْكِينِ الْوَقْتِ زَعَمُوا فَأَخَّرُوا الْفِطْرَ وَعَجَّلُوا السُّحُورَ وَخَالَفُوا السُّنَّةَ فَلِذٰلِكَ قَلَّ عَنْهُمُ الْخَيْرُ وَكَثِيرٌ فِيهِمُ الشَّرُّ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ .

''اب لوگوں کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ غروب شمس کے ایک وقت بعد اذان دیتے ہیں، اس خیال سے کہ وقت پوری طرح داخل ہو جائے، افطاری تاخیر سے کرتے ہیں اور سحری جلدی کرتے ہیں، سنت کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں، اسی لیے ان میں خیر کم اور شر زیادہ ہے۔ اللہ ہی سے مدد کا سوال ہے۔''

(فتح الباري : 199/4)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ قَوْلُ طَائِفَةٍ مِّنْ أَهْلِ الْبِدَعِ كَالرَّوَافِضِ وَنَحْوِهِمْ، وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ الْمُعْتَدِّ بِهِمْ .

''افطار میں تاخیر کرنا اہل بدعت روافض وغیرہ کا مذہب ہے، معتمد علیہ علما میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔'' (فتح الباري لابن رجب : 353/4)

تنبیہ:

❁ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، إِذْ أَتَانِي رَجُلَانِ، فَأَخَذَا بِضَبْعَيَّ وَآتَيَا بِي جَبَلًا، فَقَالَا لِي : اصْعَدْ فَقُلْتُ : إِنِّي لَا أُطِيقُهُ، فَقَالَا : إِنَّا سَنُسَهِّلُهُ لَكَ قَالَ : فَصَعِدْتُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ إِذَا أَنَا بِأَصْوَاتٍ شَدِيدَةٍ، فَقُلْتُ : مَا هٰذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالَ : هٰذَا عُوَاءُ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيبِهِمْ مُنْشَقَّةٌ أَشْدَاقُهُمْ تَسِيلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا قَالَ : قُلْتُ : مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ : هُمُ الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ، فَقَالَ : خَابَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى .

''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں میرے پاس دو فرشتے آئے، انہوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑا اور ایک پہاڑ کے پاس لے آئے، مجھے کہنے لگے: اس کے اوپر چڑھیے، میں نے کہا: میں چڑھ نہیں پاؤں گا۔ انہوں نے کہا : ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کر دیں گے، (بس آپ چڑھنے کی کوشش کیجئے۔) تو میں پہاڑ پر چڑھا، یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا، تو مجھے اونچی اونچی آوازیں سنائی دیں، میں نے پوچھا: یہ آوازیں کیسی؟ فرشتے نے کہا: یہ آگ کے عذاب میں مبتلا لوگوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر مجھے فرشتہ اور آگے لے کر آیا، تو میں نے دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں، ان کے جبڑے چیرے ہوئے تھے، جن سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں، جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے تھے، تو سیدنا ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ

خاسر وخائب ہو گئے۔‘‘

(المُعجم الكبير للطّبراني : 155/8، عذاب القبر للبَيْهقي : 98، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۹۸۶)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۴۹۱) نے ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱۵۶۸) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

بعض یہود ونصاریٰ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیتے تھے، اس وجہ سے انہیں عذاب قبر ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورج غروب ہونے پر روزہ افطار کرنے کا حکم دیا تھا، یہود نے حکم الٰہی کی مخالفت کی اور غروب سے پہلے ہی روزہ افطار کرنا شروع کر دیا۔ یہ روزے کی شرعی حد میں بگاڑ ہے۔

اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں بھی روزہ افطار کرنے کا شرعی حکم غروب آفتاب کے وقت ہے، اگر کوئی جان بوجھ کر بغیر عذر کے غروب آفتاب سے پندرہ بیس منٹ تک تاخیر کرے گا، وہ بھی یہود ونصاریٰ کی طرح شرعی حکم میں تجاوز کرنے کا مرتکب قرار پائے گا۔ یہ حکم شرعی میں تصرف ہے، تو جس طرح یہود ونصاریٰ کے لیے حکم شرعی میں تصرف کرنا باعث عذاب بنا، اسی طرح افطاری میں شرعی حدود سے تجاوز کرنا بھی باعث عذاب بن سکتا ہے۔ یہود ونصاریٰ نے شرعی حد سے جلدی کی اور ان لوگوں نے شرعی حد سے تجاوز کیا۔ یہ افراط وتفریط اور غلو وتقصیر ہے۔ دونوں ہی ہلاکت اور خیر سے محرومی کا سبب ہیں۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں گزرا، جو جانتے بوجھتے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیتا تھا، بلکہ جب انہیں سورج غروب ہونے کا یقین ہو جائے، تو فوراً افطار کر لیتے تھے، اسی میں اُمت کی خیر وبھلائی ہے۔

تنبیہ:

❀ حمید بن عبدالرحمٰن مدنی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا يُصَلِّيَانِ الْمَغْرِبَ حِينَ يَنْظُرَانِ إِلَى اللَّيْلِ الْأَسْوَدِ، قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَا، ثُمَّ يُفْطِرَانِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ رات ہو رہی ہے تو افطار کرنے سے پہلے مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں، پھر نماز مغرب کے بعد افطار کرتے تھے، یہ آپ کے رمضان کا معمول تھا۔''

(موطأ الإمام مالك: 289/1)

سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حمید بن عبدالرحمٰن کا سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ.

''صحیح یہ ہے کہ حمید نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔''

(تاريخ الإسلام: 1085/2)

حمید کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی سماع نہیں۔ اس پر قرائن موجود ہیں۔

① حمید نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بغیر واسطہ کے ایک یا دو روایتیں ہی بیان کی ہیں، جن میں احتمال ہے، تصریح نہیں، جبکہ باقی تمام روایات ایک راوی کے واسطہ سے

بیان کی ہیں۔

② امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حمید کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔''

(المراسيل لابن أبي حاتم، 49)

جب علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، تو یقیناً عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی نہیں۔

③ جمہور ائمہ حدیث نے حمید کا سن وفات ۱۰۵ھ ذکر کیا ہے، اس بنا پہ کہا جا سکتا ہے حمید کا عثمان رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

طبقات ابن سعد (۵/ ۱۱۷) اور شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/ ۱۵۵) میں حمید بن عبد الرحمٰن نے رَأَیْتُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ ...... کہا ہے۔

یہ روایت زہری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ زہری نے جہاں سماع کی تصریح کی ہے، وہاں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یا یہ الفاظ کسی راوی کا وہم ہیں۔

تنبیہ:

قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عُمَرَ، وَعُثْمَانَ، كَانَا يُصَلِّيَانِ الْمَغْرِبَ إِذَا رَأَيَا اللَّيْلَ، كَانَا يُفْطِرَانِ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَا .

''سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما رات طلوع ہوتے ہی مغرب کی نماز ادا کر لیتے تھے اور نماز سے پہلے افطاری کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 105/3)

ملحدین کی اول آخر کوشش ہے کہ اُمت خیر و بھلائی سے محروم ہو جائے، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر جرأت و جسارت کا مظاہرہ کرے، اس لیے وہ لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد روزہ افطار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ مغرب کی نماز کے بعد افطار کرنا چاہیے، یہ ملحدین کا منشا ہے، کیونکہ اس سے شریعت کی مخالفت لازم آئے گی۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ عبادات کو قرآن و سنت کی روشنی میں سرانجام دیں، جس طرح عبادت شرعی دلیل سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح عبادت کا طریقہ بھی شریعت سے ثابت ہوتا ہے، عقل، رائے اور نفسانی خواہشات کو اس میں دخل نہیں۔

الحاصل:

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر دینا چاہیے، بلاوجہ تاخیر جائز نہیں، بلکہ خیر سے محرومی ہے۔

اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ .

''سنت سے ثابت ہے کہ جب مؤذّن اذانِ فجر میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے، تو اس کے بعد دو مرتبہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہے۔''

(سنن الدّارقطني :243/1، السّنن الکبرٰی للبیهقي :423/1، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۶) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (۲۵۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے، جبکہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

یاد رہے کہ جب کوئی صحابی کسی حدیث میں مِنَ السُّنَّةِ کے الفاظ کہے، تو وہ حدیث بالاتفاق مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ اذانِ فجر میں کہے جاتے تھے۔

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۸۹) میں ''انس'' کی تصحیف ''لیس'' سے ہو گئی ہے۔

② یہ الفاظ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھائے تھے۔

(سنن أبي داوٗد :501، سنن النّسائي : 634، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حازمی نے امام ابوداود، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ کی شرط پر ''حسن'' کہا ہے۔

(الاعتبار : 69-70)

عثمان بن سائب جمحی اور اس کا باپ السائب جمحی دونوں ''حسن الحدیث'' ہیں، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

❀ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی رحمہ اللہ (۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

تَوَارَثَتْهُ الْأُمَّةُ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا.

''رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک یہ عمل امت میں موروثی چلا آ رہا ہے۔''

(الاختيار لتعليل المُختار :43/1)

تنبیہ:

''الصلاۃ خیر من النوم'' کے الفاظ اذان فجر میں کہے جائیں گے، بعض اہل علم کی رائے ہے کہ یہ اذان سحری میں کہے جائیں، یہ مرجوح رائے ہے، کیونکہ رات کی اذان کو اذان فجر یا اذان الغداۃ نہیں کہتے۔ اس پر مزید دلائل بھی ہیں۔

تنبیہ:

❀ موطا امام مالک میں روایت ہے:

إِنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يُؤْذِنُهٗ لِصَلَاةِ

الصُّبْحِ، فَوَجَدَهُ نَائِمًا، فَقَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ .

''(امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ان کو یہ بات پہنچی کہ مؤذّن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز صبح کی اطلاع دینے آیا، اس نے آپ کو سویا ہوا پایا تو کہا: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے)، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دے دیا کہ صبح کی اذان میں یہ کلمات پڑھا کرے۔''

(الموطّأ للإمام مالك :72/1)

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اذان میں ان الفاظ کا اضافہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط بات ہے، کیونکہ اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، امام مالک رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچانے والا نامعلوم ہے! شریعت نے ہمیں نامعلوم اور ''مجہول'' لوگوں کی روایات قبول کرنے کا مکلّف نہیں ٹھہرایا، بلکہ جن سے اللہ کا دین لیں، ان کا اپنا دین بھی ہمیں معلوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا جانا اور مؤذّن سے کہا: أَقِرَّهَا فِي أَذَانِكَ . ''یہ الفاظ اذان میں برقرار رکھیے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1)

سند ضعیف ہے، اسماعیل مجہول ہے، لہٰذا دونوں روایتیں ناقابل حجت ہیں۔

ثابت ہوا کہ اذانِ فجر میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ سنت سے ثابت ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذّن سے فرمایا تھا کہ جب وہ فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَى

الْفَلَاحِ پر پہنچے، تو الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے۔

(سنن الدّارقطني :250/1، ح : 935، وسندهٗ حسنٌ)

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے نہیں کہے، بلکہ سنت کی پیروی میں کہے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ الفاظ اذان میں کہنا ثابت ہیں۔

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1، وسندهٗ صحيحٌ)

امام عروہ بن زبیر (مصنف بن ابی شیبہ : ۲۰۷/۱، وسندہ صحیح)، امام محمد بن سیرین (مصنف بن ابی شیبہ : ۲۰۷/۱، وسندہ صحیح) اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (الصلاۃ لابی نعیم : ۲۴۸) اذان فجر میں ان کلمات کے قائل تھے۔

❀ اسود بن یزید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ سَمِعَ مُؤَذِّنًا يَقُولُ فِي الْفَجْرِ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَقَالَ : لَا يَزِيدُونَ فِي الْأَذَانِ مَا لَيْسَ مِنْهُ .

''آپ رحمہ اللہ نے ایک مؤذن کو فجر کی اذان میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کہتے سنا، تو فرمایا: صحابہ کرام اذان میں اضافہ نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1)

سند سخت ضعیف ہے۔

① حکیم بن جبیر ضعیف و متروک ہے۔

② عمران بن جعد مجہول ہے۔

❀ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ ثَوَّبَ فِي الْفَجْرِ بِلَالٌ عَلٰى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ كَانَ إِذَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ.

''سب سے پہلے اذانِ فجر میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عہد ابی بکر میں الصلاۃ خیر من النوم کہا، آپ رضی اللہ عنہ جب حی علی الفلاح کہتے، تو دو مرتبہ الصلاۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 270/7)

سند ضعیف ہے، طاؤس بن کیسان نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی کبھار ''حی علی الفلاح'' کے بعد حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ کے الفاظ کہہ دیتے تھے۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي :424/1)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کلمات کو کبھی کبھار بطور تثویب ادا کر لیتے تھے، شعار نہیں بناتے تھے، نہ ہی انہیں اصل اذان کا مستقل جزو سمجھتے تھے، ان کلمات کو بطور شعار ادا کرنا عہد نبوی اور اسلاف امت کے زمانہ میں نہیں ملتا۔

❀ امام زین العابدین، علی بن حسین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَقُولُ فِي أَذَانِهِ إِذَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ: حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ وَيَقُولُ: هُوَ الْأَذَانُ الْأَوَّلُ.

”آپ رحمہ اللہ اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل کے الفاظ کہتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ یہ پہلی اذان ہے۔“

(السّنن الکبریٰ:1/425، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ اللَّفْظَةُ لَمْ تَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا عَلَّمَ بِلَالًا وَأَبَا مَحْذُورَةَ وَنَحْنُ نَكْرَهُ الزِّيَادَةَ فِيهِ .

”یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اذان میں ثابت نہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال اور سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہما کو سکھائی تھی۔ ہم اذان کے کلمات میں زیادتی کو مکروہ سمجھتے ہیں۔“

(السنن الکبریٰ:1/425)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ صَارَتْ سِمَةً وَّشِعَارًا لِّلْإِمَامِيَّةِ .

”(اذان میں یہ الفاظ اب) امامیہ (روافض) کی نشانی اور شعار بن چکے ہیں۔“

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير :1/419)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهَا قَطَعَ صَلَاحُ الدِّينِ الْأَذَانَ بِحَيِّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ مِنْ دِيَارِ مِصْرَ كُلِّهَا .

”اسی سال (۵۶۶ھ) صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے مصر کے تمام شہروں میں

اذان کے اندر ''حی علی خیر العمل'' کے الفاظ ختم کرا دیے۔''

(البِداية والنِّهاية : 448/16)

تنبیہ:

❀ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ، قَالَ: اخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هٰذِهٖ بِدْعَةٌ.

''میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، ایک شخص نے ظہر یا عصر میں تثویب کی، تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہاں سے نکلیں، یہ تثویب بدعت ہے۔''

(سنن أبي داود : 538)

سند ضعیف ہے، ابو یحییٰ قتات جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ وَيَحْيٰى وَالْأَكْثَرُونَ.

''اسے امام احمد، امام یحییٰ بن معین اور جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(فتح الباري : 405/2)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَرَّحَهُ الْأَكْثَرُونَ.

''اسے جمہور نے مجروح قرار دیا ہے۔''

(البدر المنیر : 325/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(زوائد مختصر مسند البزّار :393/1)

تنبیہ:

شیعہ عالم ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) اذان میں حی علی خیر العمل کے علاوہ اہل سنت کی اذان ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''یہ صحیح اذان ہے، اس میں کمی بیشی نہ کی جائے، اللہ تعالیٰ مفوضہ فرقہ پر لعنت کرے، انہوں نے روایتیں گھڑیں اور اذان میں دو مرتبہ ''محمد وآل محمد خیر البریۃ'' کے الفاظ کی زیادتی کی، ان کی بعض روایتوں میں اشھد ان محمدا رسول اللہ کے بعد دو مرتبہ اشھد ان علیا ولی اللہ ہے۔ بعض مفوضہ نے ان کلمات کی جگہ دو مرتبہ اشھد ان علیا امیر المومنین حقا کے الفاظ بھی روایت کیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ ولی اللہ ہیں اور آپ برحق امیر المومنین ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، لیکن یہ الفاظ اذان میں نہیں ہیں۔ میں نے یہ بات اس لیے ذکر کر دی ہے، تاکہ اذان میں ان الفاظ کی زیادتی کی بنا پر اس فرقے کا علم ہو جائے، جو متہم بالتفویض ہے اور اس نے تقیہ کر کے اپنے آپ کو شیعہ میں چھپا رکھا ہے۔''

(من لَّا يَحْضُرُهُ الفقيه :1/188-189 ، طبع تہران، ایران)

یاد رہے کہ شیعہ کے نزدیک تقیہ کرتے ہوئے حی علی خیر العمل کے بعد الصلاۃ خیر من النوم کہنے میں کوئی حرج نہیں اور ان کے نزدیک خیر العمل کا معنی ولایت یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد سے اچھا سلوک کرنا ہے۔

نوٹ:

شیعہ کی موجودہ اذان کا ثبوت ان کے اصولِ اربعہ میں نہیں ملتا۔

الحاصل:

اذانِ فجر میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ عہد نبوی سے شامل ہیں، یہ کہنا کہ اذان میں یہ الفاظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے محتاج دلیل ہے!

❁❁❁❁❁❁❁

نماز میں ہاتھ باندھنا

❁ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري :631)

نبی کریم ﷺ نے اپنی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تمام انبیائے کرام علیہم السلام نماز میں ہاتھ باندھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا قطعا ثابت نہیں۔

نماز کے قیام میں ہاتھ باندھنا نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور اسلاف اُمت سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا .

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني :11/199، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحَوالك: 133/1)

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى .

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھا۔''

(صحيح مسلم: 401)

❀ نیز بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ .

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور بازو پر رکھا۔''

(مسند أحمد: 318/4، سنن أبي داود: 727، سنن النّسائي: 890، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاضِعٌ يَدِي الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَأَخَذَ بِيَدِي الْيُمْنٰى فَوَضَعَهَا عَلَى الْيُسْرٰى .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میں نے (نماز میں) اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر باندھا ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا۔''

(سنن أبي داود: 755، سنن النّسائي: 889، سنن ابن ماجه: 811، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري: 224/2)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ.

''صحابہ کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے۔''

(موطأ الإمام مالك: 159/1، صحيح البخاري: 740)

❁ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ، وَرَأَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصَلِ.

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مُسند الإمام أحمد: 226/5، التّحقيق لابن الجَوْزي: 338/1، جامع المَسانيد والسُّنن للحافظ ابن كثير: 12/296-297، ح: 9693، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابن جریر ضبی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ.

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کو

گٹ سے پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔‘‘

(سنن أبي داود: 757، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۲/۳۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق: ۲/۴۴۳) نے اس کی سند کو ’’حسن‘‘ کہا ہے۔ اس کا راوی ابو بدر شجاع بن ولید جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا:

روافض ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ یہ بتائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عمل کو کیوں نہیں لیتے؟

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، وَكَذَا نَقُولُ، وَمِمَّنْ رَأَى أَنْ تُوضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَحُكِيَ ذٰلِكَ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں داخل ہوتے، تو دائیں ہاتھ مبارک سے بائیں کو پکڑ لیتے تھے، ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ امام مالک، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے۔‘‘

(الأوسط: 92/3)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْآثَارُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس (ہاتھ باندھنے) کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے مروی روایات میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المَعاني والأسانيد : 74/20)

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے حوالے سے بعض روایات پیش کی جاتی ہیں، ان کا علمی وتحقیقی جائزہ ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهٖ رَفَعَ يَدَيْهِ قُبَالَةَ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ أَرْسَلَهُمَا ثُمَّ سَكَتَ، وَرُبَّمَا رَأَيْتُهٗ يَضَعُ يَمِينَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ سَكَتَ .

''نبی کریم ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے، تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے، جب تکبیر تحریمہ کہتے، تو دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے، پھر سکتہ کرتے، کبھی کبھی میں دیکھتا کہ آپ ﷺ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے، جب فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے، تو سکتہ کرتے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 74/20)

سند جھوٹی ہے۔خصیب بن جحدر بالاتفاق ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ بکر بن عمرو معافری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ لَمْ يَرَ أَبَا أُمَامَةَ ـيَعْنِي ابْنَ سَهْلٍـ وَاضِعًا إِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى قَطُّ، وَلَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، حَتّٰى قَدِمَ

الشَّامَ، فَرَأَى الْأَوْزَاعِيَّ، وَنَاسًا مَعَهُ يَضَعُونَهُ.

''انہوں نے کبھی بھی سیدنا ابواُمامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو یا اہل مدینہ میں سے کسی کو (نماز میں) ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر باندھتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ جب وہ شام آئے، تو امام اوزاعی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ دیگر لوگوں کو (نماز میں) ہاتھ باندھتے دیکھا۔''

(تاریخ أبي زرعة الدّمَشقي، ص 622، تاریخ دِمشق لابن عساکر: 10/384)

روایت ضعیف ہے۔

① بکر بن عمرو معافری کی معتبر توثیق نہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُنْظَرُ فِي أَمْرِهِ. ''اس کا معاملہ قابل غور ہے۔''

(سؤالات الحاکم: 288)

❁ حافظ ابن القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تُعْلَمُ عَدَالَتُهُ. ''اس کی عدالت معلوم نہیں۔''

(بیان الوَهم والإیهام: 4/69)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ تَثْبُتْ ثِقَتُهُ فِي الْحَدِيثِ.

''حدیث میں اس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔''

(بیان الوَهم والإیهام: 4/495)

اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۶/۱۰۳'' میں ذکر کیا ہے۔ صحیح بخاری

میں ان کی روایت متابعت میں ہے۔

② اس روایت کے علاوہ کہیں ان کا سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے لقا معلوم نہیں۔

③ شاذ روایت ہے۔ اہل مدینہ میں سے کسی صحابی یا تابعی سے نماز کے قیام میں ہاتھ چھوڑنا ثابت نہیں۔

❀ عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ أَرْخٰى يَدَيْهِ.

”عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز میں کھڑے ہوتے، تو ہاتھوں کو چھوڑتے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة :391/1، طبقات المحدثين الواردين بأصبهان لأبي الشيخ الأصبهاني :200/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو چھوڑ دیتے، پھر باندھ لیتے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قیام میں ہاتھوں کو چھوڑتے ہوں۔ تو یہ آپ کا اجتہاد ہے۔ جو کہ درست نہیں، نہ ہی قابل عمل ہے۔ اس طرح آپ کا یہ اجتہاد احادیث صحیحہ ثابتہ اور آثار صحابہ کے موافق نہیں۔ لہٰذا جس عمل پر صحیح حدیث سے دلیل نہ ہو، نیز اس میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو، اسے کیونکر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ نیز اہل جتہاد کے سارے کے سارے اجتہادات قابل عمل نہیں۔ مجتہدین کو درست اجتہاد کی صورت میں دوہرا اور اجتہادی خطا پر اکہرا اجر ملتا ہے، لیکن کسی اور کے لیے اجتہادی خطا پر عمل کرنا جائز نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رکوع میں تطبیق (رکوع میں ہتھیلیاں جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنا) کرتے تھے۔

(صحيح مسلم : 534)

❀ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ حالت روزہ میں اولے کھانا جائز سمجھتے تھے۔

(مسند الإمام أحمد : 13971، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے شراب کی بیع ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 2223، صحيح مسلم : 1582)

❀ سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ بیوی سے مجامعت کی، انزال نہ ہوا، تو غسل واجب نہیں۔

(صحيح البخاري : 292، صحيح مسلم : 347)

کسی کی علمی یا اجتہادی خطا سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔

الحاصل:

نماز میں ہاتھ باندھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ جان بوجھ کر اس کا ترک جائز نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین کس نے کی؟

خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق نبی کریم ﷺ کو غسل آپ کے اہل بیت نے دیا۔ یہ کہنا نامناسب ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے غسل اور کفن و دفن میں شریک نہیں ہوئے تھے، کیونکہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سمجھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کا زیادہ حق آپ کے خونی رشتہ داروں کو حاصل ہے، اس لیے وہ خود پیچھے رہے، اس کے علاوہ کوئی وجہ نہ تھی۔

❁ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عِنْدَكُمْ صَاحِبُكُمْ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَغْسِلُوهُ بَنُو أَبِيهِ .

”نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین آپ کے سپرد ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ نبی کریم ﷺ کو غسل آپ کے خونی رشتہ دار ہی دیں۔“

(الأوسط لابن المنذر: 324/5، ح: 2934، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا سالم بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالُوا : يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَعَلِمُوا أَنَّهٗ كَمَا قَالَ، قَالُوا : يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ نُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ،

قَالُوا : وَكَيْفَ يُصَلّٰى عَلَيْهِ؟ قَالَ : يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، وَيَجِيءُ آخَرُونَ، قَالُوا : يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ يُدْفَنُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالُوا : وَأَيْنَ يُدْفَنُ؟ قَالَ : فِي الْمَكَانِ الَّتِي قَبَضَ اللّٰهُ فِيهَا رُوحَهُ.

''صحابہ کرام نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں! لوگوں نے یقین کر لیا۔ پھر صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ فرمایا: جی ہاں! صحابہ کرام نے پوچھا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے ادا کریں؟ فرمایا: کچھ لوگ اندر (حجرہ میں) داخل ہوں، تکبیریں پڑھیں اور دعا کریں۔ پھر وہ باہر آ جائیں اور دوسرے لوگ جائیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین بھی ہوگی؟ فرمایا: جی ہاں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کہاں ہوگی؟ فرمایا: جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔''

(سنن ابن ماجه : 1234، شمائل التّرمذي : 396، مسند عَبد بن حميد : 365، المُعجم الكبير للطّبراني : 65/7، دلائل النُّبوّة للبيهقي : 299/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1514، 1624) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزُّجاجة :1/146، ح : 1234)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ، لٰكِنَّهٗ مَوْقُوْفٌ .

''اس کی سند صحیح ہے، البتہ یہ قول صحابی ہے۔''(فتح الباري :1/523)

تنبیہ:

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَا فِي الْأَنْصَارِ فَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا .

''سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں شریک نہیں ہوئے، وہ قبیلہ انصار میں موجود تھے، ان کے لوٹنے سے پہلے ہی تدفین ہو چکی تھی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7/432)

سند ضعیف ہے۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا سند ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ وصیت ثابت نہیں کہ انہیں رات کو دفن کیا جائے۔

مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ کہنا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے، ثابت نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا.

''جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، تو انہیں ان کے خاوند سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رات ہی دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہ دی۔ نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔''

(صحيح البخاري : 4240، صحيح مسلم : 1759)

یہ زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ امام رحمہ اللہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔ لہٰذا روایت منقطع ہے۔

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا، وَلَا

صَلَّى عَلَيْهَا، وَلَا شَاهَدَ جَنَازَتَهَا، بَلِ اللَّائِقُ بِهِمْ، الْمُنَاسِبُ لِأَحْوَالِهِمْ حُضُورُ جَنَازَتِهَا، وَاغْتِنَامُ بَرَكَتِهَا، وَلَا تَسْمَعْ أَكَاذِيبَ الرَّافِضَةِ الْمُبْطِلِينَ، الضَّالِّينَ، الْمُضِلِّينَ.

''اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کی خبر نہ ہوئی، آپ نے سیدہ کا نماز جنازہ نہیں پڑھا اور نہ جنازے میں حاضر ہوئے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کے لائق اور شایان شان یہی ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور ان کی برکت سے مستفید ہوئے تھے۔ روافض کی بہتان بازیوں پر مت جائیے، کہ وہ تو باطل پرست، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 569/3)

❁❁❁❁❁❁❁

چار سے زائد نکاح

ایک مسلمان بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار آزاد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ چار سے زائد رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : 3)

''جو عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) علامہ ابن قصار سے نقل کرتے ہیں:

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عقد میں بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھے۔ ہمارے مطابق اس پر اجماع ہے۔ بعض لوگ، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، کہتے ہیں: بیک وقت نو بیویاں رکھی جا سکتی ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کے مطابق اس عدد کو جمع کرنا جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وفات پائی، تو آپ کی نو بیویاں تھیں۔ ہمارے لیے نبی کریم ﷺ اُسوہ حسنہ ہیں۔ جماعت حقہ کی دلیل یہ ہے کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ میں تینوں عددوں میں تخییر مراد ہے، نہ کہ ان کو جمع کرنا...... اگر اس

سے نو کا عدد مراد ہوتا، تو ایک مختصر لفظ (نو) سے عدول اختیار نہ کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرما دیتا: ''نو عورتوں سے نکاح کرلو۔'' جبکہ عرب نو کا عدد چھوڑ کر ''دو، تین اور چار'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔ لہٰذا فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کا پوشیدہ معنی یہ ہے کہ دو دو، تین تین، چار چار۔ اس سے تخییر مراد ہے۔ جیسا کہ اس فرمان باری تعالیٰ میں (تخییر مراد) ہے: ﴿أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ ''دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے (فرشتے)۔'' رہا ان کا یہ قول کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت نو بیویاں تھیں اور ہمیں آپ ﷺ کے نقشہ قدم پر چلنا چاہیے، تو ہم کہتے ہیں کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔''

(شرح صحيح البخاري: 190/7)

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''جان لیجئے کہ دو، تین اور چار کے عدد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نو بیویاں رکھنا جائز ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے، یہ لوگ کتاب وسنت کے فہم سے دور ہیں اور اسلاف امت کے منہج سے منحرف ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، ساتھ یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیک وقت نو بیویوں کو اپنے عقد میں جمع فرمایا ہے۔ جہالت پر مبنی یہ موقف روافض اور بعض اہل ظاہر کا ہے، انہوں نے ''مثنیٰ'' کے لفظ کو ''اثنین'' بنا دیا ہے، اسی طرح ''ثلاث'' اور ''رباع'' کو بھی۔ بعض اہل ظاہر نے تو اس سے بھی قبیح

حرکت کی ہے، انہوں نے اٹھارہ بیویوں کا جواز پیش کر دیا ہے،ان کا استدلال یہ ہے کہ ان الفاظ کا معنی تکرار کا ہے اور''واؤ'' جمع کے لیے ہے، انہوں نے ''مثنیٰ'' کا معنی ''دو دو'' کیا، اسی طرح ''ثلاث'' اور ''رباع'' کا معنی بھی۔ یہ سب لغت اور سنت سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ کیونکہ کسی بھی صحابی اور تابعی سے منقول نہیں کہ اس نے بیک وقت عقد میں چار سے زائد بیویاں رکھی ہوں۔......رہا نبی کریم ﷺ کے لیے (نو بیویوں کا) جواز،تو وہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے،جیسا کہ سورت احزاب میں اس پر بیان ہوگا۔اب رہا ان کا کہنا کہ یہاں''واؤ'' جمع کے لیے ہے،تو اگرچہ یہ بھی مستعمل ہے،مگر اللہ تعالیٰ نے عرب کو فصیح ترین لغت کے ساتھ خطاب کیا ہے،عرب ''تسعہ'' کا لفظ ترک کر کے''اثنین، ثلاثہ واربعہ'' (دو، تین اور چار) نہیں کہتے۔اسی طرح اہل عرب اس شخص سے قباحت کا اظہار کرتے ہیں، جو اٹھارا کا لفظ بولنے کی بجائے کہتا ہے: فلاں کو چار، چھ اور آٹھ (درہم) دیجیے۔

دراصل یہاں''واؤ'' بدل کے لیے ہے۔یعنی دو کی بجائے تین سے نکاح کر لو،تین کی بجائے چار سے نکاح کرلو۔اسی لیے''واؤ'' کے ساتھ عطف ڈالا، نہ کہ ''اَوْ'' کے ساتھ۔''

(تفسیر القُرطبي: 17/5)

✿ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفْ فِي أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ زَوَاجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ أَحَدٌ

مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، وَخَالَفَ فِي ذٰلِكَ قَوْمٌ مِنَ الرَّوَافِضِ .

''مسلمانوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ (بیک وقت) چار سے زائد نکاح کرنا جائز نہیں۔ روافض کی ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے۔''

(المُحلّٰى : 7/9)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَّنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

''امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔''

(شرح السّنة : 61/9)

۞ علامہ ابن بزیزہ رحمہ اللہ (٦٧٣ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الزِّيَادَةَ عَلٰى نِكَاحِ أَرْبَعِ زَوْجَاتٍ مُحَرَّمٌ، وَلَمْ يُخَالِفْ فِي ذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَّا مَنْ لَّا يُعْتَدُّ بِهٖ، وَهٰذَا حُكْمُ جَمِيعِ الْأُمَّةِ، وَأَمَّا النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَخْصُوصٌ بِذٰلِكَ إِجْمَاعًا .

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ (بیک وقت) چار سے زائد بیویاں رکھنا حرام ہے، قابل اعتماد علما میں سے کسی نے بھی اس میں مخالفت نہیں کی، یہ حرمت تمام اُمت کے لیے ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ اس حکم سے بالا جماع مستثنیٰ ہیں۔''

(رَوضَة المُسْتَبِين :794/1)

❁ علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰی تَحْرِيمِ مَا زَادَ عَلَى الرَّابِعَةِ .

''اس پر اجماع ہے کہ (بیک وقت) چار سے زائد بیویاں رکھنا حرام ہے۔''

(تفسير ابن جزي : 178/1)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

اس پر اہل علم کا اجماع ہے (کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے)۔''

(تفسير ابن كثير : 209/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ قَاطِبَةً عَلٰى أَنَّ الزِّيَادَةَ عَلٰى أَرْبَعٍ كَانَ مِنْ خَصَائِصِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عِبْرَةَ بِمُخَالَفَةِ الشِّيعَةِ فِي ذٰلِكَ .

''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ (بیک وقت) چار سے زائد بیویاں رکھنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے، اس حوالہ سے شیعہ کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(تُحفة الطّالب، ص 104)

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

أَتٰى بَعْضُ مَنْ نُسِبَ إِلَى الْفِرَقِ مِمَّنْ حَرَّفَ التَّأْوِيلَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَأَجَازَ نِكَاحَ أَكْثَرِ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ، إِمَّا اقْتِدَاءً فِي

زَعْمِهٖ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أُحِلَّ لَهٗ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ أَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَهُنَّ، وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلٰى إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ ذٰلِكَ خَاصٌّ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِمَّا تَحْرِيفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (النّساء : ٣) فَأَجَازَ الْجَمْعَ بَيْنَ تِسْعِ نِسْوَةٍ، ذٰلِكَ، وَلَمْ يَفْهَمِ الْمُرَادَ مِنَ الرَّاوِي وَلَا مِنْ قَوْلِهٖ : ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (النّساء : ٣) فَأَتٰى بِبِدْعَةٍ أَجْرَاهَا فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَا دَلِيلَ عَلَيْهَا وَلَا مُسْتَنَدَ فِيهَا .

’’کلام الٰہی کی تحریف کرنے والے فرقے کی طرف منسوب ایک شخص نے جسارت کی اور (بیک وقت) چار سے زائد عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دے دیا، اپنے تئیں اس نے یہ دعویٰ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے کیا، کہ آپ ﷺ کے لیے چار سے زائد عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز تھا اور اس طرف التفات بھی نہ کیا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے۔ یا اس نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(النّساء : ٣) ’’جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔‘‘ کی تحریف کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے اور نو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو جائز

قرار دے دیا۔ اس شخص نے نہ تو راوی (کی حدیث) کی مراد کو سمجھا اور نہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(النّساء : ٣) ''دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔'' کا مفہوم سمجھا اور ایک ایسی بدعت نکال کر اُمت میں جاری کر دی، جس کی کوئی دلیل یا مستند نہیں۔''

(الاعتصام: 525/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَادَةَ عَلٰى أَرْبَعِ نِسْوَةٍ يَجْمَعُ بَيْنَهُنَّ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زائد بیویوں کو (ایک نکاح میں) جمع کیا۔''

(فتح الباري: 114/9)

❁ علامہ احمد بن غانم ازہری رحمہ اللہ (١١٢٦ھ) فرماتے ہیں:

تَحْرُمُ الزِّيَادَةُ عَلَى الْأَرْبَعِ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ (بیک وقت) چار سے زائد نکاح حرام ہیں۔''

(الفَواكه الدّواني: 21/2)

اسلام نے چار سے زائد بیویاں رکھنے کی بالکل اجازت نہیں دی، اس لیے جو کافر مسلمان ہو جائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں، تو ان میں سے جو چار اسے زیادہ پسند ہوں، انہیں رکھ لے، باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ، وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمْسِكَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا .

''سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لیں۔''

(سنن الدّارقطني : 271/3، المُعجم الأوسط للطّبراني : 1680، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 183/7، أخبار أصفهان لأبي نُعَيم الأصبهاني :295/1)

اس روایت میں کلام ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

امامت، نبوت سے فائق؟

نبوت لازوال اعزاز ہے، نبوت وہبی ہوتی ہے، کسبی نہیں۔ نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی معنی میں نبوت باقی نہیں۔

نبی تبلیغ رسالت میں معصوم ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اس کا نطق بالوحی ہوتا ہے۔ وہ خواہشات سے نہیں بولتا۔ یہ اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔

روافض منحرف ہیں۔ وہ امامت کو نبوت سے فائق منصب سمجھتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور اجماع میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔

روافض کا عقیدہ:

❀ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ الْإِمَامِيَّةَ اتَّفَقُوا عَلٰى عِصْمَةِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الذُّنُوبِ صَغِيرِهَا وَكَبِيرِهَا، فَلَا يَقَعُ مِنْهُمْ ذَنْبٌ أَصْلًا، لَا عَمْدًا وَّلَا نِسْيَانًا، وَّلَا لِخَطَأٍ فِي التَّأْوِيلِ، وَلَا لِلْإِسْهَاءِ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ.

''جان لو کہ امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ ائمہ علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ وہ بالکل بھی گناہ نہیں کرتے، نہ جان بوجھ کر، نہ بھول کر۔ انہیں (کسی آیت کی) تفسیر میں خطا نہیں ہوتی اور نہ اللہ تعالیٰ کوئی بات ان

کے ذہن سے نکالتا ہے۔''

(بحار الأنوار: 209/25)

❀ مشہور شیعہ نعمۃ اللہ الجزائری (۱۱۱۲ھ) نے لکھا ہے:

اَلْإِمَامَةُ الْعَامَّةُ الَّتِي هِيَ فَوْقَ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ .

''امامت عامہ کا درجہ نبوت اور رسالت سے فائق ہے۔''

(زهر الرّبيع، ص 12)

❀ نیز لکھا ہے:

هٰذَا مَذْهَبُ أَكْثَرِ مُتَأَخِّرِي الْإِمَامِيَّةِ، وَهُوَ الصَّوَابُ .

''امامیہ میں اکثر متاخرین کا یہی مذہب ہے اور یہی درست ہے۔''

(الأنوار النّعمانية :20/1)

❀ خمینی کا بھی یہی مذہب تھا۔

(الحكومة الإسلامية، ص 52)

❀ شیخ مفید نے لکھا ہے:

إِنَّ الْإِمَامَةَ تُوْجِبُ لِصَاحِبِهَا عِنْدَ الْإِثْنَيْ عَشْرِيَّةَ الْعِصْمَةَ، وَالنَّصَّ، وَالْمُعْجِزَةَ .

''اثنا عشریہ کے ہاں امام کو عصمت حاصل ہوتی ہے، وہ نص کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے معجزے صادر ہوتے ہیں۔''

(العُيون : 127/2)

❀ ابن بابویہ قمی شیعہ نے کہا ہے:

مَنْ جَحَدَ إِمَامَةَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْأَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهِ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَنْ جَحَدَ نُبُوَّةَ الْأَنْبِيَاءِ .

''جو امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) یا بعد والے ائمہ میں سے کسی کی امامت کا انکار کرتا ہے، اس کا وہی حکم ہے، جو انبیا کی نبوت کا انکار کرنے والے کا ہے۔''

(الاعتقادات، ص 111، بِحار الأنوار: 27/62)

اس موضوع پر شیعہ علما نے کتابیں تالیف کی ہیں، ان میں سے تَفْضِيلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى مَنْ عَدَا خَاتَمِ النَّبِيِّينَ لِمُحَمَّد بَاقِر الْمَجْلِسِيّ (۱۱۱۱ھ) تَفْضِيلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَمَّد النَّقْوِيِّ اللَّكْنَوِيِّ (۱۲۸۴ھ) وغیرہما۔

اہل سنت کے دلائل:

اہل سنت والجماعت اپنے عقیدہ پر دلائل رکھتے ہیں، ملاحظہ ہوں؛

قرآن سے استدلال:

❀ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے:

﴿فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا﴾ (الشّعراء: ٢١)

''میرے رب نے مجھے علم نبوت عطا کیا۔''

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبوت اور علم نبوت وہبی ہوتا ہے، کسبی نہیں۔ کسبی نبوت کا اسلام میں وجود تو کجا تصور تک نہیں ہے، بلکہ پہلی شریعتوں میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النّساء : ٥٩)

”اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اسی طرح اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اولی الامر کی اطاعت کو اپنی اور رسول کی اطاعت کے تابع کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مستقل بالذات ہے۔ اولی الامر کی اطاعت مستقل بالذات نہیں۔ اگر امامت کا منصب نبوت سے فائق ہوتا، تو اس کی اطاعت کا بھی ذکر کیا جاتا۔

حدیث سے استدلال:

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! سب سے سخت مصائب کن پر آتی ہیں؟ فرمایا:

اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ .

”سب سے زیادہ مصائب انبیائے کرام کو آئیں، پھر ان سے کم فضیلت والوں کو، پھر ان سے کم فضیلت والوں کو۔“

(سنن التّرمذي : 2398، سنن ابن ماجه : 4023، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (٨٥٥ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا قَالَ أَوَّلًا : ثُمَّ الْأَمْثَلُ بِلَفْظِ ثُمَّ، وَقَالَ ثَانِيًا : فَالْأَمْثَلُ، بِالْفَاءِ

لِلْإِعْلَامِ بِالْبُعْدِ وَالتَّرَاخِي فِي الْمَرْتَبَةِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ.

''نبی ﷺ نے پہلی بار ''ثم الامثل'' کہا، یعنی ''ثم'' کے ساتھ۔ اور دوسری مرتبہ ''فالامثل'' کہا۔ یعنی ''ف'' کے ساتھ۔ اس سے نبی کریم ﷺ بتانا چاہتے ہیں کہ انبیا اور غیر انبیا کے مراتب میں بہت زیادہ فرق ہے۔''

(عمدة القاري : 212/21)

اجماع امت:

❀ علامہ ابوالحسن علی بن یحییٰ زندویستی رحمہ اللہ (۳۸۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتْ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَفْضَلُ الْخَلِيقَةِ وَأَنَّ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلُهُمْ.

''امت کا اجماع ہے کہ مخلوق میں سب سے افضل انبیائے کرام ہیں اور ہمارے نبی (محمد ﷺ) انبیا میں سب سے افضل ہیں۔''

(البحر الرّائق لابن نُجيم : 353/1، حاشية الطّحطاوي : 184/1، فتاویٰ شامی : 527/1)

❀ علامہ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَصْحَابُنَا مَعَ أَكْثَرِ الْأُمَّةِ عَلٰى أَنَّ كُلَّ نَبِيٍّ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ وَلِيٍّ لَيْسَ بِنَبِيٍّ، وَزَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ الرَّوَافِضِ أَنَّ الْأَئِمَّةَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ.

''اکثر امت کے ساتھ ساتھ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ہر نبی، ہر غیر نبی

ولی سے افضل ہے، جبکہ غالی روافض کا خیال ہے کہ (ان کے) ائمہ، انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔"

(أُصول الدِّين، ص 298)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

نَقْطَعُ بِتَكْفِيرِ غُلَاةِ الرَّافِضَةِ فِي قَوْلِهِمْ : إِنَّ الْأَئِمَّةَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

"ہم قطعی طور پر ان غالی روافض کی تکفیر کرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ (ان کے بارہ) ائمہ، انبیائے کرام سے افضل ہیں۔"

(الشِّفا بتعريف حقوق المصطفٰی، ص 290)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَفْضَلُ الْخَلْقِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

"مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔"

(مِنهاج السُّنّة : 417/2)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النُّبُوَّةَ أَعْلٰى رُتْبَةً بِلَا خِلَافٍ .

"بلاشبہ نبوت سب سے اعلیٰ منصب ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔"

(تفسير ابن كثير :222/1)

❁ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾، وَفِي الصَّحِيحَيْنِ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَالْإِجْمَاعُ عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَمْ يُخَالِفْ مِنْهُ إِلَّا فِرْقَةٌ مِّنَ الْفَلَاسِفَةِ زَعَمُوا أَنَّ النُّبُوَّةَ مُكْتَسَبَةٌ، وَفِي هٰذَا الْقَوْلِ مِنَ الشَّنَاعَةِ وَالْخُرُوجِ مِنَ الْمِلَّةِ مَا يُكَفِّرُ قَائِلَهٗ.

''فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' اور اجماع امت اسی پر دلالت کناں ہے۔ اس پر کوئی دوسری رائے نہیں، فلاسفہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبوت کسبی ہوتی ہے، ان کی یہ بات بدبختی اور ملت محمدیہ ﷺ سے خروج یعنی کفر پر جا ٹھہرتی ہے۔''

(تشنيف المَسامع بجمع الجَوامع : 764/4)

❁ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ ذَهَبَ إِلٰى أَنَّ النُّبُوَّةَ مُكْتَسَبَةٌ لَّا تَنْقَطِعُ، أَوْ إِلٰى أَنَّ الْوَلِيَّ أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ، فَهُوَ زِنْدِيقٌ يَّجِبُ قَتْلُهٗ، وَقَدِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ نَاسٌ، فَقَتَلَهُمُ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَكَانَ فِي عَصْرِنَا شَخْصٌ مِّنَ الْفُقَرَاءِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بِمَدِينَةِ مَالِقَةَ، فَقَتَلَهُ السُّلْطَانُ بْنُ الْأَحْمَرِ، مَلِكُ الْأَنْدَلُسِ بِغَرْنَاطَةَ، وَصُلِبَ إِلٰى أَنْ تَنَاثَرَ لَحْمُهٗ.

''جو یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسبی ہے، منقطع نہیں ہوتی، یا سمجھتے ہیں کہ ولی نبی سے

افضل ہوتا ہے، وہ زندیق ہیں، انہیں قتل کرنا واجب ہے۔ جب بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں مالقہ نامی شہر کے ایک فقیر نے نبوت کا دعوی کیا، تو اندلس کے بادشاہ سلطان بن احمر نے اسے غرناطہ میں قتل کروا دیا اور اسے پھانسی دے دی، یہاں تک کہ اس کا گوشت بکھر گیا۔''

(البحر المُحیط: 8/485)

❀❀❀❀❀❀❀

تقیہ

(قسط اول)

تقیہ شیعہ مذہب کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔شیعہ تقیہ کو ضروریات دین کا درجہ دیتے ہیں۔ان کے نزدیک تقیہ نہ کرنے والا تارک نماز کی مانند ہے۔تقیہ کے ذریعہ یہ لوگ اپنے باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ نفاق کی بری صورت ہے۔

❁ جعفر صادق رحمہ اللہ (۱۴۸ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے:

إِنَّ تِسْعَةَ أَعْشَارِ الدِّينِ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَّا تَقِيَّةَ لَهُ.

''دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے،جس نے تقیہ نہیں کیا،اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔''(أصول الكافي للكُلَيْني : 2/217)

شیعہ اُصول حدیث کے مطابق یہ قول صحیح ہے۔

❁ شیعہ عالم،ابن بابویہ قمی (۳۸۱ھ) نے لکھا ہے:

اَلتَّقِيَّةُ وَاجِبَةٌ لَا يَجُوزُ رَفْعُهَا إِلٰى أَنْ يَّخْرُجَ الْقَائِمُ، فَمَنْ تَرَكَهَا قَبْلَ خُرُوجِهٖ فَقَدْ خَرَجَ عَنْ دِينِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعَنْ دِينِ الْإِمَامِيَّةِ وَخَالَفَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالْأَئِمَّةَ.

''تقیہ واجب ہے، جب تک قائم (شیعہ کا آخری امام) کا خروج نہیں ہوتا، تقیہ کو ترک کرنا جائز نہیں۔جس نے امام کے خروج سے پہلے تقیہ کو ترک کیا، وہ

اللہ کے دین اور مذہب امامیہ سے خارج ہوگیا اور اس نے اللہ، اس کے رسول اور ائمہ (معصومین) کی مخالفت کی۔"

(الاعتقادات، ص 114)

❀ نیز لکھا ہے:

اِعْتِقَادُنَا فِي التَّقِيَّةِ أَنَّهَا وَاجِبَةٌ، مَنْ تَرَكَهَا بِمَنْزِلَةِ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ.

"تقیہ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ واجب ہے، اسے چھوڑنا، نماز چھوڑنے کے مترادف ہے۔" (الاعتقادات، ص 114)

❀ شیعہ کتب میں علی بن موسیٰ رضا رحمہ اللہ (۲۰۳ھ) سے منسوب کیا گیا ہے:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَّا تَقِيَّةَ لَهٗ، وَإِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَعْمَلُكُمْ بِالتَّقِيَّةِ، فَقِيلَ لَهٗ: يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى مَتٰى؟ قَالَ: إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ وَهُوَ يَوْمُ خُرُوجِ قَائِمِنَا، فَمَنْ تَرَكَ التَّقِيَّةَ قَبْلَ خُرُوجِ قَائِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا.

"جس نے تقیہ نہیں کیا، اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو سب سے زیادہ تقیہ پر عمل کرتا ہو۔ پوچھا گیا: اے خانوادۂ رسول! یہ حکم کب تک ہے؟ فرمایا: وقت معلوم یعنی ہمارے امام قائم کے خروج تک۔ جس نے ہمارے امام قائم کے خروج سے پہلے اسے ترک کر دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔"

(إکمال الدّین لابن بابویه، ص 355، بِحار الأنوار للمَجلسي: 75/412)

شیعہ دار الاسلام کو ''دار التقیہ'' قرار دیتے ہیں، دار الاسلام کو ''دولۃ الباطل'' (باطل مملکت) اور ''دولۃ الظالمین'' (ظالموں کی مملکت) کہتے ہیں۔

۞ علمائے شیعہ کہتے ہیں:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَتَكَلَّمُ فِي دَوْلَةِ الْبَاطِلِ إِلَّا بِالتَّقِيَّةِ .

''جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ باطل مملکت (اسلامی مملکت) میں تقیہ کے بغیر کلام نہ کرے۔''

(جامع الأخبار، ص 110، بحار الأنوار: 411/75)

۞ نیز کہتے ہیں:

اَلتَّقِيَّةُ فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ عَلَيْنَا فِي دَوْلَةِ الظَّالِمِينَ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ خَالَفَ دِينَ الْإِمَامِيَّةِ وَفَارَقَهُ .

''ظالموں کی مملکت میں ہم (شیعہ) پر تقیہ کرنا فرض و واجب ہے۔ جس نے اسے ترک کیا، اس نے مذہب امامیہ کی مخالفت کی اور اس سے خارج ہو گیا۔''

(جامع الأخبار، ص 110، بحار الأنوار: 412/75)

۞ مزید کہتے ہیں:

مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْمُنَافِقِينَ بِتَقِيَّةٍ كَانَ كَمَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْأَئِمَّةِ .

''جس (شیعہ) نے تقیہ کرتے ہوئے منافقین (یعنی اہل سنت) کی اقتدا میں نماز پڑھی، تو گویا اس نے ائمہ (معصومین) کی اقتدا میں نماز ادا کی۔''

(جامع الأخبار، ص 110، بحار الأنوار : 412/75)

❀ رئیس مذہب شیعہ، شیخ امامیہ، جعفر نجفی (۱۲۲۷ھ) نے لکھا ہے:

اَلتَّقِيَّةُ إِذَا وَجَبَتْ فَمَتٰى أَتٰى بِالْعِبَادَةِ عَلٰى خِلَافِهَا بَطَلَتْ، وَقَدْ وَرَدَ فِيهَا الْحَثُّ الْعَظِيمُ، وَأَنَّهَا مِنْ دِينِ آلِ مُحَمَّدٍ، وَمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ لَا إِيْمَانَ لَهٗ.

''چونکہ تقیہ واجب ہے، اس لیے جو (شیعہ) اس اُصول کے برخلاف عبادت کرے گا، اس کی عبادت باطل ہوگی۔ تقیہ کے بارے میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے، منقول ہے کہ یہ آل محمد کا دین ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ جس نے تقیہ نہیں کیا، اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(کشف الغطاء، ص 61)

شیعہ مذہب میں عورت جائیداد میں وارث نہیں بن سکتی۔ جب ان کے ائمہ سے اس کے برعکس روایت آئی، تو شیخ الطائفہ، طوسی (۴۶۰ھ) نے اس روایت کے متعلق لکھا:

نَحْمِلُهٗ عَلَى التَّقِيَّةِ، لِأَنَّ جَمِيعَ مَنْ خَالَفَنَا يُخَالِفُ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ، وَلَيْسَ يُوَافِقُنَا عَلَيْهَا أَحَدٌ مِّنَ الْعَامَّةِ، وَمَا يَجْرِي هٰذَا الْمَجْرٰى يَجُوزُ التَّقِيَّةُ فِيهِ.

''ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ ہمارے تمام مخالفین (اہل سنت) اس مسئلہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، کوئی بھی ہماری موافقت نہیں کرتا۔ اس جیسی صورت حال میں تقیہ جائز ہے۔''

(الاستبصار : 155/4)

شیعہ مذہب میں متعہ جائز ہے۔ جب ان کے ائمہ سے اس کی حرمت کے متعلق روایات آئیں، تو شیعہ عالم، الحر عاملی (۱۱۰۴ھ) نے لکھا:

أَقُولُ : حَمَلَهُ الشَّيْخُ وَغَيْرُهُ عَلَى التَّقِيَّةِ يَعْنِي فِي الرِّوَايَةِ، لِأَنَّ إِبَاحَةَ الْمُتْعَةِ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ مَذْهَبِ الْإِمَامِيَّةِ .

''میں کہتا ہوں: شیخ طوسی وغیرہ نے اسے تقیہ پر محمول کیا ہے، کیونکہ متعہ کا جواز مذہب امامیہ کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔''

(وسائل الشّیعة : 441/7)

شیعہ مذہب کی حقیقت تقیہ ہے۔ یہ اس حقیقت کو اختیار کرتے ہوئے اپنے کفریہ عقائد واعمال کو چھپاتے ہیں اور خود کو امت مسلمہ ظاہر کرتے ہیں۔ شیعہ قرآن کریم کے بارے میں بالاتفاق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں نقص واقع ہوگیا ہے۔ جب شیعہ سے پوچھا جائے، تو تقیہ کرتے ہوئے فوراً قرآن کو غیر محرف بتاتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کی کتب میں موجود احادیث کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب ان سے پوچھا جائے، تو تقیہ کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ، خصوصاً اصحاب ثلاثہ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کو مرتد کافر اور غاصب سمجھتے ہیں، لیکن تقیہ کی وجہ سے برملا اس کا اظہار نہیں کرتے۔ شیعہ اپنے ائمہ معصومین کو نبی کریم ﷺ کے علاوہ باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر فائق سمجھتے ہیں، لیکن تقیہ کرتے ہوئے سر عام اس کا اظہار نہیں کرتے۔

چونکہ کفریہ اعتقادات میں شیعہ تقیہ کرتے ہیں اور اہل سنت کے موافق عقیدے کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے عوام ان کے متعلق بہتر رائے رکھتی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلٰى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾(البقرة : ١٤)

''(منافقین) جب اہل ایمان سے ملتے ہیں، تو خود کو مؤمن بتاتے ہیں اور جب اپنے سرکش سرداروں کے پاس جاتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، (اہل ایمان سے تو) ہم ٹھٹھہ کرتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ تقیہ منافقوں کا دین ہے۔ روافض منافقین کے دین پر ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾(المائدة : ٦٧)

''اے رسول! جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، اس کی تبلیغ کر دیں، اگر ایسا نہ کیا، تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہ کی۔''

❀ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِ الرَّوَافِضِ، أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ كَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا أُمِرَ بِهِ وَأُوحِيَ إِلَيْهِ، وَكَانَ بِالنَّاسِ حَاجَةٌ إِلَيْهِ .

''اس آیت میں روافض کے اس قول کا رد و بطلان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ احکامات اور وحی کو چھپا لیا تھا، جبکہ لوگوں کو اس حکم اور وحی کی حاجت بھی تھی۔''

(أحکام القرآن : 85/3)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّتِ الْآيَةُ عَلٰى رَدِّ قَوْلِ مَنْ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الدِّينِ تَقِيَّةً، وَعَلٰى بُطْلَانِهِ، وَهُمُ الرَّافِضَةُ .

''اس آیت میں ان روافض کا رد اور بطلان ہے، جو کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اُمور دین میں سے کچھ کو تقیہ کرتے ہوئے چھپا لیا تھا۔''

(تفسير القرطبي : 242/6)

اس آیت کی مخالفت میں شیعہ انبیا کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ تقیہ کرتے ہوئے کلمہ کفر کا اظہار کر سکتے ہیں۔

علامہ طوفی صرصری رحمہ اللہ (۷۱۶ھ) فرماتے ہیں:

حُجَّةُ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى إِنْكَارِهَا؛ هُوَ أَنَّ التَّقِيَّةَ نِفَاقٌ، وَالنِّفَاقُ حَرَامٌ، فَالتَّقِيَّةُ حَرَامٌ ...... وَالتَّقِيَّةُ هِيَ إِظْهَارُ الْإِنْسَانِ خِلَافَ مَا يُبْطِنُهُ خِيفَةً عَلٰى نَفْسِهٖ وَهٰذَا هُوَ حَدُّ النِّفَاقِ بِعَيْنِهٖ، وَأَمَّا أَنَّ النِّفَاقَ حَرَامٌ فَلِوُرُودِ الشَّرْعِ بِذَمِّ الْمُنَافِقِينَ عَلَيْهِ، وَلَا يَذُمُّهُمْ إِلَّا عَلٰى حَرَامٍ، وَالْإِجْمَاعُ يُثْبِتُ أَنَّ التَّقِيَّةَ حَرَامٌ .

''اہل سنت والجماعت کا تقیہ کو ناجائز کہنے کی دلیل یہ ہے کہ تقیہ نفاق ہے اور نفاق حرام ہے، لہٰذا تقیہ بھی حرام ہے۔......تقیہ کی تعریف یہ ہے کہ جان کے خوف سے انسان کا اپنے باطن کے خلاف چیز کو ظاہر کرنا، نفاق کی بھی بالکل یہی تعریف ہے۔ نفاق حرام ہے، کیونکہ شریعت میں منافقین کی نفاق کی وجہ

سے مذمت کی گئی ہے اور شریعت حرام کام پر ہی مذمت کرتی ہے۔ اسی طرح اجماع سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقیہ حرام ہے۔“

(التّعيين لشرح الأربعين، ص 324)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجَازَتِ الرَّوَافِضُ عَلَيْهِمْ إِظْهَارَ كَلِمَةِ الْكُفْرِ تَقِيَّةً .

”روافض کے ہاں انبیائے کرام علیہم السلام تقیہ کرتے ہوئے کلمہ کفر کہہ سکتے ہیں۔“

(الإعلام بفوائد عمدة الأحكام : 255/3)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلنِّفَاقُ وَالزَّنْدَقَةُ فِي الرَّافِضَةِ أَكْثَرُ مِنْهُ فِي سَائِرِ الطَّوَائِفِ، بَلْ لَا بُدَّ لِكُلٍّ مِنْهُمْ مِنْ شُعْبَةِ نِفَاقٍ، فَإِنَّ أَسَاسَ النِّفَاقِ الَّذِي بُنِيَ عَلَيْهِ الْكَذِبُ، وَأَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ، كَمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْمُنَافِقِينَ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، وَالرَّافِضَةُ تَجْعَلُ هٰذَا مِنْ أُصُولِ دِينِهَا وَتُسَمِّيهِ التَّقِيَّةَ ...... وَقَدْ نَزَّهَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَغَيْرِهِمْ عَنْ ذٰلِكَ، بَلْ كَانُوا مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ صِدْقًا وَتَحْقِيقًا لِلْإِيمَانِ، وَكَانَ دِينُهُمُ التَّقْوٰى لَا التَّقِيَّةَ، وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾(آلُ عِمْرَانَ : ٢٨) إِنَّمَا هُوَ الْأَمْرُ بِالِاتِّقَاءِ مِنَ الْكُفَّارِ، لَا الْأَمْرُ بِالنِّفَاقِ وَالْكَذِبِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ أَبَاحَ لِمَنْ أُكْرِهَ عَلٰى كَلِمَةِ الْكُفْرِ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهَا إِذَا كَانَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ، لٰكِنْ لَمْ يُكْرِهْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ، حَتّٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، لَمْ يُكْرِهْ أَحَدًا لَا مِنْهُمْ وَلَا مِنْ غَيْرِهِمْ عَلٰى مُبَايَعَتِهٖ، فَضْلًا أَنْ يُكْرِهَهُمْ عَلٰى مَدْحِهٖ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، بَلْ كَانَ عَلِيٌّ وَغَيْرُهٗ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ يُظْهِرُونَ ذِكْرَ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ وَالثَّنَاءَ عَلَيْهِمْ وَالتَّرَحُّمَ عَلَيْهِمْ وَالدُّعَاءَ لَهُمْ، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يُكْرِهُهُمْ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْهُ بِاتِّفَاقِ النَّاسِ، وَقَدْ كَانَ فِي زَمَنِ بَنِي أُمَيَّةَ وَبَنِي الْعَبَّاسِ خَلْقٌ عَظِيمٌ دُونَ عَلِيٍّ وَغَيْرِهٖ فِي الْإِيمَانِ وَالتَّقْوٰى يَكْرَهُونَ مِنْهُمْ أَشْيَاءَ وَلَا يَمْدَحُونَهُمْ وَلَا يُثْنُونَ عَلَيْهِمْ وَلَا يُقَرِّبُونَهُمْ، وَمَعَ هٰذَا لَمْ يَكُنْ هٰؤُلَاءِ يَخَافُونَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ أُولٰئِكَ يُكْرِهُونَهُمْ، مَعَ أَنَّ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِينَ كَانُوا بِاتِّفَاقِ الْخَلْقِ أَبْعَدَ عَنْ قَهْرِ النَّاسِ وَعُقُوبَتِهِمْ عَلٰى طَاعَتِهِمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ، فَإِذَا لَمْ يَكُنِ النَّاسُ مَعَ هٰؤُلَاءِ مُكْرَهِينَ

عَلٰى أَنْ يَقُولُوا بِأَلْسِنَتِهِمْ خِلَافَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ، فَكَيْفَ يَكُونُونَ مُكْرَهِينَ مَعَ الْخُلَفَاءِ عَلٰى ذٰلِكَ بَلْ عَلَى الْكَذِبِ وَشَهَادَةِ الزُّورِ وَإِظْهَارِ الْكُفْرِ كَمَا تَقُولُهُ الرَّافِضَةُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُكْرِهَهُمْ أَحَدٌ عَلٰى ذٰلِكَ؟ فَعُلِمَ أَنَّ مَا تَتَظَاهَرُ بِهِ الرَّافِضَةُ، هُوَ مِنْ بَابِ الْكَذِبِ وَالنِّفَاقِ، وَأَنْ يَقُولُوا بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، لَا مِنْ بَابِ مَا يُكْرَهُ الْمُؤْمِنُ عَلَيْهِ مِنَ التَّكَلُّمِ بِالْكُفْرِ.

''روافض میں نفاق اور زندیقیت باقی تمام (باطل) فرقوں سے زیادہ ہے۔ بلکہ ہر رافضی میں نفاق کا ایک شعبہ ضرور پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نفاق کی اساس وبنیاد جھوٹ ہے اور زبان سے ایسی بات کرنا ہے، جو دل میں نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ زبان سے ایسی بات کرتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہوتی۔ روافض اسے اپنے دین کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اس کا نام ''تقیہ'' رکھتے ہیں۔...... اللہ تعالیٰ نے اہل بیت اور دوسرے مومنوں کو اس سے بچائے رکھا، بلکہ وہ تو سب سے زیادہ سچے اور حقیقی ایمان والے لوگ تھے۔ ان کے دین کی بنیاد تقویٰ پر تھی، نہ کہ تقیہ پر۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ (آلُ عِمْرَانَ : ٢٨) ''مومنوں کو چاہیے کہ وہ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں

کو اپنا دوست مت بنائیں۔ جس نے ایسا کیا، تو اسے اللہ تعالیٰ کی حمایت نہیں، الا یہ کہ کفار سے بچاؤ مقصود ہو۔'' میں کفار سے بچاؤ کا حکم دیا گیا، نہ کہ نفاق اور جھوٹ کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے کلمہ کفر بولنا مباح کیا ہے، جس کو کفریہ کلمہ بولنے پر مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ لیکن اہل بیت کے کسی فرد کو مجبور نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت یا کسی اور کو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا، چہ جائیکہ انہیں اپنی مدح وثنا پر مجبور کیا ہو۔ بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت صحابہ کرام کے فضائل کا اظہار کرتے تھے، ان کی تعریف وستائش کرتے تھے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے تھے۔ کسی صحابی نے انہیں کسی کام پر مجبور نہیں کیا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں ایسے بہت سے افراد موجود تھے، جو ایمان وتقویٰ میں سیدنا علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کم تر تھے۔ وہ ان حکمرانوں کے کئی اقدامات کو ناپسند کرتے تھے، وہ ان کی مدح وثنا نہیں کرتے تھے، نہ انہیں اپنے قریب کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہ لوگ ان سے خوف نہیں کھاتے تھے اور نہ وہ حکمران انہیں مجبور کرتے تھے۔ جبکہ سب کا اتفاق ہے کہ خلفائے راشدین کے متعلق یہ کہنا بہت بعید ہے کہ وہ لوگوں کو مجبور کرتے ہوں اور اطاعت (نہ کرنے پر) سزا دیتے ہوں۔ جب (اُموی اور عباسی) حکمرانوں کے دور میں لوگوں کو مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ ایسی بات کہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہے۔ تو خلفائے راشدین کے دور کے لوگوں کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں ایسی باتیں، بلکہ جھوٹ کہنے،

جھوٹی گواہی دینے اور کفر کا اظہار کرنے پر مجبور کر دیا گیا، جیسا کہ روافض کہتے ہیں، حالانکہ انہیں کسی نے مجبور نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ جس (تقیہ) کی بنیاد پر روافض (جھوٹا) اظہار کرتے ہیں، اس کی بنیاد جھوٹ، نفاق اور زبان سے ایسی بات کہنا ہے، جو دل میں نہ ہو۔ یہ مومن کو کلمہ کفر پر مجبور کرنے کی قبیل سے نہیں ہے۔"

(مِنهاج السُّنّة النّبويّة : 2/46-48)

تقیہ

(قسط دوم)

تقیہ شیعہ مذہب کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ شیعہ تقیہ کو ضروریات دین کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقیہ نہ کرنے والا تارک نماز کی مانند ہے۔

روافض کے ہاں تقیہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اصلی عقائد کو اہل سنت کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے، تاکہ ہمارے بارے میں اچھی رائے قائم رہے۔

روافض کے عقائد میں واضح کفر پایا جاتا ہے، اس لیے تقیہ کے ذریعہ یہ لوگ اپنے باطن میں کفر محض رکھتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں، تاکہ لوگ ان کے متعلق بری رائے قائم نہ کریں، یہ نفاق کی بری صورت ہے۔

تقیہ ان کا ایمان ہے، لہٰذا یہ اُمت کا خطرناک گروہ ہے، جو عقل ونقل کا دشمن ہے۔ یہ اسلام اور اہل اسلام کے خیر خواہ نہیں۔

روافض کی کتب میں تقیہ کے وجوب پر کئی نصوص موجود ہیں، جنہیں یہ اپنے ائمہ کی

طرف منسوب کرتے ہیں اور انہیں دین کا درجہ دیتے ہیں۔

❀ امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

اَلرِّیاءُ مَعَ الْمُنافِقِ فِي دَارِهٖ عِبادَةٌ، وَمَعَ الْمُؤمِنِ شِرْكٌ، وَالتَّقِيَّةُ وَاجِبَةٌ، لَا يَجُوزُ تَرْكُهَا إِلٰى أَنْ يَخْرُجَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَمَنْ تَرَكَها فَقَدْ دَخَلَ فِي نَهْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَهْيِ رَسُولِهٖ وَالْأَئِمَّةِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ.

”(تقیہ کرتے ہوئے) منافق (اہل سنت) کے ساتھ اس کے گھر (ریاست میں) دکھاوا کرنا عبادت ہے اور مؤمن (رافضی) کے ساتھ دکھاوا (تقیہ) کرنا شرک ہے۔ تقیہ واجب ہے، اسے ترک کرنا جائز نہیں، یہاں تک کہ قائم (آخری امام) خروج کریں۔ پس جس نے تقیہ کو ترک کیا، وہ اللہ عزوجل، رسول اور ائمہ (معصومین) صلوات اللہ علیہم کی ممانعت میں داخل ہو گیا۔“

(الهِداية لابن بابويه القُمّي الرّافضي :291/1)

چونکہ کفریہ اعتقادات میں شیعہ تقیہ کرتے ہیں اور اہل سنت کے موافق عقیدے کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے عوام ان کے متعلق بہتر رائے رکھتی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

شِعَارُهُمُ الذُّلُّ، وَدِثَارُهُمُ النِّفَاقُ وَالتَّقِيَّةُ، وَرَأْسُ مَالِهِمُ الْكَذِبُ وَالْأَيْمَانُ الْفَاجِرَةُ، إِنْ لَمْ يَقَعُوا فِي الْغُلُوِّ وَالزَّنْدَقَةِ، يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، وَيَكْذِبُونَ عَلٰى

جَعْفَرٍ الصَّادِقِ أَنَّهُ قَالَ : التَّقِيَّةُ دِينِي وَدِينُ آبَائِي، وَقَدْ نَزَّهَ اللّٰهُ أَهْلَ الْبَيْتِ عَنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ يُحْوِجْهُمْ إِلَيْهِ، فَكَانُوا مِنْ أَصْدَقِ النَّاسِ وَأَعْظَمِهِمْ إِيمَانًا، فَدِينُهُمُ التَّقْوٰى لَا التَّقِيَّةُ .

''روافض کا شعار ذلت ہے اوران کی چادر نفاق اورتقیہ ہے اوران کا اصل سرمایہ جھوٹ اورجھوٹی قسمیں ہیں، اگر وہ غلو اور زندقت میں مبتلا نہ ہوں، تو وہ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتا اورامام جعفر صادق رحمہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: تقیہ میرا دین اور میرے آباء کا دین ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو ایسے اقوال سے پاک رکھا ہے اورانہیں اس تقیہ بازی کا محتاج نہیں بنایا، چنانچہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے اورسب سے عظیم ایمان والے تھے۔ پس ان کا دین تقویٰ تھا، نہ کہ تقیہ۔''

(المُنتقٰی من مِنھاج الاعتدال، ص 73)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلرَّافِضَةُ يُقِرُّونَ بِالْكَذِبِ حَيْثُ يَقُولُونَ : دِينُنَا التَّقِيَّةُ وَهٰذَا هُوَ النِّفَاقُ ثُمَّ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَيَصِفُونَ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ بِالرِّدَّةِ وَالنِّفَاقِ فَهُمْ كَمَا قِيلَ؛

رَمَتْنِي بِدَائِهَا وَانْسَلَّتْ .

''روافض جھوٹ کا اقرار کرتے ہیں، جب وہ کہتے ہیں: ہمارا دین تقیہ ہے۔

جبکہ یہ تقیہ ہی نفاق ہے۔ پھر وہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ وہی مؤمن ہیں۔ سابقین اولین کو ارتداد اور نفاق سے متصف کرتے ہیں، چنانچہ روافض بالکل اس کہاوت کے مصداق ہیں؛

''مجھے اس نے اپنے مرض کا طعنہ دیا اور خود نکل بھاگی۔''

(المُنتقٰی من مِنھاج الاعتدال، ص 23)

❀ حافظ ابو حامد مقدسی رحمہ اللہ (۸۸۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ عَقَائِدِهِمُ الْبَاطِلَةِ التَّقِيَّةُ، وَقَوْلُهُمْ بِالتَّقِيَّةِ لَيْسَ بِالْمَعْنَى الَّذِي يُرِيدُهُ أَهْلُ السُّنَّةِ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ وَتَحْقِيقُ ذٰلِكَ أَنَّ التَّقِيَّةَ مُحَافَظَةُ النَّفْسِ أَوِ الْعِرْضِ أَوِ الْمَالِ مِنْ شَرِّ الْأَعْدَاءِ وَالْعَدُوُّ قِسْمَانِ هُمَا؛

الْأَوَّلُ : مَنْ كَانَتْ عَدَاوَتُهٗ مَبْنِيَّةً عَلَى اخْتِلَافِ الدِّينِ .

وَالثَّانِي : مَنْ كَانَتْ عَدَاوَتُهٗ مَبْنِيَّةً عَلٰى أَغْرَاضٍ دُنْيَوِيَّةٍ كَالْمَالِ وَالْمَتَاعِ .

لٰكِنِ الشِّيعَةُ لَا يُرِيدُونَ مِنَ التَّقِيَّةِ إِلَّا الْكَذِبَ وَالْخِيَانَةَ وَالْخِدَاعَ وَالتَّظَاهُرَ بِغَيْرِ مَا يُبْطِنُونَهٗ .

''روافض کے باطل عقائد میں سے ایک تقیہ ہے۔ ان کے تقیہ کا مفہوم وہ نہیں، جو اہل سنت مراد لیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ ''مؤمن کافروں کو چھوڑ کر مؤمنوں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا، وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں، سوائے اس کے کہ تم ان (کافروں) سے تقیہ اختیار کرو۔''

اس کی حقیقت یہ ہے کہ تقیہ دشمنوں کے شر سے جان، عزت یا مال کی حفاظت کا نام ہے اور دشمن دو قسم کے ہوتے ہیں؛ ① جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی بنیاد پر ہو۔ ② جن کی دشمنی دنیاوی اغراض (جیسے مال و عیش و عشرت) پر مبنی ہو، لیکن شیعہ تقیہ سے مراد صرف جھوٹ، خیانت، دھوکہ دہی اور باطن کے خلاف ظاہر کرنا لیتے ہیں۔''

(رِسالة في الرّدّ على الرّافضة، ص 104)

تقیہ کی جو صورت جائز ہے، وہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کفار کلمہ کفر کہنے پر مجبور کر دیں، اسے قتل کی دھمکی دیں اور شدید نقصان کا اندیشہ ہو، تو اس کے لیے جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہنا جائز ہے، بشرطیکہ دل سے ایمان پر قائم ہو، کلمہ کفر صرف زبانی ہو، دل میں کفر پر رضامندی نہ ہو، بلکہ ایمان پر اطمینان ہو۔ تقیہ (بچاؤ) کی یہ صورت اہل سنت کے ہاں جائز ہے، کیونکہ اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَنْ أُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ حَتّٰى خَشِيَ عَلٰى نَفْسِهِ الْقَتْلَ أَنَّهُ لَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنْ كَفَرَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ، وَلَا تُبَانُ مِنْهُ زَوْجَتُهُ، وَلَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِحُكْمِ الْكُفْرِ.

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے یہاں تک کہ وہ اپنی جان کے قتل کا خوف محسوس کرے، تو اگر وہ کفر کا اظہار کرے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، نہ ہی اس کی بیوی اس سے جدا کی جائے گی، اور نہ ہی اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

(شرح صحيح البخاري : 291/8)

لیکن روافض دل میں کفر چھپاتے ہیں اور کلمہ حق ظاہر کرتے ہیں، یہ بالکل عہد نبوی کے منافقین والا عمل ہے۔ وہ بھی اوپر سے کلمہ کا اقرار کرتے تھے، اعمال بھی مسلمانوں والے کرتے تھے، لیکن اندر سے پکے کافر تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے تھے، حالانکہ یہ خود کو ہی دھوکہ دے رہے ہوتے تھے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (البقرة : ٩)

''وہ اللہ اور مؤمنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں، مگر شعور نہیں رکھتے۔''

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ٭ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ٭ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾

(البقرة: ١٤_١٦)

”جب وہ مؤمنوں سے ملتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے (ہم کفر) سرداروں کے پاس الگ ہوتے ہیں، تو انہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، (مسلمانوں کے ساتھ تو) ہم مذاق کرتے ہیں۔ اللہ بھی ان سے استہزا کرتا ہے اور انہیں مہلت دیتا ہے، وہ اپنی سرکشی میں بھٹکے جا رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کا سودا کیا، مگر ان کی تجارت نے انہیں نفع نہ دیا اور نہ یہ راہ راست پر آ سکے۔“

ان آیات کی رو سے منافقین اور تقیہ باز روافض کی روش ایک جیسی ہے، لہٰذا یہ کہنے کوئی باک نہیں کہ ان آیات میں تقیہ بازوں کا بھی رد ہے اور ان کے عمل شنیع کی بھی مذمت کی گئی ہے۔ یہ بھی منافقین کی طرح مسلمانوں کو تقیہ کے ذریعے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، اپنی بدعقیدگیاں چھپا کر اہل سنت میں گھلنے ملنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اہل عقل وبینش اور اہل دین پر ان کی چالبازیاں مخفی نہیں، جو ان کے اصلی عقائد سے واقف ہیں، وہ ان کی ملمع سازا ور تقیہ میں ملبوس گفتگو سے متاثر نہیں ہوتے۔ نیز جس طرح منافقین

کی قلعی روز قیامت کھل جائے گی، بعینہ جو روافض تقیہ کے سہارے اپنے کفر ونفاق کو چھپاتے ہیں، ان کا باطن بھی سب پر عیاں ہو جائے گا، ان شاءاللہ۔ وہ دن دور نہیں!

روافض کی سب سے بڑی جسارت یہ ہے کہ وہ تقیہ جیسے نفاق کو پاکباز ہستیوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، روافض خود تو باطنی کفر کا شکار ہیں، وہ اپنے زہر آلود عقائد اور نفاق سے بھرے رویوں کو نعوذ باللہ عظیم الشان اور عالی المقام ہستیوں مثلاً نبی کریم ﷺ، سیدنا علی بن ابی طالب، حسنین کریمین رضی اللہ عنہم، امام باقر، امام جعفر صادق اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ یہ ہستیاں ان باطنی بدعقیدگی سے بالکل پاک تھیں، وہ بہادر تھے، بزدل نہیں، مؤمن تھے، منافق نہیں۔

ان ہستیوں کے اعمال کو تقیہ کی طرف منسوب کرنا ان کی توہین ہے، جس کے تصور سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

روافض جب اہل بیت کے عقائد واعمال کو دیکھتے ہیں اور انہیں اپنے عقائد واعمال کے منافی اور مخالف پاتے ہیں، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اہل بیت نے وہ عقائد واعمال تقیہ کرتے ہوئے ظاہر کیے ہیں، ورنہ ان کے عقائد وہی تھے، جو ہمارے ہیں۔ یہ بہت بڑی جسارت ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اللہ ان پر لعنت کرے کہ یہ اہل بیت عظام کو کفر سے منسوب کرتے ہیں، العیاذ باللہ!

❀ سالم بن ابی حفصہ (۱۴۰ھ) کا بیان ہے:

سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ وَجَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، فَقَالَا لِي : يَا سَالِمُ تَوَلَّهُمَا وَابْرَأْ مِنْ

عَدُوِّهِمَا فَإِنَّهِمَا كَانَا إِمَامَيْ هُدًى، قَالَ سَالِمٌ : وَقَالَ لِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : يَا سَالِمُ أَيَسُبُّ الرَّجُلُ جَدَّهُ؟ أَبُو بَكْرٍ جَدِّي لَا نَالَتْنِي شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَتَوَلَّاهُمَا وَأَبْرَأُ مِنْ عَدُوِّهِمَا.

''میں نے ابوجعفر محمد بن علی (باقر رحمہ اللہ) اور جعفر بن محمد (صادق رحمہ اللہ) سے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا: سالم! ان سے محبت رکھیے اور ان کے دشمنوں سے براءت کا اظہار کیجیے، کیونکہ وہ دونوں ہدایت کے امام تھے، سالم کہتے ہیں: مجھے جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا: سالم! کیا آدمی اپنے نانا کو برا بھلا کہہ سکتا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں، مجھے قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی، اگر میں ان (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے محبت نہ رکھوں اور ان کے دشمنوں سے اظہارِ برأت نہ کروں۔''

(زوائد فضائل الصّحابة لعبد اللّٰه بن أحمد : 176، الإعتقاد للبيهقي : 506، وسندهٗ حسنٌ)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ سَالِمٌ فِيهِ تَشَيُّعٌ ظَاهِرٌ، وَمعَ هٰذَا فَيُبُثُّ هٰذَا الْقَوْلَ الْحَقَّ، وَإِنَّمَا يَعْرِفُ الْفَضْلَ لِأَهْلِ الْفَضْلِ ذُوْ الْفَضْلِ، وَكَذٰلِكَ نَاقِلُهَا ابْنُ فُضَيْلٍ شِيْعِيٌّ، ثِقَةٌ، فَعَثَّرَ اللّٰهُ شِيْعَةَ زَمَانِنَا، مَا أَغْرَقَهُمْ فِي الْجَهْلِ وَالْكَذِبِ! فَيَنَالُوْنَ مِنَ الشَّيْخَيْنِ، وَزِيْرَي

الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَحْمِلُوْنَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنَ الْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ عَلَى التَّقِيَّةِ .

''سالم بن ابی الجعد میں تشیع پایا جاتا تھا، اس کے باوجود وہ اس حق بات کو نقل کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ فضیلت والوں کی فضیلت کو وہی پہچانتا ہے جو خود صاحب فضیلت ہو۔ اسی طرح اس قول کو نقل کرنے والے ابن فضیل بھی شیعہ ہیں، مگر ثقہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے زمانے کے شیعوں کو برباد کرے، وہ کس قدر جہالت اور جھوٹ میں غرق ہیں! وہ شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما) پر طعن کرتے ہیں، جو کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں وزیر تھے اور پھر وہ اس قول کو جو امام باقر رحمہ اللہ اور امام صادق رحمہ اللہ سے منقول ہے، تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 4/402)

❁ جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَرِئَ اللّٰهُ مِمَّنْ تَبَرَّأَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ .

''اللہ تعالیٰ اس شخص سے بری ہے، جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برائت کرتا ہے۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء للذّهبي : 6/260)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْقَوْلُ مُتَوَاتِرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، وَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَبَارٌّ فِي قَوْلِهٖ، غَيْرُ مُنَافِقٍ لِأَحَدٍ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ .

''یہ قول جعفر صادق رحمہ اللہ سے متواتر ہے، میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ آپ رحمہ اللہ اپنی بات میں سچے ہیں اور آپ رحمہ اللہ کے دل میں کسی کے لیے بھی نفاق نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ روافض کو برباد کرے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 260/6)

❀ حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے ایک رافضی سے کہا:

وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمْكَنَنَا اللّٰهُ مِنْكُمْ لَنَقْطَعَنَّ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ، ثُمَّ لَا نَقْبَلُ مِنْكُمْ تَوْبَةً، فَقَالَ رَجُلٌ : لِمَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ تَوْبَةٌ؟ قَالَ : نَحْنُ أَعْلَمُ بِهَا، وَلَا مِنْكُمْ، إِنَّ هٰؤُلَاءِ إِنْ شَاؤُوا صَدَقُوكُمْ، وَإِنْ شَاؤُوا كَذَبُوكُمْ، وَزَعَمُوا أَنَّ ذٰلِكَ يَسْتَقِيمُ لَهُمْ فِي التَّقِيَّةِ، وَيْلَكَ! إِنَّ التَّقِيَّةَ إِنَّمَا هِيَ بَابُ رُخْصَةٍ لِلْمُسْلِمِ، إِذَا اضْطُرَّ إِلَيْهَا، وَخَافَ مِنْ ذِي سُلْطَانٍ، أَعْطَاهُ غَيْرَ مَا فِي نَفْسِهِ، يَدْرَأُ عَنْ ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَيْسَ بِبَابِ فَضْلٍ، إِنَّمَا الْفَضْلُ فِي الْقِيَامِ بِأَمْرِ اللّٰهِ، وَقَوْلِ الْحَقِّ، وَأَيْمُ اللّٰهِ! مَا بَلَغَ مِنَ التَّقِيَّةِ أَنْ يُّجْعَلَ بِهَا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ أَنْ يُضِلَّ عِبَادَ اللّٰهِ .

''اللہ کی قسم! اگر اللہ ہمیں تم پر غلبہ دے دے، تو ہم ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالیں گے، پھر تم سے توبہ بھی قبول نہ کریں گے۔ تو ایک شخص نے کہا: ان کی توبہ کیوں قبول نہیں کی جائے گی؟ فرمایا: ہمیں اس توبہ کا تم سے زیادہ علم ہے۔ بے شک یہ لوگ اگر چاہیں تو تم سے سچ بولیں اور اگر چاہیں تو

جھوٹ بولیں اور یہ دعویٰ کریں کہ یہ سب کچھ ان کے لیے تقیہ کے تحت جائز ہے۔ افسوس! تقیہ تو صرف مسلمان کے لیے ایک رخصت کا دروازہ ہے کہ جب وہ مجبوری میں ہو اور کسی صاحب اقتدار سے ڈرے، تو وہ اس کو (ظاہراً) اپنی دل کی بات کے خلاف کوئی بات کر دے، تاکہ اللہ کی پناہ میں رہے۔ یہ تقیہ کوئی فضیلت کا دروازہ نہیں ہے۔ فضیلت تو صرف اللہ کے حکم پر قائم رہنے اور حق بات کہنے میں ہے۔ اللہ کی قسم! تقیہ اس حد تک نہیں پہنچتا کہ اس کے ذریعے اللہ کے کسی بندے کو یہ حق حاصل ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرتا پھرے۔''

(تاریخ ابن عَساکِر : 69/13، وسندہٗ حسنٌ)

یہ چند گواہیاں ہیں، جو اہل بیت کی طرف سے دی گئی ہیں، حالانکہ روافض اپنے ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی ہر بات مبنی بر حقیقت ہے اور ان سے کوئی بات سہواً بھی غلط سرزد نہیں ہو سکتی، پھر وہ ان ائمہ کے عقائد کو کیوں نہیں اپناتے؟

شیعہ مذہب کی حقیقت تقیہ ہے۔ یہ اس حقیقت کو اختیار کرتے ہوئے اپنے کفریہ عقائد و اعمال کو چھپاتے ہیں اور خود کو امت مسلمہ ظاہر کرتے ہیں۔ شیعہ قرآن کریم کے بارے میں بالاتفاق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں نقص واقع ہو گیا ہے۔ جب شیعہ سے پوچھا جائے، تو تقیہ کرتے ہوئے فوراً قرآن کو غیر محرف بتاتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کی کتب میں موجود احادیث کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب ان سے پوچھا جائے، تو تقیہ کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خصوصاً اصحاب ثلاثہ، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کو مرتد کافر اور غاصب سمجھتے ہیں، لیکن تقیہ کی وجہ سے برملا اس

کا اظہار نہیں کرتے۔ شیعہ اپنے ائمہ معصومین کو نبی کریم ﷺ کے علاوہ باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر فائق سمجھتے ہیں، لیکن تقیہ کرتے ہوئے سر عام اس کا اظہار نہیں کرتے۔

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ فَهُمْ؛ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَمَنْ كَانَ لَهُمْ مُحِبًّا رَاضِيًا بِخِلَافَتِهِمْ، مُتَّبِعًا لَهُمْ، فَهُوَ مُتَّبِعٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ أَحَبَّ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّيِّبِينَ، وَتَوَلَّاهُمْ وَتَعَلَّقَ بِأَخْلَاقِهِمْ، وَتَأَدَّبَ بِأَدَبِهِمْ، فَهُوَ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْوَاضِحَةِ، وَالطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ وَالْأَمْرِ الرَّشِيدِ، وَيُرْجَى لَهُ النَّجَاةَ ...... فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَمَا تَقُولُ فِيمَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ مُحِبٌّ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، مُتَخَلِّفٌ عَنْ مَحَبَّةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَعَنْ مَحَبَّةِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، غَيْرُ رَاضٍ بِخِلَافَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ؟ هَلْ تَنْفَعُهُ مَحَبَّةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؟ قِيلَ لَهُ : مُعَاذَ اللّٰهِ، هٰذِهِ صِفَةُ مُنَافِقٍ، لَيْسَتْ بِصِفَةِ مُؤْمِنٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُ: «لَا يَحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ» وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «مَنْ آذٰى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِي وَشَهِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْخِلَافَةِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْجَنَّةِ، وَبِأَنَّهٗ شَهِيدٌ، وَأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُحِبٌّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِبَّانِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَمِيعُ مَا شَهِدَ لَهٗ بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَضَائِلِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهَا وَمَا أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَحَبَّتِهٖ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهٗ، فَمَنْ لَّمْ يُحِبَّ هٰؤُلَاءِ وَيَتَوَلَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَقَدْ بَرِئَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَكَذَا مَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ يَتَوَلّٰى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَيُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِهٖ وَيَزْعُمُ أَنَّهٗ لَا يَرْضٰى بِخِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَا عُثْمَانَ وَلَا يُحِبُّهُمْ وَيَبْرَأُ مِنْهُمْ، وَيَطْعَنُ عَلَيْهِمْ، فَنَشْهَدُ بِاللّٰهِ يَقِينًا أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

بَرَآءٌ مِنْهُ لَا تَنْفَعُهُ مَحَبَّتُهُمْ حَتّٰى يُحِبَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، كَمَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيمَا وَصَفَّهُمْ بِهٖ، وَذَكَرَ فَضْلَهُمْ، وَتَبَرَّأَ مِمَّنْ لَمْ يُحِبَّهُمْ، فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَنْ ذُرِّيَّتِهِ الطَّيِّبَةِ، هٰذَا طَرِيقُ الْعُقَلَاءِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ يَقْذِفُ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّعْنِ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، لَقَدِ افْتَرٰى عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ وَقَذَفَهُمْ بِمَا قَدْ صَانَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ .

’’خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یہ ہیں: ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ سو جو شخص ان سے محبت رکھے، ان کی خلافت کو دل سے قبول کرے، ان کی پیروی کرے، تو وہ یقیناً کتابِ اللہ عزوجل اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت طیبین سے محبت کی، ان سے ولایت رکھی، ان کے اخلاق سے وابستہ ہوا، اور ان کے ادب واحترام کو اپنایا، تو وہ روشن راستے، سیدھے طریقے اور راہِ رشد وہدایت پر ہے اور اس کے لیے نجات کی امید ہے۔ ...... پھر اگر کوئی سوال کرے: اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے، جو ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویدار ہو، مگر علی بن ابی طالب، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے محبت نہ رکھتا ہو اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نہ مانتا

ہو؟ کیا اسے صرف سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی محبت فائدہ دے گی؟ تو اسے کہا جائے گا: معاذ اللہ! یہ نفاق کی علامت ہے، مؤمن کی علامت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ سے صرف مؤمن ہی محبت کرے گا اور آپ سے منافق ہی بغض رکھے گا۔" نیز فرمایا:

"جس نے علی کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت، جنت اور شہادت کی گواہی دی۔ یہ بھی فرمایا: "علی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول بھی علی سے محبت رکھتے ہیں۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وہ فضائل بیان کیے، جن کا پہلے ذکر ہو چکا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت کو بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا جو ان سے محبت نہ کرے اور ان سے براءت اختیار کرے، اس پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اس سے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی بری ہیں۔

اسی طرح جو شخص دعویٰ کرے کہ وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اور ان کے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے، مگر وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کو نہیں مانتا، ان سے محبت نہیں کرتا، بلکہ ان پر طعن کرتا ہے، تو ہم یقین کے ساتھ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اس سے بری ہیں۔ ایسے شخص کو ان حضرات کی محبت نفع نہ دے گی، جب تک وہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی محبت نہ کرے۔ جیسا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ کے بارے میں ان کی فضیلت بیان فرمائی

اوران کی مدح کی اوران سے محبت نہ رکھنے والوں سے براءت کا اظہار فرمایا۔ اللہ ان سے اوران کی پاکیزہ ذریت سے راضی ہو۔

یہی باشعور مسلمانوں کا راستہ ہے۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے شخص سے، جو رسول ﷺ کے اہل بیت کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم پر طعن کرتے تھے، اس نے اہل بیت پر بہتان باندھا اور ان کی طرف ایسی بات منسوب کی، جس سے اللہ عزوجل نے انہیں پاک رکھا ہے۔''

(الشّریعة : 2221/5)

تقیہ پر دلائل:

روافض تقیہ کے جواز پر بعض دلائل بھی پیش کرتے ہیں، جن سے استدلال بالکل باطل ہے۔ قرآن وسنت کی نصوص کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور معنوی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں، بعد اس کے کہ وہ قرآن میں تحریف لفظی کے بھی قائل ہیں۔

❁ علامہ ابوحامد مقدسی رحمہ اللہ (۸۸۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَدِلَّتُهُمْ مِنَ السُّنَّةِ، فَكُلُّهَا أَوْ أَكْثَرُهَا ضَعِيفَةٌ أَوْ مَوْضُوعَةٌ مِنَ الْكَذِبِ الْمُفْتَرٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا لَا يَخْفٰى إِلَّا عَلٰى غَبِيٍّ جَامِدٍ، وَمِنْ أَفْضَحِهَا الْأَحَادِيثُ الْمَجْمُوعَةُ فِي الْكِتَابِ الْمُسَمّٰى بِالْوَصَايَا النَّبَوِيَّةِ .

''جہاں تک ان کی سنت سے دلیلوں کا تعلق ہے، تو وہ تمام کی تمام یا ان میں

سے اکثر ضعیف یا من گھڑت (موضوع) روایتیں ہیں، جو نبی کریم ﷺ پر افترا (جھوٹ باندھ کر) گھڑی گئی ہیں، اور یہ بات صرف کسی جاہل، جامد (سوچ سے عاری) شخص پر ہی مخفی رہ سکتی ہے۔ اور ان میں سب سے زیادہ رسوا کن وہ احادیث ہیں، جو ''الوصایا النبویہ'' نامی کتاب میں جمع کی گئی ہیں۔

(رسالة في الرّدّ على الرّافضة، ص 200)

تنبیہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَالَ : بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ، وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، حِينَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا، ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا عَائِشَةُ، مَتٰى عَهِدْتِنِي فَحَّاشًا، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ .

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگ رہا تھا، نبی ﷺ نے اسے دیکھا، تو فرمایا: یہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے اور اپنی برادری کا بدترین

شخص ہے۔ جب وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس سے خوش اخلاقی سے بات کی اور چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ پیش آئے۔ جب وہ شخص چلا گیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جب آپ نے اس شخص کو دیکھا، تو اس کے بارے میں فلاں فلاں کلمات فرمائے، پھر آپ نے اس سے خندہ پیشانی سے بات کی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! آپ نے مجھے کب فاحش گو پایا؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا، جسے لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے چھوڑ دیں۔''

(صحيح البخاري: 6032، صحيح مسلم: 2591)

آنے والا اپنے قبیلے کا بااثر مگر برے اخلاق والا شخص تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے دوسروں کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس کے شر سے متنبہ کر دیا، تاکہ کوئی شخص اس کے ساتھ کوئی معاملہ کر کے پریشانی نہ اٹھائے، ایسا نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی خیر خواہی کے لیے کیا، کیونکہ برے لوگوں سے خبردار کرنا اور دوسروں کو اس کی خرابی سے بچانا مطلوب شریعت ہے، جس کا نبی کریم ﷺ نے اظہار فرمایا۔

باقی مجلس میں اس سے خندہ پیشانی سے بات چیت کرنا حکمت عملی اور مدارات میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کسی سے بھی برے انداز میں پیش نہیں آتے تھے، بلکہ سیاست شرعیہ اور حکمت کے تحت ہر برے کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے تھے۔ یہ مؤمنانہ فراست ہے۔

اس حدیث کا تقیہ سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو اخلاق اور شر سے بچاؤ کے لیے حکمت عملی ہے۔

عقیدۂ رجعت

شیعہ کا ایک عقیدہ رجعت بھی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک قیامت سے پہلے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا ان کے ائمہ معصومین دنیا میں لوٹ آئیں گے۔ یہ عقیدہ ان کے ہاں ضروریات دین میں سے ہے۔شیعہ میں یہ عقیدہ یہود و نصاریٰ سے منتقل ہوا۔اس کے ثبوت پر شیعہ علما نے درجنوں کتابیں تالیف کی ہیں۔

اہل سنت کے ہاں یہ عقیدہ بالاتفاق کفر ہے۔قرآن وسنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔جن کے دوبارہ زندہ ہونے کا استثنا تھا، وہ کتاب وسنت میں مذکور ہو گیا، اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر قیامت تک کسی کے لیے دوبارہ لوٹ آنے کی استثنا ثابت نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾(المؤمنون : ١٠٠)

”ان کے درمیان پردہ حائل ہے، اس دن تک جب وہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔“

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا يَرْجِعُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا رَجَعَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ، هٰذَا إِجْمَاعُ

جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْمُتَّقِينَ قَبْلَ حُدُوثِ الرَّوَافِضِ الْمُخَالِفِينَ لِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْمُبَدِّلِينَ لِلْقُرْآنِ الْمُكَذِّبِينَ بِصَحِيحِ سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُجَاهِرِينَ بِتَوْلِيدِ الْكَذِبِ الْمُتَنَاقِضِينَ فِي كَذِبِهِمْ أَيْضًا.

''محمد رسول اللہ ﷺ یا آپ کا کوئی صحابی دوبارہ (دنیا میں) نہیں لوٹے گا، البتہ قیامت کے روز لوٹیں گے، جب اللہ تعالیٰ تمام مومنوں اور کافروں کو حساب کتاب اور جزا سزا کے لیے لوٹائے گا۔ فتنہ روافض نمودار ہونے سے پہلے تمام مسلمانوں اور متقیوں کا اس پر اجماع ہے، روافض اجماع کی مخالفت کرتے ہیں، قرآن میں تغیر و تبدل کرتے ہیں، صحیح احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو جھٹلاتے ہیں اور بانگ دہل جھوٹ بولتے ہیں، نیز اپنے جھوٹ میں تناقض کا شکار بھی ہوتے ہیں۔'' (المحلّٰی بالآثار: 43/1)

❀ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الشِّيعَةِ: إِنَّ الْإِشَارَةَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّمَا هِيَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ سَيَبْعَثُهُ فِي الدُّنْيَا، وَهٰذَا هُوَ الْقَوْلُ بِالرَّجْعَةِ، وَقَوْلُهُمْ هٰذَا بَاطِلٌ وَّافْتِرَاءٌ عَلَى اللّٰهِ وَبُهْتَانٌ مِنَ الْقَوْلِ.

''بعض شیعہ کہتے ہیں: اس آیت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجے گا۔ یہ عقیدہ رجعت ہے، شیعہ کا یہ قول باطل اور اللہ پر جھوٹ و بہتان ہے۔''

(تفسير ابن عطيّة: 393/3، البحر المُحيط لأبي حيّان: 530/6)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَا تَقُولُهُ الرَّافِضَةُ وَتَعْتَقِدُهُ بِزَعْمِهَا الْبَاطِلِ أَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ يَعْنِي مَعَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وَلَدِهِ حَتّٰى يُنَادِيَ مِنَ السَّمَاءِ أَنِ اخْرُجُوا مَعَهُ، وَهٰذَا نَوْعٌ مِّنْ أَبَاطِيلِهِمْ وَعَظِيمٌ مِنْ جِهَالَاتِهِمُ اللَّائِقَةِ بِأَذْهَانِهِمُ السَّخِيفَةِ وَعُقُولِهِمُ الْوَاهِيَةِ.

''روافض رجعت کے قائل ہیں، ان کا باطل عقیدہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بادلوں میں ہیں، جب ہم اولادِ علی میں سے کسی کے ساتھ نہیں نکلتے، تو علی رضی اللہ عنہ آسمان سے ندا لگاتے ہیں کہ ان کے ساتھ نکلیں۔ یہ روافض کا باطل نظریہ ہے اور ان کی بہت بڑی جہالت ہے، جو انہی کے بے ہودہ ذہنوں اور کمزور عقلوں کے لائق ہے۔'' (شرح النّووي: 101/1)

❀ علمائے احناف کا متفقہ فتویٰ ہے:

يَجِبُ إِكْفَارُ الرَّوَافِضِ فِي قَوْلِهِمْ بِرَجْعَةِ الْأَمْوَاتِ إِلَى الدُّنْيَا.

''جن روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے دنیا میں لوٹ آتے ہیں، ان کی تکفیر کرنا واجب ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 264/2)

عقیدہ رجعت:

❁ شیعہ عالم، الحر عاملی (۱۱۰۴ھ) کہتا ہے:

إِجْمَاعُ جَمِيعِ الشِّيعَةِ الْإِمَامِيَّةِ، وَإِطْبَاقُ الطَّائِفَةِ الْإِثْنَي عَشْرِيَّةَ عَلَى اعْتِقَادِ صِحَّةِ الرَّجْعَةِ، فَلَا يَظْهَرُ مِنْهُمْ مُخَالِفٌ يُعْتَدُّ بِهٖ مِنَ الْعُلَمَاءِ السَّابِقِينَ وَلَا اللَّاحِقِينَ.

''عقیدہ رجعت کے صحیح ہونے پر تمام امامیہ شیعہ اور اثنی عشریہ کا اجماع واتفاق ہے، پہلے اور بعد والے (شیعہ) علما میں سے کسی قابل اعتماد عالم سے اس کی مخالفت معلوم نہیں۔''

(الإيقاظ من الهَجعة بالبُرهان على الرّجعة، ص 42)

❁ ابوالحسن محمد بن طاہر عاملی شیعہ (۱۱۴۰ھ) نے لکھا ہے:

كُلُّ مَا عُبِّرَ بِهٖ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي ظَاهِرِ التَّنْزِيلِ فَتَأْوِيلُهٗ بِالرَّجْعَةِ.

''قرآن کریم میں جہاں بھی ''یوم القیامۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد ''رجعت'' ہے۔'' (مِرآة الأنوار، ص 303)

❁ ابن بابویہ، قمی شیعہ (۳۸۱ھ) نے لکھا ہے:

اِعْتِقَادُنَا فِي الرَّجْعَةِ أَنَّهَا حَقٌّ.

''عقیدہ رجعت کو ہم حق سمجھتے ہیں۔''

(الاعتقادات، ص 90)

❁ شیخ مفید (۴۱۳ھ) نے لکھا ہے:

اِتَّفَقَتِ الْإِمَامِيَّةُ عَلٰى وُجُوبِ رَجْعَةِ كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْوَاتِ.

''امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ کئی فوت شدگان کا (قیامت سے پہلے دنیا میں) واپس آنا لازمی ہے۔'' (أوائل المَقالات، ص 51)

۞ ملا باقر مجلسی (م ۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

اَلْقَوْلُ فِي الرَّجْعَةِ الَّتِي أَجْمَعَتْ عَلَيْهَا الشِّيعَةُ فِي جَمِيعِ الْأَعْصَارِ، وَاشْتَهَرَتْ بَيْنَهُمْ كَالشَّمْسِ فِي رَابِعَةِ النَّهَارِ ...... وَكَيْفَ يَشُكُّ مُؤْمِنٌ بِأَحَقِّيَّةِ الْأَئِمَّةِ الْأَطْهَارِ فِيمَا تَوَاتَرَتْ عَنْهُمْ مِنْ مِائَتَي حَدِيثٍ صَرِيحٍ رَوَاهَا نَيِّفٌ وَّأَرْبَعُونَ مِنَ الثِّقَاتِ الْعِظَامِ وَالْعُلَمَاءِ الْأَعْلَامِ فِي أَزْيَدَ مِنْ خَمْسِينَ مِنْ مُؤَلَّفَاتِهِمْ.

''عقیدہ رجعت کا بیان، اس پر ہر دور کے شیعہ کا اجماع رہا ہے اور ان کے مابین یہ عقیدہ ایسے مشہور و معروف تھا، جیسے دن کے وقت سورج۔ ...... ایک مومن ائمہ اطہار کی سچائی میں کیسے شک کر سکتا ہے؟ کہ ان سے دو سو صریح احادیث تواتر کے ساتھ منقول ہیں، ان روایات کو تینتالیس (۴۳) سے زائد ثقہ (عند الشیعہ) راویوں نے روایت کیا ہے اور بڑے بڑے (شیعہ) علما نے پچاس سے زائد کتابوں میں ذکر کیا ہے۔'' (بِحار الأنوار: 13/225)

الحاصل:

عقیدہ رجعت کے صحیح ہونے پر شیعہ کا اتفاق ہے، جبکہ یہ باطل اور کفریہ عقیدہ ہے۔

بارہ امام

شیعہ کے بارہ ائمہ یہ ہیں:

نمبر شمار	نام	لقب
①	سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ)	مرتضی
②	سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما (۵۰ھ)	مجتبیٰ
③	سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما (۶۱ھ)	شہید
④	علی زین العابدین بن الحسین (۹۵ھ)	سجاد
⑤	محمد باقر بن علی زین العابدین (۱۱۴ھ)	باقر
⑥	جعفر صادق بن محمد باقر (۱۴۸ھ)	صادق
⑦	موسیٰ کاظم بن جعفر صادق (۱۸۳ھ)	کاظم
⑧	علی رضا بن موسیٰ کاظم (۲۰۳ھ)	رضیٰ
⑨	محمد جواد بن علی رضا (۲۲۰ھ)	تقی
⑩	علی ہادی بن محمد جواد (۲۵۴ھ)	نقی
⑪	حسن عسکری بن علی ہادی (۲۶۰ھ)	زکی
⑫	محمد مہدی بن حسن عسکری (؟)	حجہ، قائم منتظر

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی

کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتّٰى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، قَالَ : ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ : فَقُلْتُ لِأَبِي : مَا قَالَ؟ قَالَ : كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ .

''نظام کائنات اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، پھر نبی کریم ﷺ نے کچھ آہستہ سی بات کی میں نہ سن سکا، میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ کیا بات کی ہے؟ کہنے لگے: یہ کہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔''

(صحيح البخاري : 7222، صحيح مسلم :1821، واللّفظ لهٗ)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِ اثْنَي عَشَرَ خَلِيفَةً عَادِلًا وَلَيْسُوا هُمْ بِأَئِمَّةِ الشِّيعَةِ الْاِثْنَي عَشَرَ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنْ أُولٰئِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ مِنْ قُرَيْشٍ، يَلُونَ فَيَعْدِلُونَ، وَقَدْ وَقَعَتِ الْبِشَارَةُ بِهِمْ فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مُتَتَابِعِينَ، بَلْ يَكُونُ وُجُودُهُمْ فِي الْأُمَّةِ مُتَتَابِعًا وَمُتَفَرِّقًا، وَقَدْ وُجِدَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلَى الْوَلَاءِ، وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ،

ثُمَّ عَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَهُمْ فَتْرَةٌ، ثُمَّ وُجِدَ مِنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَدْ يُوجَدُ مِنْهُمْ مَن بَقِيَ فِي وَقْتٍ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يُطَابِقُ اسْمُهُ اسْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْيَتُهُ كُنْيَتَهُ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا.

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ عادل خلیفہ ضرور ہوں گے۔ان سے مراد شیعوں کے بارہ امام نہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر کے پاس کوئی حکومت تھی ہی نہیں، جبکہ جن بارہ خلفا کا حدیث میں ذکر ہے، وہ قریش سے ہوں گے، جو حاکم بن کر عدل کریں گے۔ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں بھی بشارت موجود ہے۔پھر ان کا پے در پے آنا ضروری نہیں، بلکہ امت میں ان کا وجود پے در پے بھی ہوگا اور وقفے وقفے سے بھی۔ان میں سے چار پے در پے آئے۔ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ان کے بعد وقفہ ہوا اور پھر جتنے اللہ نے چاہے آئے، ان میں سے جتنے باقی ہیں، وہ اللہ کے علم میں وقت مقررہ پر ضرور آئیں گے۔انہی میں سے مہدی ہوں گے، جن کا نام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور کنیت آپ کی کنیت پر ہوگی۔ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/568-569، تحت سورۃ النور : 55)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ان بارہ خلیفوں کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انہی میں سے مہدی ہوں گے، جن کے بارے میں احادیث ہیں کہ ان کا نام نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی کے مطابق (محمد) اور ان کے والد کا نام آپ ﷺ کے والد کے نام کے مطابق (عبداللہ) ہوگا۔ وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ مہدی سے مراد وہ امام منتظر نہیں، جس کے بارے میں رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اب موجود ہے اور سامراء کے مورچے سے اس کا ظہور ہو گا۔ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس کا قطعاً کوئی وجود ہے، بلکہ یہ گندی ذہنیت کی ہوس اور کمزور خیالات کا وہم ہے۔ ان بارہ خلفا سے مراد وہ بارہ امام نہیں، جن کا اثنا عشری رافضی اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ تورات میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے بارہ عظیم لوگ پیدا کرے گا۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں، جن کا ذکر سیدنا ابن مسعود اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ یہودیت سے توبہ کر کے اسلام لانے والے بعض جاہل لوگوں سے جب کوئی شیعہ ملتا ہے، تو وہ ان کو دھوکا دیتا ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت اور بے وقوفی کی بنا پر شیعہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خود بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت احادیث کے بارے میں کم علم ہوتے ہیں اور ان کو ایسی تلقین کرنے والے بھی۔''

(تفسیر ابن کثیر: 504/3، تحت سورۃ المائدۃ: 12)

❀ مزید فرماتے ہیں:

''جن بارہ اماموں کے بارے میں روایات منقول ہیں، وہ سارے قریشی ہوں گے، ان سے مراد وہ بارہ نہیں، جن کی امامت کا دعویٰ رافضی کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی ہے، نیز ان کے گمان کے مطابق آخری مہدی منتظر ہوگا، جو سامراء کے پہاڑوں میں روپوش ہے، جس کا کوئی وجود اور نام ونشان نہیں ہے، بلکہ حدیث میں جن بارہ ائمہ کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد خلفائے اربعہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم نیز عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ہیں، ائمہ اہل سنت کا بارہ اماموں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 278/6)

روافض اپنے ائمہ معصومین کی شان میں غلو کرتے ہیں۔ ان کی امامت کو نبوت سے فائق سمجھتے ہیں۔ ان کو گناہ، بھول چوک سے معصوم سمجھتے ہیں۔ ان کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ان کے عقائد واعمال سے کوسوں دور ہیں۔ محض ایک دعویٰ رکھتے ہیں، حقیقت میں ان ائمہ کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اہل سنت والجماعت کی کتب میں ان ائمہ کی روایات درج ہیں، اہل سنت ان کی منقبت وفضیلت کے معترف ہیں۔ ان کی عدالت مسلّم ہے۔ ان کے عقائد اہل سنت والے ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ روافض کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یوں شیعہ مذہب کی بنیاد ختم ہوجاتی ہے۔

یاد رہے کہ شیعہ جسے اپنا بارھواں امام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ غار میں چھپ

گیا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ محض ایک افسانہ ہے۔ شیعہ اسے ''مہدی'' کہتے ہیں، جبکہ اہل سنت کے ہاں قرب قیامت ''مہدی'' پیدا ہوں گے، ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، دین کو غالب کریں گے، عدل انصاف قائم کریں گے اور ظلم و جور کا خاتمہ کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں جہاد کریں گے۔

پنج تن پاک

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کو معصوم کہتے ہیں، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہ غلو پر مبنی عقیدہ ہے، جو نصاریٰ سے مستعار ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

اَلْمَعْصُومُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ خَمْسَةٌ؛ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَاطِمَةُ، وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''ہم اہل بیت میں پنج تن معصوم ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (علی رضی اللہ عنہ) فاطمہ، حسن وحسین (رضی اللہ عنہما)۔'' (مُعجم ابن الأعرابي: 1593)

سند جھوٹی ہے۔

① عمرو بن ابی مقدام ثابت ''ضعیف ومتروک'' ہے۔اس کی توثیق نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''رافضی'' کہا ہے۔

(لِسان المیزان: 11/9)

② داود بن یحییٰ دہقان، ابوسلیمان کے متعلق ابن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ، أَحَادِيثُهُ مَوْضُوعَةٌ.

''یہ کچھ بھی نہیں، اس کی احادیث جھوٹی ہیں۔''

(لسان المیزان لابن حجر: 426/2)

③ علاء بن صالح کا طارق بن شہاب سے سماع ممکن نہیں۔

④ اسحاق بن یزید کا تعین درکار ہے!

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمِيعُ سَلَفِ الْمُسْلِمِينَ وَأَئِمَّةِ الدِّينِ مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مَّعْصُومٌ وَلَا مَحْفُوظٌ مِنَ الذُّنُوبِ وَلَا مِنَ الْخَطَايَا .

''تمام اسلاف امت اور تمام گروہوں کے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی بھی گناہوں اور غلطیوں سے معصوم ومحفوظ نہیں ہے۔''

(جامع الرّسائل: 266/1)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسُوا بِمَعْصُومِينَ؛ بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمْ مَا يَجُوزُ عَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ .

''جان لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اولیاء اللہ معصوم نہیں ہیں، بلکہ دوسرے مومن بندوں کی طرح ان سے بھی خطا سرزد ہوسکتی ہے۔''

(قَطْر الوَليّ، ص 248)

اہل بیت سے محبت کا دعویٰ!

روافض کا مذہب جھوٹ اور غلو پر مبنی ہے۔ان کی اہل بیت سے محبت معتبر نہیں۔جس طرح نصاریٰ کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے دعویٰ محبت مبنی بر حقیقت نہیں، محض غلو ہے، اسی طرح اہل رفض کا اہل بیت سے دعویٰ محبت مبنی بر حقیقت نہیں، محض غلو ہے، ان کا دین اہل بیت کی تعلیمات کے منافی ہے۔تمام اہل بیت بشمول سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی منقبت وفضیلت کے قائل تھے، ان سے محبت کرتے تھے، ان کی خلافت کو برحق مانتے تھے۔جو شخص صحابہ کرام سے بالعموم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بالخصوص بغض رکھتا ہے، اہل بیت اس سے بری ہیں۔اس لیے ہر دور کے علمانے روافض کا کذب وزور بیان کیا ہے۔

❀ قاضی اشبیلی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ الْمُلْحِدَةِ عَلَى التَّعَلُّقِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ وَتَقْدِمَةِ عَلِيٍّ عَلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ.

''اکثر ملحدین اہل بیت سے تعلق ظاہر کرتے ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تمام انسانوں پر مقدم کرتے ہیں۔''

(العَواصم من القَواصِم، ص 247)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقَوْمَ رَافِضَةٌ فِي الظَّاهِرِ مُلْحِدَةٌ فِي الْبَاطِنِ.

''یہ لوگ ظاہر میں رافضی ہیں، مگر باطن میں ملحد ہیں۔''

(تاریخ الإسلام: 486/8)

❀ حسن بن حسن بن حسن بن علی رحمہ اللہ (۱۴۵ھ) نے اس شخص سے فرمایا، جو اہل بیت کے بارے میں غلو کرتا تھا:

وَيْحَكُمْ أَحِبُّونَا لِلّٰهِ فَإِنْ أَطَعْنَا اللّٰهَ فَأَحِبُّونَا وَإِنْ عَصَيْنَا اللّٰهَ فَأَبْغِضُونَا، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّكُمْ قَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ وَأَهْلُ بَيْتِهِ، فَقَالَ: وَيْحَكَ لَوْ كَانَ اللّٰهُ مَانِعًا بِقَرَابَةٍ مِّنْ رَسُولِ اللّٰهِ أَحَدًا بِغَيْرِ طَاعَةِ اللّٰهِ لَنَفَعَ بِذٰلِكَ مَنْ هُوَ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنَّا أَبًا وَأُمًّا، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخَافُ أَنْ يُضَاعَفَ لِلْعَاصِي مِنَّا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يُؤْتَى الْمُحْسِنُ مِنَّا أَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ، وَيْلَكُمُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا فِينَا الْحَقَّ فَإِنَّهُ أَبْلَغُ فِيمَا تُرِيدُونَ وَنَحْنُ نَرْضٰى بِهٖ مِنْكُمْ، ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ أَسَاءَ بِنَا آبَاؤُنَا إِنْ كَانَ هٰذَا الَّذِي تَقُولُونَ مِنْ دِينِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يُطْلِعُونَا عَلَيْهِ وَلَمْ يُرَغِّبُونَا فِيهِ.

''تمہاری بربادی ہو! ہم اہل بیت سے اللہ کے لیے محبت کرو، اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں، تو ہم سے بغض رکھو۔ وہ شخص کہنے لگا: آپ تو رسول اللہ ﷺ کے قریبی اور اہل بیت ہیں! فرمایا: تمہارا برا ہو! اگر رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی سے اپنی نافرمانی (کی سزا) روک لیتا، تو یہ ان کو فائدہ دیتا، جو ماں

باپ کے لحاظ سے ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ ہم اہل بیت میں سے جو گناہ گار ہو، اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا اور مجھے اُمید ہے کہ ہم میں سے نیکی کرنے والے کو دہرا اَجر ملے گا۔ تمہاری بربادی ہو! اللہ سے ڈرو اور ہمارے بارے میں حق بات کہو۔ تمہاری طرف سے یہی کافی ہے اور ہم تم سے اسی پر راضی ہیں۔ جس (غلو) کو تم دین کا حصہ قرار دے رہے ہو، اگر ایسا ہی ہے، تو پھر ہمارے آباء واجداد نے ہمارے ساتھ بہت برا کیا، ہمیں اس پر مطلع نہ کیا اور نہ ہمیں اس کی ترغیب دلائی!۔''

(طبقات ابن سعد : 245/5، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَالرَّافِضَةُ يُحِبُّونَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَهَلْ هُمْ مَعَهُ؟ فَالْجَوَابُ : لَا، لِأَنَّ مَحَبَّةَ الصَّحَابَةِ شَرْعِيَّةٌ، فَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ عَلٰى وَجْهٍ يَأْذَنُ الشَّرْعُ فِيهِ، وَمِنْ ضَرُورَاتِهَا اتِّبَاعُ الْمَحْبُوبِ، وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَرْضٰى بِالْبَرَاءَةِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

''اگر کوئی کہے کہ روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت (کا دعویٰ) کرتے ہیں، تو کیا وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گے؟ تو جواب یہ ہے کہ نہیں، کیونکہ صحابہ کرام کی محبت شرعی تھی، لہٰذا ضروری ہے کہ محبت کا انداز ایسا ہو، جس کی شریعت میں اجازت ہو۔ محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کا اتباع کیا جائے۔ سیدنا

علی رضی اللہ عنہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برأت پر راضی نہیں تھے۔''

(كشف المُشكل من حديث الصّحيحين: 138/1)

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَظُنُّ رَجُلًا يَنْتَقِصُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جو شخص سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں تنقیص کرتا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہو۔''

(سنن التّرمذي: 3685، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام محمد بن یوسف فریابی رحمہ اللہ (۲۱۲ھ) بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ سُفْيَانَ، وَرَجُلٌ يَسْأَلُهٗ عَنْ مَنْ يَشْتُمُ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ: كَافِرٌ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، قَالَ: نُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، وَلَا كَرَامَةَ.

''میں نے سنا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کسی شخص نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والے کی بابت پوچھا، تو فرمایا: وہ تو کافر ہے، پوچھا: ہم اس کا جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ فرمایا: نہیں، اس کا کوئی احترام و اکرام نہیں۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء للذّهبي: 253/7، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ شَتَمَ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعَائِشَةَ مَا أُرَاهُ عَلَى الْإِسْلَامِ.

''جو ابو بکر، عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے، میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا۔''

(الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص571)

❁ احمد بن عبداللہ ابن حطیہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

أَحْمَقُ النَّاسِ فِي مَسْأَلَةِ كَذَا وَكَذَا الرَّوَافِضُ، خَالَفُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ، وَكَفَرُوا بِاللّٰهِ .

''فلاں فلاں مسئلہ میں سب سے بیوقوف روافض ہیں، انہوں نے کتاب وسنت کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 346/20، تاريخ الإسلام للذّهبي : 166/12، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَرِئَ اللّٰهُ مِمَّنْ تَبَرَّأَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ .

''اللہ تعالیٰ اس شخص سے بری ہے، جو ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے برأت کرتا ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء للذّهبي : 260/6)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْقَوْلُ مُتَوَاتِرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، وَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَبَارٌّ فِي قَوْلِهٖ، غَيْرُ مُنَافِقٍ لِأَحَدٍ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ .

''یہ قول جعفر صادق رحمہ اللہ سے متواتر ہے، میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ آپ رحمہ اللہ اپنی بات میں سچے ہیں اور آپ رحمہ اللہ کے دل میں کسی کے لیے بھی نفاق نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ روافض کو برباد کرے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 260/6)

❁ عبدالصمد بن یزید صائغ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

ذُكِرَ عِنْدَ الفُضَيْلِ وَأَنَا أَسْمَعُ، الصَّحَابَةُ، فَقَالَ : اتَّبِعُوا فَقَدْ كُفِيْتُم؛ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم.

''میں سن رہا تھا کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (۱۸۷ھ) کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہوا، فرمایا: آپ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم (جیسے کبار صحابہ) کا اتباع کرلیں، آپ کو یہ کافی ہو جائیں گے۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء للذّهبي : 448/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ رَدٌّ مِّنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الشِّيعَةِ فِيمَا يَتَقَوَّلُونَهٗ عَلَيْهِ مِنْ بُغْضِهٖ لِلشَّيْخَيْنِ، وَنِسْبَتِهٖ إِيَّاهُمَا إِلَى الْجَوْرِ فِي الْإِمَامَةِ، وَأَنَّهُمَا غَصَبَاهُ، وَهٰذَا كُلُّهٗ كِذْبٌ وَّافْتِرَاءٌ؛ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْهُ بَرَاءٌ، بَلِ الْمَعْلُومُ مِنْ حَالِهٖ مَعَهُمَا تَعْظِيمُهٗ وَمَحَبَّتُهٗ لَهُمَا، وَاعْتِرَافُهٗ بِالْفَضْلِ لَهُمَا عَلَيْهِ وَعَلٰى غَيْرِهٖ، وَحَدِيثُهٗ هٰذَا يَنُصُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى، وَقَدْ تَقَدَّمَ ثَنَاءُ عَلِيٍّ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

''یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شیعہ پر رد ہے، جو وہ شیخین سے بغض کی وجہ سے ان پر بکواس کرتے ہیں، ان پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے امامت میں ظلم کیا اور امامت غصب کر لی، نعوذ باللہ! یہ سب کذب اور افترا

ہے۔علی رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ بلکہ وہ تو ان شیخین سے محبت کا تعلق رکھتے تھے، ان کے سب سے افضل ہونے کا اعتراف کرتے تھے، ان کی یہ روایت اس بات پر نص ہے۔اس سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے تعریف گزر چکی ہے۔''

(المُفْهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 252/6)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ عَلَى الشِّيعَةِ وَتَكْذِيبُ دَعْوَاهُمْ عَلٰى عَلِيٍّ فِي عُمَرَ، وَسُوءِ اعْتِقَادِهِمْ فِيهِ، وَشَهَادَتِهٖ بِفَضْلِهٖ وَفَضْلِ أَبِي بَكْرٍ، وَبِفَضْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَهُمَا، وَتَخْصِيصِهٖ لَهُمَا، وَفِيهِ صِدْقُ ظَنِّ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصِحَّةُ حُسْبَانِهٖ فِي أَنْ يُدْفَنَ عُمَرُ مَعَ صَاحِبَيْهِ.

''یہ حدیث شیعہ کے خلاف دلیل ہے اور ان کے اس دعویٰ کی تکذیب ہے، جو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کرتے ہیں اور اس بارے میں برا عقیدہ رکھتے ہیں۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کی گواہی دی ہے، نیز گواہی دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں فضیلت اور خصوصیت دیتے تھے۔اس حدیث میں ذکر ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وہ گمان، جو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے دونوں ساتھیوں (جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہونے سے متعلق کرتے تھے، سچ ثابت ہوگیا۔''

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 7/394)

❀ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حُبَّ أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَلَا تَكُنْ رَافِضِيًّا .

''اپنے نبی کے اہل بیت سے محبت کیجئے اور رافضی مت بنئے۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 1163 ، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شعبی رحمہ اللہ کا یہ قول حق ہے، اہل سنت کے دو افراد بھی اس میں اختلاف نہیں کرتے ،اس قول سے معلوم ہوا؛

① ائمہ اہل سنت اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے۔

② اہل بیت سے محبت کی تلقین کرنے والے تھے۔

③ اہل بیت سے بغض کو رافضیت سمجھنے والے تھے۔

④ روافض کا اہل بیت سے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے، بلکہ وہ درحقیقت اہل بیت سے بغض وعناد رکھتے ہیں اوران کی تعلیمات سے یکسر منحرف ہیں۔

⑤ اس قول میں ناصبیوں کا بھی رد ہے، جو اہل بیت کے دشمن ہیں۔

⑥ اس قول سے ثابت ہوا کہ ہر ناصبی رافضی ہے اور ہر رافضی ناصبی ہے۔

⑦ روافض اور نواصب دو انتہائیں ہیں، اہل سنت والجماعت متوسط ہیں، نہ روافض کی طرح صحابہ سے اعلان برأت کرتے ہیں اور نہ نواصب کی طرح اہل بیت سے بغض روا سمجھتے ہیں، بلکہ ہر ایک کے حقوق کا لحاظ رکھتے ہیں۔

⑧ اہل سنت والجماعت اہل بیت رسول کی محبت کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں، نیز ان کے فضائل ومناقب کے قائل ہیں۔

⑨ اہل سنت والجماعت غلو وتقصیر اور افراط وتفریط سے کوسوں دور ہیں، نہ اہل بیت کی شان میں غلو کرتے ہیں اور نہ دیگر صحابہ کی شان میں تنقیص کرتے ہیں۔

⑩ ائمہ اہل سنت کی کتابوں میں اہل بیت رسول سے محبت کا درس ملتا ہے، لہٰذا یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ ائمہ اہل سنت کی کتابوں میں آل رسول سے محبت کا ذکر نہیں، جبکہ اہل سنت کی کتابیں ذکر اہل بیت سے لبریز ہیں۔

⑪ امام شعبی رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سمیت کئی علمائے اہل بیت کے شاگرد ہیں، آپ رحمہ اللہ کی یہ نصیحت علمائے اہل بیت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

⑫ رافضیت ائمہ اہل سنت کے نزدیک معتبر دین نہیں ہے، ورنہ رافضیت سے منع نہ کرتے۔

مختار ثقفی

مختار بن ابی عبید ثقفی ہجرت کے سال پیدا ہوا، اس کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں۔ آخر میں اس نے دعوی نبوت کر دیا تھا، یہ رافضی تھا۔ اسلام اور اہل اسلام کا دشمن تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ''کذاب'' کہا۔ صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین نے اس فرمان نبوی کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اس رافضی اور متنبّی کو بالاجماع کذاب قرار دیا۔

یہ کہنا کہ مختار ثقفی نے قاتلین حسین سے بدلہ لیا تھا، بے ثبوت بات ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابًا وَّمُبِيرًا .

''ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مبیر ہوگا۔''

(صحيح مسلم : 2545)

❁ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اس کذاب سے مراد مختار ثقفی لیا ہے۔

(صحيح مسلم : 2545)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْكَذَّابِ هُنَا الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ وَبِالْمُبِيرِ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اس حدیث میں کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید اور

مبیر سے مراد حجاج بن یوسف ہے، واللہ اعلم!''

(شرح النّووي : 100/16)

❀ اسود بن یزید رحمہ اللہ (۷۵ھ) نے مختار ثقفی کو ''کذاب'' کہا ہے۔

(طَبقات ابن سعد : 95/6، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ مَا مِنْهُ حَرْفٌ أَوْ قَالَ : آيَةٌ، شَكَّ عَمْرٌو، إِلَّا وَقَدْ عَمِلَ بِهٖ قَوْمٌ أَوْ قَالَ : بِهَا قَوْمٌ، أَوْ سَيَعْمَلُونَ بِهَا قَالَ مُرَّةُ : فَقَرَأْتُ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾(الأنعام : ٩٣)، فَقُلْتُ : مَنْ عَمِلَ بِهٰذِهٖ حَتّٰى كَانَ الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ .

''قرآن کا کوئی حرف یا آیت نہیں (راوی عمرو بن مرہ کو شک ہے۔) مگر اس پر لوگوں نے عمل کیا ہے یا عنقریب عمل کریں گے۔ مرہ ہمدانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں یہ آیت پڑھا کرتا تھا:﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (الانعام:۹۳)''اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے، جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے، جبکہ اس کی طرف وحی نہیں ہوتی ہو اور جو کہے کہ عنقریب (اس پر بھی) ایسی ہی کتاب نازل ہوگی، جو اللہ تعالیٰ نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل کی ہے۔'' میں (مرہ رحمہ اللہ) سوچتا

تھا کہ اس پر کون عمل کرے گا؟ یہاں تک مختار بن ابی عبید ثقفی نے عمل کر دیا۔"

(دَلائل النُّبُوة للبَيْهقي : 484/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ رفاعہ قتبانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى الْمُخْتَارِ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ : يَا جَارِيَةُ هَاتِ لِرِفَاعَةَ نُمْرُقَةً، قَالَ : قُلْتُ : أَلَيْسَ هٰذِهٖ نَمَارِقَ؟ قَالَ : فَقَالَ : إِنَّمَا قَامَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هٰذِهٖ وَمِيكَائِيلُ عَنْ هٰذِهٖ .

"میں مختار ثقفی کے پاس گیا، تو اس نے کہا: اے بچی! رفاعہ کے لیے غالیچہ (چھوٹا قالین) لاؤ۔ میں نے کہا: یہ غالیچے پڑے تو ہیں؟ اس نے کہا: اس غالیچہ سے جبریل علیہ السلام اور اس سے میکائیل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں۔"

(المَعرِفة والتّاريخ للفَسَوي : 193/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ خالد بن سمیر تابعی رحمہ اللہ نے مختار کو "کذاب" کہا ہے۔

(طَبَقات ابن سعد : 162/5، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ (بعد ١٠٠ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ قَامَ عَلٰى بَابِ الْكَعْبَةِ فَلَعَنَ الْمُخْتَارَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ : جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاكَ تَلْعَنُهٗ وَإِنَّمَا ذُبِحَ فِيكُمْ؟ فَقَالَ : إِنَّهٗ كَانَ كَذَّابًا يَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى رَسُولِهٖ .

"(ایک بار والد گرامی) علی بن حسین (زین العابدین) رحمہ اللہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور مختار ثقفی پر لعنت کی۔ ایک شخص کہنے لگا: اللہ

مجھے آپ پر قربان کرے، آپ اس پر لعنت کرتے ہیں، جبکہ وہ آپ لوگوں کی خاطر قتل کیا گیا؟ تو زین العابدین رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا، اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتا تھا۔''

(طَبَقات ابن سعد : 213/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ثقہ تابعی عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ (۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ الْمُخْتَارُ يَقُولُ الْوَحْيَ .

''مختار خود پر وحی کے نزول کا دعوی کرتا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 220/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے متنبّی (نبوت کا جھوٹا دعویدار) کہا ہے۔

(الثّقات : 386/4)

❁ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ (۲۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُخْتَارَ ابْنَ أَبِي عُبَيْدٍ، ادَّعَى النُّبُوَّةَ لِنَفْسِهِ .

''مختار بن ابی عبید نے اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا تھا۔''

(تاویل مختلف الحدیث، ص 125)

❁ امام عبدالقاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَ أَنَّ الْوَحْيَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ .

''مختار ثقفی کا دعویٰ تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔''

(الفَرْقُ بين الفِرَق، ص 34)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ شَهِدَ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَكَابِرِ التَّابِعِينَ عَلَى الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ بِمَا كَانَ يَسْتَبْطِنُ، وَأَخْبَرَ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ الْكَذَّابِيْنِ الَّذِينَ أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُرُوجِهِمْ بَعْدَهُ.

''اکابر تابعین کی ایک بڑی جماعت نے مختار بن ابی عبید کے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ باطن میں کفر محض رکھتا تھا، بعض تابعین نے یہ بھی بتایا ہے کہ مختار ثقفی من جملہ ان جھوٹوں میں سے تھا، جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے بعد پیدا ہوں گے۔''

(دلائل النُّبوۃ: 482/6)

❁ علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا صَارَ الْمُخْتَارُ إِلَى اخْتِيَارِ الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ، لِأَنَّهُ كَانَ يَدَّعِي عِلْمَ مَا يُحَدِّثُ مِنَ الْأَحْوَالِ إِمَّا بِوَحْيٍ يُّوحٰى إِلَيْهِ، وَإِمَّا بِرِسَالَةٍ مِّنْ قِبَلِ الْإِمَامِ، فَكَانَ إِذَا وَعَدَ أَصْحَابَهُ بِكَوْنِ شَيْءٍ وَّحُدُوثِ حَادِثَةٍ؛ فَإِنْ وَّافَقَ كَوْنُهُ قَوْلَهُ، جَعَلَهُ دَلِيلًا عَلٰى صِدْقِ دَعْوَاهُ، وَإِنْ لَمْ يُوَافِقْ قَالَ: قَدْ بَدَا لِرَبِّكُمْ.

''مختار نے بداء کا نظریہ اپنایا، کیونکہ وہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں ایسا علم جانتا ہوں، جو لوگوں کے حالات بتاتا ہے۔ یا تو وہ وحی کی بنا پر یا پیغامِ امام کی بنا پر، تو جب مختار اپنے ساتھیوں سے کسی کام کے ہونے یا کسی حادثہ کے پیش آنے کا وعدہ کرتا، اگر تو وہ کام ہو جاتا، تو اسے اپنے دعویٰ کی صداقت کی دلیل بنا لیتا تھا۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو کہتا کہ تمہارے رب کو بداء ہو گیا ہے۔''

(المِلَل والنِّحَل :149/1)

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُخْتَارَ كَذَّابٌ ادَّعَى النُّبُوَّةَ.

''مختار کذاب ہے، جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔''

(منهاج السّنة : 329/4)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيُّ الْكَذَّابُ، لَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْوٰى عَنْهُ شَيْءٌ لِأَنَّهٗ ضَالٌّ مُّضِلٌّ كَانَ يَزْعُمُ أَنَّ جِبْرَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ، وَهُوَ شَرٌّ مِّنَ الْحَجَّاجِ أَوْ مِثْلُهٗ.

''مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب تھا، اس سے کوئی بات روایت کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ گمراہ اور گمراہ گر تھا، اس کا دعوی تھا کہ اس پر جبریل نازل ہوتے ہیں، مختار ثقفی، حجاج بن یوسف سے زیادہ برا ہے یا اس کی مثل ہے۔''

(میزان الاعتدال : 80/4)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَ خَبَرُ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ الْكَذَّابِ الَّذِي كَانَ نَائِبًا عَلَى الْعِرَاقِ وَكَانَ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ، وَأَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْوَحْيِ.

''مختار بن ابی عبید کے متعلق متواتر روایات منقول ہیں، یہ کذاب تھا، عراق کا گورنر تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ وہ نبی ہے، نیز جبریل علیہ السلام اس پر وحی لے کر آتے ہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 252/9

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ شَهِدَ عَلَيْهِ بِدَعْوَى النُّبُوَّةِ وَالْكِذْبِ الصَّرِيحِ جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ .

''اہل بیت کی ایک جماعت نے مختار ثقفی کے نبوت کا دعوی کرنے اور صریح جھوٹ بولنے پر گواہی دی ہے۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة : 276/6)

تنبیہ:

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ .

''قیامت سے قبل کذاب لوگ آئیں گے، ان سے بچ رہئے گا۔''

(صحيح مسلم : 1822)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ رَسُولُ اللّٰهِ .

''جب تک تیس بڑے دجال اور کذاب نبوت کا دعوی نہیں کریں گے، قیامت قائم نہیں ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 3609)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ .

''قیامت سے پہلے کذاب آئیں گے۔''

(مسند البزّار (كَشف الأستار): 3374، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي .

''میری امت میں تیس بڑے کذاب پیدا ہوں گے اور وہ سب نبوت کا دعوی کریں گے، لیکن میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 278/5، سنن أبي داوٗد : 4252، سنن الترمذي : 2219، سنن ابن ماجه : 3952، المستدرك للحاكم : 450/4، وسندهٗ صحيحٌ، وأصله في مسلم : 1920، 2889)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ علامہ جورقانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الأباطيل والمَناكير :262/1)

مختار بن ابی عبید ثقفی ان تمام احادیث کا مصداق ٹھہرا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کذاب اس لیے قرار دیا کہ یہ دعویٔ نبوت کرے گا۔ اسی طرح دیگر جھوٹے نبوت کے دعویداروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کذاب قرار دیا۔ اس سب کے باوجود روافض کے یہاں یہ

ممدوح ہے، روافض اسے سراہتے ہیں۔اس کے متعلق اہل اسلام کی تمام آراء کو یکسر رد کر دیتے ہیں اوراس کی شان میں رطب اللسان ہیں۔اس کا دفاع کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

❁ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

قَدْ أَسْلَفْنَا مِنْ أَقْوَالِ الْأَئِمَّةِ فِي مَطَاوِي الْكِتَابِ تَكْرَارَ مَدْحِهِمْ لَهُ وَنَهْيِهِمْ عَنْ ذَمِّهِ، مَا فِيهِ غُنْيَةٌ لِذَوِي الْأَبْصَارِ، وَبُغْيَةٌ لِذَوِي الْاِعْتِبَارِ، وَإِنَّمَا أَعْدَاؤُهُ عَمِلُوا لَهُ مَثَالِبَ لِيُبَاعِدُوهُ مِنْ قُلُوبِ الشِّيعَةِ .

''کتاب کے گزشتہ صفحات میں ہم نے ائمہ کے اقوال ذکر کر دیے ہیں،جن میں انہوں نے تکرار کے ساتھ مختار ثقفی کی مدح سرائی کی ہے اوراس کی مذمت کرنے سے منع کیا ہے،اہل بصیرت کے لیے یہ اقوال کافی ہیں اورعبرت پکڑنے والوں کے لیے سامانِ عبرت ہیں۔مختار کے دشمنوں نے اس کے مثالب (مذمت پر مبنی دلائل) وضع کر لیے،تا کہ مختار کو شیعہ کے دلوں سے نکال دیں۔''

(بحار الأنوار : 387/45)

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اہل حق کے گروہ میں شامل فرمائے اور ہمارا حشر اپنے صالحین بندوں میں کرے، آمین!

انبیاء کو سہو؟

سلف امت اور ائمہ مسلمین کا اتفاق ہے کہ عام انسانوں کی طرح انبیائے کرام علیہم السلام بھی بھول جاتے تھے۔ وحی اور شریعت کی تبلیغ میں نہیں بھولتے تھے، کیونکہ یہ رسالت کے مقاصد کے خلاف ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾

(النّجم : ٣_٤)

''وہ (نبی کریم ﷺ اپنی) خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ وہی بات کرتے ہیں، جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔''

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

''ہم کہتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو غیر ارادی طور پر سہو ہو سکتا ہے، نیز ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انبیائے کرام رضائے الٰہی کی نیت سے کسی کام کا قصد کریں، مگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی پسند کے خلاف ہو۔ البتہ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ انہیں اس کام پر قائم نہیں رکھتا، بلکہ انہیں تنبیہ کر دیتا ہے، ان کے عمل پر پردہ نہیں ڈالتا اور اسے اپنے بندوں کے لیے ظاہر اور واضح کر دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوا کہ جب آپ ﷺ نے (ظہر یا عصر کی) دو

رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا اور (ایک مرتبہ) دوسری رکعت (میں تشہد بیٹھے بغیر) کھڑے ہو گئے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ انبیا کو سخت تنبیہ بھی کر دیتا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اُم المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں ہوا، جب زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ اسی طرح عبد اللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بھی سخت تنبیہ کی۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دنیا میں سخت ناراضی کا اظہار بھی فرماتا ہے، جیسے سیدنا آدم اور سیدنا یونس علیہما السلام کی غلطی پر کیا۔ اس مسئلہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کا معاملہ ہم سے الگ ہے، ہمیں سہو ہو جائے یا ہم رضائے الٰہی کے ارادہ سے کسی کام کا قصد کریں اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو نہ پا سکے، تو اس پر ہمارا مؤاخذہ نہیں، بلکہ ہمیں ایک اجر ملتا ہے۔''

(الفِصل في المِلَل والأهواء والنِّحل : 2/4)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ سَهْوُهُ فِي الصَّلَاةِ مِنْ تَمَامِ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلٰى أُمَّتِهٖ وَإِكْمَالِ دِينِهِمْ، لِيَقْتَدُوا بِهٖ فِيمَا يَشْرَعُهُ لَهُمْ عِنْدَ السَّهْوِ.

''نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی کامل نعمت اور دین کی تکمیل ہے، تاکہ سہو ہو جانے کی صورت میں امت کے لیے جو مشروع ہے، اس میں وہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر سکے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد : 277/1)

آدم علیہ السلام کا بھول جانا:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾(طٰهٰ : ١١٥)

''وہ (آدم علیہ السلام) بھول گئے، ہم نے اُن میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔''

موسیٰ علیہ السلام کا بھول جانا:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا﴾(الكهف : ٦١)

''جب وہ دونوں (موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون) دو (دریاؤں) کے سنگھم پر پہنچے، تو اپنی مچھلی کو بھول گئے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھول جانا:

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾(الأنعام : ٦٨)

''(اے نبی!) اگر آپ کو شیطان بھلا دے، تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ﴾(المائدة : ٤٩)

''ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کسی حکم سے

تھڑکا نہ دیں۔''

✿ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ النِّسْيَانِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّهٗ قَالَ : ﴿أَنْ يَفْتِنُوكَ﴾ وَإِنَّمَا يَكُونُ ذٰلِكَ عَنْ نِسْيَانٍ لَا عَنْ تَعَمُّدٍ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان ہو سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿أَنْ يَّفْتِنُوكَ﴾ فرمایا ہے، یہ بھولنے کی وجہ سے ہے، نہ کہ جان بوجھ کر۔''

(تفسير القرطبي : 213/6)

✿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي .

''میں آپ جیسا بشر ہوں، آپ کی طرح بھول بھی جاتا ہوں، لہٰذا جب بھول جاؤں، تو مجھے یاد کرادیا کریں۔''

(صحيح البخاري :401، صحيح مسلم : 572)

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ، ذَكَرَ أَنَّهٗ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا : مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ، فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهٗ .

”نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی اور صفیں درست کر دی گئیں، تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے، جب جائے نماز پر کھڑے ہوئے، تو یاد آیا کہ آپ تو حالت جنابت میں ہیں، ہم سے فرمایا: اپنی جگہ پر رہیں، پھر آپ ﷺ واپس گئے اور غسل کیا، پھر ہمارے پاس تشریف لائے، تو آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔“

(صحيح البخاري : 275، صحيح مسلم : 605)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَنَسِيتُ أَنْ أَغْتَسِلَ .

”میں تو حالت جنابت میں تھا، میں غسل کرنا بھول گیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 2/448، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ : رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً، أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا .

”نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو مسجد میں تلاوت کرتے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے، اس نے مجھے فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں، جنہیں میں فلاں فلاں سورت سے بھول گیا تھا۔“

(صحيح البخاري : 2655، صحيح مسلم : 788)

وقتی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ آیات بھول گئیں، جب ایک صحابی کو تلاوت کرتے سنا، تو یاد آ گئیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ آیات صحابہ کو بتانا بھول گئے، ورنہ جس صحابی کی تلاوت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ آیات یاد آئیں تھیں، اس نے بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی تھیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ : أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ، أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 714، صحيح مسلم : 573)

❀ ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا أَدْرِي أَنَسِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ قَرَأَ ذٰلِكَ عَمْدًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں سورت زلزال کی تلاوت کی، مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بھول کر کیا یا جان بوجھ کر۔''

(سنن أبي داود : 816، وسندهٗ حسنٌ)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں فرمان نبوی: ''میں بشر ہی ہوں، آپ کی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں۔'' اور حدیث ذوالیدین: ''یا آپ بھول گئے ہیں۔''

میں دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی ان افعال اور احکام شرعیہ میں بھول ہو سکتی ہے، جن کو آپ ﷺ نے (امت تک) پہنچا دیے ہیں۔ اکثر اہل علم، ائمہ اور محققین کا یہی مذہب ہے۔ قرآن کے ظاہر اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، لیکن ائمہ کرام رحمہم اللہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو بھول پر متنبہ کر دیتا ہے، اُسے بھول پر قائم نہیں رکھتا۔''

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 2/513)

بعض لوگ اپنے ائمہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ معصوم ہیں، ان سے خطا اور نسیان کا صدور نہیں ہو سکتا۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام سے بھول سرزد ہو سکتی ہے، تو عام اُمتیوں سے بالاولیٰ ہو سکتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا خاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں غلطی اور بھول پر متنبہ کر دیتے ہیں۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ رَجُلًا، مِنَ الْأَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَأَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ : ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ فَخَلَطَ فِيهَا، فَنَزَلَتْ : ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ .

''ایک انصاری شخص نے علی بن ابی طالب اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی دعوت کی اور دونوں کو شراب پلائی، اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مغرب کی امامت کروائی اور سورت کافرون کی قرأت کی، تو

الفاظ خلط ملط ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ”نشے میں نماز مت پڑھو، تا آنکہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔“

(سنن أبي داود: 3671، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

”یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: 3026)

امام حاکم رحمہ اللہ (۲/ ۳۰۷) نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول ہیں؟

عقیدۃ الوصی بدعی عقیدہ ہے۔ وصی لقب یہودیوں سے مستعار ہے۔ یہ عبداللہ بن سبا یہودی کی ایجاد ہے۔ وصی وغیرہ القاب کا اطلاق روافض کرتے ہیں۔ اصحاب ثلاثہ کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ ان کے لیے "خلیفہ" اور "امیر المومنین" کے القاب استعمال کیے گئے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا اخْتَصَّنَا دُونَ النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا بِثَلَاثِ خِصَالٍ أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوءَ، وَأَنْ لَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ، وَأَنْ لَا نُنْزِيَ الْحِمَارَ عَلَى الْفَرَسِ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف تین چیزوں میں خصوصیت دی ہے، ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اچھی طرح وضو کریں، صدقہ نہ کھائیں اور گدھے کی گھوڑی سے جفتی نہ کرائیں۔"

(سنن أبي داود: 808، سنن النّسائي: 141، سنن التّرمذي: 1701، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحیح" اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۷۵) نے "صحیح" قرار دیا ہے۔

عالم اہل بیت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اہل بیت کے اختصاص ذکر کر رہے ہیں۔ اس میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا "وصی رسول" ہونا مذکور نہیں۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول

اللہ ﷺ کے وصی ہوتے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسے ضرور ذکر کرتے۔

❁ مؤرخ دیار مصر، علامہ مقریزی رحمہ اللہ (۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن وہب بن سبا المعروف ابن سودا سبائی نمودار ہوا، اس نے یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کی تھی، لہٰذا نص کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وصی اور آپ ﷺ کے بعد امت کے خلیفہ ہیں۔ اسی طرح اس نے ہی یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وفات کے بعد دنیا میں واپس آئیں گے اور رسول اللہ ﷺ بھی واپس آئیں گے۔ عبداللہ بن سبا ہی نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، بلکہ وہ زندہ ہیں، نیز ان میں اللہ تعالیٰ کا ایک جز ہے، وہی ہیں، جو بادلوں میں آئیں گے، بجلی کی کڑک ان کی آواز ہے، بجلی کی روشنی ان کا کوڑا ہے اور وہ ضرور بالضرور زمین پر نازل ہوں گے اور اسے عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسے یہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔ اسی ابن سبا سے غالی روافض کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔''

(الخِطَط: 356/2)

❁ ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَأَبُو بَكْرٍ كَانَ يَتَأَمَّرُ عَلٰى وَصِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ؟ وَدَّ أَبُو بَكْرٍ أَنَّهٗ وَجَدَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدًا فَخَزَمَ أَنْفَهٗ بِخِزَامَةٍ .

''کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وصی پر حکم چلاتے تھے؟ (ہرگز نہیں، بلکہ)

ابو بکر رضی اللہ عنہ تو چاہتے تھے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد ملے اور اُن کی ناک میں نکیل ڈال دی جائے (یعنی انہیں مطیع وفرمانبردار بنالیا جائے)۔''

(طبقات ابن سعد :529/1، دلائل النُّبُوّة للبيهقي : 223/7)

ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ اس قول میں عقیدہ وصی کا رد کر رہے ہیں کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وصی علی رضی اللہ عنہ ہوں اور ان پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حکم چلے؟

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَدِيثُ الَّذِي فِيهِ وَصِيَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ : يَا عَلِيُّ إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثَ عَلَامَاتٍ : الصَّلَاةُ، والصِّيَامُ، وَالزَّكَاةُ، فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا مَّوْضُوعًا، تَفَرَّدَ بِهٖ حَمَّادُ بْنُ عَمْرٍو، وَكَانَ يَكْذِبُ، عَنِ السَّرِيِّ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، عَنْ آبَائِهٖ، وَعِنْدَ الرَّافِضَةِ أَبَاطِيلُ فِي أَنَّ عَلِيًّا عُهِدَ إِلَيْهِ .

''جس حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ اے علی! مومن کی تین علامات ہیں؛ نماز، روزہ اور زکوۃ۔ یہ طویل حدیث من گھڑت ہے۔ اسے حماد بن عمرو ''کذاب'' نے سری بن خالد عن جعفر صادق عن آبائہ ...... کی سند سے منفرد بیان کیا ہے۔ روافض کئی باطل روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت کی گئی ہے۔''

(تاريخ الإسلام :836/1، سِيَر أعلام النّبلاء : 487/2)

غسل رسول کے متعلق علی رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت!

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

أَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا يُغَسِّلَهُ أَحَدٌ غَيْرِي فَإِنَّهُ لا يَرٰى أَحَدٌ عَوْرَتِي إِلَّا طُمِسَتْ عَيْنَاهُ، قَالَ عَلِيٌّ : فَكَانَ الْفَضْلُ وَأُسَامَةُ يُنَاوِلَانِي الْمَاءَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ وَهُمَا مَعْصُوبَا الْعَيْنِ، قَالَ عَلِيٌّ : فَمَا تَنَاوَلْتُ عُضْوًا إِلَّا كَأَنَّمَا يُقَلِّبُهُ مَعِي ثَلَاثُونَ رَجُلًا حَتّٰى فَرَغْتُ مِنْ غُسْلِهِ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میرے علاوہ کوئی انہیں غسل نہ دے، کیونکہ جو بھی میرا جسم دیکھے گا، وہ اندھا ہو جائے گا۔ چنانچہ فضل اور اُسامہ مجھے پردے کے پیچھے سے پانی پکڑاتے تھے، دونوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا کوئی بھی عضو پکڑتا، تو ایسے محسوس ہوتا، جیسے میرے ساتھ تیس بندے اس عضو کا پہلو بدل رہے ہیں، یہاں تک کہ میں غسل سے فارغ ہو گیا۔“

(طَبقات ابن سعد : 278/2، مسند البزّار : 135/3، دلائل النّبوة للبيهقي : 244/7)

روایت سخت ضعیف اور منکر ہے۔

① کیسان ابو عمر قصار ”ضعیف“ ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر : 5677)

② یزید بن بلال فزاری ''ضعیف'' ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر : 7696)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(دیوان الضّعفاء : 4712)

کلمہ طیبہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، یہ کلمہ توحید، کلمہ دین، کلمہ ایمان، کلمہ اخلاص، کلمہ تقویٰ اور کلمہ اسلام ہے، نیز یہ شہادت حق ہے۔ کلمہ طیبہ دین کا رکن ہے۔ اس کلمہ پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (المحلی لابن حزم: ۱۱/ ۳۷) فقط یہ کلمہ پڑھ لینے سے انسان اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کسی بھی کلمہ کے لیے قرآن وحدیث سے خاص دلیل کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ کلمہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے مخالف نہ ہو، تو وہ درست ہے، جیسا کہ چھ کلمے معروف ہیں۔ روافض کا کلمہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے مخالف ہے۔

❁ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ، أَوْ قَالَ : إِنِّي مُسْلِمٌ، أَنَّهُ يُحْكَمُ لَهُ بِحُكْمِ الْإِسْلَامِ.

''جس نے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہا، یا یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں، تو اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا۔'' (أحكام القرآن: 310/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَفْتَقِرُ صِحَّةُ الْإِسْلَامِ إِلٰى أَنْ يَقُولَ الدَّاخِلُ فِيهِ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، بَلْ لَوْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ،

كَانَ مُسْلِمًا بِالْاِتِّفَاقِ .

''مسلمان ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' کہے، بلکہ اگر وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہے، تو بالاتفاق مسلمان ہو جائے گا۔''

(الطُّرُق الحُکمِیّة، ص 171)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الْكَافِرَ إِذَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ، دَخَلَ فِي الْإِسْلَامِ، وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، وَإِنْ لَّمْ يَتَلَفَّظْ بِلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کی طرف سے حق کی گواہی ہو جاتی ہے، اگر چہ وہ ''شہادت'' کا لفظ نہ بھی بولے۔''

(التّنبیه علی مُشکلات الهِدایة : 497/4)

❁ علامہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعٌ عَلٰى أَنَّ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَدْ أَسْلَمَ .

''اس پر اجماع ہے کہ جس (کافر) نے (صدق دل سے) کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا، وہ مسلمان ہو جائے گا۔''

(لَمعات التّنقیح : 202/1)

کلمہ شہادت:

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عِنْهُ أَنَّ الْكَافِرَ إِذَا قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ شَيْئًا؛ أَنَّهُ مُسْلِمٌ .

''ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جب کافر (صدق دل سے) صرف ''اشہد لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' کہہ دے، تو وہ مسلمان ہے۔''

(الإجماع : 724)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مِمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الدِّينِ، وَعُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّهُمْ مُجْمِعُونَ عَلٰى مَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الرَّسُولِ، أَنَّ كُلَّ كَافِرٍ فَإِنَّهُ يَدَّعِي إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ، سَوَاءً كَانَ مُعَطِّلًا، أَوْ مُشْرِكًا، أَوْ كِتَابِيًّا، وَبِذٰلِكَ يَصِيرُ الْكَافِرُ مُسْلِمًا، وَلَا يَصِيرُ مُسْلِمًا بِدُونِ ذٰلِكَ .

''ائمہ دین اور علمائے مسلمین کا اتفاق واجماع ہے کہ دین کے بنیادی مسائل میں سے ہے کہ جو کافر شہادتین کی گواہی دے، وہ کافر خواہ معطل (صفات باری تعالیٰ کا منکر) ہو، یا مشرک ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، تو اس سے وہ کافر مسلمان ہو جائے گا، اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔''

(دَرء تعارُض العَقل والنّقل : 8/7)

کلمہ طیبہ کے دونوں جز وقرآن میں مذکور ہیں۔ایک ساتھ ذکر نہیں۔ ویسے بھی کلمہ کا قرآن وحدیث سے ثابت ہونا ضروری نہیں۔ مسلمان توحید ورسالت پر مبنی کوئی بھی کلمہ وضع کر سکتے ہیں، بشرطیکہ قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو۔ روافض کے کلمہ کا جزو''علی ولی اللہ'' (علی خلیفہ بلافصل ہیں۔) گمراہی وضلالت پر مبنی ہے، کیونکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بالا جماع خلیفہ بلافصل ہیں۔اہل بیت اور علمائے اہل بیت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل تسلیم کرتے تھے۔آپ کے ہاتھ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت کر رکھی تھی۔مسلمان ہونے کے لیے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھنا کافی ہے۔

تنبیہ:

الاسماء والصفات للبیہقی (۱۹۵) میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: 345/7، سلامة)

❀ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرٰى هٰذِهِ الزِّيَادَةَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ .

''میں (اس روایت میں) کلمہ لا الہ الا اللہ کی زیادت کو زہری کا قول سمجھتا ہوں۔''

(الإيمان: 360/1)

فائدہ:

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَتْ رَايَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءَ وَلِوَائُهٗ

أَبْيَضَ، مَكْتُوْبٌ فِيْهِ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ».

''رسول اللہ ﷺ کا بڑا پرچم سیاہ اور چھوٹا پرچم سفید تھا، جس میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔''

(أخلاق النّبي وآدابه لأبي الشّيخ الأصبهاني: 424)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن ابی سری عسقلانی بہت زیادہ وہم کھاتا تھا۔

② حیان بن عبید اللہ نے مختلط ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی روایات بیان کی ہیں، جن میں یہ منفرد ہے، اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

③ عباس بن طالب متکلم فیہ ہے، اس کی بعض منکر روایات ہیں۔

❁ اس روایت کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وَاہٍ (ضعیف) کہا ہے۔

(فتح الباري: 127/6)

فائدہ:

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَانَ فِي خَاتَمِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَكْتُوبَةٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ.

''سلیمان بن داود علیہما السلام کی انگوٹھی پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کندہ تھا۔''

(جزء فيه ما انتقى ابن مردويه على الطّبراني من حديثه لأهل البصرة: 76)

سند جھوٹی ہے۔

① شیخ ابن ابی خالد بصری ''کذاب و وضاع'' ہے۔

② محمد بن ابی سری کے بہت زیادہ اوہام ہیں۔

③ عبداللہ بن وہیب غزی مجہول ہے۔

فائدہ:

✿ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

لِلْإِجْمَاعِ عَلٰی أَنَّهٗ لَا يُعْتَدُّ بِتِلْكَ وَحْدَهَا .

''اجماع ہے کہ (اعمال کے بغیر) فقط کلمہ کا کوئی فائدہ نہیں۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 72/6)

فائدہ:

روافض کا کہنا ہے کہ ان کے کلمہ میں ''علی ولی اللہ'' کے الفاظ فَرَائِدُ السِّمْطَيْنِ فِي فَضَائِلِ الْمُرْتَضٰى وَالْبُتُولِ وَالْحُسَيْنِ نامی کتاب میں مذکور ہیں۔

جبکہ یہ کتاب مطبعۃ النعمان، نجف، ایران سے چھپی ہے۔ اس کتاب میں اہل بیت کی فضیلت میں غلو پر مبنی جھوٹی روایات ہیں۔

اس کا مصنف ابراہیم بن محمد بن مؤید جوینی حموئی خراسانی (۶۴۴۔۷۲۲ھ) ہے۔ یہ تقیہ باز رافضی تھا۔ خود کو سنی ظاہر کرتا تھا۔ اس لیے بعض اہل علم اسے سنی خیال کرنے لگے اور اس کی تعریف کر دی۔ اس کے اساتذہ روافض ہیں، مثلاً: ابن مطہر حلی رافضی، محمد بن محمد بن حسن طوسی رافضی اور علی بن جلال دین عبدالحمید موسوی حائری رافضی، وغیرہم۔

شیعہ علما اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسے شیخ الاسلام کا لقب دیتے

ہیں۔ بھلا کوئی شیعہ کسی سنی عالم کو ''شیخ الاسلام'' کہہ سکتا ہے؟

شیعہ عالم امین عاملی (۱۳۷۱ھ) اور آغا بزرگ طہرانی (۱۳۸۹ھ) وغیرہما نے اسے شیعہ علما میں شمار کیا ہے۔

(أعيان الشّيعة : 458/5، الذّريعة إلي تصانيف الشّيعة : 16/57)

لہٰذا روافض کا اسے سنی عالم کی کتاب باور کرانا تلبیس ہے، اہل سنت اس سے بری ہیں۔

قبر علی رضی اللہ عنہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کا تعین معلوم نہیں۔ روافض کا دعویٰ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر نجف میں ہے۔ یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''کئی جاہل روافض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر نجف میں ہے، یہ دعویٰ بے دلیل اور بے بنیاد ہے۔''

(البِداية والنّهاية :20/11)

موزوں پر مسح

موزوں پر مسح کرنا جائز اور مشروع ہے۔ اس پر احادیث متواترہ اور اجماع امت دلیل ہیں، روافض اس کا انکار کرتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ الْحُكْمُ الْجَلِيلُ الَّذِي فَرَّقَ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَأَهْلِ الْبِدَعِ وَهُوَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا مَخْذُولٌ أَوْ مُبْتَدِعٌ خَارِجٌ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَسَائِرِ الْبُلْدَانِ إِلَّا قَوْمًا ابْتَدَعُوا فَأَنْكَرُوا الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالُوا : إِنَّهُ خِلَافُ الْقُرْآنِ وَعَسَى الْقُرْآنُ نَسَخَهُ وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يُخَالِفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ اللّٰهِ بَلْ بَيَّنَ مُرَادَ اللّٰهِ مِنْهُ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي قَوْلِهِ : ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ .

''اس حدیث میں ایک جلیل القدر حکم ہے، جس نے اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان فرق کر دیا ہے، وہ ہے: موزوں پر مسح کرنا، اس کا انکار ذلیل ورسوا

یا بدعتی شخص ہی کرتا ہے، جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو چکا ہے۔ حجاز، عراق، شام اور دیگر تمام علاقوں کے فقہا اور محدثین کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، مگر ایک بدعتی گروہ ظاہر ہوا اور انہوں نے موزوں پر مسح کا انکار کر دیا، کہنے لگے: یہ قرآن کے خلاف ہے اور قرآن نے اس حکم کو ختم کر دیا ہے۔ اللہ کی پناہ کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کریں، بلکہ آپ ﷺ نے (اپنی قولی، فعلی اور تقریری احادیث سے) واضح کر دیا ہے کہ اس حکم سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ ''ہم نے آپ پر ''ذکر'' نازل کیا ہے، تاکہ آپ لوگوں کے لیے وحی کی وضاحت کر دیں۔''

(التّمهيد: 134/11)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

صَرَّحَ جَمْعٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ بِأَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مُتَوَاتِرٌ.

''حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے صراحت کی ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث متواتر ہیں۔''

(فتح المغيث: 18/4)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

جَوَازُ مَسْحِ الْخُفَّيْنِ وَهُوَ إِجْمَاعُ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ، وَمَا وَرَدَ عَنْ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ مِمَّا يُخَالِفُ ذٰلِكَ مُؤَوَّلٌ وَقَدْ رَوَى الْمَسْحَ

عَلَيْهِمَا نَحْوُ ثَمَانِينَ صَحَابِيًّا، وَمِنْ ثَمَّةَ قَالَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ: إِنَّ أَحَادِيثَهُ مُتَوَاتِرَةٌ، وَأَخْشٰى أَنْ يَكُونَ إِنْكَارُهُ كُفْرًا.

''موزوں پر مسح کے جواز پر قابل اعتماد اہل علم کا اجماع ہے، بعض ائمہ سے جو اس کے برخلاف آیا ہے، اس کی تاویل کی جائے گی۔ موزوں پر مسح کا جواز تقریباً اسی (۸۰) صحابہ نے نقل کیا ہے، اسی وجہ سے ایک امام نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث متواتر ہیں، اس لیے خدشہ ہے کہ اس کا انکار کفر ہو۔''

(أشرف الوَسائل، ص 136)

❁ سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فَسُئِلَ، فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا.

''آپ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور (وضو میں) موزوں پر مسح کیا، پھر نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے اس عمل کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔''

(صحيح البخاري: 387، صحيح مسلم: 272)

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: دَعْهُمَا، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر پر تھا۔ (وضو کے وقت) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے موزے اُتارنے کے لیے جھکا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: رہنے دیجیے، میں نے انہیں وضو کی حالت میں پہنا تھا، پھر آپ ﷺ نے ان پر مسح کیا۔''

(صحيح البخاري : 206، صحيح مسلم : 274)

❁ علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَهُوَ حَدِيثٌ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ.

''موزوں پر مسح کے متعلق حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(توضيح الأفكار : 267/2)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ .

''نبی کریم ﷺ نے وضو کیا، تو موزوں پر مسح کیا۔''

(صحيح مسلم : 273)

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ : عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ : جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ .

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اور ان سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، ان

سے پوچھیے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔تو ہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا،تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحیح مسلم : 276)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ نَقَلَهُ أَئِمَّةٌ حُفَّاظٌ .

''یہ صحیح ثابت حدیث ہے، اسے ائمہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔''

(الاستذكار : 220/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال ہوا، فرمایا:

لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ .

''مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن کی رخصت ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 1292، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

اجماعِ اُمت:

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ صَرَّحَ جَمْعٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ بِأَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مُتَوَاتِرٌ .

''حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے صراحت کی ہے کہ موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث متواتر ہے۔''

(فتح الباري :306/1)

❁ امام ابورجاء قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ (۲۴۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَأْخُوذُ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ : ...... الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''یہ ائمہ اسلام اور اہل سنت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے کہ......موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔''

(شِعار أصحاب الحديث للحاكم الكبير، ص 30، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكُلُّ مَنْ لَقِيتُ مِنْهُمْ عَلَى الْقَوْلِ بِهٖ .

''جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں اور جن سے ملاقات کی ہے، سب کے سب بالاجماع موزوں پر مسح کے قائل ہیں۔''

(الأوسط :433/1)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح صحيح البخاري :304/1)

❁ قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 213/2)

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''موزوں پر مسح کا انکار صرف بدعتی کرتا ہے، جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے۔ اس مسئلہ میں حجاز و عراق کے فقہا اور محدثین کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا جم غفیر اس کے جواز کا قائل ہے، جس کا غلطی اور جھوٹ پر جمع ہونا ناممکن ہے۔ وہ جمہور صحابہ، تابعین اور فقہائے مسلمین ہیں۔ موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(الإقناع في مسائل الإجماع :88/1)

اہل علم کی تصریحات:

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''جرابوں اور موزوں پر مسح کا ایک ہی حکم (یعنی جائز) ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1991، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَرِيقِ التَّوَاتُرِ وَالِاسْتِفَاضَةِ مِنْ حَيْثُ يُوجِبُ الْعِلْمَ .

''موزوں پر مسح کے متعلق نبی کریم ﷺ سے متواتر مشہور احادیث ثابت ہیں، جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔''

(أحکام القرآن : 3/353)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَجَبُ مِنَ الرَّوَافِضِ تَرَكُوا الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مَعْ تَظَاهُرِ الْأَخْبَارِ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتِفَاضَةِ عِلْمِهٖ عَلٰى لِسَانِ الْأُمَّةِ ...... ثُمَّ اتَّخَذُوهُ شِعَارًا حَتّٰى إِنَّ الْوَاحِدَ مِنْ غُلَاتِهِمْ رُبَّمَا تَأَلّٰى فَقَالَ : بَرِئْتُ مِنْ وِلَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَسَحْتُ عَلٰى خُفَّيَّ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا .

''روافض پر حیرانی ہوتی ہے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کو ترک کیا ہے، حالانکہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے واضح احادیث موجود ہیں اور امت کی زبان پر مشہور ہیں۔......روافض نے موزوں پر مسح نہ کرنے کو اپنا شعار بنا لیا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض غالی رافضی قسم اٹھاتے وقت کہتا ہے: ''اگر میں نے فلاں کام کیا ہو، تو میں امیر المومنین (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی ولایت سے بری ہو جاؤں اور موزوں پر مسح کرلوں۔''

(مَعالِم السّنن : 1/51)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَقْلُ تَوَاتُرٍ يُوجِبُ الْعِلْمَ .

''یہ احادیث متواتر ہیں، جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔''

(المحلّٰی: 322/1)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

رَوٰی عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ نَحْوُ أَرْبَعِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَاسْتَفَاضَ وَتَوَاتَرَ.

''نبی کریم ﷺ سے موزوں پر مسح تقریباً چالیس صحابہ نے نقل کیا ہے، یہ مشہور اور متواتر ہے۔''

(التّمهيد: 137/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَسْحَ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ، وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَاطْمَأَنَّتِ النَّفْسُ إِلَى اتِّفَاقِهِمْ.

''موزوں پر مسح تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، ان کے اتفاق پر دل مطمئن ہے۔''

(التّمهيد: 153/11)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اشْتَهَرَ جَوَازُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الشَّرِيعَةِ، حَتّٰى عُدَّ شِعَارًا لِأَهْلِ السُّنَّةِ، وَعُدَّ إِنْكَارُهُ شِعَارًا لِأَهْلِ الْبِدَعِ.

''موزوں پر مسح کا جواز علمائے شریعت کے ہاں مشہور ہے، یہاں تک کہ یہ

اہل سنت کا شعار بن چکا ہے اور اس کا انکار اہل بدعت کا شعار ہے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 113/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ السُّنَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَبِغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَالرَّافِضَةُ تُخَالِفُ هٰذِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ.

''وضو میں موزوں پر مسح کرنا اور ننگے پاؤں دھونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت ہے، لیکن روافض اس متواتر سنت کے مخالف ہیں۔''

(منهاج السنّة النبويّة : 177/4)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ السُّنَّةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَبِغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَالرَّافِضَةُ تُخَالِفُ هٰذِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح اور پاؤں دھونے کے بارے میں متواتر روایات آتی ہیں۔ روافض اس متواتر سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 386)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشْرُوعِيَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَوْلًا مِنْهُ وَفِعْلًا ...... وَقَدْ خَالَفَتِ الرَّوَافِضُ

ذٰلِكَ كُلَّهٗ بِلَا مُسْتَنَدٍ، بَلْ بِجَهْلٍ وَضَلَالٍ، مَعَ أَنَّهٗ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ، مِنْ رِوَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''رسول اللہ ﷺ سے موزوں پر مسح کی مشروعیت قولی اور فعلی احادیث میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔...... روافض ان احادیث کی بغیر دلیل، بلکہ اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں۔ جبکہ موزوں پر مسح کے متعلق صحیح مسلم میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 58/3)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، خِلَافًا لِّبَعْضِ الْمُبْتَدِعَةِ.

''موزوں پر مسح کے جواز پر اہل سنت والجماعت نے اجماع کیا ہے، البتہ بعض اہل بدعت (روافض) نے مخالفت کی ہے۔''

(شرح مسند أبي حنيفة :364/1)

❀ علامہ عبداللہ بن احمد بن یحییٰ مقدسی رحمہ اللہ (۱۰۹۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى جَوَازِهٖ، وَخَالَفَ فِيهِ الشِّيعَةُ.

''''موزوں پر مسح کے جواز پر اہل سنت نے اجماع کیا ہے، البتہ شیعہ نے مخالفت کی ہے۔''

(شرح دليل الطّالب :117/1)

تنبیہ: ابوزرعہ بن عمرو بن جریر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ : فَدَخَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ دَارَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَبَالَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَخَلَعَ خُفَّيْهِ، وَقَالَ : مَا أَمَرَنَا اللّٰهُ أَنْ نَمْسَحَ عَلٰى جُلُودِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مروان بن حکم کے گھر داخل ہوئے، پیشاب کیا، پانی منگوایا، وضو کیا اور موزے اُتار دیے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں گائے اور بکری کے چمڑے پر مسح کرنے کا حکم نہیں دیا۔''

(التّمييز للإمام مسلم، ص 209، الرقم : 89، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح کے منکر تھے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کہنا چاہتے ہیں کہ موزوں پر مسح کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ ضرور بالضرور مسح ہی کرو، بلکہ یہ رخصت ہے، اسے کبھی اختیار نہ بھی کریں، تو کوئی حرج نہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح سے متعلق حدیث نہ پہنچی ہو اور وہ اپنے علم کے مطابق موزوں پر مسح نہ کرتے ہوں۔

خاکِ کربلا

شیعہ مذہب کی بنیاد کذب اور غلو پر ہے۔ یہ اہل بیت کی شان میں غلو سے کام لیتے ہیں، کربلا میں جہاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، وہاں کی مٹی کو متبرک اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اس مٹی کو سونگھتے ہیں، خاک شفا سمجھ کر کھا بھی لیتے ہیں۔ اس مٹی کی ٹھیکری پر سجدہ کرتے ہیں۔ اس ٹھیکری کو تربت حسینی کا نام دیتے ہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ غلو پر مبنی بدعت ہے۔ خاک کربلا کا ذکر شاید ان کے متقدمین کی کتابوں میں بھی نہ ہو۔ بعد والوں نے اس بدعت کو ایجاد کر کے دین کا درجہ دیا ہے۔ اس حوالے سے انہیں کذب بیانی سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا کرنا سنت مصطفیٰ ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد بشر سے خاک کربلا پر سجدہ کرنا ثابت نہیں۔

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُسْتَحَبُّ تَرْكُ بَعْضِ مُوَافَقَتِهِمْ فِيمَا ابْتَدَعُوهُ وَصَارَ شِعَارًا لَّهُمْ، كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي الْمَذْهَبِ، كَوَضْعِ الْحَجَرِ فَوْقَ السَّجَّادَةِ، فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَتِ السَّجْدَةُ عَلٰى جِنْسِ الْأَرْضِ أَفْضَلَ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ مَعَ جَوَازِهَا عَلَى الْبِسَاطِ وَالْفَرْوِ وَنَحْوِهِمَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ، لٰكِنْ وَضْعُ نَحْوِ الْحَجَرِ وَالْمَدَرِ فَوْقَ السَّجَّادَةِ بِدْعَةٌ ابْتَدَعُوهَا، وَصَارَ عَلَامَةً لِمَعْشَرِهِمْ،

فَيَنْبَغِي الْاِجْتِنَابُ لِفِعْلِهِمْ لِسَبَبَيْنِ؛ أَحَدُهُمَا: نَفْسُ مُوَافَقَتِهِمْ فِي الْبِدْعَةِ، وَثَانِيهِمَا: رَفْعُ التُّهْمَةِ.

''روافض نے جس کام کو جاری کیا اور وہ ان کا شعار بن گیا، اس کام میں ان کی موافقت سے گریز کرنا مستحب ہے، جیسا کہ مذہب میں طے شدہ بات ہے، مثلاً جائے نماز پر ٹھیکری رکھنا، گو کہ زمین پر سجدہ کرنا باتفاق ائمہ مستحب ہے اور اہل سنت کے نزدیک چٹائی اور چمڑے وغیرہ پر سجدہ کرنا بھی جائز ہے، مگر جائے نماز پر پتھر یا ٹھیکری رکھنا بدعت ہے، جسے روافض نے ایجاد کیا ہے اور ان کا مذہبی شعار بن چکا ہے، لہٰذا اس سے دو وجہ سے اجتناب ضروری ہے؛ ① روافض کی بدعت میں موافقت ② تہمت دور کرنے کے لیے (کہ کوئی ٹھیکری پر سجدہ کرتا دیکھ کر آپ کو رافضی نہ سمجھ بیٹھے)۔''

(تزيين العبارة لتحسين الإشارة، ص 58)

ظہرین اور مغربین

شیعہ سفر و حضر میں ظہر، عصر اور مغرب عشاء کو اکھٹا ادا کرتے ہیں اور اس پر دوام اختیار کرتے ہیں۔ ظہر اور عصر کو ''ظہرین'' کا نام دیتے ہیں اور نماز مغرب کے ساتھ نماز عشاء ادا کرنے کو ''مغربین'' کہتے ہیں۔

حضر میں دو نمازوں کو بلا عذر ہمیشہ جمع کرنا جائز نہیں، قرآن و حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ کتب احادیث میں ہر نماز کا الگ الگ وقت مقرر ہے، صرف اتنا ہے کہ بعض عذروں کی صورت میں ظہر عصر اور مغرب عشاء کو اکھٹا ادا کرنا جائز ہے، البتہ بغیر عذر ہمیشگی کے ساتھ ایسا کرنا ثابت نہیں۔

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَقَدِ ابْتُلِيَ زَمَنُنَا هٰذَا مِنْ بَيْنَ الْأَزْمِنَةِ وَدِيَارُنَا هٰذِهِ مِنْ بَيْنِ دِيَارِ الْأَرْضِ بِقَوْمٍ جَهِلُوا الشَّرْعَ وَشَارَكُوا فِي بَعْضِ فُرُوعِ الْفِقْهِ فَوَسَّعُوا دَائِرَةَ الْأَوْقَاتِ وَسَوَّغُوا لِلْعَامَّةِ أَنْ يُّصَلُّوا فِي غَيْرِ أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ فَظَنُّوا أَنَّ فِعْلَ الصَّلَاةِ فِي غَيْرِ أَوْقَاتِهَا شُعْبَةٌ مِّنْ شُعَبِ التَّشَيُّعِ وَخَصْلَةٌ مِّنْ خِصَالِ الْمَحَبَّةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا وَأَهْلُ الْبَيْتِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ بُرَآءُ مِنْ هٰذِهِ

الْمَقَالَةِ مَصُونُونَ عَنِ الْقَوْلِ بِشَيْءٍ مِّنْهَا وَلَقَدْ صَارَتِ الْجَمَاعَاتُ الْآنَ تُقَامُ فِي جَوَامِعِ صَنْعَاءَ لِلْعَصْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَلِلْعِشَاءِ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَصَارَ غَالِبُ الْعَوَّامِّ لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ إِلَّا عِنْدَ اصْفِرَارِ الشَّمْسِ فَيَا لَلّٰهِ وَلِلْمُسْلِمِينَ مِنْ هٰذِهِ الْفَوَاقِرِ فِي الدِّينَ .

''ہمارے زمانے اور علاقے میں ایک ایسی جماعت نمودار ہوئی ہے، جو شریعت سے بہری ہے اور فقہی فروعات میں گھس کر نمازوں کے دائرہ اوقات کو وسیع کر رہی ہے، یاد رہے کہ یہ جماعت پہلے زمانوں اور دیگر علاقوں میں نہیں پائی جاتی، انہوں نے عوام کو اجازت دے رکھی ہے کہ آپ نمازوں کے اوقات کے علاوہ کسی وقت میں نماز ادا کر لیں۔ وہ اصل تشیع اسی کو سمجھتے ہیں اور اس کو اہل بیت سے محبت کی نشانی بتلاتے ہیں۔ یہ لوگ خود تو گمراہ ہیں ہی، دوسروں کے لیے بھی گمراہی کا سامان بنے ہوئے ہیں، یقیناً اہل بیت رحمہم اللہ ان کے سب اقوال سے بری ہیں۔ اب حال یہ ہے کہ شہر صنعاء کی مساجد میں عصر کی جماعتیں نماز ظہر کے فوراً بعد اور عشا کی نماز مغرب کے فوراً بعد کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ اکثر لوگ ظہر و عصر سورج زرد ہونے کے بعد ہی ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی دینی آزمائش و مصائب سے حفظ و امان میں رکھے۔''(السَّیل الجرّار :185/1)

❀❀❀❀❀❀❀

نمازتراویح

قیام رمضان کو بالاتفاق ''تراویح'' کہا جاتا ہے،اس کے کئی نام ہیں۔اس کو چھوڑنا بہت سارے اجر وثواب سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے۔نماز تراویح مشروع مستحب ہے۔

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ قِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَ زَعْمِ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ قِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ بِدْعَةٌ لَا سُنَّةٌ .

''اس دلیل کا بیان کہ رمضان میں قیام اللیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے،اس کے برخلاف روافض کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان کا قیام (تراویح) بدعت ہے، سنت نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث:2201)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ صَلَاةَ الْجَمَاعَةِ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بِدْعَةٌ كَمَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ .

''قیام رمضان کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، بدعت نہیں، جیسا کہ روافض کہتے ہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث : 2208)

امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ فِي مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِينَ سُنَّةٌ مَسْنُونَةٌ .

”(اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ) مسلمانوں کی مساجد میں نماز تراویح مسنون سنت ہے۔“

(المستدرك على الصّحيحين :1/440)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ مِّنْ سُنَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْدُوبٌ إِلَيْهَا مَرْغُوبٌ فِيهَا وَلَمْ يَسُنَّ مِنْهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذْ أَحْيَاهَا إِلَّا مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ وَلَمْ يَمْنَعْ مِنَ الْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهِ إِلَّا خَشْيَةَ أَنْ يُفْرَضَ عَلٰى أُمَّتِهِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفًا رَّحِيمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا عَلِمَ ذٰلِكَ عُمَرُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلِمَ أَنَّ الْفَرَائِضَ لَا يُزَادُ فِيهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْهَا بَعْدَ مَوْتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، أَقَامَهَا لِلنَّاسِ وَأَحْيَاهَا وَأَمَرَ بِهَا، وَذٰلِكَ سَنَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَذٰلِكَ شَيْءٌ ادَّخَرَهُ اللّٰهُ لَهُ وَفَضَّلَهُ بِهِ وَلَمْ يُلْهِمْ إِلَيْهِ أَبَا بَكْرٍ وَإِنْ كَانَ

أَفْضَلَ مِنْ عُمَرَ وَأَشَدَّ سَبْقًا إِلٰى كُلِّ خَيْرٍ بِالْجُمْلَةِ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَضَائِلُ خُصَّ بِهَا لَيْسَتْ لِصَاحِبِهٖ.

''رمضان کا قیام (تراویح) نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، نیز مستحب اور مستحسن عمل ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب (پورا مہینہ) نماز تراویح پڑھنے کا اہتمام کروایا، تو انہوں نے یہ عمل اسی لیے جاری کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ باجماعت نماز تراویح کو پسند کرتے تھے، اس پر ہمیشگی کرنے میں صرف یہ چیز مانع تھی کہ آپ ﷺ کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں اُمت پر فرض نہ کر دی جائے اور آپ ﷺ تو مؤمنوں کے لیے بہت شفیق و مہربان ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی اس علت کو جان لیا اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اب فرائض میں اضافہ یا کمی نہیں ہوسکتی، تو انہوں نے لوگوں کے لیے نماز تراویح کا قیام کیا، اس کی تجدید نو کر دی اور اسے قائم کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن ۱۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ یہ ایسی نیکی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ بھی رکھی تھی اور انہیں یہ فضیلت بخشی تھی، اللہ تعالیٰ نے یہ بات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں نہیں ڈالی، اگرچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے افضل تھے اور مجموعی طور پر ہر خیر میں سبقت لے جانے والے تھے، مگر ہر صحابی کے خاص فضائل ہیں، جو دوسرے صحابہ کے حصہ میں نہیں آئے۔''

(التّمھید : 108/8)

❁ نیز ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ فَضْلُ قِيَامِ رَمَضَانَ وَظَاهِرُهٗ يُبِيحُ فِيهِ الْجَمَاعَةَ وَالْاِنْفِرَادَ لِأَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ فِعْلُ خَيْرٍ وَقَدْ نَدَبَ اللّٰهُ إِلٰى فِعْلِ الْخَيْرِ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مَا أَمَرَ بِهٖ عُمَرُ وَفَعَلَهٗ مِنْ قِيَامِ رَمَضَانَ قَدْ كَانَ سَبَقَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ التَّرْغِيبُ وَالْحَضُّ فَصَارَ ذٰلِكَ مِنْ سُنَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اس حدیث میں فقہ ہے کہ قیام رمضان بافضیلت عمل ہے، اس حدیث کے ظاہر سے قیام اللیل کو باجماعت اور انفرادی دونوں طرح پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب اُمورِ خیر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خیر کے کاموں کی ترغیب دی ہے، نیز اس حدیث میں دلیل ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو قیام رمضان کا حکم فرمایا تھا اور جو اس بارے میں عمل کیا تھا، اس بارے میں پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ترغیب اور تحسین موجود تھی، یوں یہ (پورا رمضان باجماعت تراویح پڑھنا) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوا۔''

(التّمہید: 105/7)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِهَا.

''نماز تراویح کے مستحب ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 39/6، المجموع : 363/3، الغاية في شرح الهداية للسّروجي الحنفي : 365/4، طرح التّثريب للعراقي : 162/4، عمدة القاري للعيني :233/1)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ فِي زَمَنِهٖ وَبَعْدِهٖ عَلَى اسْتِحْبَابِهَا .

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور بعد کے زمانہ میں مسلمانوں کا نماز تراویح کے استحباب پر اجماع ہے۔“

(تهذيب الأسماء واللُّغات : 12/2)

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ قِيَامَ الْإِمَامِ بِالنَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ سُنَّةٌ عَمِلَ بِهَا صَاحِبُ السُّنَّةِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّمَا تَرَكَهَا خَوْفًا مِّنَ الْاِفْتِرَاضِ، فَلَمَّا انْقَضٰى زَمَنُ الْوَحْيِ؛ زَالَتِ الْعِلَّةُ فَعَادَ الْعَمَلُ بِهَا إِلٰى نِصَابِهٖ .

”ماہِ رمضان میں امام کا لوگوں کو با جماعت قیام کرانا سنت ہے، اس پر صاحب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہے اور اسے صرف فرضیت کے خوف سے ترک کیا، مگر جب وحی کا زمانہ ختم ہو گیا اور علت ختم ہوگئی، تو یہ عمل اپنی اصل حالت پر لوٹ آیا۔“

(الاعتصام :375/1)

۞ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قِيَامُ رَمَضَانَ سُنَّةٌ بِلَا خِلَافٍ، وَالْجَمَاعَةُ فِي نَافِلَتِهِ لَا تُنْكَرُ .

’’قیام رمضان کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، قیام اللیل کی جماعت کرانا بھی منکر نہیں ہے۔‘‘

(سُبُل السّلام: 345/1)

❀ علمائے احناف لکھتے ہیں:

اَلتَّرَاوِيحُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَمِيعًا بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ مُنْكِرُهَا مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ مَرْدُودُ الشَّهَادَةِ .

’’تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لیے مؤکد سنت ہے، اس پر صحابہ اور بعد والے ائمہ کا اجماع ہے، اس کا منکر بدعتی گمراہ ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں۔‘‘

(غنية المستملي لإبراهيم الحلبي، ص 382، مَجمع الأنهر لشيخي زاده: 135/1، حاشية الطّحطاوي، ص 411)

❀ علامہ ابوالمعالی اسبیجابی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۱ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ سُنَّةٌ لَا يَسَعُ تَرْكُهَا، إِذِ الْأُمَّةُ أَجْمَعَتْ عَلٰى شَرْعِيَّتِهَا وَجَوَازِهَا، وَلَمْ يُنْكِرْهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، إِلَّا الرَّوَافِضُ .

’’تراویح سنت ہے، اسے ترک نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کی مشروعیت اور جواز پر اُمت کا اجماع ہے، روافض کے علاوہ اہل قبلہ میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہیں۔‘‘

(زاد الفُقهاء: 251/1)

۞ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّرَاوِیحُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ لِمُوَاظَبَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِجْمَاعًا.

''تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر ہمیشگی کی ہے۔''

(الدرّ المختار: 43/2)

۞ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّرَاوِیحُ سُنَّةٌ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْأُمَّةِ، مُنْكِرُهَا مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ مَّرْدُودُ الشَّهَادَةِ.

''صحابہ کرام اور بعد والوں کا اجماع ہے کہ تراویح سنت ہے۔ اس کا منکر بدعتی اور گمراہ ہے، اس کی گواہی قبول نہیں۔''

(حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص 411، مَجمع الأنهر لشيخي زاده: 135/1)

۞ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأُمَّةُ أَجْمَعَتْ عَلٰى شَرْعِيَّتِهَا وَجَوَازِهَا وَلَمْ يُنْكِرْهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَّا الرَّوَافِضُ لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيهِمْ.

''تراویح کی مشروعیت اور جواز پر امت متفق ہے، اہل علم میں کوئی بھی اس کا منکر نہیں، سوائے روافض کے، اللہ ان کو برکت نہ دے۔''

(المَبسوط: 143/2، مِنحة الخالق لابن عابدين: 71/2)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ أَصْلَ مَشْرُوعِيَّتِهِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهَا بَيْنَ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُ يَكْفُرُ .

''جس عمل کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہو، اس کا سرے سے انکار کر دے، تو کافر ہو جائے گا۔'' (فتاویٰ شامی: 314/6)

فائدہ:

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلسُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيحِ أَنْ تُصَلّٰى بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ، كَمَا اتَّفَقَ عَلٰى ذٰلِكَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ، فَمَنْ صَلَّاهَا قَبْلَ الْعِشَاءِ فَقَدْ سَلَكَ سَبِيلَ الْمُبْتَدِعَةِ الْمُخَالِفِينَ لِلسُّنَّةِ .

''تراویح میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسے نماز عشا کے بعد ادا کیا جائے، اس پر سلف امت اور ائمہ اسلام کا اتفاق ہے۔ جس نے عشا سے پہلے تراویح ادا کی، اس نے سنت کے مخالفین اہل بدعت کا رستہ اختیار کیا۔''

(الاختيارات لشيخ الإسلام ابن تيمية لابن عبد الهادي، ص 41)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

''جس نے ایمان سمجھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے پورے رمضان کا قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

(صحيح البخاري: 37، صحيح مسلم: 173/759)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ، فَيَقُولُ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے: جو ایمان سمجھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرے گا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، آپ وجوبی حکم نہیں دیتے تھے، قیام رمضان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک بغیر جماعت کے چلتا رہا، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں بھی معاملہ یونہی رہا۔''

(صحیح مسلم: 174/759)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ، فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَ: قَدْ

رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ، إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ، قَالَ: وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ .

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں لوگوں نے بھی نماز پڑھی، اگلی رات نماز پڑھائی، تو نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی، پھر لوگ تیسری یا چوتھی رات بھی جمع ہوئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے نہ نکلے۔ صبح ہوئی، تو فرمایا: میں نے آپ کا شوق عبادت دیکھا، لیکن باہر اس لئے نہیں آیا کہ کہیں آپ پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے، راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کا واقعہ ہے۔''

(صحیح البخاري: 1129، صحیح مسلم: 177/761، واللّفظ لهٗ)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ، فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ يَذْكُرُونَ ذٰلِكَ، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ، فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ، عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَفِقَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ يَقُولُونَ: الصَّلَاةَ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رات تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ تیسری رات مسجد میں نمازی بڑھ گئے۔ آپ ﷺ تشریف لائے، لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ چوتھی رات مسجد تنگیِ داماں کا شکوہ کرنے لگی، مگر آپ ﷺ تشریف نہ لائے، حاضرین مسجد کہنے لگے: نماز (تراویح)! لیکن رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے وقت ہی تشریف لائے۔''

(صحيح البخاري: 2012، صحيح مسلم: 178/761)

❁ دوسری روایت میں ہے:

خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ، فَتَعْجِزُوا عَنْهَا.

''مجھے خدشہ ہوا کہ قیام اللیل فرض نہ ہو جائے اور آپ اس سے عاجز آ جائیں۔''

(صحيح البخاري: 924، صحيح مسلم: 178/761)

❁ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ، لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ، قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ، قَالَ: فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ»، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ، لَمْ يَقُمْ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ، جَمَعَ أَهْلَهٗ

وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِينَا أَنْ يَّفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قَالَ : قُلْتُ : وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ : السُّحُورُ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بَقِيَّةَ الشَّهْرِ .

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔آپ ﷺ نے قیام نہیں کروایا، تیئیسویں شب کا تہائی حصہ قیام کروایا۔ چوبیسویں کو قیام نہیں کروایا، پھر پچیسویں کو نصف رات تک قیام کروایا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کاش آپ پوری رات قیام کرواتے۔ فرمایا: باجماعت نماز پڑھنے پر پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔ چھبیسویں رات قیام نہیں کروایا۔ ستائیسویں شب صحابہ کرام کو بمع اہل وعیال قیام کروایا، تا آنکہ ہمیں خدشہ ہوا کہ ہم ''فلاح'' سے محروم نہ رہ جائیں۔ راوی نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: فلاح سے کیا مراد ہے؟ کہا: سحری۔ پھر بقیہ ایام قیام نہیں کروایا۔''

(مسند الإمام أحمد : 159/5، سنن أبي داوٗد : 1375، سنن النّسائي : 1606، سنن التِّرمِذي : 806، سنن ابن ماجه : 1327، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِحْتَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَيْرَةً بِّخَصَفَةٍ، أَوْ حَصِيرٍ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيهَا، قَالَ : فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَّجَاءُ وا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهٖ، قَالَ : ثُمَّ جَاءُ وا لَيْلَةً، فَحَضَرُوا، وَأَبْطَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمْ، قَالَ : فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ

وَحَصَبُوا الْبَابَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهٖ، إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ.

''رسول اللہ ﷺ نے چٹائی یا کھجور کی چھال کا خیمہ بنایا اور گھر سے نکل کر اس میں قیام اللیل کے لئے داخل ہوئے۔ صحابہ آپ کے پیچھے ہو لیے اور آپ کی اقتدا میں قیام کرنے لگے۔ اگلی رات صحابہ آئے، مگر رسول اکرم ﷺ آنے میں تاخیر کر دی، لوگوں نے شور کیا اور دروازے کو کنکریاں ماریں۔ رسول اللہ ﷺ غصہ میں باہر آئے اور فرمایا: آپ کا شوق عبادت ایسا ہی رہا، جس کی وجہ سے مجھے لگا کہ آپ پر یہ نماز (مسجد میں ادا کرنا) فرض کر دی جائے گی۔ گھروں میں نماز پڑھا کریں، فرض نماز کے علاوہ مرد کی سب سے بہترین نماز گھر میں ہی ہے۔''

(صحیح البخاري: 731، صحیح مسلم: 213/781، واللّفظ لهٗ)

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قُمْنَا مَعَهٗ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَّعِشْرِينَ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قُمْنَا مَعَهٗ لَيْلَةَ سَبْعٍ

وَّعِشْرِينَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنْ لَّا نُدْرِكَ الْفَلَاحَ، وَكَانُوا يُسَمُّونَهُ السُّحُورَ .

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کی تئیسویں شب کا تہائی حصہ قیام کیا۔ پھر پچیسویں کو نصف رات، ستائیسویں کو اتنا لمبا قیام کیا کہ ہمیں سحری فوت ہونے کا خدشہ ہوا۔''

(مسند الإمام أحمد : 272/4، سنن النّسائي : 1607، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۴۰) نے اس حدیث کو ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ عبدالرحمن بن عبدالقاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي أَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ، لَّكَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً أُخْرٰى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ : نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ، يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهٗ .

''میں رمضان کی ایک رات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا، لوگ مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔ کوئی آدمی اکیلا اور کوئی جماعت کے

ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے مطابق انہیں ایک قاری پر جمع کر دیا جائے، تو بہت اچھا ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عزم مصمم کر لیا اور لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کر دیا۔ ایک رات پھر میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا۔ لوگ ایک قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تجدید نو کیا خوب ہے! البتہ رات کا آخری پہر قیام کے لیے افضل ہے۔ دراصل اس وقت لوگ رات کے پہلے پہر قیام کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 2010)

❁ سیدنا عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ، وَقُمْتُهُ، فَمِمَّنْ أَنَا؟، قَالَ: مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ.

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں کلمہ توحید کی گواہی دوں، آپ کی رسالت کا اقرار کروں، پانچوں نمازیں پڑھوں، زکوۃ ادا کروں، رمضان کے روزے رکھوں اور تراویح ادا کروں، تو میرا شمار کن میں ہوگا؟ فرمایا: صدیقوں اور شہیدوں میں۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار]: 25، صحيح ابن خزيمة: 2212، صحيح ابن حبّان: 3438، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرْجُوا أَنَّهُ إِسْنَادٌ حَسَنٌ أَوْ صَحِيْحٌ .

”امید ہے کہ سند حسن یا صحیح ہے۔“(مجمع الزّوائد :1/46)

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

قَالَ لَهُ رَجُلٌ : أُصَلِّي خَلْفَ الْإِمَامِ فِي رَمَضَانَ؟ قَالَ، يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ : أَلَيْسَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ : نَعَمْ قَالَ : أَفَتُنْصِتُ كَأَنَّكَ حِمَارٌ؟ صَلِّ فِي بَيْتِكَ .

”آپ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا: کیا میں تراویح امام کی اقتدا میں ادا کروں؟ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کیا آپ قاری نہیں ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں، میں قاری ہوں۔ فرمایا: تو کیا آپ گدھے کی مانند خاموش کھڑے رہیں گے؟ آپ اپنے گھر میں قیام کریں۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :1/351، السنن الکبریٰ للبیھقي : 2/494)

① سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② یہ اس شخص کے متعلق ہے، جو قاری قرآن ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ گھر میں قیام کرے۔

روافض امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کی نظر میں

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَوْمُ مِنْ أَكْذَبِ النَّاسِ فِي النَّقْلِيَّاتِ، وَمِنْ أَجْهَلِ النَّاسِ فِي الْعَقْلِيَّاتِ، يُصَدِّقُونَ مِنَ الْمَنْقُولِ بِمَا يَعْلَمُ الْعُلَمَاءُ بِالِاضْطِرَارِ أَنَّهُ مِنَ الْأَبَاطِيلِ، وَيُكَذِّبُونَ بِالْمَعْلُومِ مِنَ الِاضْطِرَارِ الْمُتَوَاتِرِ أَعْظَمَ تَوَاتُرٍ فِي الْأُمَّةِ جِيلًا بَعْدَ جِيلٍ، وَلَا يُمَيِّزُونَ فِي نَقَلَةِ الْعِلْمِ، وَرُوَاةِ الْأَحَادِيثِ، وَالْأَخْبَارِ بَيْنَ الْمَعْرُوفِ بِالْكَذِبِ، أَوِ الْغَلَطِ، أَوِ الْجَهْلِ بِمَا يَنْقُلُ، وَبَيْنَ الْعَدْلِ الْحَافِظِ الضَّابِطِ الْمَعْرُوفِ بِالْعِلْمِ بِالْآثَارِ.

”روافض نقلیات میں سب سے جھوٹے ہیں اور عقلیات میں سب سے بڑھ کر جاہل ہیں۔ ایسی باتوں کی تصدیق کر دیتے ہیں، جنہیں اہل علم صریح باطل سمجھتے ہیں اور نسلا بعد نسل متواتر اور قطعی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ یہ علم کے ناقلین، احادیث اور اخبار میں معروف کذاب، سیء الحفظ اور اپنی مرویات سے جاہل رواۃ کے مابین اور عادل، حافظ، ضابط اور معروف محدثین کے مابین تمیز نہیں کرتے۔“(منهاج السّنة :8/1)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَّذْكُرُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسُوءٍ فَاتَّهِمْهُ عَلَى الْإِسْلَامِ.

''اگر آپ کسی شخص کو کسی صحابی کی برائی کرتے سنیں، تو آپ اس کے اسلام پر تہمت لگا دیں۔''

(مَناقب الإمام أحمد لابن الجوزي، ص 209، وسندہٗ حسنٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ شَتَمَ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعَائِشَةَ مَا أَرَاهُ عَلَى الْإِسْلَامِ.

''جو سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہے، میں انہیں اسلام پر نہیں سمجھتا۔'' (الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص 571)

❀ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والے کے متعلق فرمایا:

هٰذَا زَنْدَقَةٌ. ''یہ زندیق (بے دین) ہے۔''

(الصّارم المَسلول لابن تيمية، ص 571)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ میرا ماموں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتا ہے، میں کبھی کبھار اس کے ساتھ کھانا کھا لیتا ہوں، تو امام صاحب نے فوراً فرمایا:

لَا تَأْكُلْ مَعَهٗ. ''اس کے ساتھ کھانا مت کھائیے۔''

(السنّة للخلال: 350/1، وسندہٗ صحیحٌ)

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُصَلّٰى خَلْفَ الرَّافِضِيِّ إِذَا كَانَ يَتَنَاوَلُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”جو رافضی اصحاب رسول کو برا بھلا کہتا ہو، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“

(سِيرة الإمام أحمد لصالح بن أحمد، ص 75)

۞ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

مَنْ شَتَمَ أَخَافُ عَلَيْهِ الْكُفْرَ مِثْلُ الرَّوَافِضِ، ثُمَّ قَالَ : مَنْ شَتَمَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَأْمَنُ أَنْ يَّكُونَ قَدْ مَرَقَ عَنِ الدِّينِ .

”مجھے (صحابہ کو) برا بھلا کہنے والے کے کافر ہونے کا خدشہ ہے، جیسا کہ روافض ہیں۔ جو اصحاب رسول کو برا بھلا کہے، ہمیں اس کے دین سے نکل جانے کا خدشہ ہے۔“ (السنّة للخلال :389/1)

۞ یوسف بن موسیٰ قطان اور علی بن عبدالصمد رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ جَارٍ لَّنَا رَافِضِيٍّ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ، أَرُدُّ عَلَيْهِ؟ قَالَ : لَا .

”میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ہمارا ایک رافضی پڑوسی ہے، جو مجھے سلام کہتا ہے، کیا میں اس کے سلام کا جواب دوں؟ فرمایا: نہیں۔“

(السنة للخلال :389/1)

امام ہارون بن عبداللہ بزاز رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا:

جَاءَ نِي كِتَابٌ مِّنَ الرَّقَّةِ أَنَّ قَوْمًا قَالُوا : لَا نَقُولُ : مُعَاوِيَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ، فَغَضِبَ وَقَالَ : مَا اعْتِرَاضُهُمْ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ، يُجْفَوْنَ حَتّٰى يَتُوبُوا .

''مجھے ''رقہ'' علاقے سے خط آیا کہ ایک گروہ نے کہا ہے: ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''خال المومنین'' (مومنوں کے ماموں) نہیں سمجھتے، تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ غصے ہوئے اور فرمایا: اس لقب پر انہیں آخر اعتراض کیا ہے؟ ایسے لوگوں سے بائیکاٹ کیا جائے، تا آنکہ وہ توبہ کرلیں۔''

(السنّة للخلال : 658، وسندہٗ صحیحٌ)

ابو حارث احمد بن محمد صائغ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

وَجَّهْنَا رُقْعَةً إِلٰى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ : مَا تَقُولُ رَحِمَكَ اللّٰهُ فِيمَنْ قَالَ : لَا أَقُولُ : إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَاتِبُ الْوَحْيِ، وَلَا أَقُولُ : إِنَّهٗ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهٗ أَخَذَهَا بِالسَّيْفِ غَصْبًا؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : هٰذَا قَوْلُ سَوْءٍ رَدِيءٌ، يُجَانَبُونَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ، وَلَا يُجَالَسُونَ، وَنُبَيِّنُ أَمْرَهُمْ لِلنَّاسِ .

''ہم نے ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ آپ ایسے شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں، جس کا دعویٰ ہو کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی نہیں مانتا اور نہ ہی انہیں خال المومنین (مومنوں کے ماموں) تسلیم کرتا ہوں،

انہوں نے بزور شمشیر خلافت غصب کی؟ فرمایا: یہ بات انتہائی بری اور ناقابل التفات ہے، ایسوں سے کنارہ کشی کی جائے، ان کی مجلس اختیار نہ کی جائے اور ان کی گمراہیاں عوام الناس میں بیان کی جائیں۔''

(السّنّة لأبي بكر بن الخلّال : 659، وسندهُ حسنٌ)

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ اور روافض

اسلام کے مختلف ادوار میں بہت سارے فرق ہائے ضالہ جنم لیتے رہے ہیں، جنہوں نے اسلاف امت کے علم کو دلیل بنانے کی بجائے قرآن وحدیث کی من چاہی تفسیریں کیں، یوں وہ راہ حق سے دور ہوتے چلے گئے۔ ان کے عقائد و اعمال اہل سنت کے متصادم ہو گئے۔ علمائے حق نے ان تمام فرقوں کی گمراہی وضلالت کو واضح کیا ہے۔ روافض بھی فرق ضالہ میں سے ایک ہیں، جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہشات کو معبود بنایا، احادیث کا انکار کیا، اہل بیت کے بارے میں غلو کیا اور صحابہ کرام سے بغض کے مرتکب ہوئے۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ان کے متعلق مختلف مواقع پر تنبیہ کی ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) سبیل مومنین کی مخالفت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّوَافِضُ فَلَيْسَ قَوْلُهُمْ مِمَّا يُشْتَغَلُ بِهٖ وَلَا يُحْكٰى مِثْلُهٗ لِمَا فِيهِ مِنَ الطَّعْنِ عَلَى السَّلَفِ وَالْمُخَالَفَةِ لِسَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ.

”روافض کا موقف قابل التفات ہے، نہ قابل نقل، کیونکہ اس میں سلف صالحین پر طعن اور سبیل مومنین کی مخالفت ہے۔“

(التّمهيد لما في الموطأ من المَعاني والأسانيد : 161/8)

❁ نسخ اور بدا کے بارے میں فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَ قَوْمٌ مِّنَ الرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ النَّسْخَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَضَاهَوْا فِي ذٰلِكَ قَوْلَ الْيَهُودِ وَلَوْ أَمْعَنُوا النَّظَرَ لَعَلِمُوا أَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ بَابِ الْبَدَاءِ كَمَا زَعَمُوا وَلٰكِنَّهُ مِنْ بَابِ الْمَوْتِ بَعْدَ الْحَيَاةِ وَالْكِبَرِ بَعْدَ الصِّغَرِ وَالْغِنٰى بَعْدَ الْفَقْرِ إِلٰى أَشْبَاهِ ذٰلِكَ مِنْ حِكْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ.

''روافض اور خوارج کے ایک گروہ نے قرآن میں نسخ کا انکار کیا ہے اور اس معاملہ میں انہوں نے یہود کی مشابہت اختیار کی ہے۔ اگر وہ دقت نظری سے کام لیتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ بدا کے باب سے نہیں ہے، جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ بلکہ یہ زندگی کے بعد موت، بچپن کے بعد جوانی اور غنی کے بعد فقر وغیرہ کی قبیل سے ہے، یہ اللہ کی حکمت ہے، وہ جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔''

(التّمهيد: 215/3)

❁ حوض کوثر کی بحث میں فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَأَشَدُّهُمْ طَرْدًا مَّنْ خَالَفَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَفَارَقَ سَبِيلَهُمْ مِثْلُ الْخَوَارِجِ عَلَى اخْتِلَافِ فِرَقِهَا وَالرَّوَافِضِ عَلٰى تَبَايُنِ ضَلَالِهَا.

''اللہ زیادہ جانتا ہے اور وہ ان لوگوں کو بہت سختی سے حوض کوثر سے ہٹا دے گا، جو جماعت المسلمین کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے رستے کو چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور ان کے فرقے ہیں، اسی طرح روافض ہیں، البتہ ان کی گمراہیوں میں تفاوت ہیں۔''

(التّمهيد : 262/20، الاستذكار : 195/1)

❀ باغ فدک کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَسُوغُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّظُنَّ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْعَ فَاطِمَةَ مِيرَاثَهَا مِنْ أَبِيهَا، وَهُوَ يَعْلَمُ بِنَقْلِ الْكَافَّةِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُعْطِي الْأَحْمَرَ وَالْأَسْوَدَ حُقُوقَهُمْ، وَلَمْ يَسْتَأْثِرْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ لِنَفْسِهٖ، وَلَا لِبَنِيهِ، وَلَا لِأَحَدٍ مِّنْ عَشِيرَتِهٖ بِشَيْءٍ، وَإِنَّمَا أَجْرَاهُ مَجْرَى الصَّدَقَةِ، أَلَيْسَ يَسْتَحِيلُ فِي الْعُقُولِ أَنْ يَّمْنَعَ فَاطِمَةَ، وَيَرُدَّهٗ عَلٰى سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ؟

''کسی مسلمان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمان کرے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے والد محترم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت روک دی تھی؟ حالانکہ وہ اس متواتر حقیقت سے واقف ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر سیاہ وسفید کے حقوق ادا کرتے تھے۔ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے اپنی ذات، اولاد اور اپنے عزیز واقارب کسی کے لئے کچھ نہیں لیا۔ انہوں نے بیت المال میں آنے والا تمام

مال صدقہ کی حیثیت سے خرچ کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مال روک لیں اور اسے باقی مسلمانوں پر خرچ کر دیں؟''

(التّمهيد : 8/161-172، الاستذكار : 8/591)

❁ پاؤں پر مسح کے بارے میں فرماتے ہیں:

عَلٰى هٰذَا جَمَاعَةُ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَلَا يُخَالِفُ فِي هٰذَا إِلَّا مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ .

''عراق وحجاز کے علمائے اہل حدیث وفقہ کا یہی مسلک ہے (کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے) ان کی مخالفت صرف بدعتی اور گمراہ شخص ہی کرتا ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المَعاني والأسانيد : 8/160)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور روافض

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اہل سنت کے معتبر مفسر، مؤرخ اور محدث تھے۔ آپ عقائد اہل سنت کا پرشار کرنے والے اور سلف امت کے نظریات کے حامل تھے، اہل سنت کے منہج پر قائم تھے، جس کی گواہی ان کی اپنی تصانیف دیتی ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَّعَدْلٍ، وَيُعْطُونَ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ.

''اہل سنت علم اور عدل کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق دیتے ہیں۔''(منهاج السّنة : 358/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ أَهْلِ السُّنَّةِ اسْتَقَامَ قَوْلُهٗ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ وَالِاسْتِقَامَةِ وَالِاعْتِدَالِ، وَإِلَّا حَصَلَ فِي جَهْلٍ وَّكَذِبٍ وَّتَنَاقُضٍ كَحَالِ هٰؤُلَاءِ الضُّلَّالِ.

''جو اہل سنت کے طریقہ پر چلا، اس کا قول درست ہوگا اور وہ حق، استقامت اور اعتدال والا ہوگا۔ جو اہل سنت کے راستہ پر نہ چلا، وہ جہالت، جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو جائے گا جیسا کہ ان گمراہوں کی حالت ہے۔''

(مِنهاج السّنة : 313/4)

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتّٰى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟ قَالَ: كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ.

''نظام کائنات اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آہستہ سی بات کی میں نہ سن سکا، میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ کیا بات کی ہے؟ کہنے لگے: یہ کہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔''

(صحيح البخاري: 7222، صحيح مسلم: 1821، واللّفظ لهٗ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ الْبِشَارَةُ بِوُجُودِ اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً صَالِحًا يُّقِيمُ الْحَقَّ وَيَعْدِلُ فِيهِمْ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ هٰذَا تَوَالِيهِمْ وَتَتَابُعُ أَيَّامِهِمْ، بَلْ قَدْ وُجِدَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلٰى نَسَقٍ، وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَمِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِلَا شَكٍّ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، وَبَعْضُ بَنِي الْعَبَّاسِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَكُونَ وِلَايَتُهُمْ لَامَحَالَةَ،

وَالظَّاهِرُ أَنَّ مِنْهُمُ الْمَهْدِيَّ الْمُبَشَّرَ بِهٖ فِي الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ بِذِكْرِهٖ أَنَّهٗ يُواطِيءُ اسْمُهُ اسْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ أَبِيهِ، فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَّقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَّظُلْمًا، وَلَيْسَ هٰذَا بِالْمُنْتَظَرِ الَّذِي يَتَوَهَّمُ الرَّافِضَةُ وُجُودَهٗ ثُمَّ ظُهُورَهٗ مِنْ سِرْدَابِ «سَامُرَّاءَ» فَإِنَّ ذَالِكَ لَيْسَ لَهٗ حَقِيقَةٌ وَّلَا وُجُودٌ بِّالْكُلِّيَّةِ، بَلْ هُوَ مِنْ هَوَسِ الْعُقُولِ السَّخِيفَةِ، وَتَوَهُّمِ الْخَيَالَاتِ الضَّعِيفَةِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءِ الِاثْنَيْ عَشَرَ الْأَئِمَّةَ (الِاثْنَي عَشَرَ) الَّذِينَ يَعْتَقِدُ فِيهِمُ الِاثْنَا عَشْرِيَّةَ مِنَ الرَّوَافِضِ، لِجَهْلِهِمْ وَقِلَّةِ عَقْلِهِمْ، وَفِي التَّوْرَاةِ الْبِشَارَةُ بِإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَنَّ اللّٰهَ يُقِيمُ مِنْ صُلْبِهِ اثْنَيْ عَشَرَ عَظِيمًا، وَهُمْ هٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ الِاثْنَا عَشَرَ الْمَذْكُورُونَ فِي حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَبَعْضُ الْجَهَلَةِ مِمَّنْ أَسْلَمَ مِنَ الْيَهُودِ إِذَا اقْتَرَنَ بِهِمْ بَعْضُ الشِّيعَةِ يُوهِمُونَهُمْ أَنَّهُمُ الْأَئِمَّةُ الِاثْنَا عَشَرَ، فَيَتَشَيَّعُ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ جَهْلًا وَّسَفَهًا، لِقِلَّةِ عِلْمِهِمْ وَعِلْمِ مَنْ لَّقَّنَهُمْ ذَالِكَ بِالسُّنَنِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس امت میں بارہ نیک و صالح خلفا ہوں

گے، جو زمین پر عدل وانصاف قائم کریں گے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پے در پے ہوں گے اور ان کا دور بھی تسلسل کے ساتھ ہوگا، بل ان میں سے چار تو لگاتار ہو چکے ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ ائمہ کے نزدیک بلاشبہ ان میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور بنو عباس کے بعض خلفا بھی شامل ہیں۔ قیامت کا ظہور تب تک نہیں ہوگا، جب تک ان بارہ کی خلافت نہ گزر جائے۔ لگتا ہے کہ امام مہدی بھی ان میں ایک ہوں گے، جن کے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ ان کا نام میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام اور باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسے وہ ظلم وزیادتی سے اٹا اٹ بھری ہوئی ہوگی۔ یہ مہدی شیعوں کا امام منتظر نہیں ہے کہ ان کا گمان ہے کہ وہ ''سامراء نامی غار میں روپوش ہے۔ یہ کلی طور پر بے حقیقت بات ہے۔ بلکہ یہ بے ہودہ عقلوں کا خبطی پن اور کمزور توہمات ہیں۔ ان بارہ اماموں سے شیعہ کے بارہ امام مراد نہیں ہیں، جن کے متعلق اثنا عشریہ روافض اعتقادات رکھتے ہیں۔ یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ تورات میں اسماعیل علیہ السلام کی اور ان کی نسل سے بارہ عظیم خلفا کی بشارت بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں جن کا ذکر عبداللہ بن مسعود اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں موجود ہے۔ یہودیوں سے مسلمان ہونے والے بعض جاہلوں کو جب شیعہ حضرات ملے، تو ان رافضیوں نے انہیں وہم ڈالا کہ یہ بارہ خلفا ہمارے بارہ امام ہیں، تو ان میں سے کئی ایک اپنی جہالت، پگلے پن، کم علمی اور حدیث رسول سے ناواقفیت کی بنا پر شیعہ مذہب قبول کر لیا۔''

(تفسیر ابن کثیر : 3/65-66)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ وُّجُودِ اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً عَادِلًا وَّلَيْسُوا هُمْ بِأَئِمَّةِ الشِّيعَةِ الِاثْنَيْ عَشَرَ فَإِنَّ كَثِيرًا مِّنْ أُولٰئِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ مِنْ قُرَيْشٍ، يَلُونَ فَيَعْدِلُونَ، وَقَدْ وَقَعَتِ الْبِشَارَةُ بِهِمْ فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَّكُونَ مُتَتَابِعِينَ، بَلْ يَكُونُ وُجُودُهُمْ فِي الْأُمَّةِ مُتَتَابِعًا وَّمُتَفَرِّقًا، وَقَدْ وُجِد مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلَى الْوَلَاءِ، وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَهُمْ فَتْرَةٌ، ثُمَّ وُجِدَ مِنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَدْ يُوجَدُ مِنْهُمْ مَّنْ بَّقِي فِي وَقْتٍ يَّعْلَمُهُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يُطَابِقُ اسْمُهُ اسْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْيَتُهٗ كُنْيَتَهٗ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَّقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَّظُلْمًا.

”اس حدیث کا مفہوم ہے کہ اس امت میں بارہ عادل اور پارسا خلیفہ ہوں گے۔ یہ شیعہ کے مذعوم بارہ ائمہ نہیں ہیں، کیوں کہ ان میں اکثر کو تو کوئی اقتدار ملا ہی نہیں، جب کہ یہ خلیفہ تو قریش میں ہوں گے۔ خلافت ملتے ہی عدل قائم

کریں گے۔ان کی بشارت سابقہ کتب میں بھی موجود ہے۔پھر ان کے متعلق یہ بھی شرط نہیں کہ یہ لگاتار ہوں گے، بل کہ بعض تسلسل سے اور بعض انقطاع کے ساتھ۔ لگارتار خلیفہ بننے والوں میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر ایک وقفہ کے بعد جس کا اللہ نے چاہا، ظہور فرما دیا۔ باقیوں کے اوقاتِ ظہور کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے۔ان بارہ میں امام مہدی بھی شامل ہیں کہ جن کا نام وکنیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام وکنیت کے مطابق ہوگی، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسے ظلم وتشدد سے بھری ہوئی ہوگی۔''

(تفسیر ابن کثیر : 78/6)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

(التّوبة : ١٠٠)

''ایمان میں سبقت واولیت حاصل کرنے والے مہاجرین وانصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ ابدالاباد تک ان کے لیے ایسے باغات کا انتظام کیا ہے، جن کے نیچے دریا جاری ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ أَخْبَرَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ أَنَّهٗ قَدْ رَضِيَ عَنِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ : فَيَا وَيْلَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ أَوْ سَبَّهم أَوْ أَبْغَض أَوْ سبَّ بَعْضَهُمْ، وَلَا سِيَّمَا سَيِّدُ الصَّحَابَةِ بَعْدَ الرَّسُولِ وَخَيْرُهُمْ وَأَفْضَلُهُمْ، أَعْنِي الصِّدِّيقَ الْأَكْبَرَ وَالْخَلِيفَةَ الْأَعْظَمَ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِي قُحَافَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّ الطَّائِفَةَ الْمَخْذُولَةَ مِنَ الرَّافِضَةِ يُعَادُونَ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ ويُبْغِضُونَهُمْ وَيَسُبُّونَهُمْ، عِياذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ عُقُولَهُمْ مَعْكُوسَةٌ، وَقُلُوبَهُمْ مَّنْكُوسَةٌ، فَأَيْنَ هٰؤُلَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ بِالْقُرْآنِ، إِذْ يَسُبُّونَ مَنْ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؟ وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ يَتَرَضَّوْنَ عَمَّنْ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَيَسُبُّونَ مَنْ سَبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ، وَيُوَالُونَ مَنْ يُّوَالِي اللّٰهَ، وَيُعَادُونَ مَنْ يُّعَادِي اللّٰهَ، وَهُمْ مُتَّبِعُونَ لَا مُبْتَدِعُونَ، وَيَقْتَدُونَ وَلَا يَبْتَدُونَ وَلِهٰذَا هُمْ حِزْبُ اللّٰهِ الْمُفْلِحُونَ وَعِبَادُهُ الْمُؤْمِنُونَ.

''اللہ عظیم وکریم نے اس آیت کریمہ میں خبر دی ہے کہ وہ ایمان میں سبقت و اولیت حاصل کرنے والے مہاجرین و انصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے راضی ہو گیا ہے۔ افسوس اس پر جو تمام صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے اور انہیں سب وشتم کا نشانہ بناتا ہے یا بعض نفوس قدسیہ سے

بغض رکھتا ہے اوران پر سب وشتم کرتا ہے۔ خاص کر نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کے سردار، افضل الصحابہ اور پسندیدہ ترین ہستی میری مراد صدیق اکبر، خلیفۂ اعظم ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کوشیعہ کا ایک ذلیل وقبیح گروہ اپنے بغض وعناد اور سب وشتم کا نشانہ بناتا ہے۔ العیاذ باللہ! اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عقلیں ٹیڑی ہیں اور دل الٹے ہیں۔ اللہ کی پسندیدہ شخصیات سے بغض رکھتے ہیں، ان کا قرآن کیسے ایمان ہوسکتا ہے؟ اہل سنت تو ہر اس سے راضی ہے، جن سے اللہ راضی ہے۔ ہر اس کو برا کہتے ہیں، جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے برا کہا، اللہ کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہ متبع سنت ہیں، بدعتی نہیں، قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہیں، بدعات جاری نہیں کرتے۔ اس بنا پر یہ اللہ کا گروہ ہیں، فوز وفلاح ان کا مقدر ہے اور یہی اللہ کے مومن بندے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/203)

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾(سورة الأحزاب : ٥٨)

''جنہوں نے مومنین اور مومنات کو ایسے بہتان لگا کر تکلیف دی، جن کے وہ مرتکب ہی نہیں ہوئے، تو ان لوگوں نے بہتان بازی کی اور کھلم کھلا گناہ کمایا۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا هُوَ الْبُهْتُ الْبَيِّنُ أَنْ يُّحْكٰى أَوْ يُنْقَلَ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مَا لَمْ يَفْعَلُوهُ، عَلٰى سَبِيلِ الْعَيْبِ وَالتَّنَقُّصِ لَهُمْ، وَمِنْ أَكْثَرِ مَنْ يَّدْخُلُ فِي هٰذَا الْوَعِيدِ الْكَفَرَةُ بِاللّٰه وَرَسُولِهٖ، ثُمَّ الرَّافِضَةُ الَّذِينَ يَتَنَقَّصُونَ الصَّحَابَةَ وَيَعِيبُونَهُمْ بِمَا قَدْ بَرَّأَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، وَيَصِفُونَهُمْ بِنَقِيضِ مَا أَخْبَرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَخْبَرَ أَنَّهٗ قَدْ رَضِيَ عَنِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَدَحَهُمْ، وَهٰؤُلَاءِ الْجَهَلَةُ الْأَغْبِيَاءُ يَسُبُّونَهُمْ وَيَتَنَقَّصُونَهُمْ، وَيَذْكُرُونَ عَنْهُمْ مَّا لَمْ يَكُنْ وَّلَا فَعَلُوهُ أَبَدًا، فَهُمْ فِي الْحَقِيقَةِ مَنْكُوسُو الْقُلُوبِ يَذُمُّونَ الْمَمْدُوحِينَ، وَيَمْدَحُونَ الْمَذْمُومِينَ.

”مومنین اور مومنات پر عیب جوئی اور تنقیص کی غرض سے ان کے متعلق وہ کچھ نقل کرنا، جو انھوں نے کیا ہی نہیں، واضح بہتان ہے۔ اس وعید کے مصداق اکثر تو اللہ و رسول کے منکر ہیں، پھر وہ روافض، جو صحابہ کرام کی شان میں تنقیص کرتے ہیں، ان پر وہ وہ عیب لگاتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں پروانۂ براءت دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے اور قرآن میں ان کی مدح و ستائش کی ہے، لیکن یہ بدبخت جاہل انھیں گالیاں دیتے ہیں، ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پاکباز ہستیوں کی بابت ایسے ایسے کام منسوب کرتے ہیں، جن کا

انہیں پتا بھی نہیں۔ دراصل ان کے دل ٹیڑیں ہیں، ممدوحین کی مذمت کرتے ہیں اور مذمومین کی مدح کرتے ہیں۔"

(تفسیر ابن کثیر: 6/480-481)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ خَلَصَتْ نِيَّاتُهُمْ وَحَسُنَتْ أَعْمَالُهُمْ، فَكُلُّ مَنْ نَّظَرَ إِلَيْهِمْ أَعْجَبُوهُ فِي سَمْتِهِمْ وَهَدْيِهِمْ . .... قَالَ هَاهُنَا : ﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ﴾، ثُمَّ قَالَ : ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ﴾، ﴿أَخْرَجَ شَطْأَهٗ﴾ أَيْ : فِرَاخَهٗ، ﴿فَآزَرَهٗ﴾ أَيْ : شَدَّهٗ ﴿فَاسْتَغْلَظَ﴾ أَيْ : شَبَّ وَطَالَ، ﴿فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ أَيْ : فَكَذٰلِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آزَرُوهُ وَأَيَّدُوهُ وَنَصَرُوهُ فَهُمْ مَّعَهٗ كَالشَّطْءِ مَعَ الزَّرْعِ، ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ . وَمِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ انْتَزَعَ الْإِمَامُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ بِتَكْفِيرِ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يُبْغِضُونَ الصَّحَابَةَ، قَالَ : لِأَنَّهُمْ يَغِيظُونَهُمْ، وَمَنْ غَاظَ الصَّحَابَةُ فَهُوَ كَافِرٌ لِهٰذِهِ الْآيَةِ، وَوَافَقَهُ طَائِفَةٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ عَلٰى ذٰلِكَ، وَالْأَحَادِيثُ فِي فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّعَرُّضِ لَهُمْ

بِمَسَاءَةٍ كَثِيرَةٌ، وَيَكْفِيهِمْ ثَنَاءُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، وَرِضَاهُ عَنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ : ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ﴾ «مِنْ» هٰذِهِ لِبَيَانِ الْجِنْسِ، ﴿مَغْفِرَةً﴾ أَيْ : لِذُنُوبِهِمْ، ﴿وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ أَيْ : ثَوَابًا جَزِيلًا وَّرِزْقًا كَرِيمًا، وَوَعْدُ اللّٰهِ حَقٌّ وَّصِدْقٌ، لَا يُخْلَفُ وَلَا يُبَدَّلُ، وَكُلُّ مَنِ اقْتَفٰى أَثَرَ الصَّحَابَةِ فَهُوَ فِي حُكْمِهِمْ، وَلَهُمُ الْفَضْلُ وَالسَّبْقُ وَالْكَمَالُ الَّذِي لَا يَلْحَقُهُمْ فِيهِ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ، وَجَعَلَ جَنَّاتِ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُمْ، وَقَدْ فَعَلَ .

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیتوں کے خالص اور اعمال کے اچھے تھے۔ ہر دیکھنے والے کو ان کی ہیئت وصورت اور ہدایت خوب بھائے گی۔...... ﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ﴾ ’’ان کی مثالیں تورات میں موجود ہیں۔‘ ‘پھر فرمایا :

﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ﴾ ’’انجیل میں ان کی مثال ایسی کھیتی کی مانند بیان ہوئی ہے، جو انگوریاں نکال کر انہیں مضبوط وگنی کرتی ہے اور تناور ہو جاتی ہے۔‘‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی تھے، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وتائید کی اور آپ کی ڈھارس بندھائی، صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے رہے، جیسے بالیاں کھیتی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ پھر

فرمایا: ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تاکہ ان کے ذریعے کفار کو غیظ و غضب کا شکار کر دے۔'' اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے ان روافض کی تکفیر کا استنباط کیا ہے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ صحابہ روافض کو غیظ و غضب کا شکار کرتے ہیں اور جسے صحابہ غیظ و غضب میں مبتلا کر دیں، وہ اس آیت کی رو سے کافر ہے۔ اس استدلال پر امام مالک رحمہ اللہ کی کئی اہل علم نے موافقت کی ہے۔ فضائل صحابہ اور ان کی لغزشوں میں تعرض کرنے کی ممانعت میں بہت سی احادیث ہیں۔ انہیں اللہ کی تعریف و رضا کافی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے اور نیک و صالح اعمال کرنے والوں سے مغفرت اور اجر جزیل کا وعدہ کیا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں حرف ''من'' بیان جنس کے لیے ہے۔ مغفرت میں گناہوں کی معافی اور اجر عظیم میں اجر جزیل اور عزت کی روزی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے، اس میں خلاف ورزی اور تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہی وعدہ صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے والے کے لیے بھی ہے۔ البتہ صحابہ کے لیے خصوصی فضیلت و سبقت اور کمال ہے، جو بعد والوں میں سے کسی کے حصے میں نہیں آ سکتا۔ اللہ صحابہ کرام سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس بنا دیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 7/362-363)

۞ مزید فرماتے ہیں

ذَكَرُوا أَيْضًا فِي مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ أَنَّهُ مَا قُلِبَ حَجَرٌ يَّوْمَئِذٍ إِلَّا وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيطٌ، وَأَنَّهُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ، وَاحْمَرَّ الْأُفُقُ، وَسَقَطَتْ حِجَارَةٌ، وَفِي كُلٍّ مِّنْ ذٰلِكَ نَظَرٌ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مِنْ سُخْفِ الشِّيعَةِ وَكَذِبِهِمْ، لِيُعَظِّمُوا الْأَمْرَ وَلَا شَكَّ أَنَّهُ عَظِيمٌ وَّلٰكِنْ لَّمْ يَقَعْ هٰذَا الَّذِي اخْتَلَقُوهُ وَكَذَبُوهُ، وَقَدْ وَقَعَ مَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِك قَتْلُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ مِّمَّا ذَكَرُوهُ، فَإِنَّهُ قَدْ قُتِلَ أَبُوهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ بِالْإِجْمَاعِ وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قُتِلَ مَحْصُورًا مَّظْلُومًا، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِّنْ ذَالِكَ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ فِي الْمِحْرَابِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَأَنَّ الْمُسْلِمِينَ لَمْ تَطْرُقْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَبْلَ ذٰلِكَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ، وَهٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَيِّدُ الْبَشَرِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَوْمَ مَاتَ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِّمَّا ذَكَرُوهُ، وَيَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّاسُ : الشَّمْسُ

خَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْكُسُوفِ، وَخَطَبَهُمْ وَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ .

''روافض مقتل حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ اس روز جس پتھر کو بھی الٹا کیا جاتا، نیچے تازہ خون نظر آتا، سورج بے نور ہو گیا، افق زرد ہو گیا اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ ان کی تمام باتیں بے بنیاد ہیں۔ یقیناً یہ شیعہ کا لچر پن اور جھوٹ ہے۔ جس سے اس واقعہ کو بڑھاتے ہیں، اگرچہ یہ سانحہ بہت عظیم ہے، لیکن جو جھوٹ انہوں نے گھڑ لیے ہیں، وہ تو وقوع پذیر نہیں ہوئے، جبکہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ تو اس سے بڑا سانحہ ہے، لیکن ان کے ذکر کردہ جھوٹ موٹ کا واقع ہونا ثابت نہیں۔ ان کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ، جو بالاجماع ان سے افضل ہیں، بھی رتبہ شہادت نوش فرما گئے، لیکن جو شیعہ نے ذکر کیا وہ تو اس دن بھی واقع نہیں ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجیے کہ جو محصور اور مظلوم شہید کر دیے گئے، ان کے یوم شہادت ان میں سے کچھ بھی رونما نہیں ہوا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ محراب میں دوران نماز فجر منصب شہادت پر فائز ہوئے، یوں لگا جیسے مسلمانوں پر اس سے بڑی کبھی مصیبت آئی ہی نہیں، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ سب کو چھوڑیے دنیا و آخرت میں پوری انسانیت کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات والے دن وہ کچھ نہیں ہوا، جو شیعہ یوم شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وفات والے دن سورج گرہن لگ گیا، لوگوں نے کہا: ابراہیم کی وفات نے سورج کو بھی بے نور

کر دیا ہے، نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف پڑھا کر خطبہ دیا اور فرمایا: قمرین (سورج اور چاند) کو کسی کی موت یا حیات سے گرہن نہیں لگتا۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر: 255/7)

❀ لیلۃ القدر کی بابت فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَفِيهِ أَنَّهَا تَكُونُ بَاقِيَةً إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ سَنَةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا كَمَا زَعَمَهُ بَعْضُ طَوَائِفِ الشِّيعَةِ مِنْ رَفْعِهَا بِالْكُلِّيَّةِ، عَلٰى مَا فَهِمُوهُ مِنَ الْحَدِيثِ الَّذِي سَنُورِدُهُ بَعْدُ مِنْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، لِأَنَّ الْمُرَادَ رَفْعُ عِلْمِ وَقْتِهَا عَيْنًا، وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَخْتَصُّ وُقُوعُهَا بِشَهْرِ رَمَضَانَ مِنْ بَيْنِ سَائِرِ الشُّهُورِ.

’’اس (سورت القدر) میں اس بات کی دلیل ہے جس کی طرف ہم توجہ دلا چکے ہیں۔ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ لیلۃ القدر نبی کریم ﷺ کے بعد بھی تا قیامت ہر سال ہوگی، نہ کہ جیسے شیعہ کے بعض فرقوں کا گمان ہے کہ یہ کلی طور پر ختم کر دی گئی۔ شیعہ یہ مفہوم ایک حدیث نبوی سے اخذ کرتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ’تو یہ اٹھالی گئی، یقیناً تمہارے لیے اس میں خیر ہے۔‘ جب کہ اس کا درست مفہوم یہ ہے کہ اس کا معین وقت اٹھالیا گیا۔ نیز اس سورت میں اس بات کی دلیل بھی ملتی ہے کہ لیلۃ القدر کا وقوع صرف ماہِ

رمضان کے ساتھ خاص ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر : 446/8)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشْرُوعِيَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَوْلًا مِّنْهُ وَفِعْلًا كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي كِتَابِ الْأَحْكَامِ الْكَبِيرِ، وَمَا يَحْتَاجُ إِلٰى ذِكْرِهٖ هُنَاكَ، مِنْ تَأْقِيتِ الْمَسْحِ أَوْ عَدَمِهٖ أَوِ التَّفْصِيلِ فِيهِ، كَمَا هُوَ مَبْسُوطٌ فِي مَوْضِعِهٖ. وَقَدْ خَالَفَتِ الرَّوَافِضُ ذَالِكَ كُلَّهٗ بِلَا مُسْتَنَدٍ، بَلْ بِجَهْلٍ وَّضَلَالٍ، مَعَ أَنَّهٗ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ، مِنْ رِّوَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّهْيُ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَهُمْ يَسْتَبِيحُونَهَا. وَكَذٰلِكَ هٰذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ دَالَّةٌ عَلٰى وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، مَعَ مَا ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَفْقِ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ، وَهُمْ مُّخَالِفُونَ لِذَالِكَ كُلِّهٖ، وَلَيْسَ لَهُمْ دَلِيلٌ صَحِيحٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَهٰكَذَا خَالَفُوا الْأَئِمَّةَ وَالسَّلَفَ فِي الْكَعْبَيْنِ اللَّذَيْنِ فِي الْقَدَمَيْنِ، فَعِنْدَهُمْ أَنَّهُمَا فِي

ظَهْرِ الْقَدَمِ، فَعِنْدَهُمْ فِي كُلِّ رِجْلٍ كَعْبٌ، وَعِنْدَ الْجُمْهُورِ أَنَّ الْكَعْبَيْنِ هُمَا الْعَظْمَانِ النَّاتِئَانِ عِنْدَ مَفْصِلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ، قَالَ الرَّبِيعُ : قَالَ الشَّافِعِيُّ : لَمْ أَعْلَمْ مُّخَالِفًا فِي أَنَّ الْكَعْبَيْنِ اللَّذَيْنِ ذَكَرَهُمَا اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ فِي الْوُضُوءِ هُمَا النَّاتِئَانِ، وَهُمَا مَجْمَعُ مَفْصِلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ، هٰذَا لَفْظُهٗ، فَعِنْدَ الْأَئِمَّةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، أَنَّ فِي كُلِّ قَدَمٍ كَعْبَيْنِ كَمَا هُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ النَّاسِ، وَكَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ السُّنَّةُ، فَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ طَرِيقِ حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ؛ أَنَّهٗ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَالْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ .

''نبی کریم ﷺ سے قولا وفعلا ہر دو طرح موزوں پر مسح کرنا متواتر ثابت ہے جیسا کہ ہماری کتاب ''الاحکام الکبیر'' میں مسح، وقتِ مسح، مسح کی انتہا اور ان سے متعلقہ احکامات کی مکمل تفصیل سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اپنے مقام پر اس پر سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔ روافض نے بغیر کسی دلیل کے جہالت وضلالت کی بنا پر ان تمام احکام کی مخالفت مول لی ہے، حالاں کہ صحیح مسلم میں سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح ثابت ہے، اسی طرح بخاری ومسلم میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہی نکاح متعہ کی ممانعت بھی ثابت ہے، جب کہ شیعہ حضرات اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہ آیت پاؤں کو دھونے کے وجوب

پر دال ہے، اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ قرآنی نص کے موافق عمل کرنا ثابت ہے، جب کہ روافض اس سب کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کا دامن دلائل صحیحہ سے خالی ہے۔ اسی طرح روافض ٹخنوں کے متعلق ائمہ اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کعبین (ٹخنے) پاؤں کی اوپر والی ہڈی کو کہتے ہیں، لہٰذا ہر پاؤں میں ایک کعب (ٹخنہ) ہے۔ جب کہ جمہور کے نزدیک کعبین (ٹخنے) پنڈلی اور پاؤں کے ملنے والی جگہ پر ابھری ہوئی دو ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: 'میرے علم کے مطابق اس کا کوئی بھی مخالف نہیں کہ جن کعبین کو اللہ تعالیٰ نے وضو کے متعلق ذکر کیا ہے ان سے مراد دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں اور یہ پنڈلی اور پاؤں کے ملنے والی جگہ میں ہوتی ہیں۔' لہٰذا ائمہ اہل سنت کے نزدیک ہر پاؤں میں دو 'کعب' ہوتی ہیں، لوگوں میں بھی یہی معروف ہے، سنت میں بھی یہی ثابت ہے، نیز بخاری و مسلم میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے دورانِ وضو اپنے دائیں پاؤں کو کعبین (ٹخنوں) سمیت دھویا اور اسی طرح بائیں پاؤں کو دھویا۔''

(تفسیر ابن کثیر: 3/58-59)

فقہائے احناف اور روافض

روافض کی گمراہی تو دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، اسی لئے علمائے امت روافض کی ضلالت پر متفق رہے ہیں۔ ائمہ سلف صالحین نے ان کی برائیوں کو کھول کر بیان کیا ہے، اسی طرح ائمہ احناف نے بھی بغیر کسی لگی لپٹی کے ان کا حکم بیان کیا ہے۔

موجودہ دور میں احناف سے تمسک رکھنے والے بعض لوگ شیعہ سے مراسم بڑھاتے نظر آ رہے ہیں، تو اسی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کے سامنے احناف کا مذہب ومسلک بیان کر دیا جائے، کیونکہ اہل سنت کے باہمی اختلاف تو جو بھی ہوں، مگر دشمنان اسلام کے خلاف ہمیں یک جان ہونا چاہئے۔ تاکہ ان کو یہ پیغام پہنچے کہ صحابہ کے دشمن کے ساتھ کسی قسم کی رورعایت نہیں برتی جاسکتی۔

❁ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الرَّوَافِضُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ آيَاتٍ فِي شَأْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ فِي فَضْلِهِ وَالتَّنْصِيصَ عَلٰى إِمَامَتِهِ غَيْرَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَتَمُوا ذٰلِكَ حَسَدًا مِّنْهُمْ لَهٗ، وَعِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ هٰذَا كَذِبٌ وَّزُورٌ لَّا يَجُوزُ أَنْ يُظَنَّ بِأَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكَيْفَ بِجَمَاعَتِهِمْ وَلَوْ كَانَ

شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ لَاشْتَهَرَ وَلٰكِنْ مَّا يَذْهَبُ إِلَيْهِ الرَّوَافِضُ مَبْنِيٌّ عَلَى الْكَذِبِ وَالْبُهْتَانِ .

”روافض کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آیات نازل کی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث بیان کی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص قائم کی ہے، جبکہ صحابہ نے ان سے حسد کرتے ہوئے وہ نصوص چھپالی ہیں۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے، کسی ایک صحابی کے متعلق بھی ایسا گمان رکھنا جائز نہیں کجا پوری جماعت پر ایسا گمان رکھا جائے۔ اگر کچھ ایسی نصوص منقول ہوتیں تو مشہور ہو جاتیں، لیکن روافض کا یہ قول جھوٹ اور بہتان پر مبنی ہے۔“

(المَبسوط : 262/30، أصول السّرخسي : 69/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيهِمْ .

”اللہ روافض کو برکت نہ دے۔“

(المَبسوط : 143/2)

❀ مزید فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ قَوْمٌ بُهْتٌ . ”رافضی جھوٹے ہیں۔“

(المَبسوط : 92/8)

❀ مزید فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ .   ''اللہ روافض کو تباہ کرے۔''

(المَبسوط :230/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ .   ''روافض پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(المَبسوط : 134/15، 45/24)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) سے منقول ہے:

إِنَّهٗ لَا تَجُوزُ خَلْفَ الرَّافِضِيِّ .

''رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔''

(تبیین الحقائق :134/1، مَجمع الأنهر :108/1، فتاویٰ عالمگیری:84/1)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) کا بھی یہی فتوی ہے۔

(البحر الرّائق :379/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) نے بھی یہی فتوی دیا ہے۔

(عُمدة القاري : 232/5، البِناية شرح الهداية : 333/2)

❁ علامہ ابن مازہ حنفی رحمہ اللہ (۶۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ الْمُغَالِي الَّذِي يُنْكِرُ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَجُوزُ .

''غالی روافض جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔''

(المُحيط البُرهاني :406/1)

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي خَلْفَ مُنْكِرِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

”جو موزوں پر مسح کا منکر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔“

(تبيين الحقائق: 135/1)

۞ نیز فرماتے ہیں:

فِي الرَّوَافِضِ إِنْ فَضَّلَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَمُبْتَدِعٌ وَإِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ أَوْ عُمَرَ فَهُوَ كَافِرٌ .

”رافضی اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو باقی تین خلفا پر فضیلت دے، تو وہ بدعتی ہو گا اور اگر سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے، تو کافر ہو گا۔“

(تبيين الحقائق: 135/1، فتح القدير لابن الهمّام: 350/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ الرَّفْضِ إِنَّمَا أَحْدَثَهُ مُنَافِقٌ زِنْدِيقٌ، قَصْدُهُ إِبْطَالُ دِينِ الْإِسْلَامِ، وَالْقَدْحُ فِي الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا ذَكَرَ ذٰلِكَ الْعُلَمَاءُ، فَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَأٍ لَمَّا أَظْهَرَ الْإِسْلَامَ، أَرَادَ أَنْ يُفْسِدَ دِينَ الْإِسْلَامِ بِمَكْرِهِ وَخُبْثِهِ، كَمَا فَعَلَ بُولَسُ بِدِينِ النَّصْرَانِيَّةِ، فَأَظْهَرَ التَّنَسُّكَ، ثُمَّ أَظْهَرَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى سَعٰى فِي فِتْنَةِ عُثْمَانَ وَقَتْلِهِ، ثُمَّ لَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ الْكُوفَةَ أَظْهَرَ الْغُلُوَّ فِي عَلِيٍّ وَالنَّصْرَ لَهُ، لِيَتَمَكَّنَ

بِذٰلِكَ مِنْ أَغْرَاضِهِ، وَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا، فَطَلَبَ قَتْلَهُ.

''روافض کی اصلیت یہ ہے کہ اس کو ایک منافق اور زندیق نے شروع کیا تھا، اس کا ارادہ دین اسلام کے ابطال اور رسول اللہ ﷺ میں قدح کا تھا، جیسا کہ علماء ذکر کرتے ہیں۔ کیوں کہ عبداللہ بن سبا نے جب اسلام ظاہر کیا تو اس وقت اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ دین اسلام کو اپنے مکر اور خباثت سے خراب کرے گا، جیسا کہ پولس نے نصرانیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک عابد زاہد کی صورت میں پیش کیا۔ پھر وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنے اور قتل کی کوشش کی۔ پھر جب کوفہ آیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں غلو کرنے لگا، کہتا تھا میں ان کا مددگار ہوں، اس سے وہ اپنے عزائم حاصل کرنا چاہتا تھا، اس کی حرکات کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 490)

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ: ﴿...... يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾ (الحشر : 10) ''اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔'' کے تحت فرماتے ہیں:

يَخْرُجُ مِنْهُمُ الرَّافِضَةُ وَنَحْوُهُمْ، فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَوْصُوفِينَ بِهٰذَا الْوَصْفِ.

''اس آیت کے مضمون سے روافض اور ان جیسے لوگ خارج ہیں، کیونکہ ان میں (صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کے حق میں دعا کرنے کا) وصف نہیں پایا جاتا۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 256/4)

۞ علامہ تفتازانی حنفی رحمہ اللہ (۷۹۳ھ) فرماتے ہیں:

مَا وَقَعَ بَيْنَهُمْ أَيِ الصَّحَابَةَ مِنَ الْمُنَازَعَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ فَلَهٗ مَحَامِلُ وَتَأْوِيلَاتٌ فَسَبُّهُمْ وَالطَّعْنُ فِيهِمْ إِذَا كَانَ مِمَّا يُخَالِفُ الْأَدِلَّةَ الْقَطْعِيَّةَ فَكُفْرٌ كَقَذْفِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَإِلَّا فَبِدْعَةٌ وَّفِسْقٌ .

''صحابہ کے مابین واقع ہونے والی جنگوں اور جھگڑوں کی تاویلات اور توجیہات موجود ہیں، تو صحابہ کو گالی دینا اور ان پر طعن کرنا، اگر تو ادلہ قطعیہ کی مخالفت پر مبنی ہو، تو کفر ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، اگر ایسا نہ ہو، تو پھر بدعت اور فسق ہے۔''

(تنبيه الوُلاة والحُكَام على أحكام شاتم خير الأنام لابن عابدين : 360)

۞ علامہ عینی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

هُمْ أَكْذَبُ الطَّوَائِفِ .

''سب سے زیادہ جھوٹے روافض ہیں۔''

(شرح سنن أبي داود : 428/3، البِناية شرح الهداية : 203/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ .

''روافض پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(البناية شرح الهداية : 183/2)

❀ نیز اس حدیث کی شرح میں، جس میں ہے کہ مدینہ سے کافر اور منافق نکل جائیں گے، فرماتے ہیں:

اَلَّذِي يَظْهَرُ لِي أَنَّ الْمُرَادَ بِالْكَافِرِ غُلَاةُ الرَّوَافِضِ، لِأَنَّهُمْ كَفَرَةٌ، وَفِي الْمَدِينَة رَفَضَةٌ .

''مجھ پر جہاں تک کھلا ہے، وہ یہ ہے کہ کافر سے مراد غالی روافض ہیں، کیونکہ وہ کافر ہیں اور مدینہ میں روافض رہتے ہیں۔''

(عمدة القاري : 216/24)

❀ نیز فرماتے ہیں:

سَمِعْنَا مِنَ الثِّقَاتِ أَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ الشِّيعَةِ الَّذِينَ يَسُبُّونَ الصَّحَابَةَ قَدْ تَحَوَّلَتْ صُورَتُهُمْ إِلٰى صُورَةِ حِمَارٍ وَّخَنْزِيرٍ عِنْدَ مَوْتِهِمْ .

''ہم نے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ شیعوں کی ایک جماعت جو صحابہ کو گالی دیتے تھے، ان کی موت کے وقت شکلیں گدھوں اور خنزیروں جیسی ہوگئی تھیں۔''

(عمدة القاري : 224/5)

❀ علامہ ابن امیر حاج رحمہ اللہ (۸۷۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُعْتَبَرْ خِلَافُ الرَّوَافِضِ فِي الْإِجْمَاعِ عَلٰى خِلَافَةِ الشُّيُوخِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِأَنَّ أَدْنٰى حَالِ الرَّافِضَةِ أَنَّهُمْ فَسَقَةٌ.

''شیوخ سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت پر اجماع ہے، اس سلسلے میں روافض کا اختلاف کسی طور معتبر نہیں، کیونکہ روافض کا سب سے نرم ترین حال بھی یہ ہے کہ وہ فاسق ہیں۔''

(التّقرير والتّحبير : 96/3)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

الرَّافِضِيُّ إِنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلٰى غَيْرِهٖ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ، وَإِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ فَهُوَ كَافِرٌ.

''رافضی اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے غیر (خلفائے ثلاثہ) پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے اور اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔''

(البحر الرّائق : 370/1)

❁ مزید فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّافِضِيَّ كَافِرٌ إِنْ كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ.

''رافضی اگر شیخین کو گالی بکے، تو وہ کافر ہے۔''

(البحر الرّائق : 47/5، 136، النّهر الفائق : 169/3)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ فِي زَمَانِنَا خَذَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی .

''ہمارے زمانے کے روافض کو اللہ ذلیل کرے۔''

(شرح الشّفا : 491/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ فَكَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ؛ لِمُخَالَفَتِهٖ نَصَّ الْآيَاتِ الْمُبَرِّئَةِ لَهَا مِنْ غَيْرِ النِّزَاعِ .

''جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتا ہے وہ بالاجماع کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن کی ان آیات کا انکار کرتا ہے، جن میں سیدہ کی براءت کا بیان ہوا ہے۔''

(شمّ العوارض في ذم الرّوافض، ص 27)

❁ ایک جگہ فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنْ سَبَّ أَحَداً مِّنَ الصَّحَابَةِ، فَهُوَ فَاسِقٌ وَّمُبْتَدِعٌ بِالْإِجْمَاعِ إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّهٗ مُبَاحٌ، كَمَا عَلَيْهِ بَعْضُ الشِّيعَةِ وَأَصْحَابُهُمْ، أَوْ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ ثَوَابٌ كَمَا هُوَ دَأْبُ كِلَامِهِمْ، أَوِ اعْتَقَدَ كُفْرَ الصَّحَابَةِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ فِي فَصْلِ خِطَابِهِمْ فَإِنَّهٗ كَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ .

''اگر کوئی جائز سمجھتے ہوئے یا یہ سمجھتے ہوئے کہ اس سے ثواب ملے گا کسی صحابی کو گالی دے، وہ بدعتی فاسق ہوگا، اس پر اجماع ہے۔ اگر وہ صحابہ اور اہل سنت کی تکفیر کا عقیدہ رکھتا ہے، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔''

(شمّ العوارض في ذمّ الرّوافض، ص 28، رسائل ابن عابدین، ص 367)

❁ ایک روایت پر بایں الفاظ تبصرہ کرتے ہیں:

فِيهِ رَدٌّ عَلَى الرَّوَافِضِ حَيْثُ يَظُنُّونَ بِأَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّهُمْ يُبْغِضُونَ أَهْلَ الْبَيْتِ لِاعْتِقَادِهِمُ الْفَاسِدِ وَوَهْمِهِمُ الْكَاسِدِ، وَإِلَّا فَأَهْلُ الْحَقِّ يَحْمُونَ جَمِيعَ الصَّحَابَةِ، وَكُلَّ أَهْلِ الْبَيْتِ لَا كَالْخَوَارِجِ الْأَعْدَاءِ لِأَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَلَا كَالرَّوَافِضِ الْمُعَادِينَ لِجُمْهُورِ الصَّحَابَةِ وَأَكَابِرِ الْأُمَّةِ .

''اس میں روافض کا رد ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتے ہیں، یہ ان کا فاسد عقیدہ اور کمزور وہم ہے۔ اہل حق تو تمام صحابہ اور اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں، وہ خوارج کی طرح اہل بیت نبوت کے دشمن بھی نہیں اور روافض کی طرح جمہور صحابہ اور اکابرین امت کے دشمن بھی نہیں۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 3864/9)

❁ نیز نقل کرتے ہیں:

هٰذَا مِمَّا تَعَلَّقَتْ بِهِ الرَّوَافِضُ وَسَائِرُ فِرَقِ الشِّيعَةِ فِي أَنَّ الْخِلَافَةَ كَانَتْ حَقًّا لِّعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَنَّهُ لَمْ يَقُمْ فِي طَلَبِ حَقِّهٖ، وَهٰؤُلَاءِ أَسْخَفُ عَقْلًا وَّأَفْسَدُ مَذْهَبًا مِّنْ أَنْ يُذْكَرَ قَوْلُهُمْ، وَلَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ هٰؤُلَاءِ لِأَنَّ مَنْ كَفَّرَ الْأُمَّةَ كُلَّهَا وَالصَّدْرَ الْأَوَّلَ خُصُوصًا، فَقَدْ أَبْطَلَ الشَّرِيعَةَ وَهَدَمَ الْإِسْلَامَ .

''اس سے روافض اور شیعہ کے تمام فرق نے استدلال کیا ہے کہ خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے، لیکن وہ اس حق کی طلب میں کھڑے نہیں ہوئے۔ یہ لوگ انتہائی کم عقل ہیں اور ان کا مذہب اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ ان لوگوں کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، کیونکہ جو عموماً تمام امت کی تکفیر کرے اور خصوصا صدر اول کی تکفیر کرے، اس نے شریعت کو باطل کر دیا ہے اور اسلام کو گرا دیا ہے۔''

(مِرقاة المَفاتیح : 3932/9)

❁ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى تَكْفِيرِ الرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ الْفُجَّارِ حَيْثُ قَالَ تَعَالٰى : ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾

''اس آیت سے روافض اور خوارج فاجروں کی تکفیر کا استدلال ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تاکہ وہ ان (صحابہ) کے ذریعے کافروں کو غیظ وغضب کا شکار کر دے۔''

(شرح الشّفا : 91/2)

❁ مزید فرماتے ہیں:

كَانَ تَحْرِيمُ تَأْبِيدٍ بِالْإِجْمَاعِ إِلَّا طَائِفَةً مِّنَ الشِّيعَةِ أَصْحَابِ الْاِبْتِدَاعِ.

''بدعتی شیعہ کے ایک گروہ کے سوا سب کا اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے۔''

(شرح مسند أبي حنيفة :1/197)

❁ علامہ شلبی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۲۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ فِي الْهِدَايَةِ : وَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِ عَلِيٍّ فِي نَوْبَتِهِ قَالَ الْإِتْقَانِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَإِنَّمَا قَيَّدَ بِنَوْبَتِهِ احْتِرَازًا عَنْ قَوْلِ الرَّوَافِضِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ فَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي نَوْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَهٰذَا مُخَالِفٌ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾(النسآء : ١١٥) وَهٰذَا لِأَنَّ خِلَافَتَهُمُ انْعَقَدَ عَلَيْهَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُرْوَ عَنْ عَلِيٍّ خِلَافُ ذٰلِكَ .

”ہدایہ میں لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باری میں حق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ اتقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اپنی باری کی قید لگا کر روافض لعنہم اللہ کے اس نظریے سے احتراز کیا ہے، جو وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی باریوں میں بھی حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ یہ اللہ کے اس قول کے مخالف ہے: ”جو ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر کسی اور رستے کی پیروی کرتا ہے، تو ہم اسے اسی طرف چھوڑ دیتے ہیں، جس طرف وہ جاتا ہے اور ہم اسے جہنم پہنچا دیتے ہیں۔“ تو یہ حکم اس لئے ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع قائم ہوا تھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے

اس کے خلاف کچھ وارد نہیں ہوا۔''

(حاشية الشّلبي على تبيين الحقائق : 4/177)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ قَوْمٌ بُهُتٌ وَّبِنَاءُ مَذْهَبِهِمْ عَلَى الْكَذِبِ .

''روافض جھوٹے ہیں اوران کے مذہب کی بنیاد جھوٹ پر رکھی گئی ہے۔''

(حاشية الشّلبي على تبيين الحقائق : 5/179)

❁ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ فَهُوَ كَافِرٌ .

''اگر وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔''

(مَجمع الأنهر :1/108)

❁ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

يَجِبُ إِكْفَارُ الرَّوَافِضِ فِي قَوْلِهِمْ بِرَجْعَةِ الْأَمْوَاتِ إِلَى الدُّنْيَا، وَبِتَنَاسُخِ الْأَرْوَاحِ وَبِانْتِقَالِ رُوحِ الْإِلٰهِ إِلَى الْأَئِمَّةِ وَبِقَوْلِهِمْ فِي خُرُوجِ إِمَامٍ بَاطِنٍ وَّبِتَعْطِيلِهِمُ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ إِلٰى أَنْ يَخْرُجَ الْإِمَامُ الْبَاطِنُ وَبِقَوْلِهِمْ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ خَارِجُونَ عَنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامُهُمْ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّينَ كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ.

''روافض کی تکفیر ان وجوہات سے واجب ہے، وہ کہتے ہیں اموات دنیا کی طرف واپس لوٹ آتی ہیں، روحوں کے درمیان تناسخ ہوتا ہے، اللہ کی روح ائمہ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ایک چھپا ہوا امام نکلے گا اور اس کے نکلنے تک احکام ونواہی معطل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو وحی لانے میں غلطی لگی تھی، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، تو یہ لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کا حکم مرتدین والا حکم ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:2/264)

❁ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الرَّافِضِيُّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ وَيَلْعَنُهُمَا وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ، فَهُوَ كَافِرٌ.

''رافضی جب شیخین کو گالیاں بکے اور ان پر نعوذ باللہ لعنت کرے، تو وہ کافر ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:2/264، فتاویٰ شامی:5/102، لسان الحکام، ص 414)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ أَهْلُ بِدْعَةٍ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ هُمْ لَا يُعَوِّلُونَ عَلٰى كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ، وَّيُنْكِرُونَ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ.

''روافض اہل بدعت ہیں، خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، کتاب وسنت پر اعتماد نہیں کرتے اور صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔''

(فتاویٰ شامی:2/44)

۞ نیز فرماتے ہیں:

نَعَمْ لَوْ كَانَ يَقْذِفُ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهٖ.

''ہاں اگر وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، تو اس کے کفر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔''

(فتاویٰ شامی:4/70)

۞ مزید فرماتے ہیں:

بِهٰذَا ظَهَرَ أَنَّ الرَّافِضِيَّ إِنْ كَانَ مِمَّنْ يَعْتَقِدُ الْأُلُوهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ، أَوْ أَنَّ جِبْرِيلَ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ، أَوْ كَانَ يُنْكِرُ صُحْبَةَ الصِّدِّيقِ، أَوْ يَقْذِفُ السَّيِّدَةَ الصِّدِّيقَةَ فَهُوَ كَافِرٌ لِمُخَالَفَتِهِ الْقَوَاطِعَ الْمَعْلُومَةَ مِنْ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ.

''اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رافضی اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا کہے کہ جبریل علیہ السلام وحی لانے میں غلطی کے مرتکب ہوئے یا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگائے، تو وہ کافر ہے، کیونکہ وہ قطعی اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہے۔''

(فتاویٰ شامی:3/46، 4/237)

۞ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

يَجِبُ عَلَيْنَا تَعْظِيمُهُمْ وَاحْتِرَامُهُمْ وَيَحْرُمُ سَبُّهُمْ وَالطَّعْنُ فِيهِمْ وَنَسْكُتُ عَمَّا جَرٰى بَيْنَهُمْ مِنَ الْحُرُوبِ فَإِنَّهُ كَانَ عَنِ اجْتِهَادٍ، هٰذَا كُلُّهُ مَذْهَبُ أَهْلِ الْحَقِّ، وَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَهُمُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَالْأَئِمَّةُ الْمُجْتَهِدُونَ، وَمَنْ خَرَجَ عَنْ هٰذَا الطَّرِيقِ، فَهُوَ ضَالٌّ مُّبْتَدِعٌ أَوْ كَافِرٌ.

''ہم پر صحابہ کرام کی تعظیم اور احترام واجب ہے اور ان کو گالی دینا اور طعن کرنا حرام ہے۔ ہم ان کے باہمی جھگڑوں میں خاموش رہتے ہیں، کیونکہ وہ اجتہادی جھگڑے تھے، یہ سب اہل حق کا مذہب ہے اور اہل حق اہل سنت والجماعت کا نام ہے اور وہ صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین ہیں، جو اس راہ سے نکل گیا، وہ گمراہ، بدعتی یا کافر ہے۔''

(تنبيه الوُلاة والحُكّام على أحكام شاتم خير الأنام، ص 357)

❀ غالی روافض پر فتوی لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْغُلَاةُ مِنْهُمْ كُفَّارٌ قَطْعًا. ''غالی روافض قطعی کافر ہیں۔''

(رسائل ابن عابدين، ص 368، 370)

❀❀❀❀❀❀❀

غالی روافض اور روایت حدیث

صحابہ کو گالیاں دینے والا اسلام سے خارج ہے، اس کی روایت قبول نہیں۔ محدثین غالی روافض کی روایت سے قطعاً حجت نہیں پکڑتے تھے۔

❁ قاضی شریک رحمہ اللہ (۱۷۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرْجِئَةُ أَعْدَاءُ اللّٰهِ وَكَفٰى بِالرَّافِضَةِ خُبْثًا .

”مرجئہ اللہ کے دشمن ہیں اور روافض بد باطن ہیں۔“

(تاريخ الدّوري : 4991، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

عَاشَرْتُ النَّاسَ وَكَلَّمْتُ أَهْلَ الْكَلَامِ فَمَا رَأَيْتُ قَوْمًا أَوْسَخَ وَسْخًا وَلَا أَقْذَرَ وَلَا أَضْعَفَ حُجَّةً وَلَا أَحْمَقَ مِنَ الرَّافِضَةِ .

”میں نے لوگوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے، اہل کلام سے مباحثہ کیا ہے، مگر میں نے روافض سے بڑھ کر گندے، دلیل کے اعتبار سے کمزور اور احمق لوگ نہیں دیکھے۔“

(تاريخ الدّوري : 4992)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَرَاهُمْ يَكْذِبُونَ عَلٰى عَلِيٍّ .

''روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔''

(العِلَل ومَعرفة الرِّجال لأحمد : 36/27، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُكْتَبُ عَنِ الرَّافِضَةِ فَإِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ .

''روافض سے حدیث نہیں لکھی جائے گی، کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 28/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ يَشْتِمُ عُثْمَانَ أَوْ طَلْحَةَ أَوْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَجَّالٌ لَا يُكْتَبُ عَنْهُ وَعَلِيهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

''جو بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو گالی دے، وہ دجال (پرلے درجے کا جھوٹا) ہے، اس سے روایت نہیں لی جائے گی، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور پوری انسانیت کی لعنت ہو۔''

(تاريخ الدّوري : 2670)

❁ علامہ عبدالقاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَكُونُ الرَّافِضَةُ وَالْخَوارِجُ وَالْقَدَرِيَّةُ وَالْجَهْمِيَّةُ وَالنَّجَارِيَّةُ وَالْبَكْرِيَّةُ وَالضَّرَارِيَّةُ مُوَافِقِينَ لِلصَّحَابَةِ وَهُمْ بِأَجْمَعِهِمْ لَا يَقْبَلُونَ شَيْئًا مِّمَّا رُوِيَ عَنِ الصَّحَابَةِ فِي أَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ

لِامْتِنَاعِهِمْ مِنْ قُبُولِ رِوَايَاتِ الْحَدِيثِ وَالسِّيَرِ وَالْمَغَازِيِّ مِنْ أَجْلِ تَكْفِيرِهِمْ لِأَصْحَابِ الْحَدِيثِ الَّذِينَ هُمْ نَقَلَةُ الْأَخْبَارِ وَالْآثَارِ وَرُوَاةُ التَّوَارِيخِ وَالسِّيَرِ وَمِنْ أَجْلِ تَكْفِيرِهِمْ فُقَهَاءَ الْأُمَّةِ الَّذِينَ ضَبَطُوا آثَارَ الصَّحَابَةِ وَقَاسُوا فُرُوعَهُمْ عَلٰى فَتَاوَى الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَمَنِّهِ فِي الْخَوَارِجِ وَلَا فِي الرَّوَافِضِ وَلَا فِي الْجَهْمِيَّةِ وَلَا فِي الْقَدَرِيَّةِ وَلَا فِي الْمُجَسِّمَةِ وَلَا فِي سَائِرِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ الضَّالَّةِ قَطُّ إِمَامٌ فِي الْفِقْهِ وَلَا إِمَامٌ فِي رِوَايَةِ الْحَدِيثِ وَلَا إِمَامٌ فِي اللُّغَةِ وَالنَّحْوِ وَلَا مَوْثُوقٌ بِهِ فِي نَقْلِ الْمَغَازِيِّ وَالسِّيَرِ وَالتَّوَارِيخِ وَلَا إِمَامٌ فِي الْوَعْظِ وَالتَّذْكِيرِ وَلَا إِمَامٌ فِي التَّأْوِيلِ وَالتَّفْسِيرِ، وَإِنَّمَا كَانَ أَئِمَّةُ هٰذِهِ الْعُلُومِ عَلَى الْخُصُوصِ وَالْعُمُومِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَأَهْلُ الْأَهْوَاءِ الضَّالَّةُ إِذَا رَدُّوا الرِّوَايَاتِ الْوَارِدَةَ عَنِ الصَّحَابَةِ فِي أَحْكَامِهِمْ وَسِيَرِهِمْ لَمْ يَصِحَّ اقْتِدَاؤُهُمْ بِهِمْ مَتٰى لَمْ يُشَاهِدُوهُمْ وَلَمْ يَقْبَلُوا رِوَايَةَ أَهْلِ الرِّوَايَةِ عَنْهُمْ وَبَانَ مِنْ هٰذَا أَنَّ الْمُقْتَدِينَ بِالصَّحَابَةِ مَنْ يَّعْمَلُ بِمَا قَدْ صَحَّ بِالرِّوَايَةِ الصَّحِيحَةِ فِي أَحْكَامِهِمْ وَسِيَرِهِمْ وَذٰلِكَ سُنَّةُ أَهْلِ

السُّنَّةِ دُوْنَ ذَوِي السُّنَّةِ .

''روافض، خوارج، قدریہ، جہمیہ، نجاریہ، بکریہ اور ضراریہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق کیسے ہو سکتے ہیں، جبکہ یہ صحابہ سے احکام شرعیہ میں مروی کسی روایت کو قبول نہیں کرتے، ان کے احادیث اور سیر و مغازی قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے احادیث و آثار اور تواریخ و سیر کو نقل کرنے والے محدثین کی تکفیر کی ہے، اسی طرح انہوں نے فقہائے امت کی بھی تکفیر کی ہے کہ جنہوں نے صحابہ کرام کے آثار کو ضبط کیا اور فروعی مسائل کو صحابہ کے فتاویٰ پر قیاس کیا۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ خوارج، روافض، جہمیہ، قدریہ، مجسمہ اور دیگر گمراہ فرقوں میں کوئی بھی فقہ، حدیث، لغت یا نحو کا امام نہیں ہوا، نہ مغازی، سیر اور تواریخ کے فن میں ان کا کوئی قابل اعتبار فرد گزرا ہے، اسی طرح وعظ، تذکیر اور تاویل و تفسیر کے فن میں ان میں کوئی امام نہیں ہوا۔ بلکہ ان علوم کے ائمہ بالخصوص اور بالعموم اہل سنت والجماعت میں ہی ہوئے ہیں۔ گمراہ اہل رائے نے جب صحابہ کرام کی احکام اور سیر میں مروی روایات کو رد کر دیا، تو ان کے لیے صحابہ کی اقتدا کرنا صحیح نہ ہوا، کیونکہ انہوں نے نہ تو خود صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور نہ انہوں نے صحابہ سے نقل کرنے والوں کی روایات کو قبول کیا ہے، تو اس سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کی اقتدا کرنے والے وہ ہیں، جو احکام و سیر میں صحابہ سے مروی صحیح روایات پر عمل کرتے ہیں۔ یہ اہل سنت کا طریقہ ہے، کسی دوسرے کا نہیں۔''

(الفَرْقِ بين الفِرَق، ص 308)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

غُلُوُّ الرَّافِضَةِ فِي حُبِّ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ وَضَعُوا أَحَادِيثَ كَثِيرَةً فِي فَضَائِلِهِ أَكْثَرُهَا تَشِينُهُ وَتُؤْذِيهِ ...... وَلَهُمْ مَذَاهِبُ فِي الْفِقْهِ ابْتَدَعُوهَا وَخُرَافَاتٌ تُخَالِفُ الْإِجْمَاعَ ...... فِي مَسَائِلَ كَثِيرَةٍ يَطُولُ ذِكْرُهَا خَرَقُوا فِيهَا الْإِجْمَاعَ وَسَوَّلَ لَهُمْ إِبْلِيسُ وَضْعَهَا عَلٰى وَجْهٍ لَا يَسْتَنِدُونَ فِيهِ إِلٰى أَثَرٍ وَلَا قِيَاسٍ بَلْ إِلَى الْوَاقِعَاتِ، وَمَقَابِحُ الرَّافِضَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصٰى وَقَدْ حَرَمُوا الصَّلَاةَ لِكَوْنِهِمْ لَا يَغْسِلُونَ أَرْجُلَهُمْ فِي الْوُضُوءِ وَالْجَمَاعَةَ لِطَلَبِهِمْ إِمَامًا مَعْصُومًا وَابْتُلُوا بِسَبِّ الصَّحَابَةِ.

”روافض نے حب علی رضی اللہ عنہ میں غلو کے باعث فضائل علی رضی اللہ عنہ میں بہت ساری احادیث وضع کیں، جن میں اکثر احادیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر عیب جوئی اور اذیت کا باعث ہیں۔ ...... فقہی مسائل میں انہوں نے کئی بدعی مذاہب گھڑ لیے اور ایسی خرافات جاری کیں، جو اجماع اُمت کے خلاف ہیں۔ ...... ان مسائل کی لمبی فہرست ہے، جن میں انہوں نے اجماع اُمت کی مخالفت کی ہے، ابلیس نے انہیں ایسے مسائل وضع کرنے پر گمراہ کیا، جن پر کوئی روایت یا قیاس دلیل نہیں، بلکہ کوئی مشاہدہ بھی موجود نہیں۔ روافض کی برائیاں اور قباحتیں اس قدر ہیں کہ انہیں شمار کرنا ممکن نہیں۔ وہ نماز سے محروم ہیں، کیونکہ وہ وضو میں پاؤں کو نہیں دھوتے، وہ (مسلمانوں کی) جماعت سے محروم ہیں،

کیونکہ وہ امام معصوم کے انتظار میں ہیں اور طعن صحابہ کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔"

(تلبیس إبلیس، ص 89)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الرَّافِضَةَ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ؛ صِنْفٌ سَمِعُوا شَيْئًا مِنَ الْحَدِيثِ فَوَضَعُوا أَحَادِيثَ وَزَادُوا وَنَقَصُوا، وَصِنْفٌ لَمْ يَسْمَعُوا فَتَرَاهُمْ يَكْذِبُونَ عَلٰى جَعْفَرٍ الصَّادِقِ وَيَقُولُونَ: قَالَ جَعْفَرٌ، وَقَالَ فُلَانٌ، وَالصِّنْفُ الثَّالِثُ: عَوَامٌّ جَهَلَةٌ يَقُولُونَ: مَا يُرِيدُونَ مِمَّا يَسُوغُ فِي الْعَقْلِ وَمِمَّا لَا يَسُوغُ.

"جان لیجیے کہ روافض تین طرح کے ہیں؛ ایک وہ، جو کچھ نہ کچھ احادیث میں شغف رکھتے ہیں، پھر وہ احادیث وضع کرتے ہیں اور ان میں کمی یا زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں، دوسری قسم ان رافضیوں کی ہے، جو حدیث کی طرف التفات ہی نہیں کرتے، آپ دیکھیں گے کہ ایسے لوگ جعفر صادق رحمہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں، کہتے ہیں کہ جعفر صادق رحمہ اللہ نے یہ فرمایا، یا فلاں نے یہ کہا۔ روافض میں تیسری قسم جاہل عوام کی ہے، وہ ہر طرح کی بات کرتے ہیں، خواہ وہ عقل میں آئے یا نہ آئے۔"

(الموضوعات: 338/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّشَيُّعُ فِي عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِينَ فَهُوَ الرَّفْضُ الْمَحْضُ فَلَا

تُقْبَلُ رِوَايَةُ الرَّافِضِيِّ الْغَالِي وَلَا كَرَامَةَ .

''متاخرین کی اصطلاح میں تشیع، رفض محض کو کہتے ہیں، پس غالی رافضی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، نہ اس کی عزت وتکریم ہے۔''

(تہذیب التّہذیب :94/1)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ غَالِبَهُمْ كَاذِبٌ وَلَا يَتَوَرَّعُ فِي الْإِخْبَارِ .

''روافض میں اکثر جھوٹے ہیں، حدیث بیان کرنے میں محتاط نہیں۔''

(تہذیب التّہذیب : 458/8)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ فَهُوَ أَهْلٌ أَنْ لَّا يُرْوٰى عَنْهُ .

''جو کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہے، وہ اس قابل نہیں کہ اس سے روایت کی جائے۔''

(تہذیب التّہذیب :438/11)

روافض کے متعلق اہل علم کی آرا

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ الْكُفَّارُ يُغَاظُونَ بِهِمْ فَمَنْ غِيظَ بِهِمْ فَقَدْ شَارَكَ الْكُفَّارَ فِيمَا أَذَلَّهُمُ اللّٰهُ بِهِ وَأَخْزَاهُمْ وَكَبَتَهُمْ عَلٰى كُفْرِهِمْ وَلَا يُشَارِكُ الْكُفَّارَ فِي غَيْظِهِمُ الَّذِينَ كَبَتُوا بِهِ جَزَاءً لِكُفْرِهِمْ إِلَّا كَافِرٌ لِأَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُكْبَتُ جَزَاءً لِلْكُفْرِ، يُوْضِحُ ذٰلِكَ أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى: ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ تَعْلِيقٌ لِلْحُكْمِ بِوَصْفٍ مُّشْتَقٍّ مُنَاسِبٍ لِأَنَّ الْكُفْرَ مُنَاسِبٌ لِأَنْ يُغَاظَ صَاحِبُهٗ فَإِذَا كَانَ هُوَ الْمُوْجِبُ لِأَنْ يَغِيظَ اللّٰهُ صَاحِبَهٗ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَمَنْ غَاظَهُ اللّٰهُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ وَجَدَ فِي حَقِّهٖ مُوْجِبَ ذَاكَ وَهُوَ الْكُفْرُ.

''جب کفار کو صحابہ کے ذریعہ غیظ وغضب کا شکار کیا جاتا ہے۔ پس جو صحابہ کی وجہ سے غیظ وغضب میں مبتلا ہو، تو وہ کفار کے ساتھ اُس ذلت، رسوائی اور غم میں شریک ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کفر کی وجہ سے مبتلا کیا ہے۔ کفار جس غیظ وغضب کے ساتھ اپنے کفر کی بدولت رسوا ہوئے، اس میں ان کا شریک کافر ہی ہوسکتا ہے، کیونکہ مومن کفر کی بدولت رسوا نہیں ہوتا۔ اس

کی توضیح یہ ہے کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿لِیَغِیظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تا کہ ان (صحابہ) کے ذریعہ کفار کو غیظ وغضب میں مبتلا کرے۔'' میں حکم (یعنی کافر ہونے) کو مشتق مشترک علت (غیظ) کے ساتھ معلق کیا گیا ہے، کیونکہ کفر ہی غیظ وغضب میں مبتلا ہونے کی علت ہے۔ تو جب غیظ وغضب میں مبتلا ہونے کا سبب کفر ہے، تو جس کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمد ﷺ کے وجہ سے غیظ وغضب میں مبتلا کیا، اس نے اپنے متعلق اس کا موجب پالیا اور وہ کفر ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 579)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَنَقَّصَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ كَانَ فِي قَلْبِهِ عَلَيْهِمْ غِلٌّ فَلَيْسَ لَهُ حَقٌّ فِي فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ.

''جس نے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی صحابی کی شان میں تنقیص کی یا دل میں ان کے متعلق کینہ رکھا، تو مسلمانوں کے مال فے میں اس کا کوئی حق نہیں۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيْم: 327/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَحْسَنَ مَا اسْتَنْبَطَ الْإِمَامُ مَالِكٌ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ: أَنَّ الرَّافِضِيَّ الَّذِي يَسُبُّ الصَّحَابَةَ لَيْسَ لَهُ فِي مَالِ الْفَيْءِ نَصِيبٌ لِعَدَمِ اتِّصَافِهِ بِمَا مَدَحَ اللّٰهُ بِهِ هٰؤُلَاءِ.

''اس آیت سے امام مالک رحمہ اللہ نے کیا خوب استنباط کیا ہے! کہ جو رافضی

صحابہ کو برا بھلا کہتا ہے، اس کا مال فے میں کوئی حصہ نہیں، کیونکہ اس میں وہ وصف نہیں ہوتا، جو وصف اللہ تعالیٰ نے ان (مال فے کے مستحق مومنوں) کا بیان فرمایا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 8/73)

۞ امام عبداللہ بن ادریس اودی رحمہ اللہ (۱۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ الرُّومَ سَبَوْا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الرُّومِ إِلَى الْحِيلَةِ ثُمَّ رَدَّهُمْ رَجُلٌ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ عَلٰى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ ذٰلِكَ .

''اگر رومی لوگ، روم سے حیلہ تک کے تمام مسلمانوں کو قیدی بنا لیں، پھر ایک ایسا شخص، جس کے دل میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذرا بھی بغض ہو، تمام مسلمانوں کو آزاد کرا دے، تو بھی اللہ تعالیٰ اس کا یہ عمل قبول نہیں کرے گا۔''

(السنّة للخلّال : 759، وسندہٗ صحيحٌ)

۞ امام حمیدی رحمہ اللہ (۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ نُؤْمَرْ إِلَّا بِالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ، فَمَنْ سَبَّهُمْ أَوْ تَنَقَّصَهُمْ أَوْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَلَيْسَ عَلَى السُّنَّةِ، وَلَيْسَ لَهٗ فِي الْفَيْءِ حَقٌّ .

''ہمیں صحابہ کے حق میں صرف استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جس نے تمام صحابہ کو برا بھلا کہا اور ان کی شان میں تنقیص کی یا کسی ایک صحابی کے متعلق ایسا کیا، تو وہ سنت (اسلامی طریقے) پر نہیں ہے اور اس کا مال فے میں کوئی حق نہیں۔''

(رسالة أصول السنّة، ملحقا بآخر مسنده، ص 546)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ شَتَمَ أَخَافُ عَلَيْهِ الْكُفْرَ مِثْلَ الرَّوَافِضِ، وَمَنْ شَتَمَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَأْمَنُ أَنْ يَكُونَ قَدْ مَرَقَ عَنِ الدِّينِ.

”جو (صحابہ کو) برا بھلا کہے، مجھے اس پر کفر کا خدشہ ہے، جیسے روافض ہیں۔ جس نے اصحاب پیغمبر ﷺ کو برا بھلا کہا، مجھے اس کے متعلق خوف ہے کہ وہ دین سے نکل جائے۔“

(السّنة للخلّال: 780، وسندهٗ صحيحٌ)

امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِي صَلَّيْتُ خَلْفَ الْجَهْمِيِّ الرَّافِضِيِّ أَمْ صَلَّيْتُ خَلْفَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَلَا يُسَلَّمُ عَلَيْهِمْ، وَلَا يُعَادُونَ، وَلَا يُنَاكَحُونَ، وَلَا يَشْهَدُونَ، وَلَا تُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ.

”مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں جہمی رافضی کی اقتدا میں نماز پڑھوں یا کسی یہودی نصرانی کی اقتدا میں نماز پڑھوں۔ انہیں سلام نہیں کہا جا سکتا، ان کی عیادت نہیں کی جائے گی، ان سے رشتہ ناطہ نہیں جوڑا جائے گا، نہ ان کے جنازوں میں شامل ہوا جائے گا اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔“

(خلق أفعال العباد، ص 10)

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا رَأْسُ مَالِهِمُ الْبَهْتُ وَالتَّكْذِيبُ وَالْوَقِيعَةُ فِي السَّلَفِ.

''روافض کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ ان کا شیوہ بہتان بازی، جھوٹ اور اسلاف امت (صحابہ وغیرہ) کی شان میں تنقیص کرنا ہے۔''

(مَعالِم السّنن: 6/2، شرح النّووي: 203/1)

ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا بِتَكْفِيرِ كُلِّ مَنْ أَكْفَرَ وَاحِدًا مِنَ الْعَشْرَةِ الَّذِينَ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَقَالُوا بِمُوَالَاةِ جَمِيعِ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكْفَرُوا مَنْ أَكْفَرَهُنَّ أَوْ أَكْفَرَ بَعْضَهُنَّ.

''اہل علم نے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی بھی تکفیر کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔ سب ازواج مطہرات سے محبت واحترام کا حکم دیا ہے اور تمام امہات المؤمنین یا کسی ایک کی تکفیر کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔''

(الفَرق بين الفِرَق، ص 353)

نیز فرماتے ہیں:

أَلْإِمَامِيَّةُ الَّذِينَ أَكْفَرُوا أَخْيَارَ الصَّحَابَةِ ...... فَإِنَّا نُكَفِّرُهُمْ كَمَا يُكَفِّرُونَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِم عِنْدَنَا وَلَا الصَّلَاةُ خَلْفَهُمْ.

''امامیہ شیعہ کبار صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔......وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں، ہم بھی ان کی تکفیر کرتے ہیں، ہمارے نزدیک نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔''

(الفَرق بين الفِرَق، ص 350)

❁ علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّوَافِضَ لَيْسُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ .

''روافض مسلمان نہیں ہیں۔''

(الفِصل في المِلَل والأهواء والنِّحل : 65/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى كُفْرِهِمْ .

''غالی روافض کے کافر ہونے پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔''

(الإحكام في أصول الأحكام : 80/2)

❁ علامہ ابو مظفر طاہر بن محمد اسفرائینی رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ جَمِيعَ مَنْ ذَكَرْنَاهُمْ مِنْ فِرَقِ الْإِمَامِيَّةِ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى تَكْفِيرِ الصَّحَابَةِ وَيَدَّعُوْنَ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ غُيِّرَ عَمَّا كَانَ وَوَقَعَ فِيهِ الزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ مِنْ قِبَلِ الصَّحَابَةِ وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّهٗ قَدْ كَانَ فِيْهِ النَّصُّ عَلٰى إِمَامَةِ عَلِيٍّ فَأَسْقَطَهُ الصَّحَابَةُ عَنْهُ وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّهٗ لَا اعْتِمَادَ عَلَى الْقُرْآنِ الْآنَ وَلَا عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الْأَخْبَارِ

الْمَرْوِيَةِ عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّهٗ لَا اعْتِمَادَ عَلَى الشَّرِيعَةِ الَّتِي فِي أَيْدِي الْمُسْلِمِيْنَ وَيَنْتَظِرُوْنَ إِمَامًا يُسَمُّوْنَهُ الْمَهْدِيَّ يَخْرُجُ وَيُعَلِّمُهُمُ الشَّرِيْعَةَ وَلَيْسُوْا فِي الْحَالِ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الدِّيْنِ وَلَيْسَ مَقْصُوْدُهُمْ مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ تَحْقِيقَ الْكَلَامِ فِي الْإِمَامَةِ وَلٰكِنْ مَقْصُوْدُهُمْ إِسْقَاطُ كُلْفَةِ تَكْلِيْفِ الشَّرِيْعَةِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَوَسَّعُوْا فِي اسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الشَّرْعِيَّةِ وَيَعْتَذِرُوا عِنْدَ الْعَوَامِ بِمَا يَعُدُّونَهٗ مِنْ تَحْرِيْفِ الشَّرِيْعَةِ وَتَغْيِيْرِ الْقُرْآنِ مِنْ عِنْدِ الصَّحَابَةِ وَلَا مَزِيْدَ عَلٰى هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الْكُفْرِ إِذْ لَا بَقَاءَ فِيهِ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الدِّيْنِ .

”جان لیجئے! امامیہ کے جتنے بھی فرقوں کا ہم نے تذکرہ کیا، تکفیر صحابہ پر سب کا اتفاق ہے، قرآن مجید میں تغیر وتبدل کا دعویٰ کرتے ہیں، کہتے ہیں صحابہ نے اس میں کمی وبیشی وتحریف کی ہے، جن نصوص میں علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر تھا، انہیں حذف کر دیا، ان کے خیال میں قرآن، احادیث نبویہ اور موجودہ شریعت پر اعتماد درست نہیں، وہ مہدی کے منتظر ہیں، جو خروج کے بعد انہیں شریعت سکھائیں گے، فی الحال وہ دین کے کسی جزء پر کاربند نہیں ہیں، اس سے ان کی غرض مسئلہ امامت کی تحقیق ہرگز نہیں، بلکہ صرف شرعی پابندیوں سے آزادی ہے، انہوں نے شرعی محرمات کافی حد تک حلال سمجھ رکھی ہیں اور عوام (کی

آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے ان) کے سامنے شریعت وقرآن کے محرف ہونے کا بہانہ بناتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر کیا ہو سکتا ہے؟ اس لیے دین اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

(التّبصير في الدين، ص 24-25)

❁ علامہ ابن ابی یعلی رحمہ اللہ (۵۲۶ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَتِ الرَّافِضَةُ مِنَ الْإِسْلَامِ فِي شَيْءٍ.

''روافض کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔''

(طبقات الحنابلة :33/1)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

سَبُّ أَصْحَابِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتَنَقُّصُهُمْ أَوْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مِنَ الْكَبَائِرِ الْمُحَرَّمَةِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو برا بھلا کہنا اور ان کی شان میں تنقیص کرنا یا کسی ایک صحابی کے متعلق ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے اور حرام ہے۔''

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 580/7)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا امْتِرَاءَ فِي كُفْرِ الْقَائِلِينَ بِهٰذَا؛ لِأَنَّ مَنْ كَفَرَ الْأُمَّةَ كُلَّهَا وَالصَّدْرَ الْأَوَّلَ فَقَدْ أَبْطَلَ نَقْلَ الشَّرِيعَةِ وَهَدَمَ الْإِسْلَامَ.

''جو لوگ یہ بات کرتے ہیں (کہ صحابہ کافر تھے) ان کے کفر میں کوئی شک

وشبہ نہیں، کیونکہ جس نے پوری امت اور صدر اول (کے مسلمانوں) کو کافر کہا، اس نے گویا (احکامِ) شریعت کی نقل کو باطل ٹھہرایا اور دین اسلام کو منہدم کر دیا۔''

(إکمال المعلم بفوائد مسلم : 412/7)

۞ علامہ ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ (۵۶۲) فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰی تَکْفِیرِ الْإِمَامِیَّةِ لِأَنَّهُمْ یَعْتَقِدُوْنَ تَضْلِیْلَ الصَّحَابَةِ وَیُنْکِرُوْنَ إِجْمَاعَهُمْ وَیَنْسِبُوْنَهُمْ إِلٰی مَا یَلِیْقُ بِهِمْ.

اُمت مسلمہ امامیہ کی تکفیر پر متفق ہے، جنہوں نے صحابہ کرام کے متعلق گمراہی کا عقیدہ رکھا، ان کے اجماع کا انکار کیا اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر ڈالیں، جو ان کی شایانِ شان نہیں تھیں۔''

(الأنساب : 365/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْإِمَامِیَّةُ عَلٰی تَضْلِیْلِ الصَّحَابَةِ حَیْثُ جَعَلُوا الْإِمَامَةَ لِغَیْرِ عَلِيٍّ.

''امامیہ صحابہ کو گمراہ سمجھنے پر متفق ہیں کہ جنہوں نے امامت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد کر دی۔''

(الأنساب : 365/6)

۞ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَقَّصَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ أَوْ طَعَنَ عَلَیْهِ فِي رِوَایَتِهٖ فَقَدْ رَدَّ عَلٰی

اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَأَبْطَلَ شَرَائِعَ الْمُسْلِمِينَ .

''جس نے کسی صحابی کی شان میں تنقیص کی یا اس کی روایت میں اس پر طعن کیا، تو اس نے اللہ رب العالمین پر رد کیا اور مسلمانوں کے شرعی احکام کو باطل ٹھہرایا۔''

(تفسير القرطبي : 297/16)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ نَسَبَهُ أَوْ وَاحِدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ إِلٰى كَذِبٍ فَهُوَ خَارِجٌ عَنِ الشَّرِيعَةِ، مُبْطِلٌ لِلْقُرْآنِ طَاعِنٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جس نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا، وہ شریعت اسلامیہ سے خارج، قرآن کو جھٹلانے والا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والا ہے۔'' (تفسير القرطبي : 298/16)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ سَبَّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حَرَامٌ مِنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْهُمْ وَغَيْرُهُ لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ مُتَأَوِّلُونَ .

''جان لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا حرام ہے اور حرام فحش گوئی میں سے ہے۔ اس مسئلہ میں سب صحابہ برابر ہیں، چاہے وہ ان فتنوں کا شکار ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، کیونکہ وہ ان جنگوں میں اجتہاد اور تاویل کی بنا پر شریک ہوئے۔''

(شرح النّووي: 93/16)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''جو اس حد تک کہہ دے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سوائے معدودے چند، تمام صحابہ مرتد یا فاسق ہو گئے تھے، اس کے کفر میں ذرا برابر بھی شک نہیں ہے، کیونکہ یہ ان کی ثنا و رضا پر مبنی بے شمار نصوص قرآنی کا منکر ہے، بلکہ جو (جان بوجھ کر) ایسے کے کفر میں متردد ہو، اس کا کفر بھی متعین ہے۔ اس قول کا تقاضا ہے کہ (نعوذ باللہ!) یہ امت سب سے بری ہے، جسے لوگوں کی صلاح و فلاح کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے پہلے لوگ سب سے برے اور خیر القرون کی اکثریت کافر، فاسق اور شر القرون تھے۔ ایسے شخص کا کفر ضروریات دین سے ثابت ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 586-587)

❁ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

حَاصِلُهُ أَنَّا نُكَفِّرُ مَنْ يُكَفِّرُ مَنْ نَحْنُ نَقْطَعُ بِإِيمَانِهِ إِمَّا بِنَصٍّ أَوْ إِجْمَاعٍ.

''جس کے ایمان کو ہم نص یا اجماع کی بنا پر قطعی سمجھتے ہیں، اس کی تکفیر کرنے والے کو ہم کافر سمجھتے ہیں۔''

(فتاوی السّبکي: 586/2)

❁❁❁❁❁❁❁

آزر کون؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔ آزر کافر تھا۔ یہ اہل السنہ والجماعۃ کا نظریہ ہے۔ شیعہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ ان کا یہ موقف بے دلیل ہے۔

قرآن وسنت کے وہی مفاہیم ومطالب برحق ہیں، جو ائمہ اہل سنت نے بیان کر دیے ہیں۔ ہر وہ دلیل جو سلف امت کے متفقہ فیصلوں کے خلاف جا رہی ہو، بھلے لوگ باور کروائیں کہ فلاں دلیل قرآن وحدیث میں موجود ہے، پھر بھی وہ دلیل قبول نہیں کی جاسکتی، کہ قرآن وسنت کا معنی ومفہوم سلف کے یہاں سمجھا جا چکا ہے۔ اب جو کوئی نئی دلیل و نظریہ لائے گا، سلف کی مخالفت کرے گا اور حق سلف کی مخالفت میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر اس دلیل سے وہ مسئلہ ثابت ہو رہا ہوتا، تو سلف وہ مسئلہ اخذ کر چکے ہوتے۔

یاد رہے کہ کسی مسلمان کو کافر اور کسی کافر کو مسلمان قرار دینا انتہا پسندی کی قبیل سے ہے اور اہل سنت ان انتہائی رویوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

اللہ کے پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام قرآن مجید نے آزر بتایا ہے۔ اسی طرح آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا نام آزر بیان کیا ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ﴾ (الانعام: ٧٤)

''جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا۔''

''اب'' کا حقیقی معنی باپ ہے۔ گو یہ لفظ مجازا چچا پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف جانا درست نہیں۔ خصوصا اس وقت جب کوئی قرینہ اس پر دلالت نہ کرے۔

مجازی معنی صرف اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہ ہو، یا کوئی قرینہ مل جائے۔ یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں مل سکا جس سے آزر کو ان کے باپ کی بجائے چچا قرار دیا جا سکے۔ قرآن کریم میں جتنی بھی دفعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہوا ہے، جہاں جہاں ان کا مکالمہ مذکور ہوا ہے، وہاں وہاں ابیہ کا لفظ آتا ہے۔ وہ اپنے باپ اور قوم سے مخاطب ہوتے ہیں، کہیں بھی ایسا نہیں آیا کہ وہ کسی وقت اپنے چچا سے مخاطب ہوئے ہوں۔

شیعہ کے اس نظریے کے پیچھے ان کا وضع کردہ ایک قاعدہ ہے، وہ یہ کہ انبیا کے باپ کافر نہیں ہوتے، اب ان کے پاس اس قاعدے کی کوئی دلیل تو ہے نہیں، لیکن اس قاعدے کو لے کر وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ان کا چچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

✿ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ : إِنَّ آزَرَ عَمُّ إِبْرَاهِيمَ وَلَيْسَ اسْمَ أَبِيهِ وَهُوَ قَوْلُ الشِّيعَةِ يَزْعُمُونَ أَنَّ آبَاءَ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَكُونُونَ كُفَّارًا وَّظَوَاهِرُ الْقُرْآنِ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ .

''کہا جاتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، ان کے باپ کا نام آزر نہیں تھا، یہ شیعہ کا قول ہے، جو سمجھتے ہیں کہ انبیا کے آباء کفار نہیں ہوتے، جب کہ ظاہر

قرآن ان کا رد کرتا ہے۔“

(البحر المُحیط : 561/4)

قرآن کے سیاق اور احادیث رسول کو دیکھا کیجیے، تو واضح ثبوت اس چیز کے ملتے ہیں کہ آزران کے باپ ہی کا نام تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں دعا مانگی:

﴿وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ﴾ (الشعراء : ٨٦)

”اللہ میرے باپ کو بخش دینا، یقیناً وہ گمراہ تھا۔“

سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ مشرک کے لئے دعا مانگنا تو جائز ہی نہیں۔

❀ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾ (التوبة : ١١٤)

”ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں استغفار صرف اس وعدے کی وجہ سے کیا تھا جو وعدہ انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے براءت کر لی۔“

اس کی مکمل تفصیل حدیث میں موجود ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ : فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ : يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي

أَنْ لَّا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى : إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا إِبْرَاهِيمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُّلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ.

''قیامت میں ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے، ان کے باپ کے چہرے پر پشیمانی اورغبار ہوگا۔ ابراہیم اپنے باپ سے کہیں گے، کیا میں نے آپ سے کہانہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے۔ ان کا باپ کہے گا: آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ سے عرض کریں گے کہ اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے رسوانہیں کرے گا،تو اس سے بڑی رسوائی بھلا کیا ہوسکتی ہے کہ میرا باپ تیری رب سے بہت دور ہے۔ تو اللہ فرمائیں گے، میں نے جنت کو کافروں کے لئے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ابراہیم! اپنے پاوں کے نیچے دیکھئے۔ وہ دیکھیں گے، ان کے باپ کو گندہ بجو بنا کر ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 3350)

ذرا غور کیجئے،اس کے لئے دعا مانگ رہے،لیکن دعا قبول نہیں ہورہی،قرآن کہتا ہے وہ دعا اپنے والد کے لئے مانگ رہے تھے۔ تو یہ حدیث نص ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے۔ وہ کافر تھا،جہنم میں جائے گا۔ روز قیامت ابراہیم علیہ السلام اس سے براءت کا اعلان کریں گے۔

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ اسْمُ أَبِيهِ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَخْبَرَ أَنَّهُ أَبُوهُ، وَهُوَ الْقَوْلُ الْمَحْفُوظُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ دُونَ الْقَوْلِ الْآخَرِ الَّذِي زَعَمَ قَائِلُهُ أَنَّهُ نَعْتٌ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَإِنَّ أَهْلَ الْأَنْسَابِ إِنَّمَا يَنْسِبُونَ إِبْرَاهِيمَ إِلٰى تَارِحٍ، فَكَيْفَ يَكُونُ آزَرُ اسْمًا لَهُ وَالْمَعْرُوفُ بِهِ مِنَ الْاِسْمِ تَارِحُ؟ قِيلَ لَهُ : غَيْرُ مُحَالٍ أَنْ يَكُونَ لَهُ اسْمَانِ، كَمَا لِكَثِيرٍ مِّنَ النَّاسِ فِي دَهْرِنَا هٰذَا، وَكَانَ ذٰلِكَ فِيمَا مَضٰى لَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ، وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ لَقَبًا، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

”آزران کے والد کا نام تھا، کیوں کہ اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے والد تھے۔ اہل علم کا یہی قول محفوظ ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ آزران کے باپ کا نام نہیں تھا، بلکہ اس کا لقب تھا۔ یہ بات غیر محفوظ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اہل انساب ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح بتاتے ہیں۔ تو آزران کے باپ کا نام کس طرح ہوسکتا ہے، جب کہ معروف نام تارح ہے۔ جواب یہ ہوگا کہ ممکن ہے ان کے دو نام ہوں، جیسا کہ آج بھی ہمارے زمانے میں لوگوں کے دو نام ہوتے ہیں، گزرے لوگوں میں بھی بہت سے لوگوں کے دو نام ہوتے تھے، یہ بھی ہوسکتا کہ آزران کا لقب ہو۔ واللہ اعلم!

(تفسير الطّبري : 344/9)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهُ جَيِّدٌ قَوِيٌّ .

''امام طبری رحمہ اللہ کی یہ بات جید اور قوی ہے۔''

(تفسیر ابن كثير : 289/3)

روافض کے دلائل:

روافض کہتے ہیں کہ انبیاء کے آباواجداد مومن ہوتے ہیں، یہ نظریہ قطعی طور پر قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔ وہ اپنے عقیدے پر دلائل پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو؛

پہلی دلیل:

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾(الشّعراء : ٢١٩)

''جب تو سجدہ کرنے والوں میں پھرتا ہے، وہ تجھے دیکھتا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی مختلف آراء ہیں:

① مفسر اہل بیت، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مِنْ صُلْبِ نَبِيٍّ إِلٰى صُلْبِ نَبِيٍّ حَتّٰى صِرْتَ نَبِيًّا .

''ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ تو نبی بن گیا۔''

(مسند البزّار (كشف الاستار) : 2242، طَبَقات ابن سعد : 24/1، تفسير ابن ابي حاتم : 2828/9، المُعجم الكبير للطّبراني : 363/11، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مختصر زوائد مسند البزّار : 2/98)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِي أَصْلَابِ الْأَنْبِيَاءِ، حَتّٰى وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ.

''نبی کریم ﷺ ہمیشہ انبیاء کی صلب میں رہے، یہاں تک کہ ان کی والدہ نے انہیں جنم دیا۔''

(دلائل النُّبُوۃ لابي نُعَیم : 17، المُعجم لابن الاعرابي : 1750، الشّریعة للآجري : 959، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مَناھِل الصّفا في تخریج احادیث الشِّفا : 7)

اس سے مراد ہے کہ آپ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد سے ہیں۔

② نبی کریم ﷺ حالت نماز میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔

③ نبی کریم ﷺ کبھی منفرد کبھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، کبھی رکوع میں کبھی سجدہ میں اور کبھی قیام میں۔

④ اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کا مومنین کے پاس آنا جانا مراد ہے، یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(تفسیر الطّبري : 17/660، وسندہٗ حسنٌ)

تو یہ اقوال اس کی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں، اس آیت کے سیاق وسباق میں یا روایات وغیرہ میں کہیں بھی وارد نہیں ہوا کہ انبیاء کے آباء مسلمان ہوتے ہیں۔ اس آیت کی

تفسیر میں کہیں سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا، جو لوگ اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں ان کے پاس کچھ دلیل نہیں ہے۔

دوسری دلیل:

❀ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے:

لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلٰى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ.

''میں ہمیشہ سے پاکیزہ لوگوں کی صلبوں سے پاکیزہ خواتین کے ارحام میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔''

(تفسیر الرّازي: 13/33)

یہ شیعہ کی گھڑنت ہے۔ جس کی کوئی سند موجود نہیں، اسلام میں ایسی روایات کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔

الحاصل:

① بعض انبیاء کے ماں باپ کے مسلمان ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، کسی نبی کے ماں یا باپ کے مشرک یا کافر ہونے سے اس نبی کے شان و مرتبہ میں فرق نہیں آتا۔

② ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا، نہ کہ چچا کا نام اور آزر کافر تھا۔ جیسا کہ دلائل سے واضح ہوا۔ وللہ الحمد!

❀❀❀❀❀❀❀

اُصول اربعہ

شیعہ کی چار بنیادی کتب ہیں۔

① اُصول الکافی لمحمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۸ھ)

② تہذیب الاحکام لابی جعفر محمد بن الحسن الطّوسی (۴۶۰ھ)

③ الاستبصار لابی جعفر الطّوسی (۴۶۰ھ)

④ من لایحضرہ الفقیہ لمحمد بن علی ابن بابویہ القمی الصدوق (۳۸۱ھ)

شیعہ کے نزدیک متاخرین کی چار کتابیں بھی معتبر ہیں۔

① الوافی لمحمد محسن المعروف بہ فیض کاشانی (۱۰۹۱ھ)

② بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الأطھار لمحمد باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ)

③ وسائل الشیعہ لمحمد بن الحسن الحر العاملی (۱۱۰۴ھ)

④ مستدرک الوسائل لحسین النوری الطبرسی (۱۳۲۰ھ)

❀ شیعہ مذہب کے چند بنیادی عقائد و اعمال یہ ہیں؛

① امامت ② عصمت ③ علم لدنی

④ غیبت ⑤ رجعت ⑥ تقیہ

⑦ متعہ ⑧ براءت ⑨ تحریف قرآن

⑩ ماتم

یزید بن معاویہ

اہل سنت والجماعت کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ وہ علم اور عدل کے ساتھ کلام کرتے ہیں، خواہ وہ بات کسی جماعت کے متعلق ہو یا کسی شخصیت کے، نہ کسی کو ایسی برائی سے متہم کرتے ہیں، جو اس نے کی ہی نہ ہو اور نہ کسی کو ایسی برائی سے بری کرتے ہیں، جس کا اس نے ارتکاب کیا ہو۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْکَلَامُ فِي النَّاسِ یَجِبُ أَنْ یَکُونَ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، لَا بِجَهْلٍ وَظُلْمٍ، کَحَالِ أَهْلِ الْبِدَعِ.

''لوگوں کے متعلق بات کرتے وقت علم وعدل کا دامن تھامے رکھنا واجب ہے، جہالت یا زیادتی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ اہل بدعت کرتے ہیں۔''

(منهاج السّنة : 337/4)

لیکن جو لوگ غیر متوسط ہوتے ہیں، وہ کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف بات کرتے ہوئے علم وعدل سے کام نہیں لیتے، حق گوئی ان سے سلب ہو چکی ہوتی ہے۔ یہ لوگ کئی کذابوں، جھوٹوں اور مجرموں کو نہ صرف بے داغ قرار دیتے ہیں، بلکہ ان کے قصیدے تک پڑھتے ہیں، دوسری طرف کئی لوگوں کو ایسے جرائم سے مطعون کرتے ہیں، جن کا ارتکاب انہوں نے کیا ہی نہ ہو۔ اس بے اعتدالی کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے، وہ اہل سنت کی

طرح علم وعدل سے بات نہیں کرتے، کسی کے متعلق رائے قائم کرتے ہوئے خواہش پرستی کا شکار ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کا قول وفعل ناانصافی کا شکوہ کر رہا ہوتا ہے۔

اہل سنت اور اہل حق علما ہمیشہ سے مبنی بر علم بات کرتے ہیں، وہ کسی پر بھی جھوٹا اتہام نہیں لگاتے، نہ کسی مجرم پاپی کو کلین چٹ دیتے ہیں۔ توسط ان کا خاصہ ہے، اس میں وہ لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے کہ علم کی حفاظت ان کے ذمہ ہے۔

تاریخی شخصیات میں سے ایک نام یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ جنہیں روافض نے اس قدر بدنام کر دیا ہے کہ کائنات کا ہر جرم ان کے کھاتے میں ڈال دیا ہے، جس کا سہارا انہوں نے تاریخی اور غیر ثابت روایات سے لیا ہے۔ انہی غیر معتبر روایات سے متاثر ہو کر بعض اہل سنت نے بھی یزید کے متعلق بری رائے رکھی ہے۔

یاد رہے کہ کسی شخص کے مجرم یا بری ہونے کا فیصلہ اس پر لگے الزامات سے ہوگا، اگر وہ الزامات ثابت ہو جائیں، تو وہ شخص مجرم ہے اور اگر وہ الزامات بے بنیاد ہوں، تو دنیا کی ہر عدالت اسے بری قرار دیتی ہے۔

یزید بن معاویہ رحمہ اللہ پر جو جو الزامات لگائے جاتے ہیں، ذیل کی سطور میں ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

کیا واقعہ حرہ میں خواتین کی عصمت دری ہوئی؟:

واقعہ حرہ میں خواتین کی عصمت دری ثابت نہیں۔

❀ مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَنْهَبَ مُسْرِفُ بْنُ عُقْبَةَ الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَزَعَمَ الْمُغِيرَةُ أَنَّهُ

افْتُضَّ فِيهَا أَلْفُ عَذْرَاءَ .

''مسرف (مسلم) بن عقبہ نے تین دن اہل مدینہ کولوٹا۔ (راوی کہتے ہیں کہ)مغیرہ رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عزتیں لوٹی گئیں۔''

(دلائل النّبوة للبيهقي : 475/6، تاريخ ابن عساكر : 108/58)

سند منقطع ہے۔مغیرہ بن مقسم کا اس موقع پر مدینہ میں موجود ہونا ثابت نہیں۔نہ ہی مسلم بن عقبہ سے لقاء وسماع ممکن ہے۔

❁ مصعب بن عبداللہ زبیری رحمہ اللہ سے منقول ہے:

لَمَّا هَجَمَ أَهْلُ الشَّامِ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي بُيُوتِهِمْ وَنَهَبُوهُمْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ دَارَ الْمَرْأَةِ الَّتِي تَوَارٰى فِيهَا ابْنُ مُطِيعٍ، فَرَأَى الْمَرْأَةَ فَأَعْجَبَتْهُ فَوَاثَبَهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنْهُ، فَصَرَعَهَا فَاطَّلَعَ ابْنُ مُطِيعٍ عَلٰى ذٰلِكَ، فَدَخَلَ فَخَلَّصَهَا مِنْهُ، وَقَتَلَ الشَّامِيَّ .

''جب اہل شام نے مدینہ والوں کے گھروں پر چڑھائی کی اور انہیں لُوٹا، تو ایک شامی آدمی اس عورت کے گھر گھس گیا، جہاں ابن مطیع چھپ کر بیٹھا تھا۔ اس شامی نے عورت کو دیکھا، تو اس کی طرف مائل ہوا اور اس پر زبردستی کی، عورت نے اس سے بچاؤ کیا، تو اس نے پھر زبردستی کی، ابن مطیع کو پتہ چلا، تو اس نے آکر عورت کو شامی سے بچایا اور شامی کو قتل کر دیا۔''

(الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر : 21/5)

سند سخت منقطع ہے۔مصعب بن عبداللہ زبیری رحمہ اللہ ۱۵۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور

واقعہ حرہ ۶۳ ہجری میں ہوا۔ وہ اپنی پیدائش سے ایک صدی پہلے کا واقعہ کیسے بیان کر سکتے ہیں؟

❀ ام ہیثم بنت یزید سے منقول ہے:

رَأَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قُرَيْشٍ تَطُوفُ، فَعَرَضَ لَهَا أَسْوَدُ، فَعَانَقَتْهُ وَقَبَّلَتْهُ، فَقُلْتُ: يَا أَمَةَ اللّٰهِ، أَتَفْعَلِينَ هٰذَا بِهٰذَا الْأَسْوَدِ، قَالَتْ: هُوَ ابْنِي وَقَعَ عَلَيَّ أَبُوهُ يَوْمَ الْحَرَّةِ، فَوَلَدْتُّ هٰذَا.

''میں نے ایک قریشی خاتون کو طواف کرتے دیکھا، تو اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ فام نوجوان آیا، خاتون نے اسے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ میں نے کہا: اللہ کی بندی! آپ اس سیاہ فام کے ساتھ کیا کر رہی ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے، حرہ والے دن اس کے باپ نے مجھ سے (زبردستی) زنا کیا تھا، جس کے نتیجہ میں میں نے اسے جنم دیا۔''

(المُنتظَم لابن الجوزي: 15/6)

سند سخت ضعیف ہے۔ ام ہیثم بنت یزید اور خالد کندی دونوں مجہول ہیں۔

بعض اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑنے کی بات کی تھی، یقیناً ان کا اقدام بغاوت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس بغاوت کو روکنے کے لیے شامی فوجوں نے کاروائی کی، فوجیوں میں سے بعض نے لوگوں کا مال بھی لوٹا۔ ایسا ہو جاتا ہے، جب فوجیں کسی بھی علاقہ میں بغاوت روکنے کے لیے داخل ہوتی ہیں، تو وہ فساد فی الارض کا ارتکاب بھی کر جاتی ہیں۔ فوجوں میں سارے کے سارے نیک اور متقی نہیں ہوتے، مختلف اذہان اور سوچ کے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا، اس میں یزید بن معاویہ کی رضامندی شامل نہیں، کیونکہ فوجوں کو

صرف اس لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ اہل مدینہ کو بغاوت سے باز رکھیں، لوٹ مار کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔

گو کہ اس پر کوئی ثبوت نہیں، مگر عین ممکن ہے کہ بعض فوجیوں نے بدکاری کا بھی ارتکاب کیا ہو، لیکن اس کاروائی کو افسانہ کے طور پر پیش کرنا غیر مناسب ہے۔

بلاشبہ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنا ممنوع ہے، لیکن اگر بعض لوگ بغاوت کرنے لگیں یا کسی فتنہ کا شکار ہو جائیں، تو انہیں بغاوت سے روکنا اور فتنہ کی روک تھام کرنا ضروری ہے، پھر چاہے وہ بغاوت یا فتنہ مدینہ میں رونما ہو یا مکہ میں، یا زمین کے کسی خطہ میں۔ ہر حاکم کو حق حاصل ہے کہ وہ بغاوت کو روکے، ہاں البتہ ظلم و زیادتی نہ کرے، ناحق قتل نہ کرے۔

یہ کہنا کہ اہل مدینہ پر کاروائی ہی نہیں کی جا سکتی، یہ بے بنیاد نظریہ ہے۔ بغاوت جہاں بھی ہو، اسے روکنے کے لیے کاروائی ہو سکتی ہے۔

جب تک اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑنے کی بات نہیں کی، اس وقت تک مدینہ پر کاروائی کا سوچا بھی نہیں۔

جو لوگ یزید کے بارے میں منفی رائے رکھتے ہیں، ان کے مدنظر اصل یہ نہیں ہے کہ یزید نے اہل مدینہ پر کاروائی کی، بلکہ اصل یہ ہے کہ یزید قاتل حسین رضی اللہ عنہ ہے۔

یزید کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل قرار دینا بے ثبوت اور بے حقیقت بات ہے۔ یہ در اصل قاتلین حسین رضی اللہ عنہ نے سازش کی کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا خون یزید کے ہاتھوں میں تلاش کیا جائے۔ اس سے ان کو بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ اہل بیت کی دشمنی سے بری ہو گئے۔ اسی کو بنیاد بنا کر امت مسلمہ میں پھوٹ ڈال دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ تاثر دیا کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ میں ان کا ہاتھ ہے، خصوصا وہ صحابہ کرام، جنہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت

کی تھی۔ یزید کو قاتل حسین رضی اللہ عنہ قرار دے کر مسلمانوں کی حمایت اور مدارت حاصل کر لی۔ اس کی بنیاد جھوٹ پر تھی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ہرگز ہرگز خروج نہیں کیا، کیا بچوں کے ساتھ خروج کیا جاتا ہے یا لشکر اور فوج کے ساتھ؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اہل خانہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت مظلومانہ شہادت ہے۔ یہ روافض کی گھڑی ہوئی روایات کا اثر ہے کہ ہمارے بعض سنی بھائی بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو خروج کے پس منظر میں دیکھنے لگتے ہیں، حالاں کہ کوئی صحیح یا حسن سند اس پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ کا کربلا میں کسی سے کوئی معرکہ ہوا ہو، جنگ ہوئی ہو، تیر چلے ہوں، پانی بند ہوا ہو، خواتین کی بے حرمتی ہوئی ہو، یا آپ رضی اللہ عنہ نے فوجیں تیار کی ہوں۔ اسلام کی ثقہ تاریخ میں ایسی باتوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا، حتی کہ دور صحابہ میں بھی ایسی کسی بات کا ثبوت نہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے، جو روافض نے اسلامی تاریخ میں داخل کرنے کی سازش کی ہے۔

صرف اتنا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے رستے میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کی شہادت باسعادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دے دی تھی۔ ہر مسلمان آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر دکھی ہے۔ ہمیں آپ کی شہادت پر وہی انداز اختیار کرنا چاہیے، جو اس وقت صحابہ، اہل بیت رسول اور دیگر مسلمانوں نے اختیار کیا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ جس نے جگر گوشہ رسول کو شہید کیا یا آپ کی شہادت میں معاونت کی یا آپ کی شہادت پر راضی ہوا، اس پر اللہ، فرشتوں اور ساری کائنات کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے نوافل اور فرائض قبول نہ کرے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بنیاد پر اہل اسلام سے الگ فرقہ بنا لینا اور کئی ایک

ضروریات دین کا انکار کر دینا درست نہیں۔ جو کچھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر کیا جاتا ہے، یہ اسلام کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش اور مجرمانہ سازش ہے۔

جب اس معاملہ میں یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کا کوئی ہاتھ نہیں، تو حسینی اور یزیدی نسبتوں کی تقسیم جہالت کی پیداوار ہو گی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان ٹکراؤ نہیں تھا، یہ دراصل روافض کا اسلامی تاریخ پر ظلم ہے کہ اُمت کو حسینی اور یزیدی نسبتوں میں تقسیم کر دیا۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں اس تقسیم کا کوئی تصور نہیں، کیونکہ اس تقسیم کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ اس تقسیم سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اہل سنت کے بارے میں یہ باور کرایا گیا کہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں، لہٰذا یہ ناصبی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اہل بیت سے محبت ایمان سمجھتے ہیں۔

حیرانی کی بات ہے کہ یزید کے نام پر امت کو گروہوں میں بانٹ دیا گیا اور یزید کے معاملہ کو حد سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ یزید کو حق اور باطل کا معیار قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔

حسینی اور یزیدی نسبتوں کا عقل و نقل میں کوئی جواز نہیں۔ یہ محض فتنہ گری اور فرقہ واریت ہے۔ یاد رہے کہ محبت و عقیدت کی بنا پر نسبت اختیار کر لینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ تفرقہ کے طور پر کوئی بھی نسبت حرام ہوتی ہے۔

حدیث نبوی: ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔'' سے یہ معنی اخذ کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ''حسینی'' کہا ہے، قطعاً درست نہیں۔ یہ صرف محبت و قرابت کی نسبت ہے، اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''حسینی'' کہہ دینا جسارت ہے۔ کئی مقامات ایسے ہیں، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت دوسروں کی طرف کی ہے، ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت

و پیار کی وجہ کیا ہے۔

کیا یزید تارک نماز اور شرابی تھا؟:

یزید بن معاویہ کا نماز چھوڑنا اور شراب پینا ثابت نہیں۔

❀ یحییٰ بن فلیح بن سلیمان (؟) سے منسوب ہے:

إِنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، وَفَدَ عَلٰى يَزِيدَ فَأَكْرَمَهُ وَأَحْسَنَ جَائِزَتَهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ قَامَ إِلٰى جَنْبِ الْمِنْبَرِ ...... فَقَالَ : أَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أُكْرَمَ، وَاللّٰهِ لَرَأَيْتُ يَزِيدَ ابْنَ مُعَاوِيَةَ يَتْرُكُ الصَّلَاةَ سُكْرًا، فَأَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى خُلْعَانِهِ بِالْمَدِينَةِ فَخَلَعُوهُ.

”(عبداللہ بن احمد) ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ رحمہ اللہ وفد کی صورت میں یزید بن معاویہ کے پاس آئے۔ یزید نے ان کی عزت وتکریم کی اور خوب مہمان نوازی کی۔ جب عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ مدینہ واپس آئے، تو منبر کے پہلو میں کھڑے ہوئے۔ ...... انہوں نے کہا: کیا میں اپنی عزت نہیں چاہتا؟ (یعنی عزت چاہتا ہوں) اللہ کی قسم! میں نے دیکھا، یزید بن معاویہ نشے کی وجہ سے نماز ترک کر دیتا ہے۔ تو تمام اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی۔“

(دَلائل النّبوة للبيهقي : 474/6، تاريخ ابن عَساكِر : 18/27)

سند سخت ضعیف، بلکہ جھوٹی ہے۔

① یحییٰ بن فلیح بن سلیمان کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② اس کا عبداللہ بن احمد ابی عمرو سے سماع بھی ثابت نہیں ہو سکا۔

اس روایت میں عبداللہ بن احمد ابی عمرو بن حفص ہے، نہ کہ ابوعمرو بن حفص۔ کیونکہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن احمد کے ترجمہ میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ مؤرخین بھی یزید کی بیعت توڑنے کی بات عبداللہ بن احمد کی طرف منسوب کرتے ہیں، نہ کہ ابوعمرو بن حفص کی طرف۔

❀ سیدنا معقل بن یسار اشجعی رضی اللہ عنہ نے یزید کے بارے میں کہا:

نَخْلَعُ الْفَاسِقَ شَارِبَ الْخَمْرِ .

''ہم (مدینہ پہنچ کر) فاسق اور شرابی (یزید) کی بیعت توڑ دیں گے۔''

(تاریخ ابن عساکر : 365/59)

سند ضعیف ہے۔

① عوانہ بن حکم کی معتبر توثیق نہیں۔

عوانہ کی متابعت ابوزکریا عجلانی نے کی ہے۔اس کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② عکرمہ بن خالد کا مسلم بن عقبہ سے سماع نہیں ملا۔

❀ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَشٰی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُطِيعٍ وَأَصْحَابُهٗ إِلٰی مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَأَرَادُوهُ عَلٰی خَلْعِ يَزِيدَ، فَأَبٰی، فَقَالَ ابْنُ مُطِيعٍ : إِنَّ يَزِيدَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَتْرُكُ الصَّلَاةَ وَيَتَعَدّٰی حُكْمَ الْكِتَابِ، فَقَالَ لَهُمْ : مَا رَأَيْتُ مِنْهُ مَا تَذْكُرُونَ، وَقَدْ حَضَرْتُهٗ وَأَقَمْتُ عِنْدَهٗ، فَرَأَيْتُهٗ مُوَاظِبًا عَلَى الصَّلَاةِ، مُتَحَرِّيًا لِلْخَيْرِ، يَسْأَلُ عَنِ

الْفِقْهِ، مُلَازِمًا لِلسُّنَّةِ، قَالُوا: فَإِنَّ ذٰلِكَ كَانَ مِنْهُ تَصَنُّعًا لَكَ، فَقَالَ: وَمَا الَّذِي خَافَ مِنِّي أَوْ رَجَا حَتّٰى يُظْهِرَ إِلَيَّ الْخُشُوعَ؟! أَفَأَطْلَعَكُمْ عَلٰى مَا تَذْكُرُونَ مِنْ شُرْبِ الْخَمْرِ؟ فَلَئِنْ كَانَ أَطْلَعَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ إِنَّكُمْ لَشُرَكَاؤُهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَطْلَعَكُمْ فَمَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَشْهَدُوا بِمَا لَمْ تَعْلَمُوا، قَالُوا: إِنَّهُ عِنْدَنَا لَحَقٌّ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَأَيْنَاهُ، فَقَالَ لَهُمْ: قَدْ أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ عَلٰى أَهْلِ الشَّهَادَةِ، فَقَالَ: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (الزّخرف: ٨٦) وَلَسْتُ مِنْ أَمْرِكُمْ فِي شَيْءٍ، قَالُوا: فَلَعَلَّكَ تَكْرَهُ أَنْ يَتَوَلَّى الْأَمْرَ غَيْرُكَ، فَنَحْنُ نُوَلِّيكَ أَمْرَنَا، قَالَ: مَا أَسْتَحِلُّ الْقِتَالَ عَلٰى مَا تُرِيدُونَنِي عَلَيْهِ تَابِعًا وَلَا مَتْبُوعًا، قَالُوا: فَقَدْ قَاتَلْتَ مَعَ أَبِيكَ، قَالَ جِيئُونِي بِمِثْلِ أَبِي أُقَاتِلُ عَلٰى مِثْلِ مَا قَاتَلَ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: فَمُرِ ابْنَيْكَ أَبَا هَاشِمٍ وَالْقَاسِمَ بِالْقِتَالِ مَعَنَا، قَالَ: لَوْ أَمَرْتُهُمَا قَاتَلْتُ، قَالُوا: فَقُمْ مَعَنَا مَقَامًا تَحُضُّ النَّاسَ فِيهِ عَلَى الْقِتَالِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! آمُرُ النَّاسَ بِمَا لَا أَفْعَلُهُ وَلَا أَرْضَاهُ؟! إِذَا مَا نَصَحْتُ لِلّٰهِ فِي عِبَادِهِ، قَالُوا: إِذًا نُكْرِهُكَ، قَالَ: إِذًا آمُرُ النَّاسَ بِتَقْوَى اللّٰهِ،

وَأَلَّا يُرْضُوا الْمَخْلُوقَ بِسَخَطِ الْخَالِقِ، وَخَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ.

''عبداللہ بن مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ اور آپ کے چند ساتھی، (فرزند علی رضی اللہ عنہ) محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کے پاس آئے اور یزید کی بیعت توڑنے کو کہا، تو انہوں نے انکار کر دیا۔ سیدنا عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یزید شراب پیتا ہے، نماز کا تارک ہے اور کتاب اللہ کے احکامات میں زیادتی کرتا ہے۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہنے لگے: جو باتیں آپ ذکر کر رہے ہیں، میں نے اس میں نہیں پائیں، میں اس کے پاس گیا ہوں، وہاں قیام کیا ہے، میں نے اسے نماز کا پابند اور خیر کا متلاشی پایا ہے، وہ سنت کی پیروی کرتا تھا اور فقہ اسلامی کے متعلق سوال پوچھتا تھا۔ کہنے لگے: یہ سب آپ کو دکھانے کے لیے تھا۔ محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے عرض کیا: اسے مجھ سے کیا خوف یا اُمید تھی کہ میرے سامنے خشوع وخضوع ظاہر کرتا؟ اچھا جو آپ لوگ اس کے شراب پینے کی بابت ذکر کر رہے ہیں، وہ اس نے آپ کو دکھایا ہے؟ اگر تو اس نے آپ کو دکھایا ہے، تو آپ بھی اس میں شریک کار رہوئے اور اگر اس نے آپ کو نہیں دکھایا، تو آپ کے لیے ایسی بات کی گواہی دینا جائز نہیں، جسے آپ جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا: بھلے ہم نے اسے نہ دیکھا ہو، مگر یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: گواہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار کیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ''جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے بھی ہوں۔'' البتہ مجھے آپ کی باتوں سے کوئی

واسطہ نہیں۔ کہنے لگے: شاید آپ اپنے علاوہ کسی اور کو حاکم بننا پسند نہیں کرتے، چلیں ہم آپ کو اپنی حکومت کا سربراہ مقرر کر دیں گے۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: جو آپ مجھے بنانا چاہتے ہیں، اس کے لیے نہ میں سربراہ بن کر قتال کر سکتا ہوں اور نہ کسی کی سربراہی میں۔ کہنے لگے: آپ نے اپنے والد (علی رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ قتال کیا تو تھا۔ ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے کہا: آپ میرے بابا جیسا لے کر تو آئیں، میں اسی اختلاف کی بنا پر قتال کروں گا، جس کی بنا پر میں نے (اپنے والد کے ہمراہ) قتال کیا تھا۔ انہوں نے کہا: چلیں، اپنے بیٹوں ابو ہاشم اور قاسم کو کہہ دیجئے کہ ہمارے ہمراہ قتال کریں۔ عرض کیا: اگر میں ان کو کہوں، تو گویا میں نے خود قتال کیا۔ کہنے لگے: پھر آپ ہمارے ساتھ کسی جگہ کھڑے ہوں اور لوگوں کو قتال کے لیے اُبھاریں۔ عرض کیا: سبحان اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کام کا حکم دوں، جسے میں خود نہیں کرتا اور نہ اسے پسند کرتا ہوں؟ جبکہ میں اللہ کے لیے اس کے بندوں کی خیر خواہی چاہتا ہوں۔ کہنے لگے: پھر ہم آپ کو مجبور کریں گے! عرض کیا: میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور خالق کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی نہ کریں۔ پھر محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔“

(البِداية والنّهاية لابن كثير :653/11، وسندهٗ صحيحٌ)

سب سے پہلے میری سنت کو بدلنے والا؟:

❁ ابو العالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

لَمَّا كَانَ زَمَنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بِالشَّامِ غَزَا النَّاسُ فَغَنِمُوا وَكَانَتْ فِي غَنَائِمِهِمْ جَارِيَةٌ نَفِيسَةٌ فَصَارَتْ لِرَجُلٍ فِي قِسْمِهِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ يَزِيدُ فَانْتَزَعَهَا وَأَبُو ذَرٍّ يَوْمَئِذٍ بِالشَّامِ فَاسْتَعَانَ الرَّجُلُ بِأَبِي ذَرٍّ فَانْطَلَقَ مَعَهُ فَقَالَ: رُدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتَهُ فَتَلَكَّأَ يَزِيدُ فَقَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي أُمَيَّةَ، ثُمَّ وَلّٰى فَلَحِقَهُ فَقَالَ: أُذَكِّرُكَ اللّٰهَ أَهُوَ أَنَا قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا، فَرَدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتَهُ.

''جب شام میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی حکومت تھی، تو لوگوں نے غزوہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا، مال غنیمت میں ایک خوبصورت لونڈی تھی، جو ایک شخص کے حصہ میں آئی۔ یزید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف پیغام بھیج کر وہ لونڈی ہتھیالی۔ ان دنوں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بھی شام میں تھے۔ اس شخص نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی، تو ابوذر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ (یزید رضی اللہ عنہ کے پاس) گئے اور فرمایا: اس شخص کو اس کی لونڈی واپس کر دیجیے، یزید رضی اللہ عنہ نے ٹال مٹول کی، تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ ایسا ہی کر رہے ہیں، تو سن لیجیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''سب سے پہلے میری امت میں میری سنت کو بدلنے والا بنوامیہ کا ایک شخص ہوگا۔'' پھر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے، یزید رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہو لیے اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے مل کر پوچھا: آپ کو اللہ کا

واسطہ! کیا (بنوامیہ کے) اس شخص سے مراد میں ہوں؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً نہیں، تو یزید رضی اللہ عنہ نے وہ لونڈی اسی شخص کو واپس لوٹا دی۔''

(دلائل النبوة للبيهقي : 6/466، تاريخ ابن عساكر : 65/250)

سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِی هٰذَا الْإِسْنَادِ إِرْسَالٌ بَيْنَ أَبِي الْعَالِيَةِ وَأَبِي ذَرٍّ .ب

''اس سند میں ابوالعالیہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان ارسال (انقطاع) ہے۔''

❀ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ابوالعالیہ کے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سماع کی نفی کی ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 3467)

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام گئے تھے۔ (مستدرک حاکم: 5468، وسندہ حسن)، جبکہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات پا چکے تھے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَعْرُوفُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ كَانَ بِالشَّامِ زَمَنَ عُثْمَانَ وَعَلَيْهَا مُعَاوِيَةُ وَمَاتَ يَزِيدُ فِي زَمَنِ عُمَرَ وَلَا يُعْرَفُ لِأَبِي ذَرٍّ قُدُومُ الشَّامِ زَمَنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''مشہور یہ ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام میں تھے اور شام پر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ جبکہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تو سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی وفات پا گئے تھے، نیز عہد عمر رضی اللہ عنہ میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا شام میں تشریف لانا معروف و معلوم نہیں۔“

(التّاريخ الأوسط :45/1)

❀ تاریخ اصبہان (۱۳۲/۱) والی سند سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ الاوائل لابن ابی عاصم (۶۳) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۳۵۸۷۷) والی سند منقطع ہے۔ ابوالعالیہ کا سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، اس روایت میں سماع کی صراحت بھی نہیں۔

❀ ابو مسلم جذمی رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالشَّامِ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَغَزَا الْمُسْلِمُونَ، فَغَنِمُوا وَأَصَابُوا جَارِيَةً نَفِيسَةً فَصَارَتْ لِرَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فِي سَهْمٍ ....

”یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور میں سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ شام میں تھے، مسلمانوں نے غزوہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس میں ایک خوبصورت لونڈی بھی ان کے ہاتھ لگی، جو ایک مسلمان کے حصے میں آئی ......۔“

(المَطالب العالية لابن حَجَر : 4463)

سند ضعیف ہے۔ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی مختلط ہیں، محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں ہوا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ عبدالوہاب نے اختلاط کے بعد کوئی روایت بیان نہیں کی، لہذا ان کا اختلاط مضر نہیں۔ درست نہیں، کیونکہ ان کی بنیاد امام ابو داود رحمہ اللہ کے قول پر ہے، جسے حافظ عقیلی رحمہ اللہ (۳/۷۵) نے ذکر کیا ہے۔ یہ قول ثابت نہیں، حافظ عقیلی رحمہ اللہ کے استاذ حسین بن عبداللہ ذارع کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی تمام سندوں کو ضعیف و منقطع قرار دیا ہے۔

(البداية والنّهاية: 649/11)

یزید کو امیر المومنین کہنے والے پر کوڑے:

❀ نوفل بن الفرات (ابی الفرات/ابی عقرب) سے منسوب ہے:

كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيدَ، فَقَالَ: قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: تَقُولُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ؟ وَأَمَرَ بِهِ فَضُرِبَ عِشْرِينَ سَوْطًا.

''میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین یزید نے کہا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا تو یزید کو ''امیر المومنین'' کہہ رہا ہے؟ پھر اس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے بیس کوڑے مارے جائیں۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء للذّهبي: 40/4، تهذيب التّهذيب لابن حجر: 361/11)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن ابی سری عسقلانی کثیر الغلط راوی ہے۔

② نوفل بن ابی عقرب کی متقدمین ائمہ سے توثیق ثابت نہیں۔

③ محمد بن ابی سری عسقلانی سے نیچے سند بھی معلوم نہیں۔

④ لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یزید کو ''امیر المومنین'' کہا ہے۔

(تاریخ خلیفة بن خیّاط، ص 253، وسندہٗ صحیحٌ)

کیا یزید نے قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دیا؟

❀ ضحاک بن عثمان حزامی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

خَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى الْكُوفَةِ سَاخِطًا لِّوِلَايَةِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَكَتَبَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَهُوَ وَالِيهِ عَلَى الْعِرَاقِ : إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ حُسَيْنًا قَدْ سَارَ إِلَى الْكُوفَةِ، وَقَدِ ابْتُلِيَ بِهٖ زَمَانُكَ مِنْ بَيْنِ الْأَزْمَانِ، وَبَلَدُكَ مِنْ بَيْنِ الْبُلْدَانِ، وابْتُلِيتَ بِهٖ مِنْ بَيْنِ الْعُمَّالِ، وَعِنْدَهَا يُعْتَقُ أَوْ يَعُودُ عَبْدًا كَمَا يُعْتَبَدُ الْعَبِيدُ، فَقَتَلَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ، وَبَعَثَ بِرَأْسِهٖ إِلَيْهِ، فَلَمَّا وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحُمَامِ ....

''سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما جب یزید کی امارت سے ناراض ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، تو یزید بن معاویہ نے امیر عراق عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا: ''مجھے پتہ چلا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کو روانہ ہو چکے ہیں۔ اب تم پر برا وقت آ چکا ہے،

تمہارے شہر پر آزمائش آ گئی ہے اور گورنروں کے حوالے سے تمہاری آزمائش ہے۔ان حالات میں یا تو آزادی حاصل کی جاتی ہے یا دوبارہ غلامی اختیار کی جاتی ہے۔'' تو عبیداللہ بن زیاد نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور آپ کا سر مبارک یزید کی طرف بھیجا، جب یزید کے سامنے سر رکھا گیا، تو اس نے حسین بن حمام کے اشعار پڑھے......۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 115/3)

سند ضعیف اور غیر ثابت ہے۔

① محمد بن ضحاک بن عثمان ''مجہول الحال'' ہے، صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (۹/۵۹) میں ذکر کیا ہے۔

② ضحاک بن عثمان حزامی نے یزید کا زمانہ نہیں پایا۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ الضَّحَّاكَ لَمْ يُدْرِكِ الْقِصَّةَ .

''اس کے راوی ثقہ ہیں، البتہ ضحاک اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھا۔''

(مَجمع الزّوائد : 193/9)

حافظ رحمہ اللہ نے راویوں کی توثیق امام ابن حبان رحمہ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کی ہے، جبکہ راوی مجہول الحال ہے۔ دوسری بات ضحاک اس دور میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا، وہ یزید کے بارے میں کیسے بیان کرسکتا ہے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے عمومی طور پر تین باتیں سننے میں آتی ہیں۔

① یزید بن معاویہ قاتل حسین رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ بے بنیاد اور بے حقیقت دعویٰ

ہے۔ یہ دعویٰ دراصل قاتلین حسین کا ہے۔ وہ یہ جرم کسی دوسرے کے نام کرنا چاہتے ہیں۔

② یزید نے قتل حسین کا حکم دیا تھا۔ یہ دعویٰ بھی بے ثبوت ہے۔

③ یزید کے دور میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور یزید نے مجرموں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا۔ یہ بھی کمزور بات ہے۔ اس واقعہ کو صدیاں بیت گئی ہیں۔ اس وقت کے حالات کا صحیح جائزہ معلوم نہیں ہوسکتا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر دار تک پہنچانے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں پیش ہوئے، ان کے مابین جنگیں ہوگئیں، لیکن اس وقت مجرموں کو قرار واقعی سزا نہیں مل سکی۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض ان جنگوں میں مارے گئے اور بعض جنگ نہروان میں مارے گئے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض فرار ہو گئے ہوں۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور آ گئی۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کو کیفر دار تک پہنچایا تھا۔

کبھی قاتلوں کو سزا مل جاتی ہے، کبھی نہیں ملتی۔ اس سے کسی پر طعن نہیں کیا جا سکتا۔ یزید کا قتل حسین رضی اللہ عنہ پر راضی ہونا بھی ثابت نہیں، تو یزید پر طعن کیوں؟

یاد رہے کہ یزید کے دربار میں حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیش کیا جانا ثابت نہیں۔

متقدمین ائمہ مسلمین میں سے کسی نے یزید کو قاتل حسین رضی اللہ عنہ قرار نہیں دیا، نہ ہی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یزید پر طعن کیا۔

افسوس ہے کہ یزید کو مطعون کیا جاتا ہے، جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قاتل کے نام پر ''عید بابا شجاع الدین'' منائی جاتی ہے، دنیا میں ایسے ناانصاف بھی موجود ہیں۔

سوال: کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے حکم سے شہید کیا گیا؟

جواب: علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ: إِنَّهُ قَتَلَهُ أَوْ أَمَرَ بِهِ مَا لَمْ يَثْبُتْ.

''جب تک ثابت نہ ہو جائے، تو یہ کہنا جائز نہیں کہ یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے یا شہید کرنے کا حکم دیا ہے۔''

(إحياء علوم الدّين: 125/3)

❀ علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ عِنْدَنَا أَنَّهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دیا ہو۔''

(فتاوی ابن الصلاح: 216/1)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ يَزِيدَ لَمْ يَأْمُرْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ النَّقْلِ.

''مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم نہیں دیا۔''

(مِنهاج السنّة النّبوية: 472/4)

❀ علامہ احمد بن حمزہ رملی رحمہ اللہ (۹۵۷ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ أَنَّهُ قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَلَا أَمَرَ بِقَتْلِهِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ حُجَّةُ الْإِسْلَامِ الْغَزَالِيُّ.

''یہ ثابت نہیں کہ یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہو یا شہید کرنے کا حکم دیا ہو، جیسا کہ حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ سمیت (اہل علم کی) جماعت نے

صراحت کی ہے۔“(فتاوی الرّملي : 335/4)

فائدہ:

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ أَوْ أَعَانَ عَلٰى قَتْلِهٖ أَوْ رَضِيَ بِذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ؛ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا .

”جس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کرنے والے کی مدد کی یا اس پر راضی ہوا، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے فرض ونفل کوئی عبادت قبول نہ کرے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 487/4)

❁ علامہ ابوعبداللہ علیش مالکی رحمہ اللہ (۱۲۹۹ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا لَعْنُهٗ يَعْنِي قَاتِلَ الْحُسَيْنِ لَا بِالتَّسْمِيَةِ فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

”نام لیے بغیر حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے پر لعنت کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔“

(فتح العلي المالك : 350/2)

سوال: یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ اسلاف اُمت ایسا نہیں کرتے تھے۔ ہر خیر اسلاف اُمت سے جڑی ہوئی ہے۔ جو ائمہ سلف سے کٹ گیا، درحقیقت وہ خیر کثیر سے محروم ہو گیا۔ سلف صالحین میں توسط پایا جاتا تھا۔ وہ جب بھی کسی کے بارے میں بات کرتے تھے، وہ بات علم

اور حقیقت پر مبنی ہوتی تھی۔ لہٰذا انسانوں کے متعلق رائے قائم کرتے وقت اسلاف اُمت کا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ جس شے پر سلف نے توقف کیا، ہمیں بھی اس پر توقف کرنا چاہیے۔

❁ علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قِيلَ : هَلْ يَجُوزُ لَعْنُ يَزِيدَ لِأَنَّهُ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ أَوْ آمِرٌ بِهٖ قُلْنَا : هٰذَا لَمْ يَثْبُتْ أَصْلًا فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ : إِنَّهُ قَتَلَهُ أَوْ أَمَرَ بِهٖ مَا لَمْ يَثْبُتْ فَضْلًا عَنِ اللَّعْنَةِ لِأَنَّهُ لَا تَجُوزُ نِسْبَةُ مُسْلِمٍ إِلٰى كَبِيرَةٍ مِنْ غَيْرِ تَحْقِيقٍ، نَعَمْ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ : قَتَلَ ابْنُ مُلْجِمٍ عَلِيًّا وَقَتَلَ أَبُو لُؤْلُؤَةَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَإِنَّ ذٰلِكَ ثَبَتَ مُتَوَاتِرًا فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُرْمٰى مُسْلِمٌ بِفِسْقٍ أَوْ كُفْرٍ مِنْ غَيْرِ تَحْقِيقٍ .

”اگر کوئی پوچھے کہ کیا یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا، یا شہید کرنے کا حکم دیا ہے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ بات (کہ یزید سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے یا اس نے قتل کا حکم دیا ہے۔) سرے سے ثابت ہی نہیں ہے، لہٰذا جب تک یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی، ہم نہیں کہیں کے یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کرنے کا حکم دیا، چہ جائیکہ ہم اس پر لعنت کریں، کیونکہ کسی مسلمان کی طرف بغیر تحقیق اور دلیل کے کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ عبد الرحمٰن بن ملجم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ابولؤلؤہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، کیونکہ یہ بات متواتر روایات سے ثابت

ہے۔اس لیے کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔“

(إحياء عُلوم الدّين : 125/3)

❀ علامہ علی بن عثمان اوشی حنفی صاحب فتاویٰ سراجیہ رحمہ اللہ (۵۷۵ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَلْعَنْ يَزِيدًا بَعْدَ الْمَوْتِ

سِوَى الْمِكْثَارِ فِي الْإِغْرَاءِ غَالٍ

”یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اس پر کسی نے لعنت نہیں کی، سوائے ان غالیوں کے، جو بہت زیادہ الزام لگاتے ہیں اور غلو کا شکار ہیں۔“

(بَدء الأمالي، ص 279)

❀ اس کی شرح میں علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰی : لَمْ يَلْعَنْ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ سِوَى اللَّذِينَ أَكْثَرُوا الْقَوْلَ فِي التَّعْرِيضِ عَلٰى لَعْنِهٖ، وَبَالَغُوا فِي أَمْرِهٖ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ حَدِّهٖ، كَالرَّافِضَةِ وَالْخَوَارِجِ، وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ .

”اس شعر کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ یزید بن معاویہ پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی، سوائے ان لوگوں کے، جو بکثرت یزید کو لعنت کا نشانہ بناتے ہیں اور اس کے معاملہ میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں اور حد سے تجاوز کرتے ہیں، جیسے روافض، خوارج اور بعض معتزلہ ہیں۔“

(ضوء المَعالي، ص 279)

(سوال): کیا یزید نے کعبۃ اللہ کو گرایا یا جلایا تھا؟

(جواب): یزید کا کعبہ کو گرانا یا اس کا حکم دینا ثابت نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

يَزِيدُ لَمْ يَهْدِمِ الْكَعْبَةَ، وَلَمْ يَقْصِدْ إِحْرَاقَهَا، لَا هُوَ وَلَا نُوَّابُهُ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

''اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یزید نے کعبۃ اللہ کو منہدم نہیں کیا، نہ ہی یزید یا اس کے کسی نائب نے کعبہ کو جلانے کا قصد کیا۔''

(مِنهاج السّنّة : 4/577)

(سوال): کیا یزید نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر کو چھڑی سے مارا؟

(جواب): اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا جِيءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ جَعَلَ يَزِيدُ يَطْعَنُ بِالْقَضِيبِ .

''جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، تو یزید چھڑی سے مارنے لگا۔''

(البداية والنّهاية لابن كثير :11/559)

سند ضعیف ہے۔

① سالم بن ابی حفصہ ضعیف رافضی ہے۔

(اتّحاف المهرة لابن حجر : 8/290)

② سالم کا حسن بصری رحمہ اللہ سے سماع نہیں مل سکا۔

③ حسن بصری رحمہ اللہ اور یزید کی ملاقات پر دلیل معلوم نہیں ہو سکی۔

❁ یہی بات ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(البداية والنّهاية لابن كثير: 559/11)

یہ سند بھی ضعیف و منقطع ہے۔

① خالد بن یزید بن اسد ضعیف ہے۔

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِقَوِيٍّ. ''قوی نہیں ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 359/3)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ عِنْدِي ضَعِيفٌ. ''میرے نزدیک یہ ضعیف ہے۔''

(الكامل في ضُعفاء الرجال: 433/3)

② ابو جعفر باقر رحمہ اللہ اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھے، نیز سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے سماع کا مسئلہ ہے۔

❁ اسی معنی کی روایت قاسم بن بخیت سے بھی مروی ہے۔

(البداية والنّهاية لابن كثير: 559/11)

جھوٹی سند ہے۔

① ابو مخنف لوط بن یحییٰ ''متروک و کذاب'' ہے۔

② ابو حمزہ ثمالی ''ضعیف و متروک'' ہے۔

③ عبد اللہ بن احمد بن جعفر ثمالی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ قاسم بن بخیت کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ میں لایا گیا، یزید کے پاس شام میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا پہنچنا ثابت نہیں۔

تنبیہ:

❀ روایت ہے:

...... فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْحُسَيْنُ : أَتَانِي كِتَابُكَ وَأَنَا بِغَيْرِ الَّذِي بَلَغَكَ عَنِّي جَدِيرٌ، وَالْحَسَنَاتُ لَا يَهْدِي لَهَا إِلَّا اللّٰهُ، وَمَا أَرَدْتُ لَكَ مُحَارَبَةً وَّلَا عَلَيْكَ خِلَافًا، وَمَا أَظُنُّ لِي عِنْدَ اللّٰهِ عُذْرًا فِي تَرْكِ جِهَادِكَ، وَمَا أَعْلَمُ فِتْنَةً أَعْظَمَ مِنْ وِلَايَتِكَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ .

''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا: مجھے آپ کا خط موصول ہوا، آپ کو میرے متعلق جو خبریں پہنچی ہیں، وہ میرے شایان شان نہیں ہیں، باقی نیکیوں کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، میرا آپ سے جنگ کرنے یا آپ کے متعلق انتشار پیدا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ سے جنگ نہ کرنے کے لیے میرا کوئی عذر نہیں اور میرے مطابق سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ آپ کو اس اُمت کا امیر بنا دیا جائے۔''

(الطّبقات الكبرى لابن سعد :440/1، متمم الصّحابة، تاريخ دمشق لابن عساكر : 205/14، البداية والنهاية لابن كثير :500/11)

باطل حکایت ہے۔ محمد بن عمر واقدی ''متروک وکذاب'' ہے۔

اس روایت کے بعض طرق بھی ہیں، کوئی بھی طریق ضعف سے خالی نہیں۔

❀ ابن جعدبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

''جعدہ بنت اشعث بن قیس سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھی۔ یزید نے اسے بہلایا کہ آپ حسن کو زہر دیں، میں آپ سے نکاح کرلوں گا۔ اس نے ایسا کر دیا۔ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، تو جعدہ نے یزید سے اپنے وعدہ کو وفا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو حسن کے لیے پسند نہیں کیا تھا، اپنے لیے کیسے کرلیں؟''

(تاریخ ابن عساکر: 284/13، المنتظم لابن الجوزي: 226/5)

جھوٹا قصہ ہے۔

① اسے گھڑنے والا یزید بن عیاض بن جعدہ لیثی ہے۔

② یزید بن عیاض کا جعدہ بنت اشعث سے سماع ثابت کیا جائے!

③ محمد بن خلف بن مرزبان آجری کے بارے میں متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے توثیق نہیں کی، بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ أَخْبَارِيٌّ، لَيِّنٌ .

''یہ تاریخ دان اور کمزور راوی تھا۔'' (سوالات السّهمي: 104)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَعَدَمُ صِحَّتِهِ عَنْ أَبِيهِ مُعَاوِيَةَ بِطَرِيقِ الْأَوْلٰى وَالْأَحْرٰى .

''جب یہ واقعہ یزید کے بارے میں ثابت نہیں، تو یزید کے والد سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں توبہ طریق اولیٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔“

(البداية والنّهاية : 43/8)

الحاصل:

❀ حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ (۵۰۷ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّ النَّاسَ اخْتَلَفُوا فِي أَمْرِهٖ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ؛

أَوَّلُهَا : الْمَدْحُ وَالثَّنَاءُ وَالتَّرَحُّمُ؛ لِأَنَّهٗ وَلِيَ الْخِلَافَةَ مُدَّةَ سَنَتَيْنِ وَنِصْفٍ، وَأَقَامَ لِلْمُسْلِمِينَ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ الْأَحْكَامَ وَالْحَجَّ وَالْجِهَادَ، وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَفْعَلُهُ الْأَئِمَّةُ .

وَالثَّانِي : السُّكُوتُ عَنْهُ؛ لِمَا جَرٰى فِي أَيَّامِهٖ، وَإِنْزَالُهٗ مَنْزِلَةَ عُصَاةِ الْمُوَحِّدِينَ، وَلَمْ يُطْلِقُوا الْقَوْلَ فِيهِ بِمَدْحٍ وَلَا ذَمٍّ .

وَالثَّالِثُ : تَنَاوُلُهٗ بِالسَّبِّ وَالذَّمِّ .

وَالرَّابِعُ : إِخْرَاجُهٗ عَنِ الْمِلَّةِ .

فَمَنْ سَلَكَ الْوَجْهَ الْأَوَّلَ، فَإِنَّهُ اعْتَبَرَ ظَاهِرَ الْأَمْرِ فِي أَنَّهٗ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِي أَلْزَمَهُ اللّٰهُ طَاعَتَهٗ، وَالَّذِي سَكَتَ احْتَرَزَ عَنِ الْحَالَيْنِ مِنَ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ، وَالَّذِي سَبَّ وَكَفَّرَ، فَإِنَّمَا سَلَكَ طَرِيقَ التَّعَصُّبِ وَالْحَمِيَّةِ، لَا غَيْرُ .

''یزید بن معاویہ کے بارے میں لوگ چار طریقوں پر ہیں؛

پہلا طریقہ: اس کی تعریف، مدح اور اس پر رحمت کی دعا کرنا؛ کیونکہ اس نے اڑھائی سال خلافت کی اور اس مدت میں مسلمانوں کے لیے احکام، حج، جہاد اور دیگر امور قائم کیے، جو حکمران کیا کرتے ہیں۔

دوسرا طریقہ: اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا؛ اس لیے کہ اس کے دور میں کچھ (ناخوشگوار) واقعات پیش آئے اور اسے توحید پر قائم گناہگاروں کے درجہ میں رکھنا اور اس کے بارے میں مدح کی بات کرنا نہ مذمت کی۔

تیسرا طریقہ: اسے برا بھلا کہنا اور اس کی مذمت کرنا۔

چوتھا طریقہ: اسے ملت اسلامیہ سے خارج قرار دینا۔

جس نے پہلا طریقہ اپنایا، اس نے بظاہر اسے مسلمان حکمران سمجھا، جس کی اطاعت اللہ نے لازم قرار دی۔ جس نے خاموشی اختیار کی، اس نے مدح اور مذمت دونوں سے اجتناب کیا۔ جس نے سب وشتم اور تکفیر کا راستہ اختیار کیا، اس نے محض تعصب اور جذباتی حمیت کا اظہار کیا اور بس۔''

(الحُجّة على تارك المَحجة، ص 699-701)

حدیث خلیفتین

❀ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ خَلِيفَتَيْنِ؛ كِتَابُ اللّٰهِ، حَبْلٌ مَّمْدُودٌ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَوْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.

''میں اپنے بعد آپ میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں؛ ① کتاب اللہ، جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک مضبوط رسی ہے، ② میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 181/5، حسنٌ)

''خلیفتین'' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دو اہم چیزیں ہیں۔ ایک قرآن اور دوسری اہل بیت۔

یہ حدیث اہل بیت کی فضیلت بیان کرتی ہے۔ قرآن اور اہل بیت کا آپس میں گہرا تعلق ہے، کیونکہ اہل بیت نے قرآن کریم سے تمسک اختیار کیا، اس کے اوامر ونواہی پر عمل کیا، ان کا قرآن سے تمسک کبھی کم نہ ہوا، بلکہ یہ حوض کوثر پر تشریف لائیں گے، تو بھی قرآن سے تمسک اختیار کیے ہوں گے، یہی معنی درست ہے۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ اہل بیت کی طرح قرآن کریم بھی حوض پر وارد ہوگا، بلکہ مراد یہ ہے

کہ اہل بیت حوض پر وارد ہوں گے، اس وقت بھی ان کا قرآن سے تمسک قائم ہوگا، تو گویا قرآن اور اہل بیت دونوں حوض پر تشریف لائیں گے۔ یہ اہل بیت کی تمسک بالقرآن میں مبالغہ کی ایک صورت ہے۔

❀ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ؛ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ ...... وَأَهْلُ بَيْتِي ....

''میں آپ میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں؛ ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، کتاب اللہ کو تھامے رکھنا اور اس سے تمسک اختیار کرنا......دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں......۔''

(صحیح مسلم: 2408)

ان احادیث سے روافض کا رد ہوتا ہے، کیونکہ اہل بیت کا قرآن سے تمسک قیامت تک قائم رہے گا، جبکہ روافض قرآن کریم کو محرف و مبدل مانتے ہیں، اس بنیاد پر روافض کی اہل بیت سے محبت بھی جھوٹی ہے، کیونکہ جس قرآن کو روافض محرف و مبدل مانتے ہیں، اہل بیت اس سے محبت کرتے ہیں، جو اہل بیت کی محبوب شے سے محبت نہیں کرتا، اس کی اہل بیت سے محبت جھوٹی اور غیر شرعی ہے۔

اگر روافض اہل بیت سے سچی محبت کرتے، تو وہ قرآن کریم کو مکمل بھی مانتے اور اس سے تمسک بھی اختیار کرتے۔ جبکہ اہل سنت قرآن کریم کو لاریب بھی مانتے ہیں اور اس سے تمسک بھی اختیار کرتے ہیں، یوں اہل بیت سے سچی اور شرعی محبت کرنے والے صرف

اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔

روافض اہل بیت کونہیں مانتے، ان کی اہل بیت سے محبت، شرعی محبت نہیں، اصل اہل بیت تو نبی کریم ﷺ کا گھرانہ ہے، آپ ﷺ کی بیویاں اور بیٹیاں اہل بیت ہیں، روافض ان سے محبت نہیں کرتے، بعض ازواج مطہرات پر طعن بھی کرتے ہیں، نیز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تین بنات رسول ﷺ کا انکار بھی کرتے ہیں۔

قرب قیامت مہدی آئیں گے، وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں ہیں، روافض انہیں بھی نہیں مانتے، بلکہ انہوں نے ان مہدی کے علاوہ کوئی اور مہدی متعارف کرا رکھا ہے، جسے وہ "مہدی منتظر" کہتے ہیں، جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

روافض قرآن اور اہل بیت کونہیں مانتے، لہٰذا وہ ان احادیث کے مخالف ٹھہرے۔

پھر جو قرآن کونہیں مانتے، وہ احادیث کو کیسے مان سکتے ہیں؟ جن کے راوی صحابہ ہیں، صحابہ سے یہ لوگ اعلان برأت کرتے ہیں، جو منکر حدیث ہو، وہ منکر اہل بیت ہوتا ہے۔

اگر کوئی ان احادیث سے اہل بیت میں اصطلاحی خلافت ثابت کرتا ہے، تو اس کے خطا کار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اہل بیت کا کوئی فرد بشر اس مؤقف میں اس کا ہم خیال نہیں، نیز مسلمانوں میں کسی نے ان احادیث کی یہ تعبیر پیش نہیں کی۔

اہل سنت والجماعت اہل بیت کے ساتھ محبت واجب سمجھتے ہیں، جو اہل بیت سے شرعی اور حقیقی محبت رکھتا ہے، وہ ضرور بالضرور دیگر صحابہ سے بھی محبت رکھتا ہے۔ اہل سنت کے مطابق جو ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہے، وہ کبھی بھی سیدنا علی اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت نہیں رکھ سکتا۔ درحقیقت صحابہ اور اہل بیت کی محبت لازم و ملزوم ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، الثَّقَلَيْنِ، وَأَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ؛ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، أَلَا وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا، حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.

''یقیناً میں اپنے بعد آپ میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جنہیں آپ تھام لیں گے، تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے، ان میں ایک شے دوسری سے بڑی ہے؛ ① کتاب اللہ، جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے، ② میرے اہل بیت۔ یاد رکھیں کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوض پر بھی وارد ہوں گے۔''

(مُسند الإمام أحمد: 26/3)

سند عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀